مجھے یہ خوف ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا نہ ہو جاؤ (بخاری)

- بشریت انبیاء
- حیات النبیؐ
- علم غیب
- سماع موتی
- ندائے غیر اللہ
- مشرکین کے معبود
- اور ان کے شرک کی حقیقت وغیرہ جیسے عقائد اور مسائل پر دو ٹوک اور فیصلہ کن گفتگو کرتے ہوئے۔ بریلوی دلائل کا جواب دیا گیا ہے۔

محمد اشفاق حسین
(حیدر آباد)

ادارہ دعوۃ الاسلام مئوناتھ بھنجن (یوپی)

یہ نہیں ہے شرک تو پھر شرک کس کا نام ہے؟

- بشریت انبیاء ● حیات النبیؐ ● علم غیب
- سماع موتی ● ندائے غیر اللہ ● مشرکین کے معبود
- اور ان کے شرک کی حقیقت وغیرہ جیسے عقائد اور مسائل پر دوٹوک اور فیصلہ کن گفتگو کرتے ہوئے۔ بریلوی دلائل کا جواب دیا گیا ہے۔

محمد اشفاق حسین
(حیدرآباد) دکن

ادارہ دعوۃ الاسلام مئوناتھ بھنجن (یوپی)

نام کتاب	یہ نہیں ہے شرک تو پھر شرک کس کا نام ہے؟
تالیف	محمد اشفاق حسین (حیدرآباد)
طابع وناشر	ادارہ دعوۃ الاسلام مئوناتھ بھنجن (یوپی)
سال اشاعت	اپریل ۲۰۱۴ء
تعداد اشاعت	ایک ہزار ایک سو
صفحات	504

مکتبہ الفانوس 386-5-17 دبیر پورہ، حیدرآباد۔23 (A.P.), Mob. 9963427395

فہیم بک ڈپو، صدر چوک مئوناتھ بھنجن	مکتبہ عکاظ دیوبند، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
القرآن پبلیکیشنز سری نگر میسوما بازار، سری نگر	اسلام بک سینٹر شمسی مالدہ۔ شمسی بک سینٹر مالدہ
دار الکتب الاسلامیہ، ٹیامحل، دہلی	اسلامک بک سروس سری نگر۔
مکتبہ دار السلام سری نگر ۔ سلفیہ بک شاپ، سری نگر	اسلام ورلڈ بک سیلر، فریزر ٹاؤن بنگلور
کوہ نور انٹر پرائزیز اورنگ آباد مہاراشٹر	خیر بک ڈپو، ڈومریا گنج ۔ الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر دہلی
دکن ٹریڈرس مغل پورہ، حیدرآباد	عمری بک ڈپو، اشوک نگر، ممبئی
مکتبہ الحرمین، زکریا اسٹریٹ کولکاتا	سلفیہ اسلامک ریسرچ سینٹر، کانپور
اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا ممبئی	مکتبہ دار السلام اننت ناگ
مکتبہ المعارف بھنڈی بازار ممبئی ۔ مکتبہ السنہ ممبئی۔	مکتبہ مسلم بربرشاہ سری نگر ۔ اسلامک بک سینٹر (سلفیہ مسجد) بنگلور

قیامت کے قریب شیطان انسان کے بھیس میں آئے گا اور انھیں قبر پرستی کی طرف راغب کرے گا۔لوگ قبروں کو آمدنی کا ذریعہ بنائینگے۔(مسلم)

اِنتساب

میں یہ کتاب ان خوش نصیب حضرات کی طرف منسوب کرتا ہوں، جو باپ دادا، خاندان قبیلہ اور گمراہ علماء ومشائخ کی اندھی تقلید اور ذہنی غلامی کے تحت شرک و بدعت کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں مطالعہ، تحقیق اور جستجو کے بعد کسی صحیح العقیدہ مسلمان کے ذریعہ اس گمراھی سے نکال کر ہدایت دی اور توحید وسنت کا حامل اور مبلغ بنادیا۔!

محمد اشفاق حُسین
(صدر مجلس احیائے توحید وسنت)

قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ پھرلات وعزیٰ کی پوجا ہو۔ (بخاری)

''میں نے اس کتاب میں جتنی آیات بطور دلیل پیش کی ہے۔ان کا ترجمہ یا تو مولانا قاری محمد عبدالباری نظامیؒ کا ہے یا جن آیات کا ترجمہ دوسرے علماء کا ہے۔وہ قاری محمد عبدالباریؒ کے ترجمہ اور تفسیر سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے۔حضرت قاری صاحبؒ جامعہ نظامیہ کے فاضل بھی تھے اور اس میں عربی کے اُستاد بھی رہ چکے ہیں''۔

''بعض مقامات پر میں نے ردّ شرک میں ان کے تفسیری نوٹس بھی نقل کر دئے ہیں''۔

محمد اشفاق حسین

بکثرت علماء، صوفیاء، مشائخ اور تقریباً تمام قادری اور دیگر سلسلے والے مرشدین وغیرہ جو چالیس پچاس سال سے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ دینی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ جنھوں نے سینکڑوں تقاریر کی ہوں گی، لیکن اس کے باوجود توحید اور شرک سے متعلقہ کئی اہم قرآنی حقائق سے ناواقف ہیں اور ان اُمور اور مسائل میں خلاف قرآن عقائد و تصورات رکھتے ہیں۔ ان کی حالت اس شخص کی سی ہے جو پچاس سال سے نماز پڑھ رہا ہے۔ لیکن جب اسکی نماز چیک کی گئی تو اس میں کئی فاش غلطیاں پائی گئیں۔ میری اس کتاب کے مطالعہ سے پہلی بار ان پر مذکورہ حقائق مضبوط دلائل کے ساتھ آشکارا ہوں گے اور پتہ چلے گا کہ مشرکین کے معبود کون تھے؟ اور ان کے شرک کی نوعیت کیا تھی؟ اور توحید خالص کسے کہتے ہیں؟ اور شرک کی حقیقت کیا ہے؟ شرط یہ ہے کہ وہ مکمل کتاب کا ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ مطالعہ کریں۔ اس کے بعد ان کی کئی دہوں پر مشتمل روایتی اسلامی زندگی میں توحید خالص پر مبنی عقائد اور تصورات کا ایک عظیم انقلاب آئے گا اور ایمان اور اسلام آبائی اور تقلیدی کے بجائے تحقیقی ہو جائیں گے!

محمد اشفاق حُسین

فہرست مضامین

ABU UMAIMAH OWAIS

عظمت اولیاء یا عشق بُتاں؟

محمد اشفاق حُسین

''بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو بھی اس کا شریک بنا لیتے ہیں۔اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنی چاہئے۔لیکن جو لوگ ایمان والے ہیں۔ان کو اللہ سے محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے''۔ (البقرہ۔۱۶۵)

''اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان کے دل کُڑھنے لگتے ہیں۔ اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یکا یک وہ خوشی سے کھل اُٹھتے ہیں''۔(الزمر۔۴۵)

مقدمہ کتاب

عظمت اولیاء یا عشقِ بُتاں؟

محمد اشفاق حُسین

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

O ''بعض ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو بھی اس کا شریک بنا لیتے ہیں۔ اوران سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنی چاہئے۔ لیکن جو لوگ ایمان والے ہیں ان کو اللہ سے محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے''۔ (البقرہ:۱۶۵)

O ''اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل کُڑھنے لگتے ہیں۔ اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یکا یک وہ خوشی سے کھل اُٹھتے ہیں''۔ (الزمر:۴۵)

O بریلوی اور نظامی علماء بھی عقیدہ شرک کو سب سے بڑا اور نا قابل بخشش گناہ تسلیم کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ مُشرک ہمیشہ کے لیئے جہنم میں جائے گا۔ لیکن ان حضرات نے شرک کیا ہے؟ اس کی حقیقت کو نہیں سمجھا اور نہ وہ اس مسئلہ کو سمجھنے کی سنجیدہ اور مخلصانہ کوشش کررہے ہیں۔ جبکہ اسکی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ تمام انبیاء اور کتب آسمانی کے نزول کا اولین اور اہم ترین مقصد توحید کا اثبات اور شرک کی نفی اور ابطال ہے۔ ان کا خیال ہے کہ شرک صرف بت پرستی کا نام ہے اور یہ کہ شرک صرف غیر مسلموں ہی میں پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے اندر نہیں وہ

اس سلسلہ میں ایک بہت بڑی جہالت اور شدید غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ جبکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم...... جو شرک اور بزرگ پرستی میں ملوث تھی وہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اور ملت اسلامیہ سے تعلق رکھتی تھی۔ رفتہ رفتہ عقیدہ توحید کو چھوڑ کر اپنے بزرگوں کی عقیدت اور محبت میں غلو کے راستے سے عقیدہ شرک کو اختیار کرلیا۔

O ان علماء، عوام اور خواص کا جو شعوری یا غیر شعوری طور پر شرک کا شکار ہو گئے ہیں یہ غیر قرآنی خیال ہے کہ بت پرست اپنے معبودوں کو بالذات نافع وضار سمجھتے تھے۔ جبکہ ہم خدا کے محبوب اور مقرب بندوں، اولیاء اللہ اور مرحوم صالحین کو بالذات نہیں بلکہ خدا کی دین و عطا سے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ جس پر شرک کا اطلاق نہیں ہوگا'' جبکہ مشرکین عرب بھی اپنے معبودوں کو بالذات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی نافع وضار سمجھتے تھے۔

O اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ بریلوی اور نظامی علماء اور ان سے متاثر عامۃ المسلمین اولیاء اللہ اور ان کی درگاہوں کے ساتھ ان کی عقیدت، محبت اور واسطہ اور وسیلہ کے خوبصورت پردوں کی آڑ میں جس فکر و عمل کے حامل ہیں۔ وہ ایسا ہی شرک ہے۔ جس کے غیر مسلم مشرکین مندروں اور بتوں کے پاس مرتکب ہوتے ہیں۔ فرق صرف مرکز توجہ کا ہے۔ ہندو اور دیگر مشرکین کا مرکز توجہ بت ہوتے ہیں۔ جبکہ شرک زدہ مسلمانوں کا مرکز توجہ بزرگوں کی قبریں ہوتی ہیں۔ ورنہ درحقیقت دونوں خدا کے نیک بندوں اور بزرگوں کو اپنا معبود و حاجت روا اور بلکہ خدا بنائے ہوئے ہیں۔ اس تصّور کے مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی بھی قائل ہیں۔

O شرک، قبر پرستی اور بزرگ پرستی کی حقیقت قرآن اور حدیث کی روشنی میں سمجھنے اور سمجھانے کیلئے اس کتاب میں دل و دماغ کو اپیل کرنے والے تشفی بخش ناقابل تردید اور فیصلہ کن دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے جواب میں بریلوی اور نظامی علماء موجودہ زمانے کے کسی بھی مکتبہ فکر کے عالم کے قول و عمل کو پیش نہ کریں۔ اگرچہ کہ وہ دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہو یا بریلوی۔ اس لئے کہ علماء معیار حق اور دلیل شرعی کی حیثیت نہیں رکھتے اگر چہ کہ وہ کتنا

ہی بڑا اور مشہور عالم کیوں نہ ہو، عقیدہ توحید اور عظمت الٰہی کے مقابل میں سب سے بڑا عالم بھی سب سے چھوٹا ہوگا۔ علمی اور قلمی صلاحیت حق کی دلیل نہں ہوسکتی۔ جتنے بھی گمراہ فرقوں کے بانی ہیں جیسے قادیانی اور منکرین حدیث وغیرہ یہ سب اونچے درجہ کے عالم، قابل اور قلم کے دھنی تھے، لیکن اس کے باوجود بھٹک گئے۔ صرف قرآن وحدیث اور آثار صحابہ سے دلیل پیش کریں۔ شرک اور قبر پرستی کو ثابت کرنے میں آیات اور احادیث کی من مانی تشریح نہ کریں بلکہ اس کی تصدیق اور تائید میں اُن قدیم علماء کے بیانات نقل کریں جن کی علمی عظمت تمام حلقوں میں تسلیم کی جاتی ہے۔ جیسے امام فخر الدین رازیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وغیرہ میں نے اس کتاب میں وہابی، سلفی، سعودی، دیوبندی اور ندوی علماء کے بیانات اور دلائل سے احتراز کیا ہے۔ اسی طرح بریلوی حلقہ کے علماء اس کتاب کی کسی بات کا جواب دیتے وقت اپنے طبقے کے علماء سے استدلال نہ فرمائیں اور نہ ہی دیوبندی اور تبلیغی جماعت وغیرہ کے علماء کی کتابوں کو درمیان میں لائیں اس لیئے کہ وہ اسلام میں دلیل اور حجت کی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ علماء انسان تھے اور موجودہ پرفتن دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیئے ان کے ہاں بھی بعض عقائد اور مسائل میں افراط وتفریط پائی جاتی ہے، عقیدہ شرک کے معاملہ میں کسی بڑے سے بڑے عالم اور مشہور و معروف بزرگ کے ساتھ ذرّہ برابر بھی رعایت نہیں کی جاسکتی۔

O اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اور (اے محمدؐ) تمہاری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے“ (الزمر۔٦٥) ایسی صورت میں کسی عالم اور بزرگ سے توحید اور شرک کے معاملہ میں مرعوب اور متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔ عقائد کی دنیا کا ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ بعض مشہور علماء کی کتابوں میں توحید خالص بھی ہے اور شرک جلی بھی۔ ایک ہی عالم کے پاس اس کھلے تضاد اور اختلاف سے مسئلہ سُلجھتا نہیں بلکہ مزید اُلجھ جاتا اور عوام کے لئے فتنہ اور مصیبت

بن جاتا ہے!

O اس سلسلہ کی ایک اور اہم بات یہ ہے کہ توحید اور شرک کی حقیقت سمجھنے کے لیئے صرف قرآن کافی ہے۔ چونکہ سب سے بڑا اور نا قابل بخشش گناہ شرک ہے۔ جسے قرآن میں ظلم عظیم بھی فرمایا گیا ہے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ توحید اور شرک کی حقیقت قرآن مجید کے بکثرت مقامات پر تکرار کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں۔ اور اس سے متعلقہ دلائل بھی جو آسان عام فہم اور دل و دماغ کو فوراً اپیل کرنے والے ہیں۔ آیات سے آیات کی تشریح، توضیح اور وضاحت کی گئی ہے۔ اور جن آیات کو بریلوی اور نظامی علماء شرک، ندائے غیر اللہ اور استعانت بالا ولیاء کے حق میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں ان آیات کی حقیقت دوسرے مقامات پر واضح کر کے شرک کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

O انسان اس دنیا میں امتحان اور آزمائش کے لیئے پیدا کیا گیا ہے۔ اِمتحان کا اولین اور اہم ترین پرچہ عقیدہ توحید و شرک کا ہے۔ اگر ایک اِنسان شرک کے اس اہم امتحان میں کامیاب ہو گیا تو وہ جن دیگر امتحانوں میں نا کام ہو جائے ان سب میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کامیاب کر دے گا۔ اس امتحان اور آزمائش کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بعض آیات اس طرح رکھ دیا ہے کہ جن کے دل و دماغ میں عقیدہ شرک رچ بس گیا ہے وہ ان آیات سے اپنا مُشرکانہ عقیدہ اخذ کر سکتے ہیں۔ جبکہ ادھوری غیر واضح ،مبہم اور متشابہ آیات دوسرے مقامات پر اس طرح بیان کر دی گئی ہیں کہ اس سے شرک کی دلیل پامال ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک آیت میں ایک نبی سے فرشتہ کہتا ہے کہ میں اس لیئے آیا ہوں کہ آپ کو لڑکا دوں۔ اس آیت کو لیکر رضا خانی اور نظامی علماء اُچھلنے کودنے لگتے ہیں کہ دیکھو ایک فرشتہ لڑکا دے سکتا ہے۔ اس نے خود کہا ہے کہ میں آپ کو لڑکا دینے آیا ہوں۔ اسی طرح اولیاء اللہ اور بزرگان دین بھی ہماری حاجت روائی اور مشکل کشائی کی قدرت رکھتے ہیں۔ جبکہ یہی فرشتہ اسی بات کو دوسری آیت میں یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں آپ کو لڑکے کی بشارت

دوں۔اس وضاحت سے بریلوی دلیل اور شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔اور شرک زدہ علماء سوء کی قرآن فہمی کا بھی بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔جبکہ قرآن میں اسی نبی کے بارے میں یہ بات بھی وہیں بوضاحت موجود ہے کہ اُنھوں نے اولاد کے لئے اللہ سے دُعاوفریاد کی تھی اور اللہ نے اُن کی دُعا قبول فرمائی ایسی صورت میں یہ مُشرکانہ بات کہاں سے آئی کہ فرشتہ اولاد دے سکتا ہے؟ ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے کہنے پر اولاد کی بشارت دے سکتا ہے نہ کہ اولاد!

O میں نے اس کتاب میں جتنی آیات بطور دلیل پیش کی ہیں ان کا ترجمہ یا تو مولانا قاری محمد عبدالباری نظامیؒ کا ہے، یا جن آیات کا ترجمہ دوسرے علماء کا ہے وہ قاری محمد عبدالباریؒ کے ترجمہ اور تفسیر سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے۔حضرت قاری صاحب جامعہ نظامیہ کے فاضل بھی تھے اور اس میں عربی کے اُستاد بھی رہ چکے ہیں۔حضرت مولانا حکیم محمد حُسین صاحبؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ حیدرآباد نے قاری عبدالباریؒ کی تفسیر کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مُستند عُلماء اہل سنت والجماعت سے مطابقت رکھتی ہے۔اس لئے مُجھ پر غلط ترجمہ اور تفسیر بالرائے کا جھوٹا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔بعض مقامات پر ردّ شرک میں ان کے تفسیری نوٹس بھی میں نے نقل کئے ہیں۔قاری محمد عبدالباریؒ اگر چہ کہ فاضل جامعہ نظامیہ اور اُستاد عربی جامعہ نظامیہ رہ چکے ہیں۔لیکن ان کے عقائد مُشرکانہ نہیں بلکہ موحدانہ تھے اُنہوں نے اپنی تفسیر کے متعدد مقامات پر توحید خالص پیش کرتے ہوئے مشرکانہ اوہام وتصورات کی نفی اور تردید فرمائی ہے۔چنانچہ ہم نے O شرک، O علم غیب، O سمع موتی، O بشریت انبیاء O تصرفات اولیا، O مُشرکین کے معبود اور O ان کے شرک کی حقیقت O ذاتی اور عطائی صفات حاجت روائی کا فرق جیسے عقائد اور مسائل میں ان کا نقطۂ نظر جو کتاب وسنت سے عین مطابقت رکھتا ہے تفسیر قاری محمد عبدالباریؒ سے اس کتاب کے مختلف ابواب میں پیش کر دیا ہے۔

O تفسیر قاری محمد عبدالباری رہنمائے دکن کے آفسٹ پریس آصف نگر میں طبع ہوئی تھی جس پر تاریخ اِشاعت یکم رمضان ۱۳۹۳ھ مرقوم ہے۔یہ حیدرآباد کے کسی عالم کی مکمل تفسیر

القرآن ہے۔ جو مقبول بھی ہوئی اور جس کے ابتک متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ یہ توفیق اور اعزاز حیدرآباد کے علماء اور مشائخ میں سے شرک کی نحوست کے سبب کسی کو بھی حاصل نہیں ہو سب کی تفاسیر نامکمل ادھوری، جزوی اور غیر مقبول ہیں۔ مولانا قاری محمد عبدالباریؒ کو یہ شرف اور سعادت میرے خیال سے شرک کے اجتناب اور عقیدہ توحید کی برکت سے حاصل ہوئی ہے۔ حیدرآباد میں علماء اور مشائخ کی کثرت ہے۔ اور وہ بڑے عاشقِ رسولؐ بنے پھرتے ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک نے بھی سیرت النبیؐ پر کم از کم ملک گیر شہرت کی اچھی اور قابل قدر کتاب نہیں لکھی۔ یہ شرف بھی حاملین توحید وسنت کو حاصل ہے۔ سیرت النبیؐ کے موضوع پر ان کی بیشمار اچھی اچھی کتابیں کثیر تعداد میں فروخت بھی ہوتی ہیں اور پڑھی بھی جاتی ہیں۔ جو کئی جلدوں پر مُشتمل ہیں اور جن کے مختلف زبانوں میں تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں!

○ شرک اور بزرگ پرستی کے ردّ میں یہ کتاب بریلوی اور نظامی مکتبہ فکر سے متعلقہ تمام حلقوں میں اتمام حجت کی حیثیت سے سامنے آئی ہے۔ یہ کتاب شرک زدہ مشہور علماء، صوفیا اور مشائخ۔ دینی مدارس اور رسائل اور اخبارات وغیرہ کو مفت بھیجی جائے گی۔ عقیدہ توحید سے متعلقہ اہم حقائق اور مضبوط دلائل کو قبول نہ کرنا، انھیں کسی دلیل شرعی کے بغیر محض نفسانیت۔ دنیاداری، آخرت فراموشی، ضد، تعصب، ہٹ دھرمی اور نامعقولیت کے سبب ردّ کر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ قرآن اور تاریخ انبیاء شاہد ہے۔ حق کو تسلیم نہ کرنے اور اس کی خواہ مخواہ اُلٹی مخالفت کرنے اور عقیدہ شرک پر قائم رہنے کے بڑے بُرے اثرات اور نتائج ظہور میں آتے ہیں۔

○ میں شرک زدہ بریلوی حلقوں سے مخلصانہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ توحید اور شرک کو از سرِ نو سمجھنے کیلئے کوشش، تحقیق اور غور وفکر کا آغاز کر دیں کہ وہ ان مسائل میں شدید غلط فہمی اور گمراہی کا بری طرح شکار ہیں! بریلوی طبقہ توحید کے منافی اُسی شرک جلی میں مبتلا ہے جس کی نفی اور تردید کے لیئے قرآن کا نزول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عمل میں آئی ہے۔

O یہ کتاب دراصل بریلوی اور نظامی شرک زدہ طبقہ کی اِصلاح اور ہدایت کے لیئے لکھی گئی ہے۔اہل حق سے میری یہ گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ تو ردشرک کے دلائل وغیرہ معلوم کرنے کیلیے ضرور فرمائیں۔لیکن اسے زیادہ تر قبوری حلقوں میں پہنچانے کی کوشش کریں۔

محمد اشفاق حُسین

(صدر مجلس احیائے توحید وسنت۔حیدرآباد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی ہے:
''قیامت کے قریب شیطان انسان کے بھیس میں آئے گا اور انہیں قبر پرستی کی طرف راغب کرے گا۔لوگ قبروں کو آمدنی کا ذریعہ بنائینگے''۔(مسلم) ایک آیت کی رو سے یہ انسان کوئی اور نہیں بلکہ علماء وصوفیا اور مشائخ یعنی ''بزرگان دین'' ہوں گے:
''اے ایمان والو! اکثر علماء اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاجاتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں'' (التوبہ:۳۴) حضورؐ کی کوئی پیشن گوئی غلط نہیں ہوسکتی اور یہ شرک اور قبر پرستی مسلمانوں کے اندر درگاہوں کے متولیوں،سجادہ نشینوں، مجاوروں سلسلہ والے پیروں اور مرشدوں،عرسوں اور قوالیوں کے ذریعہ عشق رسولؐ، فیضان غوث اعظم اور محبت اولیاء کے خوبصورت پردوں کی آڑ میں پھیل رہی ہے!

باب (۱)

توحید یا شرک جلی؟

1	حضور ﷺ دلوں کا حال جانتے ہیں؟
2	یہ رہنمائی نہیں، رہزنی ہے!
3	مولانا احمد رضا خاں کے مشرکانہ عقائد
4	کن اولیاء کی شان ہے؟
5	دماغ کا بت خانہ
6	محکمہ حاجت روائی
7	شرک ہی شرک
8	کافر بقلم خود
9	مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟
10	کلمہ گو مُشرکین
11	نام نہاد عاشقان رسول ﷺ اور محبان شیخ عبد القادر جیلانیؒ
12	بریلوی شریعت کا کعبہ اور ریاض الجنۃ
13	زیارت قبور کے غیر شرعی آداب
14	چند متفرق گمراہیاں
15	ایک غیر شرعی عمل کا بابرکت ہونا
16	درگاہ کی جھاڑو اور مٹی بھی مبارک!

☆☆☆

○ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم تسلیم کر لیتے تھے“۔

(المؤمن:۱۲)

مدعی توحید کے اور شرک سے یہ ساز باز
اک طرف قبروں پہ سجدہ دوسری جانب نماز

التجا ، فریاد ، استمداد ، غیراللہ سے
یہ نہیں ہے شرک تو پھر شرک کس کا نام ہے

تا بہ کے یہ کھیل دنیا کو دکھایا جائے گا
مضحکہ توحید کا کب تک اُڑایا جائے گا؟

(ماہرالقادری)

غیر اللہ کی عبادت کوئی بھی ہو، سب شرک ہے، عبادت صرف اسی کی ہوسکتی ہے جو خالق ورازق ہو، مالک وقادر ہو، حی وقیوم ہو، محی وممیت ہو، چونکہ اللہ کے سوا کوئی بھی ایسی صفات کا مالک نہیں، اس لئے عبادت کا مستحق بھی اس کے سوا کوئی نہیں۔ بندگی بندے کے مالک کا ہی حق ہے، نوکر کسی کا ہو چاکری کسی کی کرے، یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ شیطان نے چونکہ انسان کو گمراہ کرنا ہے اس لئے وہ خدا کی مخلوق میں خدائی صفات کا تصور دلاتا ہے تا کہ شرک ہو، وہ کہتا ہے، انبیاء اور اولیاء مرتے نہیں وہ صرف پردہ کرتے ہیں، وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں، وہ سب کچھ سنتے ہیں، دیکھتے ہیں۔ جب یہ عقیدہ، شرک راسخ ہو جاتا ہے تو پھر ان کی عبادت شروع ہو جاتی ہے، اور کسی غائب کو حاجت روا سمجھ کر پکارنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ عبادت بدنی ہو یا مالی، قولی ہو یا فعلی، کسی قسم کی بھی ہو، جبھی ہوتی ہے جب ان میں خدائی صفات مان لی جاتی ہیں، اگر عقیدہ یہ ہو کہ وہ مر گیا ہے اور اب کچھ نہیں کرسکتا، حتیٰ کہ سن تک نہیں سکتا تو شرک کبھی نہیں ہوسکتا، اللہ نے موت رکھی ہی اس لئے ہے کہ سب کی بے بسی اور عاجزی ظاہر ہو جائے اور شرک نہ ہو۔

(حافظ عبداللہ بہاولپوریؒ)

باب (۱)

توحید یا شرک جلی؟

۲۲/اکتوبر ۲۰۰۰ء کے روزنامہ رہنمائے دکن میں درج ذیل ایک چھوٹا مضمون لکھنے والے کے نام کے بغیر شائع ہوا تھا۔ جس میں ایک جھوٹے اور من گھڑت قصے کے ذریعہ عقیدہ شرک کی ''تبلیغ'' کی گئی ہے:

حضور ﷺ دلوں کا حال جانتے ہیں؟

O جناب الحاج صاحبزادہ فیض القادری نے سن ۱۳۸۵ھ کے سفر حج کی روداد سناتے ہوئے بتایا کہ مدینہ منورہ میں ایک جرمن مسلمان کو دیکھا جو بے حد پریشان تھا، پتہ چلا اس کا پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور ساڑھے پانچ ہزار ڈالر گم ہو گئے ہیں اب اس کے پاس اتنی رقم بھی نہیں کہ ایک وقت کا کھانا ہی کھا سکے۔

اس بھوکے امتی نے کسی سے پوچھا کیا ہمارے نبی کریم ﷺ انگلش سمجھتے ہیں اسے بتایا گیا حضور ﷺ ہر زبان سمجھتے ہیں بلکہ دل کی نیات و کیفیات سے بھی آگاہ و باخبر ہیں امتی خواہ کوئی بھی زبان بولے اور کسی بھی خطے کا رہنے والا ہو آپ ﷺ اسے جانتے پہچانتے ہیں وہ حوصلہ پا کر سیدھا روضہ اطہر پر گیا اور سنہری جالیوں کے قریب پہنچ کر ادب سے عرض کی ''یا رسول اللہ! سب کچھ کھو گیا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں بچا بھوک بھی لگی ہے حضور ﷺ میں آپ کا

مہمان ہوں، دستگیری فرمائیں''۔(۱)

اس کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے، زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ایک قد آور شخص آتا دکھائی دیا جس کا ماتھا ٹوپی میں چھپا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ایک طباق تھا جس میں اس کا پاسپورٹ اور شناختی کارڈ رکھا ہوا تھا۔ ان پر ساڑھے پانچ ہزار ڈالر پڑے ہوئے تھے اور ایک طرف کھانا موجود تھا۔ وہ شخص سیدھا جرمن مسلمان کے پاس پہنچا اور طباق اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور کچھ کہے بغیر واپس مڑا، جب جرمن مسلمان نے یہ سب کچھ دیکھا تو ہکا بکا رہ گیا اس طرح حیرت میں ڈوبا کہ یہ بھی خیال نہ رہا کہ لانے والے کا راستہ روک کر اس کا شکریہ ہی ادا کر دے۔

صاحبزادہ فیض القادری کہتے ہیں میں اس کے پیچھے بھاگا، وہ باب جبرئیل کی طرف مڑا اور غائب ہو گیا۔'' (رہنمائے دکن ۲۲ر اکتوبر ۲۰۰۰ء)

یہ رہنمائی نہیں - رہزنی ہے

رہنمائے دکن کے مذکورہ مضمون کا عنوان اور اس میں پیش کردہ عقائد و تصورات سب مشرکانہ رنگ و بو میں بری طرح ڈوبے ہوئے ہیں جو قرآن و سنت۔ اجماع اُمت اور موجودہ زمانے کے بھی سواد اعظم کے منافی ہیں۔ قرآن کے نزول اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت۔ بلکہ تمام کتب آسمانی اور انبیاء کرام کا اس دُنیا میں بھیجے جانے کا اولین اور اہم ترین مقصد توحید کا اِثبات اور شرک، بت پرستی اور بزرگ پرستی کی نفی اور ابطال ہے۔ لیکن زیر گفتگو مضمون میں عقیدہ

(۱) ارشاد الٰہی ہے کہ: ''مسجدیں تو اللہ ہی کے لئے ہیں تو تم اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو'' (سورہ جن۔۱۸) رسول اللہ ﷺ کی قبر مسجد نبویؐ کے احاطہ میں ہے۔ اس جرمن مسلمان کا مسجد کے اندر اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا مذکورہ حکم اور ہدایت کی خلاف ورزی کرتا ہے، واضح رہے کہ دُعا عبادت میں شامل ہے اس لئے بعض مترجمین نے عبادت کے بجائے پکارنے کے لفظ کا استعمال کیا ہے۔

اس جرمن مسلمان کو چاہئے تھا کہ وہ اس مصیبت کے وقت مسجد نبویؐ میں دو رکعت نماز پڑھکر اللہ تعالیٰ سے دُعا اور فریاد کرتا، اللہ سے دُعا مانگتا تو حید اور اللہ کو چھوڑ کر حضور اکرم ﷺ یا کسی ولی اللہ سے دُعا کرنا شرک ہے، مذکورہ مسلمان نے وہ حرام کام کیا ہے جسے مٹانے اور ختم کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ مبعوث کئے گئے تھے۔

توحید اور اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے عقیدہ شرک کی تلقین کی گئی ہے۔ اس مضمون کے مُشرکانہ نکات اور عقائد باطلہ یہ ہیں:

ا۔ حضور ﷺ دلوں کا حال جانتے ہیں۔

۲۔ آپ ﷺ اِنگلش ہی نہیں۔ دُنیا کی ہر زبان سمجھتے ہیں۔(۱)

۳۔ اُمتی۔ خواہ کوئی بھی زبان بولے اور کسی بھی خطے کا رہنے والا ہو۔ آپ ﷺ اس سے واقف ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حاجت روائی اور مُشکل کُشائی کی ساری قُدرتیں اور اختیارات عطا فرمادیا ہے۔ اس لیئے حضور ﷺ سے (اور دیگر اولیاء اللہ اور بزرگان دین سے) دُعا اور فریاد کی جاسکتی ہے وغیرہ۔

مولانا احمد رضا خاں کے مشرکانہ عقائد

مسلمانوں میں بریلوی طبقہ ایک ایسا پیدا ہو گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ، اولیاء اللہ اور بزرگان دین کو سمیع الدعا، عالم الغیب، حاجت روا، مشکل کشا اور متصرّف در کائنات سمجھتا ہے۔ بریلوی طبقہ کا یہ مشرکانہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو حاجت روائی اور مُشکل کشائی کی تمام صِفات اور اختیارات عطا فرمادیا ہے۔ مثلاً احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

(۱) ''جب تمہیں پریشانی کا سامنا ہو تو اہل قبور سے مدد مانگو''(۲) (الامن والعلیٰ ص ۴۶)

(۲) ''ہر چیز، ہر نعمت، ہر مُراد، ہر دولت دین میں، دنیا میں آخرت میں، روز اول سے آج تک، آج سے ابد آباد تک جسے ملی یا ملتی ہے۔ حضور اقدس سید عالم ﷺ کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے''(۳)۔ (فتاویٰ الرضویہ)

(۱) قرآن اور حدیث کے مطابق مذکورہ تین باتیں رسول اللہ ﷺ میں موجود نہ تھیں۔ مثلاً حضور اپنی زندگی میں اُمّی تھے۔ آپ اپنی مادری اور قومی زبان عربی تک لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد دنیا کی تمام زبانوں سے کس طرح واقف ہو گئے؟

(۲) جبکہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اور ہدایت یہ ہے کہ جب تمہیں پریشانی ہو تو اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو اور صرف اسی کو مدد کیلئے پکارو۔

(۳) جبکہ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور تعلیم یہ ہے کہ صرف اللہ ہی حاجت روا اور مُشکل کشا ہے۔ اور وہی ہماری دُعا سنتا اور قبول کرتا ہے۔ نفع اور نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(۳) ''انبیاء و مُرسلین، اولیاء، علماء وصالحین سے ان کے وصل (فوت ہونے) کے بعد بھی اِستعانت (مدد طلب کرنا) واستمداد جائز ہے۔ اولیاء بعد انتقال بھی دُنیا میں تصرف (حالات کو پھیرا کرتے ہیں) (۱)۔ (الامن والعلی از احمد رضا ص ۱۰)

اس قسم کی مُشرکانہ باتیں، عقائد اور تصورات نثر اور نظم میں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ جن کو نقل کر دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔

بریلوی طبقہ میں وہ تمام گمراہیاں اور عقائد باطلہ پائے جاتے ہیں جو انہیں ایک فرقہ بنانے کے لیئے درکار ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں۔ لیکن اس سے ان کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ اس لیئے کہ ان کے توحید اور سنت سے متعلق عقائد اور اعمال نہ سنت (رسول اللہ) سے میل کھاتے ہیں۔ اور نہ جماعت (صحابہؓ) سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ مسلمان جو سنت رسول اللہؐ اور جماعتِ صحابہ کے طریقہ کو اختیار کیئے ہوئے ہوں، لیکن یہ نام نہاد عاشقانِ رسولؐ کے بنیادی عقائد وتصورات کتاب وسنت اور اِجماعِ اُمّت کے خِلاف خود ساختہ ہیں۔ بریلوی دین وشریعت میں توحید کی جگہ شرک اور سنت کی جگہ بدعت نے لے لی ہے۔ افسوس کہ بریلوی اور نظامی علماء نے نہ خدا کو سمجھا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کو وہ اپنے خود ساختہ دین کو خدائی دین سمجھ رہے ہیں!

کن اولیاء کی شان ہے؟

O مولانا احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

''کُن اولیاء کی شان ہے (۲)۔ اولیاء اللہ جس چیز کو کُن کہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے۔ اپنے

(۱) کسی بھی آیت یا حدیث میں یہ بات موجود نہیں ہے ہر نبی نے صرف اللہ ہی سے دُعا مانگی۔ کسی بھی نبی نے اپنے پیشرو بڑے اور افضل نبی کو نافع وضار نہیں سمجھا۔ جو ایسا عقیدہ باطلہ رکھتے تھے۔ اُنہوں نے اس کی پرزور مذمت اور مخالفت کی۔

(۲) کن اولیاء کی نہیں بلکہ اللہ کی شان اور قدرت ہے۔ جس کا تذکرہ سورہ آل عمران آیت ۴۷ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اللہ کی اس نا قابل تقسیم صفت خاص سے کسی اور کو کسی بھی حیثیت سے متصف نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری متعدد وہ صفات جو اللہ کی ہیں بندوں میں محدود مقدار میں موجود ہوتی ہیں۔ جیسے سننا، دیکھنا اور مدد کرنا وغیرہ لیکن یہ صفت کن رمق برابر بھی کسی نبی یا ولی کو نہیں دی گئی۔ نہ زندگی میں اور نہ مرنے کے بعد۔

اختیار سے اور اپنے ارادہ و حکم سے تمام عالم میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں"۔
(حاشیہ شرح الاستمداد ص ۶)

O. مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی ایک دُعا:

"اے عبدالقادر! اے فضل کرنے والے، بغیر مانگے سخاوت کرنے والے، اے انعام و اکرام کے مالک! تو بلند و عظیم، ہم پر احسان فرما اور سائل کی پُکار سن لے اے عبدالقادر! ہماری آرزوؤں کو پوری کر!" (حدائق بخشش جلد ۳ ص ۱۷۹)

O ایک ضعیف بزرگ سید احمد بدوی کے بارے میں فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"اُنھوں نے فرمایا: جسے کوئی حاجت ہو تو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر اپنی حاجت مانگے تو میں اُس کی حاجت پوری کر دوں گا" (رسائل رضویہ ج ا ص ۱۸۱)

لیکن کسی بھی نبی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے بارے میں یہ مُشرکانہ تلقین نہیں کی بلکہ اس کی پُرزور نفی اور تردید ہی فرمائی۔ اور صرف اللہ سے مانگنے کا حکم دیا۔

O احمد رضا خاں فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کو پوری خدائی طاقت دی گئی ہے۔ جب ہی تو خدا کی طرح مختار کل ہیں" (شرح الاستمداد ص ۶۱)

یہ بات قرآن، حدیث اور سیرت النبیؐ سے ثابت نہیں کی جاسکتیں۔ یہ دعوے بلا دلیل ہیں۔ بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو خدا کی طرح مختار کل سمجھنا شرک کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالنا ہے۔ نہ تو حضور ﷺ اپنی زندگی میں مختار کل تھے اور نہ اپنی قبر یا عالم برزخ میں نافع وضار ہیں۔

O مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"میں نے جب بھی مدد طلب کی یا غوث ہی کہا۔ ایک مرتبہ میں نے ایک دوسرے ولی (محبوب الٰہی) سے مدد مانگنی چاہی۔ مگر میری زبان سے ان کا نام ہی نہ نکلا بلکہ زبان سے یا

غوث نکلا۔ (ملفوظات احمد رضا بریلوی۔ص ۳۰۷)

O "بیٹھتے اُٹھتے حضور ﷺ پاک سے اِلتجا و استعانت کیجئے"۔

(حدائق بخشش حصہ اول ص ۱۰۷)

جبکہ قرآن میں اہل ایمان کی یہ صفت اور خوبی بیان کی گئی ہے کہ وہ: کھڑے، بیٹھے، اور لیٹے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں (آل عمران:۱۹۱) ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں دن میں ستر بار توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس کا تعلق بھی یادِ الٰہی سے ہے اور آپ اُٹھتے، بیٹھتے اور چلتے، پھرتے وقت توبہ اور استغفار کرتے تھے۔ جبکہ بریلوی دین و شریعت کی بات ہی کچھ اور ہے۔ ان کے عقائد قران و سنت کے خلاف ہیں۔

O محمد عبد العزیز خاں طاہر قادری لکھتے ہیں:

"اولیاء اللہ سے بعد وفات مدد مانگنا شرک یا گناہ نہیں ہے"

O اولیاء اللہ علماء ملت، صحابہ کرام، انبیاء علیہ السلام کے مزارات پر حاضری دینا وہاں جانا، ان سے دنیا و آخرت کی مشکل کشائی حاجت روائی چاہنا عین ایمان ہے"۔

(وسیلہ اولیاء اللہ ص ۵)

عین ایمان کی ضد اور توحید کے منافی

O "خود صاحب قبر سے مانگنا بھی جائز ہے چہ جائے کہ ان کا وسیلہ کر کے رب تعالیٰ سے مانگے"۔ (وسیلہ اولیاء اللہ ص ۷)

ان مشرکانہ اوہام و خرافات کا تعلق قرآن اور اسلام سے نہیں بلکہ بریلوی دین و شریعت سے ہے۔ صاحب قبر کا وسیلہ لینا گھٹیا شرک ہے تو صاحب قبر سے براہ راست مانگنا اعلیٰ درجہ کا بڑھیا شرک ہے

یعنی صاحبِ قبر خدا کے حضور میں واسطہ، وسیلہ، سفارشی یا پڑھی نہیں ہیں بلکہ وہ خود حاجت روا اور نافع و ضار ہیں۔ اس لئے براہ راست انبیاء اور مرحوم صالحین سے دُعا و فریاد کی

جائے۔ وہ دن بھی شیطان کی کوششوں سے دور نہیں جبکہ اصحاب قبور کی جناب میں اللہ تعالیٰ کو اپنی حاجت براری اور مشکل کشائی کے لیئے بطور وسیلہ لایا جائے!

دماغ کا بُت خانہ

O مشہور بریلوی عالم مولانا امجد علی صاحب اعظمی لکھتے ہیں:

''حضور اقدس ﷺ اللہ عزّ وجلّ کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہاں حضور ﷺ کے تحت تصرف کر دیا گیا جو چاہیں کریں۔ جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوت سنت سے محروم ہے۔ تمام زمین اُن کی ملک ہے۔ تمام جنت اُن کی جاگیر ہے۔ ملکوت السمٰوات والارض حضورؐ کے زیر فرمان، جنت و نار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں، رزق، خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضورؐ ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں''۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۱۸)

لیکن کسی بھی حدیث کی کتاب بخاری اور مسلم وغیرہ میں یہ باب موجود نہیں ہے جس میں یہ سنت بیان کی گئی ہو جس مشرکانہ عقیدہ کو مولانا محمد امجد علی نے حلاوت سنت قرار دیا ہے۔ وہ دراصل ہلاکت ایمان ہے۔ ان کو چاہیئے کہ وہ باتیں دریافت کریں جن کا تعلق حلاوت توحید سے ہے۔

محکمہ حاجت روائی

O حیدر آباد کے ایک مشہور بزرگ جو بحر العلوم کہلاتے تھے۔ لکھتے ہیں:

''حاجت روائی کے لیئے غوث کا ایک ڈپارٹمنٹ ہے۔ امامین ابدال، اوتاد، اقطاب، فقہاء، نجباء وغیرہ اس ڈپارٹمنٹ کے کار پرداز ہیں۔ جو بھی ان کے حضور میں دست سوال دراز کرتا ہے۔ یہ عہدہ داران کی حاجات و مرادات میں ان کی دستگیری کرتے ہیں''۔

(حکمت اسلامیہ)

اللہ تعالیٰ کو ایسے کسی ڈپارٹمنٹ کھولنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ مسلمانوں کو اس ڈپارٹمنٹ اور اس کے کارندوں کی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیئے ہر لحاظ سے بالکل کافی ہے۔ افسوس کہ بریلوی اور نظامی علماء نے اللہ تعالیٰ کو نہیں جانا جیسا کہ وہ فی الحقیقت ہے اور جس کا تعارف قرآن اور حدیث میں کرایا گیا ہے، اگر ان مردہ پرستوں کے ہاں اللہ تعالیٰ کی قدر و قیمت اور عظمت ہوتی تو انہیں مذکورہ خود ساختہ محکمہ حاجت روائی اور اِس کے غیر مستند اور جعلی حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں کی ضرورت نہ پڑتی، انبیاء کرام بشمول رسول اللہ ﷺ حاجت روائی کے مذکورہ ڈپارٹمنٹ سے واقف نہ تھے۔ تمام انبیاء اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں طلب کرتے تھے اور ہمیں بھی اللہ کافی ہے۔

شرک ہی شرک

O ایک مولوی صاحب نے اپنے سفر نامہ حج میں لکھا ہے کہ انہوں نے روضہ انور کے سامنے کہا تھا:

''قربان جاؤں اللہ پاک و برتر کے جس نے میرے ارادۂ حج کو پورا کیا۔ اور صدقے جاؤں اس حبیب پاکؐ کے جنھوں نے میری التجا قبول فرمائی اور دعوت نامہ بھجوایا۔ اور بلہار جاؤں محبوب پاک حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے جنھوں نے میری درخواست کو بارگاہ رسالت میں اپنی سفارش سے منظوری دلوائی'' (ماہ نامہ منادی دہلی فروری ۱۹۵۷ء)

O ایک مشرکانہ خیال یہ بھی ہے:

''اللہ کے پلّے میں وحدت کے سوا کیا ہے۔ جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے''

اس میں ''اللہ کے وسیلہ سے'' فی الحال محذوف اور غیر مکتوب ہے۔ اِنتظار کیجئے کہ یہ الحاد بھی عنقریب شیطان کی کوششوں سے ظہور میں آجائے گا۔ جہاں خوفِ خدا اور فکر آخرت نہیں۔ اور اسلام میں ہر چیز کے اختراع، اِضافہ اور من مانی کرنے کی مکمل آزادی اور خودمختاری

ہو۔وہاں یہ سب کچھ ممکن ہے۔

O احد میں اور احمد میں فقط ہے ''میم'' کا پردہ

O اپنا اللہ میاں نے ھند میں نام رکھ لیا خواجہ غریب نواز

O نیست کعبہ در دکن جز ودر گہ بندہ نواز!

کافر بقلم خود

O ان ہی مشرکانہ اور مُلحدانہ عقائد باطلہ کے لازمی نتیجہ اور شاخسانہ کے طور پر یہ بات بھی سامنے آئی اور ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے اپنے اندھے مقلدین کو یہ مشورہ دیا کہ:

''جب تک حجاز مقدس میں حکومت سعودیہ موجود ہے۔اس وقت تک کوئی مسلمان نہ حج بیت اللہ کرے، نہ زیارت روضۂ اقدس کرے بلکہ وصیت کر جائے کہ میرے مرنے کے بعد کٹر سُنّی (۱) مسلمان حج بدل ادا کر دے''۔ (برق خداوندی ص ۱۶۰۔تنویر الحجہ ص ۱۰)

بخاری کی ایک حدیث کے مطابق مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے اور کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کے علاوہ۔ہر وہ شخص مسلمان ہے جو ہماری مسجد میں نماز پڑھے۔اس حدیث کی روشنی میں خود بریلوی حضرات فیصلہ کر لیں کہ وہ کس خانہ میں فٹ ہوتے ہیں۔اگر میں یہ کہوں تو کیا غلط ہوگا کہ خود اُنھوں نے اپنے آپ کو مسجد حرام اور مسجد نبویؐ کی زیارت سے محروم کر کے ملت اسلامیہ سے خارج کر لیا ہے!

کتنا گمراہ، شر پسند اور بد بخت ہوگا وہ شخص جو مسلمانوں کو اُن ائمہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکے جو توحید و سنت کے علمبردار ہیں۔امام خمینی اپنی شیعہ برادری کو یہ تلقین کرتے تھے کہ جب وہ مکہ اور مدینہ جائیں تو علیحدہ نماز نہ پڑھیں، بلکہ وہاں کے ائمہ کی اقتداء میں نماز ادا

---

(۱) بریلوی مسلک بلکہ مذہب کے مطابق کٹر سُنی مسلمان وہ ہے جو خدا کو چھوڑ کر بزرگوں سے دُعا و فریاد کرے اور اہل قبور سے مدد مانگے۔

کریں۔لیکن یہ بریلوی تو شیعہ سے بھی بدتر نکلے ! ان کی توحید سے دشمنی اور شرک سے دوستی کا یہ عالم ہے کہ حیدرآباد میں جب بھی حرم مکی اور حرم مدنی کے صحیح العقیدہ ائمہ آتے ہیں تو یہاں کے گمراہ علماء اور مشائخ ان کے خلاف احتجاج کا اِنتظام کرتے ہیں۔

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

O روزنامہ اُردو ٹائمز ممبئی کے جمعہ ایڈیشن میں شعروادب کی دنیا کے ایک صحیح الفکر اہل قلم جناب رونق افروز صاحب کا مضمون بعنوان ''اُردو زبان کے چند ناروا نا قابل قبول اشعار'' شائع ہوا تھا۔اس کا ایک حصہ یہاں پیش ہے:

''نعت کسی بھی زبان کی نازک ترین صنف ہے۔اس میں ذرا سی لغزش بھی شاعر کو جہنم کا سزاوار بنا سکتی ہے۔عشق ومحبت کے اظہار میں فرق مراتب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔رسولؐ کا مرتبہ عام انسانوں سے بدرجہا بلند ہے۔وہ اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہے۔اس کے بہت سے خصوصی حقوق کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے۔لیکن اللہ و رسول میں فرق ہے۔ رسول کی شان چاہے جتنی بلند ہو وہ اللہ کی صفات کو محیط نہیں ہوسکتی۔اگر رسول ﷺ کی شان میں ذرا سی بھی گستاخی ہو جائے تو ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔اسی طرح اگر رسول ﷺ کو اللہ کے برابر ٹھہرایا جائے یا اسے اللہ کی کسی مخصوص صفت میں شریک کیا جائے تو شرک کا الزام عائد ہوسکتا ہے۔اس طرح یہ صنف سخن ایک دودھاری تلوار ہے۔افسوس کہ بہت کم نعت گو شعراء نعت کی احتیاطوں کا التزام کر پائے ہیں۔انہوں نے رسول ﷺ کی شان تو نہیں گھٹائی ہے لیکن اسے اللہ کی صفات میں شریک کر کے بجائے حسنات میں اضافہ کرنے کے نامہ اعمال کی سیاہی میں اضافہ کا باعث ہوئے ہیں۔

خمار بارہ بنکوی کا مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ ہو۔

ذکر خدا ہے ذکر رسول   شرک ہے یہ تو شرک قبول

قرآن میں اطاعت کے معاملہ میں اللہ اور رسول ﷺ کا ذکر ساتھ ساتھ آتا ہے۔ شاعر کے دونوں مصرعوں کا عطف نامعلوم ہے۔ یہ بالکل واضح نہیں ہے کہ خدا کے ذکر اور رسولؐ کے ذکر سے مراد کیا ہے اور اس میں وہ شرک کہاں سے داخل ہوتا ہے جس کے قبول کرنے پر شاعر کو مسرت ہے۔ شرک وہ گناہ ہے جس کی بخشش ہی نہیں ہے۔ کاش شاعر کا بیان کچھ واضح ہوتا۔

اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی جو شان خود بتلائی ہے وہ اس قدر ارفع و اعلیٰ ہے کہ اسے کم سمجھنا اور اپنی طرف سے اس میں اضافہ کرنا اپنے علم اور عقل کو اللہ سے بھی برتر سمجھنا ہے۔

درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں، جن میں خدا کو خدائی کے منصب سے معزول کردیا گیا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ زندہ ہوتے تو ایسے لوگوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیتے، اور اگر صحابہؓ زندہ ہوتے تو ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرتے۔

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے

ہے خدا کی ذات بے شک خالق عالم مگر
ہے نظام بزم عالم مصطفیٰؐ کے ہاتھ میں

وہی جو مستویٰ عرش تھا خدا ہوکر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰؐ ہو کر

شکل احمدؐ میں خود احد آیا
ہوا ممکن مقید اظہار

تردد میں نظر آتا نہیں رشتہ تعین کا
احمد کو کیجئے یا احمدؐ بے میم کو سجدہ

محمدؐ نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

(اُردو ٹائمز ممبئی ۱۶؍نومبر ۲۰۰۷ء بروز جمعہ)

اللہ کا نعوذ باللہ یہ تنزل اور رسول اللہ ﷺ کی یہ ترقی بریلوی اور نظامی علماء کو مبارک ہو!

کلمہ گو مشرکین

ان مُشرکانہ اوہام و خرافات کا تفصیلی رد کرنے کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ لیکن میں یہاں اِختصار کے پیش نظر چند نکات عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو ایسا ایمان مطلوب

ہے جو شرک سے پاک ہو۔ یہ ممکن ہے کہ ایک مُسلمان اقرار توحید کے بعد اسلام میں داخل ہو اور شرک کے سبب دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:

O "ان میں اکثر جو اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہیں تو اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں"۔ (یوسف۔١٠٦)

جبکہ اللہ تعالیٰ کو خالص اور بے آمیز توحید مطلوب ہے۔ جو شرک سے ملوث نہ ہو۔ مُشرک خدا کا منکر نہیں ہوتا بلکہ وہ خدا پر ایمان رکھتا ہے۔ اس سے محبت بھی کرتا ہے اور دُعا اور فریاد بھی۔ لیکن اس کے ساتھ وہ خدا کے محبوب بندوں انبیاء اور اولیاء کو بھی مددگار اور مُشکل کشا سمجھتا اور ان سے بھی خدا کے ساتھ ساتھ دُعائیں مانگتا اور انہیں مدد کے لیئے پکارتا ہے۔ سورہ یوسف کی مذکورہ آیت کی زد میں وہ مسلمان آجاتے ہیں جو خدا سے بھی دُعا اور فریاد کرتے ہیں اور انبیاء اور اولیاء کو بھی مصائب اور مشکلات میں مدد کے لیئے پُکارتے ہیں۔ جبکہ خدا یہ چاہتا ہے کہ صرف اسی ایک سے دُعا و فریاد کی جائے۔ اس کے ساتھ یا اس کے علاوہ کسی اور مخلوق یا بندے سے فوق الفطری طور پر مدد طلب نہ کی جائے۔

O سورہ یوسف کی مذکورہ آیت ١٠٦ کی تفسیر میں حضرت مولانا قاری محمد عبدالباری نظامیؒ لکھتے ہیں:

"اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ایمان لاتے بھی ہیں تو اس کے ساتھ شرک ملا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو خالق مالک مانتے ہیں۔ لیکن عبادت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔" مسلمانوں کو چاہیئے کہ مُشرکانہ باتوں سے بچیں۔ (تفسیر قاری محمد عبدالباریؒ)

قاری محمد عبدالباریؒ کی دوسری تحریروں کے مطابق جو اس کتاب میں موجود ہیں۔ مسلمان سورہ یوسف میں بیان کردہ شرک میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

O رسول اللہ ﷺ نے پیشن گوئی فرمادی تھی کہ بعض مسلمان مشرک اور قبر پرست ہو جائینگے:

"قیامت نہ ہوگی، یہاں تک کہ میری اُمّت کے گروہ مشرکین کی طرح ہو جائیں گے اور (الاوثان) بتوں کی عبادت کریں گے۔ (مسند احمد، ابن ماجہ، ابوداؤد وغیرہ)

مشرکین کی طرح ہو جائینگے سے مراد مشرکین کی طرح شرک کرنا ہے۔ الاوثان میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے جیسے بت، قبریں، تصویریں، جھنڈے، چلّے وغیرہ۔ موجودہ زمانہ میں بعض گمراہ مشائخ اور صوفیاءِ سوء نہ صرف قبروں کی بلکہ ہندوؤں کے شیطانی معبودوں مثلاً نرسو وغیرہ کی بھی پوجا کرتے اور اس کے لیئے برہمن کو اپنے گھر میں بلاتے ہیں۔ مسلمانوں کے شرک اور ان کے معبودوں یعنی انبیاء اور اولیاء کو سمجھنے کے لیئے اس حدیث سے بھی بڑی مدد اور رہنمائی ملتی ہے:

O "قیامت کے قریب شیطان انسان کے بھیس میں آئے گا اور انھیں قبر پرستی کی طرف راغب کرے گا۔ لوگ قبروں کو آمدنی کا ذریعہ بنائیں گے"۔ (مسلم)

جیسا کہ ہندوؤں کے منادر آمدنی کے ذرائع ہیں۔ یہ گمراہی موجودہ زمانے کے نام نہاد عاشقانِ رسولؐ اور محبان اولیاء میں پائی جاتی ہے۔ دور نبویؐ اور دورِ صحابہ میں قبروں کو پختہ بنانا، ان پر عمارت تعمیر کرنا، پھول ڈالنا، چادر چڑھانا، مجاوری اور سجادہ نشینی، نذر و نیاز، چڑھاوے، دُعا و فریاد اور سجدہ و طواف جیسے مراسم عبودیت موجود نہ تھے۔ اور نہ ہی قبروں کو آمدنی کا ذریعہ بنایا گیا۔ قبریں کچی اور بے رونق ہوتی تھیں۔ ان پر سالانہ عرس بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ دور اوّل میں اعلیٰ درجہ کے مسلمان صحابہ اور تابعین وغیرہ اہل قبور سے دُعا نہیں مانگتے تھے۔ بلکہ اہل قبور کے لیئے دُعائے جنت اور مغفرت کی جاتی تھی۔ لیکن آج کل سب کچھ اُلٹا، سنت رسول ﷺ اور اسوۂ صحابہؓ کے خلاف ہو رہا ہے۔ بلکہ کعبۃ اللہ کے ساتھ جو مشروع اعمال والہانہ محبت اور عقیدت کے ساتھ انجام دیئے جاتے ہیں۔ ان سے بھی زیادہ مراسم غالی عقیدت اور مشرکانہ جذبات کے ساتھ اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی قبروں، چھلوں، عرسوں میں ادا کیئے جاتے ہیں۔

O بریلوی عالم مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی نے اپنی کتاب "حقیقت شرک" کے ٹائٹل پر یہ حدیث نقل کی ہے:

"نبی ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ: "مجھے یہ خوف ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا

نہ ہو جاؤ'' (بخاری شریف)

اس شرک میں مُبتلا ہونے والا بریلوی اور نظامی طبقہ کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے؟

یہ نام نہاد عاشقان رسول ﷺ اور محبان شیخ جیلانیؒ

''شاید اکثر لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ آغا خانی (پرنس کریم آغا خان) کو ماننے والے اپنے آپ کو شیعہ کہتے ہیں لیکن ایسے شیعہ جو نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ ہی اس کے احکام کو نہ نماز ہی پڑھتے ہیں نہ روزہ ہی رکھتے ہیں اور نہ شریعت کی پابندی کرتے ہیں۔ انہیں تو بس علیؑ والے ہونے کا دعویٰ ہے جس کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا سلام ''یا علیؑ مدد'' اور جواب سلام ''مولا علیؑ مدد'' ہے۔ سوائے دعوائے محبت کے اور کچھ نہیں ہے۔ ہمارے شہر میں بھی کچھ خطیب آئے ہیں جو عوام کو خوش کرنے کیلئے ''یا علیؑ مدد'' کا جھوٹا ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں۔ جو منبر پر بیٹھتے ہی ''یا علیؑ مدد'' کہتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ہو گیا خطبہ یعنی کہ یا علیؑ مدد ہی بسم اللہ ہے۔ یہاں ظاہری نظر سے دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ یا علیؑ مدد بولنے والے کو تو محبت ہے۔ درحقیقت محبت علیؑ کے نام سے نہیں بلکہ درپردہ خدا دشمنی اور رسول دشمنی پنپ رہی ہے جو روح تشیع سے میل نہیں کھاتی۔ علیؑ ہماری شناخت ضرور ہے لیکن تنہا نہیں بلکہ خدا اور رسولؐ سے نہ جدا ہونے والی ایک حقیقت ہے جو خدا و رسولؐ کو چھوڑ کر علیؑ والے بننے کا دعویٰ کرتے ہیں درحقیقت وہ علیؑ کے جھوٹے محبّ ہیں وہ شاید حضرت علیؑ سے محبت کرتے ہیں لیکن علیؑ ان سے محبت نہیں کرتے یوں تو کسی کی محبت پر شک نہیں کیا جا سکتا ہے۔

آپ کی محبت شراب کے ساتھ بھی ہوسکتی ہے۔ گناہوں کے ساتھ بھی ہوسکتی ہے آپ کی محبت شرط و شرائط کی پابند نہیں لیکن علیؑ تو اسی سے محبت کرتے ہیں جو گناہوں سے دور ہو۔ اس لئے کہ ان کی محبت شرائط کے تحت ہوتی ہے۔

کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ تو علیؑ سے محبت کریں اور علیؑ آپ سے محبت نہ کریں

اگر ایسا چاہتے ہیں تو خود آپ کی محبت پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے!؟؟؟''

(بشکریہ ماہنامہ صدائے حسینی حیدرآباد) (روزنامہ ساز دکن ۶ ستمبر ۲۰۰۸ء)

اگر چہ کہ پرنس کریم آغا خاں پر مذکورہ تنقید ایک شیعہ عالم کی ہے۔ لیکن یہی برا حال اُن بعض نام نہاد سنی مسلمانوں کا بھی ہے جو رسول اللہ ﷺ اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی عقیدت اور محبت کا دم بھرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بزرگوں کی عقیدت میں وہ سب کچھ کرتے ہیں جو شریعت میں منع ہے۔ لیکن اس دوران وہ اُمور انجام نہیں دیتے جن کا حکم شریعت دیتی ہے۔ اور جو عقیدہ وعمل رسول اللہ ﷺ اور شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا تھا۔ محبت کی سب سے اہم اور بڑی علامت عمل ہے۔ وہ عمل جس سے خدا خوش ہوتا ہے۔

بریلوی شریعت کا کعبہ اور ریاض الجنہ

ہفتہ روزہ عالمی سہارا (۱۹ جولائی ۲۰۰۸ء) کا ''غریب نواز نمبر'' شائع ہوا ہے۔ جس کے ایک مضمون کا عنوان ہے:

''تقریبات عرس حضرت خواجہ غریب نواز'' اس مضمون کا ایک ذیلی عنوان ہے: ''حاضری کے آداب'' یعنی زیارت قبر حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے آداب اس عنوان کے تحت جو آداب زیارت لکھے ہیں۔ ان میں بعض وہ بھی ہیں جن میں زیارت کعبۃ اللہ، قبر نبویؐ اور ریاض الجنہ سے بھی زیادہ اہتمام اور اِحترام کی تلقین کی گئی ہے، اس مضمون کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جتنے زیادہ بڑے بزرگ، ولی اللہ اور مبلغ اسلام تھے۔ ان کی قبر کے ساتھ اتنا ہی زیادہ غلو آمیز، غیر شرعی اور مشرکانہ سلوک کیا جا رہا اور وہاں منافی توحید مراسم انجام دئے جا رہے ہیں۔ اگر خواجہ صاحبؒ کو ان کے عرس اور عام دنوں میں زندہ کر کے بتلایا جائے کہ دیکھئے آپ کی قبر کے ساتھ کیسے کیسے مشرکانہ خرافات انجام دئے جا رہے ہیں تو وہ ان سب کی پر زور مذمت اور مخالفت کریں گے اور ان سے راضی اور خوش نہ ہوں گے اور

انتظامیہ اور ذمہ داروں پر انتہائی برافروختہ ہوں گے۔ جبکہ زیارت قبور کا مقصد موت کی یاد ہے تاکہ مسلمان اپنی موت اور قبر کے خوف سے گناہ اور نافرمانیاں نہ کریں۔ اور خدا کی زیادہ سے زیادہ اطاعت اور فرمانبرداری میں مصروف ہو جائیں۔ زیارت قبر کا مقصد صاحب قبر سے فیض اور برکت لینا ہرگز ثابت نہیں ہے۔ زیارت قبر کا احادیث میں آخرت کی یاد کا جو اعلیٰ مقصد بیان کیا گیا ہے۔ وہ مقصد عامۃ المسلمین کے ویران اور غیر مزین قبرستان سے بدرجہ اولیٰ طور پر حاصل ہوسکتا ہے۔ موجودہ زمانے کے ولیوں کے ''آستانہ عالیہ'' میں غیر شرعی اُمور کی بھرمار ہوتی ہے۔ اس لیئے وہاں جانا گویا اپنی آخرت کو سنوارنا نہیں بلکہ عقائد اور اعمال کو برباد کر لینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعوت قبول کرنے اور وہاں جانے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ ایک سنت ہے۔ لیکن اس دعوت کا اس وقت بائیکاٹ کیا جائے گا جبکہ وہاں غیر شرعی اُمور انجام پا رہے ہوں۔ اسی طرح زیارت قبور سنت ہے۔ لیکن ان مزاروں کی نہیں جہاں شرک و بدعت کی دھوم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو حضرت علیؓ کو اور حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک صحابی کو ایسی قبروں اور قبوں کو منہدم کرنے کا حکم دیا تھا جو پختہ اور اُونچی یا غیر شرعی ہوں۔ ایسی قبور کو تمام فقہا نے خلاف شرع قرار دیا ہے۔ جس میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی بھی شامل ہیں۔ قبریں، خصوصاً بزرگوں کی، شرک کے ذرائع ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے روک دیا تھا۔ پس قبروں کی زیارت کرو۔ اس لئے کہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ پس جو زیارت کرنا چاہے۔ زیارت کرے اور بری بات نہ کہے''۔ (مسلم، سنن نسائی، مسند احمد)

اس حدیث میں لفظ ''ھجر'' اِستعمال کیا گیا ہے جس کے معنٰی باطل اور مشرکانہ باتیں ہیں۔ امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الھجر غلط اور باطل بات کو کہتے ہیں۔ عہد جاہلیت سے قریب زمانے میں مسلمانوں کو قبروں کی زیارت سے روک دیا گیا تھا۔ کیوں کہ یہ اندیشہ تھا کہ وہ اس موقع پر شاید زمانہ جاہلیت

کی مشرکانہ باتیں زبان سے نکالیں۔ لیکن جب اسلامی اُصول مستحکم ہو گئے ان کے احکام کو سمجھنا آسان ہو گیا اور اسلام کی پہچان عام ہو گئی تو ان کو قبروں کی زیارت کی اِجازت دِی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد مبارک سے احتیاط برتنے کی بھی تلقین فرمادی: ولو تقولوا هجرا یعنی قبروں کی زیارت چاہو تو کرو۔ مگر وہاں زبان سے بری باتیں مت نکالنا''۔

(المجموع ج ۵ ص ۳۱)

قبروں کے پاس مذکورہ حدیث کی روشنی میں بری باتیں مشرکانہ اقوال اور اعمال کے سوا اور کیا ہوسکتی ہیں؟ زیارت قبور نہ فرض ہے اور نہ واجب بلکہ اس کی صرف اِجازت ہے کہ مسلمان آخرت کے مقصد کے تحت زیارت قبور چاہیں تو کرلیں۔ لیکن اس رائی کا پربت بنالیا گیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے شرک کے جس اندیشے کے پیش نظر مسلمانوں کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا۔ وہ اندیشہ یعنی شرک کے علل، اسباب اور محرکات پورے شباب کے ساتھ بزرگوں کے ''آستانوں'' میں موجود ہیں۔ جبکہ قرآن اور حدیث کے مطابق جہاں غیر شرعی اُمور ہوں وہاں مسلمانوں کو نہیں جانا چاہئے۔ زیارت قبور کا مقصد اور فائدہ عامۃ المسلمین کے قبرستانوں کی زیارت سے حاصل ہوجاتا ہے۔ زیارت قبور رات میں کرنا سنت ہے اس لئے کہ قبر اور موت کا ڈر اندھیرے ماحول میں ویران قبرستان دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ درگاہوں میں رات کے وقت دن سے بھی زیادہ روشنی ہوتی ہے!

زیارت قبور کے غیر شرعی آداب

اب آیئے حاضری کے نام نہاد غیر شرعی آداب اور احترام کی طرف:

(۱) پہلا ادب: ''کسی بھی بزرگ کے مزار اور خصوصاً آستانہ عالیہ سرکار غریب نواز پر حاضری کے لیئے بہتر یہ ہے کہ غسل کرلیں اور باوضو ضرور رہیں۔''

اسلام میں قرآن وسنت اور اسوۂ صحابہ سے بے نیاز ہو کر مسلمانوں کو من مانی کرنے

کی اجازت نہیں ہے۔ ہم پابند ہیں آزاد اور خود مختار نہیں ہیں۔ لیکن افسوس کہ بریلوی حضرات نے اس قیمتی نکتہ کو نہیں سمجھا۔ احادیث میں عوام کی قبروں اور خواص اور بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے لیئے علیحدہ آداب نہیں بتلائے گئے ہیں۔ اور سب کے لیئے ایک ہی دُعا کی تلقین کی گئی ہے۔ مذکورہ تقسیم اور اِہتمام کا تعلق اسلامی نہیں بلکہ بریلوی شریعت اور مشرکانہ مزاج کی اختراع اور ایجاد بندہ سے ہے۔ کسی شرعی دلیل اور نمونہ عمل سے نہیں، حاضری کے آداب میں غسل اور وضو کی جو تلقین کی گئی ہے وہ زیارت قبور کے لئے ضروری نہیں ہے۔ صرف طہارت کا ہونا کافی ہے حتیٰ کہ کعبۃ اللہ اور قبر نبویؐ کی زیارت کے لیئے بھی نئے غسل کی شرط غیر شرعی ہے۔ البتہ وضو ضروری ہے۔ اس لئے بھی کہ کعبۃ اللہ اور قبر نبویؐ مسجد کے اندر ہیں۔ جنت البقیع میں ہندوستان کے ولیوں سے لاکھوں درجہ افضل اولیاء اور بزرگان دین کی قبریں ہیں لیکن جنت البقیع کی زیارت تازہ غسل اور وضو کے بغیر کی جاسکتی ہے۔

۲۔ دوسرا ادب: ''مزار مبارک پر حاضر ہونے سے پیشتر دو رکعت نفل پڑھ لیں اور اس کا ثواب صاحب مزار کی روح کو پہنچائیں''۔ یہ شرط بھی بے دلیل اور سنت کے خلاف بدعت ہے۔ یہ شرط یا ادب کسی حدیث میں ہے اور نہ فقہ کی کسی کتاب میں۔ صحابہ کرام شہدائے بدر واُحد اور عشرہ مبشرہ کے قبور کی زیارت کرتے تھے۔ لیکن مذکورہ نام نہاد ادب واحترام کے بغیر۔ یہاں تک کہ زیارت قبر نبویؐ کے لئے بھی یہ ادب حدیث اور فقہ کی کتابوں میں مفقود اور غیر موجود ہے۔ اس کا تعلق بھی شریعتِ محمدی سے نہیں بلکہ قبوری اور رضا خانی شریعت سے ہے۔

۳۔ تیسرا ادب: ''اندرون آستانہ عالیہ بہ آواز بلند فاتحہ نہ پڑھیں نہ ذکر جہری کریں''۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی قبر کی زیارت کے آداب میں غیر شرعی باتیں تو بہت ہیں۔ لیکن وہ مسنون دُعا کی تلقین نہیں کی گئی جو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو سکھائی تھی۔

قرآن کی ایک آیت اور سنت صحابہ کے مطابق قبر نبویؐ کے پاس آواز بلند کرنا منع ہے۔ جو ادب قبر نبویؐ کے ساتھ خاص ہے۔ اسکی کسی بزرگ کی قبر کے پاس تلقین نہیں کی جاسکتی۔

فرق مراتب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ کے ادب اور شان میں گستاخی لازم آئے گی۔ قبور کے پاس وہی دُعا پڑھنا ہے جو مسنون ہے۔ صحابہ کرام قبور کے پاس مسنون دُعا کے علاوہ نہ سّری ذکر کرتے تھے اور نہ جہری۔

۴۔ چوتھا ادب: ''اندرون آستانہ کلام پاک یا پنج سورہ کھول کر نہ پڑھیں، تلاوت کلام پاک عبادت خانہ میں کریں جو مزار مبارک کے مغرب میں اسی مقصد کے لیئے بنا ہوا ہے''۔ جبکہ اکابر اور بزرگ صحابہ کی قبر پر کوئی عمارت بنائی گئی تھی اور نہ اس سے ملحقہ بطور عبادت گاہ کوئی کمرہ بنایا گیا تھا۔ قبر کھلے مقام پر چھت کے بغیر ہوتی تھی۔ جہاں بیٹھنا اور تلاوت کرنا مشکل تھا۔ یہ اور بات ہے کہ قبر کے پاس تلاوت قرآن غیر مشروع ہے۔ صحابہ کرام قبور کے پاس بیٹھ کر قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔

۵۔ پانچواں ادب: ''آستانہ عالیہ پر مختلف اوقات میں مختلف مراسم؟ ادا کرتے ہیں۔ ان مراسم کی ادائیگی کے وقت اکثر زائرین کو اندرون روضہ مبارک نہیں بیٹھنے دیا جاتا۔ روضہ مبارک میں داخلہ کے تمام دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔ زائرین کو چاہئے کہ اس موقع پر نہایت ادب واحترام کے ساتھ سر جھکائے بیرون روضہ مبارک بیٹھے رہیں''۔

قبر کو پختہ کرنا اس پر عمارت بنانا، عمارت میں داخلہ کے لیئے کئی دروازے رکھنا۔ جب یہ سب غیر مشروع اُمور ہیں اور قبر کو عمارت کے بغیر کھلے مقام پر رکھنا ضروری ہے تو وہاں کسی قسم کے مراسم ادا کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ قبر کی عمارت کے دروازے بند کر کے اندر جو بھی مراسم ادا کیئے جائینگے وہ غیر مشروع اور خود ساختہ ہوں گے۔ قبر نبویؐ ایک کمرہ میں ہے۔ اس کے اندر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی بھی قبریں ہیں۔ لیکن حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرھم کے زمانہ خلافت میں اس کمرہ کے دروازہ کو بند کر کے کوئی رسم ادا نہیں کی گئی جبکہ وہ دور مثالی اور ہدایت کا اعلیٰ دور تھا۔

۶۔ چھٹا ادب: ''روضہ مبارک کے مشرقی دروازہ یعنی بیگمی دالان کے باہر کا حصہ'' احاطہ

نور'' کہلاتا ہے۔اس مقام پر قدیم زمانہ سے تمام مذہبی تقریبات ادا ہوتی ہیں۔اس احاطہ نور کی بڑی عظمت ہے (۱)؟ اور مشائخ عظام واکابرین (۲) نے قدیم زمانے سے یہ دستور (۳) قائم رکھا ہے کہ اس احاطہ نور میں جوتے ہاتھ میں لے کر یا تھیلی میں رکھ کر بھی داخلہ پر پابندی ہے اور اس پابندی کو قائم رکھنے کے پیش نظر احاطہ نور میں داخلہ کے دروازہ پر ایک بورڈ آویزاں ہے۔ جس پر لکھا ہے۔''اندر جوتے لے جانا منع ہے''۔

یہ پابندی باطل اور غیر شرعی ہے۔اس خودساختہ احاطہ نور کی عظمت مسجد حرام، مسجد نبویؐ اور ریاض الجنۃ سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔جبکہ ریاض الجنۃ کے احاطہ میں بھی ہاتھ یا تھیلی میں جوتے لے جاسکتے ہیں۔اور حطیم کی دیوار پر بھی جوتے رکھے جاتے ہیں جو کعبۃ اللہ کا حصہ شمار کیا جاتا ہے۔قبر نبویؐ سے متصل مسجد نبویؐ میں جو علاقہ ہے وہ ریاض الجنہ کہلاتا ہے۔اس کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔یہ محمدی شریعت کی بات ہے۔پھر ایسی ہی کوئی چیز قبوری شریعت میں کیوں نہ ہو؟ اس لیئے اس کی توڑ پر حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی قبر سے متصل ''احاطہ نور'' بنایا گیا اور جس کا مقام اور مرتبہ ریاض الجنہ سے بلند کردیا گیا۔

چند متفرق گمراہیاں

حاضری کے آداب کا سلسلہ یہاں پر ختم ہوتا ہے۔اس مضمون میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کی درگاہ کے قفل کی کنجی جس کے پاس رہتی ہے اسے ''کلید بردار'' لکھا گیا ہے۔جبکہ کعبۃ اللہ کے دروازے کی کنجی جس کے پاس رہتی ہے۔اس کے لیئے کلید بردار کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

اس مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب صبح گنبد کا دروازہ کھولا جاتا ہے تو اس سے پہلے

---

(۱) کیوں؟ کس شرعی دلیل اور دور صحابہ کے کسی عملی نمونے سے؟ (۲) کیا انہیں شارع اور معیار حق کی حیثیت حاصل ہے؟ (۳) یہ دستور قرآن وسنت اور اسوہ صحابہ کے مطابق ہونا چاہیئے۔

دروازے پراذان دی جاتی ہے۔مورچھل سے مزار کی صفائی ہوتی ہے۔اس مضمون میں مزار کے پاس آلات موسیقی کے ساتھ قوالیاں کرنے اورنوبت بجانے کا بھی تذکرہ ہے۔جبکہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کا سماع مزامیر (آلات موسیقی) سے خالی تھا۔نوبت کا شمار بھی حرام موسیقی میں ہوتا ہے!

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے عرس سے پہلے اخبارات میں آپ کی سیرت اور سوانح حیات سے متعلقہ کثرت سے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ایک اخبار میں ایک مضمون کے درمیان درگاہ کے احاطہ سے متعلقہ ایک بڑی تصویر شائع ہوئی تھی جس کے مطابق ایک قوال ہارمونیم کے ساتھ قوالی گا رہا ہے۔اس کے دائیں اور بائیں سامعین کی بھیڑ ہے۔تصویر میں ایک لڑکی مردوں کے درمیان برقع کے بغیر کھڑی ہے اور مخالف صف سے ایک صاحب کیمرہ لئے اس کی تصویر کھینچ رہے ہیں، کیا یہ شریعت کی کھلی خلاف ورزی نہیں ہے۔یہ ہے درگاہ کا روحانی اور اخلاقی ماحول اور حضرت کا فیضان۔!

ایک غیر شرعی عمل کا بابرکت ہو جانا

اس مضمون: ’’تقریبات عرس حضرت خواجہ غریب نواز‘‘ میں لکھا ہے۔

’’مغرب سے تقریباً ۱۵ منٹ پہلے روشنی کی اطلاع کے لئے نقارہ بجتا ہے۔اور لوگ خصوصیت سے حاضری دیتے ہیں۔خدام صاحبان قبہ مبارک میں روشنی کے لیۓ خصوصی شمعیں لے جاتے ہیں اور حصول برکت کی نیت سے لوگ انہیں اپنے سروں پر رکھواتے ہیں‘‘۔

جبکہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔اور اس لعنت زدہ چیز کو سر پر رکھنا برکت سمجھا جا رہا ہے! حالاں کہ قبر کے پاس روشنی کی کسی حیثیت سے بھی حاجت نہیں ہوتی۔نہ صاحب قبر کو اور نہ ہی زائرین کو،قبر کی زیارت رات کے اندھیرے اور سناٹے میں کرنا مسنون ہے۔اس سے مقصد زیارت بدرجہ اولیٰ حاصل

ہوتا ہے۔ ان شمعوں کا بابرکت ہونا چہ معنٰی دارد؟ اس کے لیئے کوئی دلیل ہے؟ جبکہ قبروں کے پاس روشنی کرنا منع ہے۔ ممنوعہ کلام کرنے سے اللہ کی ناراضگی حاصل ہوتی ہے نہ کہ برکت۔

درگاہ کی جھاڑو اور مٹی بھی مبارک ہے

اس مضمون میں لکھا ہے:

''خدام صاحبان اندرون گنبد شریف جاروب کشی کر کے تھوڑی دیر کے فرق سے تین فراشے لے کر گنبد شریف سے باہر آتے ہیں۔ لوگ ان فراشوں کو سروں پر رکھتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں''۔

یعنی اُن جھاڑو کے کٹوں کے ساتھ یہ سب کیا جاتا ہے جن سے درگاہ میں جھاڑو دی اور صفائی کی جاتی ہے! اور ملاحظہ ہو کہ اس مضمون میں مزید لکھا ہے:

''خدام خواجہ میں سے جو حضرات اندرون گنبد مبارک ہوتے ہیں وہ روضہ کے اندر کے فرش کی صفائی کا کام شروع کر دیتے ہیں۔ اور ایک کے بعد ایک فرش کی مٹی (ا) کپڑے میں باندھ کر اپنے سر پر لیئے اور فراشہ ہاتھ میں لئے روضہ انور سے باہر آتے ہیں''۔

(ہفتہ روزہ عالمی سہارا ۱۹؍ جولائی ۲۰۰۸ء)

جبکہ دور خلفائے راشدین میں قبر نبویؐ کے کمرہ میں بھی صفائی ہوتی تھی جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی مدفون ہیں۔ لیکن کب؟ کیسے؟ پتہ بھی نہیں چلتا تھا اور جس جھاڑو سے صفائی ہوتی تھی نہ وہ مقدس ہو جاتی تھی اور نہ جھاڑو سے جو مٹی نکلتی تھی وہ متبرک سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ وہ پھینک دی جاتی تھی۔ یعنی دور خلفائے راشدین میں اُس جھاڑو کی

(ا) پختہ فرش پر جھاڑو سے مٹی نہیں نکلتی۔ یہ مٹی لازماً زائرین کے پیروں کی ہوگی اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے زائرین کے پیروں کی مٹی بھی مبارک اور کھانے پینے اور آنکھوں میں بطور سرمہ لگانے کے قابل ہو جاتی ہے۔ کیوں نہ ہو جبکہ صحابی کی فضیلت بتلانے کے لئے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا تھا کہ حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی سم کی دھول کو بھی میں قابل احترام سمجھتا ہوں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کا مقام اور مرتبہ بریلوی شریعت میں امیر معاویہؓ سے بھی بلند اور ارفع بنا دیا گیا ہے۔

کوئی اہمیت تھی اور نہ اس مٹی کی جو قبر نبویؐ کے آس پاس جھاڑو کے وقت نکلتی تھی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی قبر کے لیئے آستانہ عالیہ، روضہ مبارک، روضہ انور، قبہ مبارک، گنبد شریف اور سرکار کا دربار جیسے الفاظ اور آداب استعمال کئے گئے ہیں جبکہ قرون اولیٰ میں بزرگ صحابہ، ائمہ حدیث، فقہ اور تفسیر کی قبروں کے لیئے ایسے الفاظ قدیم زمانے میں استعمال نہیں کئے گئے۔ اس کا تعلق مشرکانہ بد دماغی اور شیطان کی کامیابی سے ہے جو دن بدن بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی جو ہے کہ آئندہ زمانے میں مسلمان شرک اور قبر پرستی میں مبتلا ہو جائینگے اور انھیں قبروں سے بڑی کمائی ہوگی!

شرعی نظر اور غیر شرعی اور جاہلانہ نظر کا فرق

بتاؤں تمہیں کسے کیا کیا نظر آتا ہے ہے جس کی نظر جیسی ویسا نظر آتا ہے!

وہ غیر مسلم اور جاہل اور گمراہ مسلمان جو عرسوں اور درگاہوں کی زیارت کرتے اور وہاں کے مراسم اور آداب وغیرہ کو دیکھتے ہیں۔ ان کے دیکھنے اور ایک راسخ العقیدہ اور باشعور مسلمان کے دیکھنے میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ غیر مسلم اور جاہل مسلمان درگاہوں اور عرسوں میں جو کچھ ہوتا ہے انھیں قرآن و حدیث اور اسوہ صحابہ کی روشنی میں نہیں دیکھتے۔ ان کا دیکھنا جاہلانہ اور اندھی عقیدت کے تابع ہوتا ہے۔ بڑی درگاہوں کے تحت اوقاف کی کثیر آمدنی والی جائیدادیں ہوتی ہیں اور عوامی ذرائع سے بھی درگاہ کے خزانہ میں کافی پیسہ آتا ہے۔ درگاہ کی خدمت اور انتظام کے لیئے کثیر ''خدام'' یا عملہ ہوتا ہے۔ جبکہ ازروئے شریعت بڑے سے بڑے ولی اور بزرگ کی قبر کے انتظام کے لیئے نہ ایک پیسہ کی ضرورت ہے اور نہ ایک عدد خادم کی۔ ہر درگاہ کی اِنتظامیہ میں پیسوں کا غبن اور خرد برد ہوتا ہے اور جھوٹے حسابات پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لیئے مجاوروں اور سجادہ نشینوں کے خلاف غبن کے الزامات لگتے اور مقدمے چلتے رہتے ہیں۔

درگاہ والوں کا اسلام اور اُن کے اخلاق کا خوف خدا اور فکر آخرت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا البتہ پیسے سے قریب کا تعلق پایا جاتا ہے۔ چند سال پہلے ایک مشہور درگاہ کے احاطہ میں ایک فلم کی شوٹنگ ہوئی تھی۔ اس کے سین میں ایک اداکارہ قابل اعتراض لباس میں ملبوس تھی۔ جو قبر کے قریب تک چلی جاتی ہے۔ اس منظر کی شوٹنگ کی اجازت اندر ہی اندر بھاری معاوضہ لیکر دی گئی تھی۔ پھر بعد میں درگاہ کے ذمہ داروں نے مخالفت اور بدنامی سے بچنے کے لیئے یہ اداکاری کی کہ ہمیں اس کی اِطلاع نہ تھی، جبکہ درگاہ کے احاطہ میں ان کی اجازت کے بغیر کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ شوٹنگ کے لیئے بھاری ساز وسامان تیاری اور کثیر عملہ اور چہل پہل کی ضرورت ہوتی ہے۔ درگاہ کے احاطہ میں اتنا بڑا واقعہ ہو گیا لیکن درگاہ والوں کو خبر نہ ہوئی۔ یہ ایک ناممکن بات ہے! یہ حدیث گزر چکی ہے کہ آخری زمانے میں شیطان مسلمانوں کو قبر پرستی کی طرف راغب کرے گا اور مسلمان قبروں کو آمدنی کا ذریعہ بنائینگے۔ جبکہ دور نبویؐ اور دور صحابہؓ میں بیشمار اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی وفات ہوئی۔ لیکن کسی کی قبر پر کوئی مجاور تھا اور نہ سجادہ نشین۔ اس کے بعد عرس اور اسکے تمام مراسم وغیرہ کی خود بخود نفی اور تردید ہو جاتی ہے۔

اندھی عقیدت کا جاہلی تماشہ

جب خواجہ معین الدین چشتیؒ کے عرس کی بات چل پڑی ہے تو لگے ہاتھوں اس سے متعلقہ ایک جاہلی عقیدت کا مضحکہ خیز نمونہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ اور غور کیجئے کہ قرآن وسنت سے آزاد اور بے نیاز گمراہ مشرک معاشرہ میں کیسے کیسے عجائب وغرائب ظہور میں آتے ہیں۔

روزنامہ منصف حیدرآباد کے شمارہ ۲۷/جون ۲۰۰۸ء میں یہ خبر معہ تصویر شائع ہوئی تھی۔

اجمیر شریف میں آئندہ ماہ ہونے والے عرس کی تقاریب میں حصہ لینے کے لیے ایک زائر، جلالی ملنگ (76 سالہ) اپنے جسم پر 125 کلووزنی لوہے کی بیڑیاں ڈالے ہوئے، اجمیر کی جانب رواں دواں۔ (یواین آئی)

کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ملنگ راستے کی مسجدوں کا رخ کر کے وہاں جاتا اور فرض

نمازیں ادا کرتا ہوگا؟ سفر اجمیر کے دوران اس کی نماز با جماعت تو چھوٹی ہی ہوں گی۔ اگر وہ یہ تماشہ نہ کرتا اور نماز با جماعت ادا کرتا تو بہتر ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین وغیرہ کا نہ عرس ہوتا تھا اور نہ کسی نے مذکورہ ملنگ جیسی جاہلی اور غیر شرعی محبت کا مظاہرہ فرمایا جس کے ڈانڈے تصرفات اولیاء کے مشرکانہ عقیدہ سے ملتے ہیں۔! واضح رہے کہ یہ ملنگ اور رفاعی فقیر جو طرح طرح کے شعبدے دکھاتے ہیں نماز نہیں پڑھتے!

مشرکانہ دھماکے

جتنے مشرکانہ مذاہب ہیں ان کے ماننے والے اپنی زندہ اور مردہ ہستیوں اور معبودوں کے بارے میں بے پر کے قصے کہانیاں اُڑاتے رہتے ہیں جو محیر العقول ہوتی ہیں۔ جن کے ذریعہ عقیدہ شرک پروان چڑھتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک ولی اللہ کی قبر جو سمندر میں ہے اس کے اطراف کا پانی میٹھا ہو گیا تھا۔ ایک ولی اللہ کی قبر کراماتی طور پر خود بخود طویل ہوتی جا رہی ہے۔ چند سال پہلے یہ جھوٹی خبر اخبارات میں شائع ہوئی تھی کہ گنیش کی مورتی دودھ پی رہی ہے۔ بعد میں یہ شعبدہ باز پکڑا گیا۔ اب اس قسم کی دو جھوٹی اور من گھڑنت خبریں ملاحظہ ہوں۔ جن میں سے ایک کا تعلق عیسائیت سے ہے اور دوسری ہندومت سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ واقعات راقم الحروف اس لئے سامنے لا رہا ہے کہ ان کی روشنی میں مسلمانوں کے اندر پھیلے ہوئے شرک، قبر پرستی اور بزرگ پرستی کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس لئے کہ تمام مشرکین کا مزاج خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو یکساں ہوتا ہے۔ اس قسم کے فرضی واقعات شرک زدہ مسلمانوں کے حلقوں میں زندہ اور مردہ بزرگوں کے بارے میں کثرت کے ساتھ پھیلے ہوئے ہیں۔ اس طرح سے درگاہوں اور عرسوں کے کاروبار عروج پر ہیں جہاں عقیدہ توحید کے پرخچے اُڑائے جاتے ہیں۔

(۱) یہ درج ذیل خبر روزنامہ راشٹریہ سہارا حیدرآباد میں معہ تصویر شائع ہوئی تھی:

ماہم میں ایک بار پھر عوام کا سیلاب امڈ پڑا

عیسیٰ مسیح کی مورتی کے سینے سے خون بہنے کی افواہ، لوگ ماهم چرچ کی طرف دوڑ پڑے، ٹرافك جام

ممبئ:29/جون (ایس این بی) ممبئ میں ویسے تو کرامت اور کرشمے ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن اس بار جو بات سامنے آئی ہے وہ شائد سب سے الگ اور سب سے جدا ہے ماہم چرچ میں موجود یسوع مسیح کی مورتی کے سینے سے خون بہہ رہا ہے ماہم چرچ میں یسوع مسیح کی مورتی کے سینے سے خون بہنے کی خبر جیسے ہی پھیلی ہزاروں لوگوں کا ہجوم ماہم چرچ کے سامنے جمع ہوگیا۔ پھر جتنے منہ اتنی ہی باتیں کوئی یسوع مسیح کے سینے سے خون بہنے کو کرشمہ بتا رہا تھا تو کوئی اسے یسوع مسیح کا لوگوں کے لئے درد قرار دے رہا تھا تو کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ یسوع مسیح دنیا کو آگاہ کر رہے ہیں کہ آنے والے دن دنیا والوں کے لئے بہت خراب ثابت ہو سکتے ہیں۔ ماہم چرچ میں یسوع مسیح کے سینے سے بہنے والے خون کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے ان کے سینے سے بہتا ہوا خون صاف نظر آرہا ہے اور اس کا رنگ بھی سرخ ہے جسے دیکھنے کے لئے ہزاروں لوگ ماہم چرچ پہونچ رہے ہیں اور وہاں بھاری بھیڑ لگی ہوئی ہے یہاں تک کہ اس سے ماہم سگنل سے گزرنے والی ٹریفک پر بھی کافی اثر پڑ رہا ہے۔ ماہم چرچ پر یسوع مسیح کی مورتی سے خون بہنے کی خبر پر وہاں پہونچے پٹیر لوبو نے بتایا کہ یہ مسئلہ صرف جذباتی نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ خالص مذہبی ہے اور ہم لوگ یہی دیکھنے آئے ہیں کہ آخر یسوع مسیح کو ایسی کیا تکلیف ہوئی اور دکھ پہونچا کہ ان کے سینے سے خون بہنے لگا جسے دیکھ کر ہم بہت دکھی ہیں۔ ماہم چرچ میں ہر بدھ کے روز بڑے پیمانے پر ماس (اجتماعی عبادت) کا اہتمام کیا جاتا ہے ماہم چرچ کے اس ماس کے بارے میں مشہور ہے کہ جو بھی مرد یا خاتون 7 مہینوں تک بدھ کو ماہم چرچ میں ہونے والے ماس میں شریک ہوگا تو اس کے دل میں جو بھی مراد یا منت ہوگی وہ پوری ہوجائے گی اور یہی وجہ ہے کہ بدھ کے روز ہونے والے اس ماہم چرچ کے ماس میں ہر مذہب اور دھرم کے لوگ شرکت

کرتے ہیں تاکہ ان کی دلی مرادیں اور منتیں پوری ہوسکیں"۔ (۳۰/جون ۲۰۰۸ء)

(۲) یہ درجہ ذیل خبر روزنامہ منصف حیدرآباد میں چھپی تھی:

بنگلور میں ایک آنکھ والے سائی بابا کو دیکھنے کے لئے لوگوں کا ہجوم

سائی بابا کی مورتی کی ایک آنکھ کھل گئی، ایک تاجر کا دعویٰ

بنگلور۔18/جولائی (ایجنسیز) سائنس اور ٹکنالوجی کے اس شہر میں آج عجیب و غریب توہم پرستی یہ دیکھی گئی کہ ایک فٹ اور ایک آنکھ والے سائی بابا کی مورتی کو دیکھنے کیلئے عقیدت مندوں کا تانتا اُمڈ پڑا۔ علاوہ ازیں عقیدت مندوں نے اس مورتی کو بڑے پیمانہ پر نذرانے بھی پیش کئے۔ یہ اطلاع گرم ہوتے ہی کہ گرو پورنیما کے موقع پر جو کہ سائی بابا کی یوم پیدائش ہے، ایک عقیدت مند کی مراد پوری کرتے ہوئے سائی بابا نے اپنی ایک آنکھ کو کھول دیا۔ مورتی خریدنے والے بابو نامی تاجر کے مکان پر لوگ جوق در جوق پہنچ گئے۔ بابو نے کہا کہ جب اس نے مورتی خرید لی اس وقت اس کے دونوں آنکھ بند تھے۔ جمعرات کے روز سائی بابا کی مورتی کی ایک آنکھ کھل گئی۔ پہلے تو یہ بات ناقابل یقین تھی لیکن بعد میں یہ غیر یقینی خبر عقیدہ میں بدل گئی کہ سائی بابا اپنے بھگت پر خوش ہوئے۔ یہ خبر عام ہوتے ہی لوگ اس قدر بابو کی قیام گاہ پر جمع ہوئے کہ پولیس کو قابو کرنا دشوار ہوگیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بابو کے مکان میں بے تحاشہ نذرانے جمع ہوگئے۔ اس ایک آنکھ والے سائی بابا کی تصویر لینے اور ان تصویروں کو خریدنے کے لیے لوگوں میں بھگدڑ رچ گئی۔ (۱۹/جولائی ۲۰۰۸ء)

وہ بریلوی علماء سوء جو مسلمانوں کو یہ کہہ کر بھٹکاتے اور گمراہ کرتے رہتے ہیں کہ مشرکین کے معبود لکڑی پتھر کے بت اور مورتیاں تھیں۔ لیکن یہ خبریں اور ان سے متعلقہ تصاویر بتلا رہی ہیں کہ مشرکین کے معبود بے جان بت نہیں بلکہ ذوی العقول انسان ہوتے ہیں۔ اول الذکر بت کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ اور دوسری خبر کے بت کا تعلق ہندوؤں کے

سائی بابا سے ہے جو کسی زمانے میں چلتے پھرتے انسان تھے۔ پتھر کے بت کو آنکھیں نہیں ہوتیں جو کھلتی اور بند ہوتی ہیں۔

بریلوی شریعت کے انڈے بچے

بریلوی دین وشریعت کی کوکھ سے جنم لینے والا ایک نیا فتنہ ملاحظہ ہو:

16 ہزار میں جنت کی سیر......

مشرکانہ و مخالف اسلام بیانات دینے والے مولانا پولیس شکنجے میں

عادل آباد۔ 24 ستمبر (ایس این بی) آپ کو غائبانہ نظام کا حکمران بتاتے ہوئے منکرانہ و باطلانہ بیانات دینے والے دہلی کے متوطن ایک مولانا کی گرفتاری کا مسئلہ مستقر عادل آباد کے مسلمانوں میں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ متاثرہ بعض علماء کے مطابق ریاست اتر پردیش سے تعلق رکھنے والے اور ان دنوں دہلی میں قیام پذیر مولانا حافظ محمد سمیع ایک دہے سے مستقر عادل آباد کا دورہ کرتے ہوئے غائبانہ طریقہ سے علاج و معالجہ کررہے تھے اور اس طرح انہوں نے گذشتہ کچھ عرصہ کے دوران شہر کے نامی گرامی علمائے کرام، اساتذہ کرام، مشہور تاجرین اور ذمہ داران کو اپنے حلقہ میں شامل کرتے ہوئے دیوبندی علمائے کرام اور طریقہ کار پر بھی نکتہ چینی شروع کردی تھی۔ وہ اپنے حلقہ احباب میں بلند بانگ مشرکانہ دعوے کرتے ہوئے عوام کو اپنے طلسماتی بیانات کا گرویدہ بنارہے تھے۔ مولانا کے حلقہ احباب میں شامل رہنے والے بعض ساتھیوں کے مطابق مولانا سمیع اپنے بلند بانگ و مشرکانہ دعوؤں میں اس حد تک آگے پہنچ چکے تھے کہ وہ قرآن مجید کے بعض حصوں پر بھی (نعوذ باللہ) انگشت نمائی کررہے تھے۔ وہ تین مرتبہ اجمیر کی درگاہ کی زیارت کرنے پر حج کا ثواب حاصل ہونے، 16 ہزار روپیوں کے عوض جنت کی سیر کروانے، روزانہ صبح مدینہ منورہ میں فجر کی نماز ادا کرنے، اپنی چاہت کے مطابق زمین پر

پیر مارنے سے سونامی جیسے طوفان کی آمداور 22 مختلف ممالک پر اپنی حکمرانی جیسے بلند بانگ دعوے کررہے تھے۔ مستقر عادل آباد میں وہ جامع مسجد کمیٹی کے سابق صدر کے مکان پر قیام پذیر رہتے ہوئے علم الغیب کی مدد سے علاج بھی کرتے تھے۔ تاہم بتایا جاتا ہے کہ انہی کے مریدوں میں شامل ایک فرد نے ان کے بیانات کی اپنے سیل فون پر فلمبندی کرلی تاکہ جب چاہے تب وہ اپنے آقا کے بیانات کو سنتے ہوئے محظوظ ہوسکے۔ بعدازاں اس فلم کی سی ڈی میں تبدیلی اوراس میں مشرکانہ شرک آمیز بیانات کے بعدرات دیر گئے مستقر کے مسلمانوں نے زبردست احتجاج کرتے ہوئے مشکوک مولانا کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ جس پر پولیس نے ان کے خلاف مقدمہ درج کرتے ہوئے مخالف اسلام بیانات کا سخت نوٹس لیا اور فیصلہ کیا گیا کہ درج کردہ مقدمہ کو واپس نہیں لیا جائے گا اوراس سلسلہ میں ضلع ایس پی سے نمائندگی کرتے ہوئے متنازعہ مولانا کے خلاف فوری کاروائی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ آج شہر میں دن بھر متنازعہ مولانا کی کرتوتوں پر مشتمل سی ڈی کی تقسیم عمل میں لائی گئی جبکہ بتایا جاتا ہے

کہ مولانا علاج ومعالجہ کے دوران ہزاروں روپے بھی متاثرین سے وصول کررہے تھے۔ ان کے قریب رہ چکے ایک ساتھی کے مطابق مولانا دہلی میں 60 لاکھ روپے کی لاگت سے ایک مکان بھی تعمیر کررہے تھے جبکہ متنازعہ مولانا جب بھی عادل آباد کا سفر کرتے تو وہ اے سی کاراور روم کی بھی فرمائش کرتے۔ بتایا جاتا ہے کہ مولانا کے مریدوں میں ضلع عادل آباد کے نرمل، بھینسہ جیسے مقامات کے علاوہ اضلاع نظام آباد، کریم نگر، محبوب نگر کے بھی علماء شامل ہیں''۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا۔ حیدرآباد ۲۵ رستمبر ۲۰۰۸ء)

شرک، بدعت اور کشف وکرامات سے متعلقہ خلاف قرآن وحدیث بریلوی دین و شریعت میں جو باطل اورالم غلم فکروعمل چھایا ہوا ہے۔ اورشرک زدہ علماء سوء اس سلسلہ میں آیات اوراحادیث کی جو باطل اور گمراہ تاویلات کرتے ہیں اس کے لازمی اورفطری نتیجہ کے طور پر مذکورہ قسم کی گمراہیاں اور واقعات بار بار ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے وہ طبقے

جوٹھیٹ قرآن وسنت پر چلتے ہیں ان کے ہاں ایسے واقعات جنم نہیں لیتے۔اس لئے کہ ان کی فکر وعمل آزاد نہیں بلکہ قرآن وسنت کے حدود کے اندر محدود ہے۔ جہاں آزادی (بدعت) اورخود مختاری ہو، وہاں آوارگی اور بے راہ روی پیدا ہوتی ہے اور انسان من مانی کرنے لگتا ہے۔ مذکورہ قسم کی گمراہیوں اور اہل باطل کو وہی طبقہ بڑی آسانی سے قبول کرلیتا ہے جس کا تعلق درگاہوں اور عرسوں سے متعلقہ مشرکانہ اور قبر پرستانہ معاشرہ اور گمراہ علماء ومشائخ سے ہو۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ: حقیقت اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے"۔ مذکورہ دینی اور دنیاوی مجرم نے دیوبند کی مخالفت کی ہے۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کس قماش کا مسلمان ہوگا اور وہ کس مسلک سے تعلق رکھتا ہے؟

ایک اور مشرکانہ اور قبر پرستانہ دھوم

روزنامہ رہنمائے دکن میں تصویر کے ساتھ درج ذیل سرخی کے تحت جوخبر شائع ہوئی ہے وہ یوں ہے: "

حضرت شیخ داؤد ولی اللہؒ کی 144 فٹ طویل درگاہ

<u>جس کی دیکھ بھال مقامی ہندو بڑی ہی عقیدت واحترام سے کرتے ہیں</u>

حیدرآباد۔ 10 مئی (رہنماء نیوز بیورو) مختلف مذاہب "عقائد اور روایات کے ہمارے ملک میں درگاہوں اور مندروں کی کوئی کمی نہیں لیکن آج کے اس خودغرض اور منافرت سے بھرے دور میں یہ حقیقت حیران کن ہے کہ ایک صوفی کی درگاہ کی نگہداشت اور اس کا سارا انتظام ہندو کرتے ہیں اور وہ بھی بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ۔ سری ہری کوٹا کے قریب واقع ویناڈونامی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس کی جملہ آبادی صرف 3000 کے قریب ہے اور یہ سب کے سب ہندو ہیں اور اسی گاؤں میں حضرت شیخ داؤد ولی اللہ نامی صوفی کی 600 سال سے بھی قدیم درگاہ موجود ہے جس کی دیکھ بھال اور نگرانی بھی وہی کرتے ہیں نہ صرف درگاہ کی روزانہ باقاعدہ صفائی وغیرہ کی جاتی ہے بلکہ سالانہ عرس بھی ہندو برادران ہی مناتے ہیں اور فی الحال

درگاہ شریف کی نگرانی سدانندن نامی ایک مقامی ہندو کے ذمہ ہے جس نے بتایا کہ درگاہ پر روزانہ فاتحہ وغیرہ پڑھنے کیلئے نگران کار کمیٹی نے چینائی سے تعلق رکھنے والے ایک مولوی حضرت حنیفہ کا تقرر کیا ہے۔ حضرت داؤد ولی اللہؒ کی درگاہ کی خاص بات یہ ہے کہ اس کی لمبائی 144 فٹ ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ بنیادی طور پر عام درگاہوں کی طرح اس درگاہ کی لمبائی بھی چھ فٹ ہی تھی لیکن بڑھتے بڑھتے اب اس کی لمبائی 144 فٹ ہوگئی ہے لیکن یہ پتہ نہیں لگایا جاسکا کہ لمبائی میں ازخود اضافہ ہوتا گیا یا مقامی لوگوں نے آہستہ آہستہ کر کے اسے بڑھادیا ہے۔ درگاہ کے سرہانے ایک ریٹھے کا درخت ہے جو بڑھتے بڑھتے دوسرے ریٹھے کے درخت تک پہونچ گیا جو درگاہ کے پائنتی واقع ہے یعنی ایک طرح سے 144 فٹ لمبی پوری درگاہ پر ریٹھے کا درخت ایک سائبان کی طرح پھیل گیا ہے اوراس کے بعد درخت کا آگے بڑھنا یا پھیلنا بند ہوگیا جبکہ درگاہ کے آس پاس کے دوسرے سارے درخت سوکھ چکے ہیں لیکن ریٹھے کا یہ درخت برسوں سے ہرا بھرا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ یہ درخت بھی 600 سالہ قدیم ہے۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ کچھ برس پہلے تک بھی درگاہ مٹی کی ہی بنی ہوئی تھی لیکن 2001 میں عالمی شہرت یافتہ موسیقار اے آر رحمان (جو اس درگاہ کے بے حد معتقد ہیں اور تقریباً ہر سال عرس شریف میں حاضری دیتے ہیں) نے اسے باقاعدہ سمنٹ سے پختہ کروادیا اور درگاہ کے آس پاس کے احاطہ کو بھی ڈیولپ کروایا تھا۔ ہر سال درگاہ شریف کی سہ روزہ تقاریب عرس منائی جاتی ہیں جس میں کم سے کم 10 ہزار عقیدت مند (ہندو اور مسلمان دونوں ہی) شریک ہوتے ہیں اور اس موقع پر تمام معتقدین کیلئے خاص و تبکیٹرین کھانا فراہم کیا جاتا ہے اور یہ سارا پکوان مقامی ہندو برادران ہی بڑی ہی عقیدت و احترام سے کرتے ہیں۔ درگاہ حضرت شیخ داؤد ولی اللہؒ کا سالانہ عرس مارچ کے مہینہ میں منایا جاتا ہے ویناڈو نامی یہ چھوٹا سا گاؤں سلور، سری ہری کوٹا سڑک سے تقریباً 20 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اور عرس کے موقع پر سلور سے خصوصی بسوں اور جیپ کے ذریعہ درگارہ شریف تک پہونچنے کا انتظام ہوتا ہے اور عام دنوں میں بھی سلور سے بذریعہ

جیپ یا مقررہ اوقات میں بسوں کے ذریعہ بھی پہونچا جاسکتا ہے۔ مقامی ہندوؤں کیلئے یہ درگاہ اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے جتنے ان کے مندر اور ان کا ماننا ہے کہ حضرت کے طفیل میں ان کے گاؤں میں امن وامان قائم ہے۔''

(روزنامہ رہنمائے دکن 11 مئی 2008ء)

یہ واقعہ اس قابل ہے کہ اسے پڑھکر راسخ العقیدہ اور صحیح الفکر حاملین توحید وسنت خون کے اُنسو روئیں۔ جس میں توحید وسنت کے پرخچے اُڑاتے ہوئے شرک و بدعت کی بڑے پیمانے پر دھوم مچائی گئی ہے۔ مذکورہ بزرگ کی قبر اور اس کے عرس میں ہندوؤں کا بڑھ کر حصہ لینا کوئی اچھی بات ہے اور نہ ہی تعجب خیز۔ اس لیئے کہ وہ مشرک ہوتے ہیں اور درگاہوں اور عرسوں میں وہی سب کچھ ہوتا ہے جو مندروں اور جاتراؤں میں ہوتا ہے۔ اس درگاہ میں موسیقار آر رحمان کا دلچسپی لینا خود ان کی اور درگاہ سے متعلقہ سرگرمیوں کی گمراہی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اسلام میں موسیقی حرام ہے۔ وہ علماء اور مشائخ جو قوالی معہ موسیقی کے قائل ہیں فلمی عشقیہ گانوں اور فحش موسیقی کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آر رحمان فلمی موسیقی کے ڈائرکٹر ہیں جو فحش ناچ گانے کے لیئے دُھن بناتے ہیں۔ ان کی موسیقی کی دُھنوں پر عریاں اور فحش ناچ ہوتا ہے۔ یہ تو خیر ایک نام کے ہی سہی مسلمان ہیں۔ لیکن مہاراشٹرا کی اکثر درگاہوں کے اعراس کا انتظام وہ ہندو کرتے ہیں جو سیندھی جیسی حرام چیز کا کاروبار کرتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم عرس کریں گے تو ہمارے سیندھی کے دھندے میں برکت ہوگی۔ ۶ فٹ سے مذکورہ ولی اللہ کی قبر کا بڑھکر خود بخود 144 فٹ طویل ہونا۔ اور ایک فلمی موسیقار کا اسے پختہ بنانا۔ یہ سب باطل اور جھوٹی باتیں ہیں۔ اس لئے کہ شرعاً حد سے زیادہ طویل اور پختہ قبر بنانا جائز نہیں۔ بطور کرامت کسی ولی کی قبر نہ اُونچی ہوسکتی ہے اور نہ زیادہ طویل۔ اس لیئے کہ یہ اسلام میں منع ہے۔ اور کسی ولی کی کوئی کرامت خلاف شرع نہیں ہوسکتی، چونکہ اسلام میں موسیقی حرام ہے۔ اس لئے مسٹر رحمٰن کی کمائی حرام ہونے کے سبب مذکورہ ولی کی پختہ بنائی گئی قبر حرام

درحرام ہوگی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نزدیک بھی موسیقی، اس کی کمائی اور اونچی اور پختہ قبر حرام ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ مسٹر رحمٰن نومسلم ہیں ان کا نام دلیپ کمار تھا۔ وہ خوش قسمتی سے مسلمان ہوئے لیکن بدقسمتی سے ایک ایسے صوفی کے ہتھے چڑھ گئے جو شرک وبدعت میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور پہلے جیسے تھے ویسے ہی رہے۔ موسیقی جو حرام ہے اسے بھی ترک نہ کر سکے۔ اگر وہ توحید وسنت کے حامل کسی عالم حق کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے تو موسیقی سے دور کردئے جاتے اور درگاہوں کے بجائے ان کا رُخ مساجد، اسلامی مدارس، مراکز اور دینی جماعتوں کی طرف ہوتا، امریکہ کا ایک مشہور پاپ سنگر بھی تو اسلام قبول کیا تھا۔ اس نے موسیقی کی دنیا کو خیر باد کہہ دیا۔ بڑی داڑھی چھوڑ لی اور اپنی زندگی کو اسلام کی دعوت اور تبلیغ کے لئے وقف کردیا!

عرس اور شرک کی ایک نئی شکل

ایک نئے اور نرالے قسم کے عرس کی خبر راشٹریہ سہارا میں یوں شائع ہوئی تھی جس میں ایک مردہ بزرگ کی شادی کی جاتی ہے:

بالے میاں کی رسم شادی میں براتیوں کا اژدہام

صندل کے پانی سے غسل اور سہرا باندھ کر مزار کو دولھے کی طرح سجایا گیا

بہرائچ 26 مئی (ایس این بی)

ہندو مسلم یکجہتی کی شاندار علامت آستانہ سید سالار مسعود غازیؒ پر جیٹھ میلہ کے موقع پر زہرا بی بی کے ساتھ سید سالار مسعود غازی بالے میاں کی رسم شادی کی بارات میں شامل ہونے کے لئے عقیدت مندوں کا سیلاب امنڈ پڑا ہے۔ 8 کلو میٹر ایریا میں پھیلے اس میلے میں چاروں جانب غازی پیر کی مدد، غازی کا دامن نہیں چھوڑیں گے، سچے دربار کی مدد، کے نعروں سے پوری فضا گونج رہی ہے۔ بہار، مدھیہ پردیش، مہاراشٹرا، جھارکھنڈ، مغربی بنگال، راجستھان، دہلی،

اترانچل، چھتیس گڑھ اور ریاست اترپردیش کے اضلاع سے تقریباً 10 لاکھ زائرین یہاں پہنچ چکے ہیں۔ پورے علاقہ کو کلوز سرکٹ ٹی وی کیمرے سے جوڑ کر اس پر نگاہ رکھی جارہی ہے۔ بارات میں شامل ہونے کے لئے عقیدت مند اپنے ہاتھوں میں بڑے بڑے نشان لے کر مستی کے عالم میں ناچتے گاتے ہوئے اپنے اپنے ڈیروں سے نکل کر آستانہ کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ بارات میں گھوڑے، بینڈ، باجے اور آتشبازی کے ساتھ عورتیں ہاتھوں میں جہیز کی ڈالیاں لئے ہوئے غازی میاں کی شان میں نغمے گاتی ہوئی چل رہی ہیں۔ یہاں ہر شخص صرف اور صرف غازی میاں کا شیدائی نظر آرہا ہے۔

عظمت اللہ کی قیادت میں قدیمی روایتوں کے مطابق خدام مزار اقدس پر جمع ہوئے اور غازی میاں کو دولہا بنانے کی رسم شروع کرتے ہوئے پہلے مزار اقدس کے اندرونی حصہ کی صفائی کی گئی اور پھر عرق گلاب، کیوڑا، عطر اور صندل کے پانی سے مزار کا غسل کرانے کے بعد اس پر چادر پوشی کرتے ہوئے مزار اقدس پر سہرا باندھ کر دولہے کی طرح سجایا گیا۔

ایک اندازہ کے مطابق پورے ملک سے تقریباً 300 باراتیں آج یہاں پہونچیں اور اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کسی نے سونا چڑھایا، کسی نے چاندی، کسی نے پلنگ پیٹھی، کسی نے چاندی کا روضہ اور کسی نے مزار پر چڑھاوے کی شکل میں بڑی رقمیں پیش کیں۔ ہر سال اس مزار اقدس پر دو چاندی کے کھڑاؤں کے علاوہ تقریباً 15 ممالک کے سکے بھی کوئی نامعلوم شخص چڑھاتا چلا آرہا ہے۔ میلہ میں لاکھوں کی بھیڑ دیکھتے ہوئے سیکورٹی کا زبردست بندوبست کیا گیا ہے''۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا حیدرآباد ۲۷ مئی ۲۰۰۸ء)

دنیا میں جتنے گناہ اور نافرمانیاں ہوتی ہیں۔ ان میں شرک، بت پرستی، بزرگ پرستی اور قبر پرستی سب سے بڑا گناہ اور ناقابل بخشش نافرمانی ہے۔ شیطان کی کوشش سے مسلمان جسے توحید کے قریب اور شرک سے دور ہونا چاہیئے۔ صورتحال اس کے بالکل برعکس ہے اور شرک مسلمانوں میں مختلف جہتوں اور نت نئے طریقوں سے داخل ہو گیا ہے۔ اور اس کا سلسلہ برابر

جاری وساری اور ترقی پذیر ہے۔جس کا ایک بدترین مظاہرہ مذکورہ بالے میاں کی شادی یا عرس اور اس سے متعلقہ مراسم میں دیکھا جاسکتا ہے۔جس میں چند اِضافوں کے ساتھ شرک، بدعت، عرس، مراسم عرس، باجے گانے، ناچ اور چڑھاوے وغیرہ تمام قبوری خرافات بام عروج پر موجود ہیں۔ جسے دیکھ کر شیطان اپنی کامیابیوں پر بہت خوش ہوتا ہوگا۔عرس کے اس نئے نرالے طریقے میں صاحب مزار کی شادی ہوتی ہے۔قبر پر سہرا باندھا اور اسے دولہے کی طرح سجایا گیا۔اس شادی میں کثیر باراتیوں کے گروہ مختلف مقامات سے بارات لیکر آئے۔ یہ سب شرک و بدعت کے شاخسانے ہیں۔جن کی قرآن وحدیث میں سب سے زیادہ مذمت اور مخالفت کی گئی ہے۔شرک کی بنیاد جہالت پر ہے۔اور اس شجر جہالت کی عمر جتنی زیادہ دراز ہوتی جائے گی۔اس سے اتنی ہی زیادہ شاخیں پھوٹتیں اور وہ بڑی ہوتیں اور پھیلتی جائینگی!

بریلوی مسلک بدعی ہے نا کہ سنی

گمراہ علماء ومشائخ نے چونکہ دین میں بدعت حسنہ اور نئی نئی عبادتوں کی اجازت دے دی۔اس لئے دین میں بیشمار نئی نئی عبادتوں کا اختراع اور اضافہ کرلیا گیا۔ اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہے گا۔اور جاہلوں کو مطمئن کرنے والی بدعات کی اچھی تاویل بھی اہل بدعت اور حاملین قبوری شریعت کے لئے ناممکن نہ ہوگی۔ جب ملتِ اسلامیہ میں تصرفات انبیاء اور اِستعانت بالاولیاء کا خالصِ مشرکانہ عقیدہ چل پڑا ہے تو بدعت تو شرک سے ایک کمتر چیز ہے۔وہ بھی قبر پرستی کے ساتھ خوب پھل پھول رہی ہے،شرک وبدعت کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور یہ دو گمراہیاں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔اور وہ ایک دوسرے کے تعاون سے پروان چڑھتی ہیں۔ جب شریعت میں قبر کو پختہ کرنا منع ہے۔تو پکی قبر کو عرق گلاب، کیوڑا، عطر اور صندل کے پانی سے دھونے اور اس کے بعد چادر پوشی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ایسا رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ اور شہدائے بدر واحد وغیرہ کی قبور

کے ساتھ نہیں کیا گیا۔ ان تمام حضرات کی قبریں کچی اور غیر پختہ مٹی کی تھیں۔ بریلوی علماء قبروں پر پھول ڈالنے کے جواز میں کہتے ہیں کہ اُس زمانے میں عرب میں پھول کی پیداوار نہ تھی۔ ورنہ دور نبویؐ میں قبر پر ضرور پھول ڈالے جاتے۔ ٹھیک ہے! لیکن اُس زمانے میں قبروں کو پختہ تو کیا جا سکتا اور ان پر چادریں تو چڑھائی جا سکتی تھیں؟ دور ہدایت میں یہ کام جو ممکن العمل تھے۔ کیوں نہ انجام دئے گئے؟ اور دورِ ضلالت میں ہی ان اُمور کا بڑی دھوم دھام کے ساتھ اِلتزام اور اہتمام کیا جاتا ہے؟ ایسے عقیدے رکھنا اور وہ کام کرنا جو نہ سنت سے ثابت ہیں اور نہ جسے صحابہ کرام نے انجام دیا تھا۔ اس کے باوجود خود کو اہل سنت والجماعت کہنا نہ جانے ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کی کونسی قسم ہے۔ بریلوی اور نظامی علماء ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں بدعت جائز ہے۔ اس کے مطابق وہ دین میں نئی نئی عبادتوں نئے طریقوں اور نئی رسموں کا اختراع اور اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے انہیں خود کو سُنّی نہیں بلکہ بدعتی کہنا چاہئے کہ سنت پر عمل کرنے والا سُنی اور بدعت پر عمل کرنے والا بدعتی کہلائے گا!

شرک اور گمراہی کی آخری حدیں

بالے میاں مرحوم کے عرس یا شادی میں جو خرافات ہوئیں۔ وہ شرک و بدعت کی آخری حدوں کو بھی پار کر لی ہیں۔ ماضی کی مُشرک قوموں میں جن کا تذکرہ قرآن میں کیا گیا ہے۔ جب انبیاء کرام اور کتب آسمانی کا نزول ہوتا تھا۔ ان قوموں کی ایسی ہی بری حالت تھی۔ انبیاء ایک عرصہ دراز تک قوموں کو توحید اور شرک کی حقیقت سمجھاتے رہے۔ وہ باز نہ آنے کی صورت میں مختلف قسم کے عذابوں کے ذریعہ ملیامیٹ کر دی گئیں۔ موجودہ زمانے میں مسلمانوں کے درمیان شرک اس حد تک پھیل چکا ہے جس حد تک معتوب قوموں کے اندر پایا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کر دیا گیا اور اُمّت کے علماء کو انبیاء کا فرض ادا کرنا اور شرک و بدعت اور دیگر گمراہیوں کے خلاف جدوجہد کرنا ہے۔ اس لئے اُمتِ محمدیہ میں نہ ہمہ گیر عذاب آئے گا اور نہ

کوئی نیا نبی، گزشتہ معتوب اور گمراہ قوموں کے حالات قرآن میں جگہ جگہ بیان کئے گئے ہیں۔ جن کے مطابق اُنھوں نے انبیاء کی یہ کہتے ہوئے تکذیب اور مخالفت کی تھی کہ:

- O ہم اپنے معبودوں اور حاجت رواؤں کا دامن ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔
- O تم اس لیئے آئے ہیں؟ کہ ہم اپنے اولیاء اور بزرگوں سے ترک تعلق کرلیں اور صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اسی سے مدد مانگیں۔؟
- O تم پر ہمارے بزرگوں کی مار پڑی ہے۔ اسی لیئے ایسی بہکی باتیں کررہے ہو۔
- O تم تو ہماری طرح کے بشر ہیں۔ بیوی بچے رکھتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ اگر اللہ کسی کو نبی بنانا ہوتا تو وہ فرشتہ یا کسی فوق البشر ہستی کو نبی بنا کر بھیجتا۔
- O وہ اپنے نبی سے کہتے تھے کہ ہم خدا کے مقرب اور برگزیدہ بندوں کی عبادت اس لیئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں خدا سے قریب کردیں۔ یہ ہمارے معبود نہیں بلکہ صرف سفارشی ہیں۔
- O وہ انبیاء سے فوق الفطری باتوں کا مطالبہ کرتے تھے کہ جب تم خدا کے فرستادہ ہو تو صحرا میں نہر جاری کردو اور ایک باغ کھڑا کردو وغیرہ۔ اس کے بعد ہی ہم تمہیں اپنا نبی تسلیم کریں گے۔
- O ان مشرکین کا اپنے بزرگوں اور خدا کے نیک بندوں کے بارے میں یہ بھی عقیدہ تھا کہ ہم انھیں بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا سے نافع وضار اور مددگار اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ اصلی خدا اور خالق کائنات تو ایک ہی ہے۔
- O جبکہ ہر نبی کا اپنی مشرک قوم میں یہی خطاب تھا کہ اللہ ہی الٰہ واحد ہیں۔ اس لئے صرف اسی کی عبادت کرو۔ اور اس کے سوا کسی مخلوق اور خدا کے بندے سے دُعا اور فریاد نہ کرو، وہ خالق نہیں بلکہ مخلوق اور خدا کے بندے ہیں۔ خدا تمہاری حاجتیں پوری کرنے کیلئے بالکل کافی ہے۔ متعدد خداؤں سے بہتر اور برتر ایک خدا ہے جس سے دُعا مانگی جائے۔ لیکن موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اسی شرک اور بزرگ پرستی میں مبتلا ہوگئی ہے جس میں مغضوب

اور معتوب قومیں مبتلا ہوگئی تھیں جن کی اِصلاح کے لئے انبیاء مبعوث کئے گئے تھے اور شرک کو چھوڑ کر توحید قبول نہ کرنے کی پاداش میں ان پر عذاب نازل کیا گیا تھا۔

کچھ بدعت کے بارے میں

چونکہ مرحوم بالے میاں کی شادی اور عرس میں بدعات کی بھرمار ہے۔ان بدعات کی بھی جو عموماً اولیاء کرام کی قبور اور اعراس میں نہیں کئے جاتے۔اس لیئے یہاں کچھ بدعت کی بھی وضاحت کر دینا مناسب ہوگا۔جو شخص بدعت کی حقیقت سمجھ جائے گا وہ شرک کی حقیقت آسانی سے سمجھ پائے گا جو مسلمان اسلام میں بدعتوں کا اختراع اور اضافہ کرتے ہیں وہ اپنی زبان قال سے نہیں تو زبان حال سے یہ ضرور کہتے ہیں۔اور بات یہی بنتی ہے کہ اسلام میں چند باتوں کی کمی تھی جسے وہ پوری کرر ہے ہیں۔یا بعض عبادتیں اور طریقے جو صحابہ کرام کے دل و دماغ میں نہیں آئے تھے۔ان کو سجھائی دئے ہیں۔جن کا وہ اسلام میں اضافہ کرر ہے ہیں جبکہ ہر وہ کام جسکی دور صحابہ میں ضرورت اور اہمیت تھی اور اس کام کو انجام دینے میں کوئی امر مانع بھی نہ تھا اور جسے صحابہ کرام عملاً انجام بھی دے سکتے تھے۔لیکن اس کے باوجود اُنہوں نے اس کام کو انجام نہیں دیا۔وہ بدعت، ضلالت اور بڑی گمراہی ہوگی۔اگر چہ کہ وہ عمل بظاہر اچھا اور خوبصورت ہی کیوں نہ ہو، اگر وہ برا ہوتا تو وہ کسی نہی (ممنوعہ کام) کے تحت آتا، لیکن ہر بدعت کے لئے نہی کا ہونا ضروری نہیں ہے۔اس کا سنت نہ ہونا کافی ہے۔

حضرت حذیفہؓ بن یمان سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ:

"اللہ کی قسم بدعات ضرور بالضرور عام ہو جائیں گی۔یہاں تک کہ اگر ان میں سے کچھ چھوڑ دی جائیں گی تو لوگ کہیں گے سنت چھوڑ دی گئی"۔ (امام محمد کتاب الآثار)

○ آخری زمانے (قرب قیامت) میں ایسے فریبی اور جھوٹے پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جنھیں نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے آباء واجداد نے۔لہذا تم ان سے

بچنا اور ان سے ہوشیار رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں اور فتنے میں ڈال دیں''۔ (مسلم)

O رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے ہر نبی کی امت میں اس کے کچھ مخلص دوست اور ساتھی بنائے جو ان کی سنتوں کو اپناتے اور ان کے حکم کی اقتداء کرتے۔ پھر بعد میں آنے والے ان کے ایسے ناخلف ہوئے کہ ایسی باتیں کہتے جن پر خود عمل نہیں کرتے۔ اور وہ کام کرتے جن کا انھیں حکم نہیں دیا جاتا''۔ (مسلم)

O ''امام سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ ابلیس کو گناہ کی نسبت بدعت زیادہ پسند ہے۔ اس لئے کہ گناہ سے توبہ کی جاتی ہے اور بدعت ایسی گمراہی ہے کہ اس سے توبہ نہیں کی جاتی''۔
(تلبیس ابلیس ابن جوزیؒ)

O امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

''اگر چہ بدعت میں سب متفقہ طور پر گرفتار کیوں نہ ہوں صحابہ کے بعد بدعات پر ساری مخلوق بھی اگر متفق ہو جائے تو پھر بھی تم ان سے دھوکہ نہ کھانا۔ صحابہ کے حالات، ان کی سیرت، ان کے کارناموں کے کھوج میں رہو۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ والوں کی موافقت کے بعد اپنے اہل زمانہ کی مخالفت کی پروانہ کرنی چاہیئے''۔ (احیاء العلوم ج ۲)

O شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

''اہل بدعت، اہل حدیث کی تحقیر کرتا ہے۔ یہ سب تعصب اور دشمنی کی وجہ سے ہے۔ اہل حدیث کو ہی اہل سنت کہتے ہیں اہل سنت کا لقب اپنے لیئے رکھ لیتے ہیں۔ مگر وہ ان کے نام سے بالکل نہیں ملتے''۔ (غنیۃ الطالبین)

O ''مومن پر لازم ہے اتباع سنت اور جماعت کی، پس سنت سے مراد سنت رسول اللہؐ اور جماعت سے مراد یہ ہے کہ جس پر صحابہ کا اتفاق ہو''۔ (غنیۃ الطالبین)

بدعت کی مخالفت یا ممانعت کا مقصد اسلام کو ملاوٹ اور تحریف سے بچانا اور اس کو

اصلی حالت میں برقرار رکھنا ہے یہ مقصد اُسی وقت حاصل ہوسکتا ہے۔ جبکہ اسلام میں کسی بھی قسم کی بدعت کا اختراع اور اضافہ نہ کیا جائے۔ اسلام میں بدعت حسنہ کے خوبصورت پردے کی آڑ میں جتنی بدعتوں کا اضافہ کرلیا گیا ہے اگر ان بدعتوں کو اسلام سے خارج کردیا جائے تو وہی اور اتنا ہی اسلام باقی رہے گا جو دورِ صحابہ اور دور تابعین میں موجود تھا اور ان ادوار ہدایت میں جتنا اسلام تھا وہ کامل تھا۔ ناقص نہ تھا کہ بعد والے اس نقص اور کمی کو اپنی اختراعی عبادتوں کے ذریعہ پوری کریں۔ اس طرح سے ہم کو کسی ملاوٹ اور اضافہ کے بغیر خالص اسلام بھی ملے گا اور ایک فائدہ اس کا یہ بھی ہوگا کہ مسلمانوں کے درمیان جھگڑے اور اختلافات کے ایک بڑے سبب کا بھی خاتمہ ہوجائے گا مثلاً فجر اور عصر کی دُعا کے بعد کی ''مروجہ الفاتحہ'' کو لیجئے جس کا بدعت حسنہ کے نام سے اختراع اور اِضافہ کرلیا گیا ہے۔ اگر اس فاتحہ کو ترک کردیا جائے تو وہی اسلام اور طریقہ دُعا باقی رہے گا جو دور نبیؐ اور دور صحابہ میں تھا اور مسلمانوں میں ''فاتحہ'' کے جھگڑے اور گروہ بندی کا بھی خاتمہ ہوجائے گا، جب مروجہ فاتحہ چھوڑ دینے سے نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے تو پھر ایسی صورت میں اس بات پر کیوں اصرار کیا جائے جو باعث نزاع اور اختلاف ہے۔

ہر بدعت کے لئے نہی کا مطالبہ جاہلانہ ہے

ہر بدعت کے لئے نہی، حرمت اور ممانعت کا مطالبہ کرنا جہالت اور نا معقولیت کا مظاہرہ کرنا ہے۔ نشہ آور چیزوں کے بارے میں ایک جامع حدیث ہے کہ ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو۔ اس کی زیادہ اور تھوڑی مقدار حرام ہے۔ اس حکم کی روشنی میں وہ تمام نشہ آور نئی نئی چیزیں آجاتی ہیں جو قیامت تک ایجاد ہوں گی۔ اب کوئی یہ سوال نہیں کرسکتا کہ بتلاؤ ہیروئن حرام ہے کہاں لکھا ہے؟ جبکہ ہیروئن یا اس کے بعد کوئی اور نشہ آور چیز ایجاد ہوگی تو وہ مذکورہ حدیث کے تحت حرام ہوگی۔ اسی طرح بدعت کی یہ تعریف کردی گئی ہے کہ اسلام میں اختراع اور ایجاد کردہ ہر نئی عبادت بدعتِ ضلالت ہے۔ جس میں قیامت تک دین میں اضافہ کی جانے والی تمام

عبادتیں آجاتی ہیں۔ کسی بدعت کے ضلالت ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ نئی ہے جو دور صحابہ میں موجود نہ تھی یہ بات کس طرح ممکن ہے کہ مسلمان قیامت تک جتنی بدعتیں اختراع اور اضافہ کرتے جائیں نام بنام ان کی حرمت کی طویل فہرست قرآن اور حدیث میں بیان ہو۔ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے ہیروئین کا نام حرام اشیاء کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔ وہ ایک اصولی بات کے تحت حرام قرار پاتی ہے۔

فکر و عمل کا تضاد

بدعت پر بحث کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے لکھا ہے:

''ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ ﷺ وخلفائے راشدین واحکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہی نئی بات ہے۔ اسی سے بچنا چاہئے نہ کہ سنت وحکم حدیث وفقہ سے''۔

(احکام شریعت حصہ دوم بحوالہ امام احمد رضا اور ردّ بدعت ومنکرات ص ۳۰۱)

مروجہ الفاتحہ جو فجر اور عصر کی دُعا کے ساتھ پڑھی جاتی ہے وہ سنت رسول اللہؐ، سنت خلفاء راشدین اور چاروں ائمہ فقہ کے احکام کے خلاف ایک نئی بات ہے۔ اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ جیسا کہ احناف سمجھتے ہیں کہ قرأت فاتحہ خلف الامام سنت سے ثابت نہیں ہے۔ اس لیئے مقتدی کو چاہئے کہ وہ امام کے پیچھے ہر نماز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت نہ کرے، جو علماء بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ کے قائل ہیں۔ وہ اس پر قائم نہیں رہ سکتے۔ قدم قدم پر بدعت حسنہ کا تصور ٹوٹتا جائے گا، ائمہ فقہ کے درمیان اکثر جو اختلافات ہیں۔ ان کا تعلق ایسی سنتوں سے ہے جو ثابت نہیں ہیں انہوں نے بغیر دلیل کی متعدد چیزوں کو اس لیئے رد کر دیا اور اپنی فقہ میں شامل نہیں کیا کہ یہ چیز حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ فلاں چیز سنت نہیں ہے۔ ایسا رسول اللہ ﷺ کا عمل نہ تھا۔ اگر چہ کہ وہ چیز اچھی ہو بعض ائمہ فقہ کے ہاں امام کے پیچھے مقتدیوں کو سورہ فاتحہ پڑھنا، آمین بالجہر کہنا، نماز میں رفع یدین کرنا منع ہے۔ اگر چہ کہ یہ سب باتیں اچھی ہیں بری

ہرگز نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ سنت سے ثابت نہیں ہیں اس لیئے منع ہیں۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ نے قرآن و سنت سے نماز کا جو طریقہ مدون کیا ہے۔ اس میں امام کے پیچھے مقتدیوں کو سورہ فاتحہ پڑھنا منع ہے۔ جبکہ یہ کوئی برا نہیں اچھا ہی کام ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ نے اُسے اس لیئے ردّ کر دیا کہ یہ سنت سے ثابت نہیں ہے (۱)۔ بعد کے حنفی علماء نے قرأت فاتحہ خَلف الامام کو بطور بدعت حسنہ بھی شامل نہیں کیا۔ اسی طرح کا معاملہ فجر اور عصر کی دُعا کے بعد ''الفاتحہ'' کا ہے اسے بدعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔ اور اس طریقہ الفاتحہ کا حکم کسی بھی فقہ کی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ اور نہ قدیم کتب فقہ میں اس کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ یہ ایک نامعلوم شخص کا ایجاد کردہ طریقہ ہے۔ اور یہ کب سے مروجہ ہے اس کی تاریخ کا بھی کوئی اتا پتہ نہیں چلتا۔ مسلم ممالک میں بکثرت اُمراء اور بادشاہ گزرے ہیں۔ فرض کیجئے کوئی بادشاہ یہ اعلان کرتا ہے کہ مغرب کی تین نہیں چار رکعتیں پڑھی جائیں۔ ایک اِضافہ رکعت بدعت حسنہ ہو گی، کس اُصول قاعدہ اور کس حکم سے اس اضافہ کی مخالفت کی جائے گی جبکہ بدعت حسنہ جائز ہے؟ یہاں یہ تسلیم کیئے بغیر مفر نہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ کہ وہ اچھی ہی کیوں نہ ہو تب ہی بات بنے گی ورنہ اسلام بگڑتا جائے گا اور اس میں تحریف ہوتی جائے گی۔ اور اسی حساب سے امت میں جھگڑوں اور اختلافات کا اضافہ ہوگا۔

ترک عمل بھی سنت ہے

ائمہ فقہ اور علماء متقدمین کے نزدیک ترکِ عمل بھی سنت ہے۔ یعنی جس خاص موقع پر کوئی عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ ہمارا بھی یہ کام نہ کرنا اور اسے ترک کر دینا سنت کہلائے گا۔

O شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں:

---

(۱) یہ اور بات ہے کہ یہ سنت سے ثابت ہے اور خود کثیر التعداد حنفی علماء اسے ضروری قرار دیتے ہیں۔

''اتباع جیسے فعل میں واجب ہے۔اسی طرح ترک میں بھی اتباع ہوگی''۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۰)

تفصیلی دلائل مفتی جامعہ نظامیہ کے قلم سے آگے آرہے ہیں۔فی الحال ہم ایک مثال دے کر آگے بڑھ جائینگے۔فجر اور عصر کی نماز کے بعد اجتماعی دُعا سنت سے ثابت ہے۔اس لئے ہم یہ امام کے ساتھ اجتماعی دُعا کرئینگے۔لیکن اس دُعا کے بعد مروجہ الفاتحہ چونکہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔اس لئے مروجہ الفاتحہ کا ترک کرنا اور دُعا کے بعد الفاتحہ نہ پڑھنا بھی اِتباع سنت کے دائرہ میں آئے گا۔یعنی چونکہ اس موقع پر حضورؐ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ہم کو بھی حضورؐ کی اِتباع میں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔نہ کہ حضورؐ کے عمل کے خلاف ''الفاتحہ'' کا اِضافی عمل کرنا۔!

ایک جاہلانہ اور شر پسندانہ الزام

مانعین مروجہ الفاتحہ پر یہ جاہلانہ الزام کہ وہ نفس سورہ فاتحہ کے منکر ہیں جلد از جلد ترک کر دینا چاہئے۔اس لئے کہ وہ خود بھی ایسا کرتے اور امام کے پیچھے سری نمازوں میں بھی سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے جبکہ یہ ایک اچھا کام ہے۔اور خاموش کھڑے رہتے ہیں ایک حدیث کے مطابق سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ تمام ائمہ فقہ کے بتلائے ہوئے طریقہ نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے اس اعتراض کا اہل بدعت جو بھی جواب دیں گے اس سے بدعت حسنہ کی نفی اور اپنی تردید آپ ہوگی اور یہ بات بھی لازم آئے گی کہ ایک مقلد کو چاہئے کہ وہی عمل کرے جو اس کے امام کی فقہ میں مذکور ہے۔اس کے خلاف اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اپنی طرف سے نیا اور اضافہ عمل جب امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی تلاوت حنفی اس لئے نہیں کرتے کہ یہ فقہ حنفی میں منع ہے۔نماز جنازہ میں بھی احناف سورہ فاتحہ کی تلاوت نہیں کرتے۔پھر ایسی صورت میں دُعاؤں کے بعد فاتحہ،ایصال ثواب کے پکوان پر فاتحہ اور قبرستان میں فاتحہ کیوں اور کیسے؟ جہاں سورہ فاتحہ کی تلاوت کرنی چاہئے وہاں تو یہ تلاوت مفقود اور متروک ہے۔لیکن

جہاں سورہ فاتحہ کی تلاوت نہیں ہونی چاہئے۔ وہ حدیث اور فقہ کی دلیل کے بغیر شدت کے ساتھ موجود ہے، جب مذکورہ موقعوں پر فاتحہ کا تعلق بدعت حسنہ سے ہے تو پھر نماز باجماعت میں بطور بدعت حسنہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کیوں نہیں جبکہ اس کے لیئے موقع بھی ہے اور وقت بھی ہے اور ایک حدیث اور تین چار ائمہ فقہ کے پاس اسکی دلیل بھی!

غیر علمی مطالبہ

یہ کس طرح ممکن اور مناسب ہے کہ اہل بدعت اسلام میں بدعتوں اور نئے نئے طریقوں کا اضافہ کرتے جائیں اور بدعت کی مخالفت کرنے والوں سے اس بات کا مطالبہ کریں کہ بتلاؤ ہماری اس بدعت کی قرآن وحدیث میں کہاں نکیر آئی ہے؟ جبکہ اجمالی طور پر یہ اصولی بات اور قاعدہ کلیہ بتلا دیا گیا کہ اسلام میں ذکر وعبادت کا ہر اضافہ اور اختراع کردہ نیا طریقہ گمراہی ہے۔ اس لئے ذکر وعبادت کا ہر وہ طریقہ جو دور صحابہ کرام میں نہ تھا وہ بدعت ضلالت قرار پائے گا۔ اگرچہ کہ وہ بدعت بظاہر دیکھنے میں کتنی ہی اچھی اور خوبصورت کیوں نہ ہو!

بدعت حسنہ بھی گمراہی ہے

بزرگوں کی عقیدت اور محبت میں افراط وغلو سے شرک اور عبادتوں میں غلو سے بدعت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیئے قرآن میں ہر قسم کے غلو سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہود ونصاری کو نصیحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم (النساء۔۱۷۱)

”اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو“

ذکر وعبادت کے طریقے کے لیئے حکم خدا اور رسول ؐ اور صحابہ کرام کے اسوہ وعمل کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن بدعت کی حرمت کے لئے نہی کا ہونا ضروری نہیں۔

○ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من عمل عملا لیس علیه أمر نا فهو ردّ ۔جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا وہ مردود ہے''۔ (مسلم)

O حضرت حذیفہؓ بن یمان سے مروی ہے کہ جس عبادت کو صحابہ نے نہ کیا ہو۔اسے تم بھی نہ کرو، کیوں کہ پہلے والوں نے بعد والے کے لیئے کوئی بات نہیں چھوڑی ہے۔اے قرّاء کی جماعت اللہ سے ڈرو، اور پہلے کے لوگوں کی راہ اختیار کرو''۔ (ابوداؤد)

O حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے، خواہ لوگ اسے حسنہ (بہتر) سمجھیں۔ (دارمی)

O حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے''۔ (طبرانی)

O ایک حدیث میں ہے کہ:

''شیطان نے کہا: میں نے بنی آدم کو گناہوں میں مبتلا کر کے ہلاکت میں ڈالا تو اس نے استغفار کر کے میری کوشش برباد کر دی میں نے اس کو ایسے گناہ (یعنی بدعت حسنہ) میں مبتلا کیا جسے وہ کار ثواب سمجھتا ہے تو اب اُس گناہ پر اس کو استغفار کی نوبت نہیں آتی''۔

(ترغیب وترہیب)

O حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم آئندہ زمانے میں بدعتیں اس طرح پھیل جائیں گی کہ اگر کوئی شخص اس بدعت کو ترک کرے گا تو لوگ کہیں گے کہ تم نے سنت چھوڑ دی''

(الاعتصام ص ۱۹)

جیسا کہ موجودہ زمانہ میں بھی اہل بدعت ان اہل سنت سے یہی کہتے ہیں جو عرس اور فاتحہ مروجہ کے قائل نہیں کہ تم نے سنت چھوڑ دی۔

ان احادیث سے بھی بدعت حسنہ کی مخالفت ہوتی ہے:

O جو چیز تمہیں شک اور شبہ میں ڈالے اس کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرو جس میں کوئی

شک وشبہ نہیں پایا جاتا"   (ترمذی۔احمد)

مذکورہ احادیث کی روشنی میں فقہاے کرام نے فیصلہ کیا ہے کہ:

O "اگر کسی چیز میں یہ شک ہو کہ وہ واجب ہے یا بدعت تو احتیاطاً اس کو ادا کرے۔ اور اگر یہ شک ہو کہ وہ سنت (غیر موکدہ) ہے یا بدعت تو چھوڑ دے"۔ (فتاویٰ عالمگیری ج۱)

O اگر بدعت حسنہ کا جواز ہوتا تو فقہ کا یہ مسئلہ وجود میں نہ آتا اور بدعت حسنہ کے لئے چھوٹ دے دی جاتی۔ چونکہ بدعت حسنہ بظاہر سنت جیسی ہوتی ہے اس لئے مذکورہ تحقیق کا سوال پیدا ہوا جس چیز میں دلیل سے اختلاف پڑے کہ واجب ہے یا بدعت تو احتیاط یہ ہے کہ اس پر عمل کرے اور جس کی سنت یا بدعت میں اختلاف پڑے تو اس کو ترک کر دے"

(عین الہدایہ ج ا شامی)

جو چیز حرام ہوگی اس کے لئے نکیر موجود ہوگی اور مذکورہ تحقیق اور تر دد کی نوبت نہیں آئے گی۔

O قاضی ابراھیم حنفیؒ لکھتے ہیں:

"جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں شبہ ہو۔ اس کو چھوڑ دے کہ بدعت کا چھوڑنا ضروری ہے اور سنت کا ادا کرنا ضروری نہیں"۔   (مجالس الابرار ص ۱۲۹)

مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی نائب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد بدعت حسنہ کا رد کرتے ہیں:

اب ہم یہاں مفتی مذکور کا حدیث، آثار صحابہ، فقہ اور حضرت عبداللہ شاہ صاحب کے حوالوں سے ایک سوال کا جواب پیش کرتے ہیں، جس سے بدعت کی قسم بدعت حسنہ باطل ثابت ہوتی ہے۔ یہ وہ جواب ہے جس میں بدعت حسنہ کے جواز میں دئے جانے والے تمام دلائل، اعتراضات کا کافی اور شافی جواب لاجواب آگیا ہے:

سلام میں اضافہ الفاظ کہنا

سوال: سلام کرتے وقت یا سلام کا جواب دیتے وقت بعض لوگ ''وبرکاتہ'' کے ساتھ کچھ اضافہ کر کے کہتے ہیں۔ میں نے ایک صاحب کو دیکھا وہ آئے اور خوشی کے انداز میں سلام کیے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ، کیا سلام میں یہ الفاظ بھی اضافہ کیے جاسکتے ہیں، شرعی حکم بیان فرمائیں؟ ...... مجیب الدین احمد ناندیڑ

جواب: سلام کے سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ سے جو احادیث شریفہ منقول ہیں اس میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ مزید الفاظ وارد نہیں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے صراحت کے ساتھ مروی ہے کہ آپ نے برکت کو سلام کی انتہا قرار دیا۔ محدث دکن ابوالحسنات حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح ج 4 ص 5 میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ وروی مالك عن محمد بن عمرو بن عطاء قال كنت جالسا عند عبدالله بن عباس فدخل عليه رجل يماني فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ثم زاد شيئاً مع ذلك ايضاً قال ابن عباس رضي الله عنهما من هذا وهو يومئذ قد ذهب بصره قالو اهذا اليماني الذي يغشاك فعرفوه اياه حتى عرفه قال ابن عباس ان السلام انتهى الى البركة۔

ترجمہ: حضرت محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک یمنی شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر اس کے ساتھ کچھ اضافہ بھی کیا۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: یہ کون شخص ہے؟ اس وقت آپ کی بینائی جا چکی تھی، حاضرین نے عرض کیا: یہ وہی شخص ہے جو آپ کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا اور ان لوگوں نے آپ سے اس کا تعارف کروایا۔ یہاں تک کہ آپ نے اسے پہچان لیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا کہ سلام برکت پر مکمل ہو چکا۔ صاحب

زجاجۃ حضرت محدث دکنؒ نے مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد امام محمدؒ کا قول ذکر فرمایا: قال محمد فی المؤطا وبھذا اخذنا اذاقال السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته فلسیکفف فان اتباع السنة افضل۔

ترجمہ: امام محمدؒ نے مؤطا میں فرمایا: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب کوئی شخص السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے تو رک جائے کیونکہ سنت کی اتباع افضل ہے۔ (زجاجۃ المصابیح ج4 ص5)

فتاوی عالمگیری ج5 ص325 میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ ہر چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے اور اسلام کی انتہا برکات ہے۔ فتاوی عالمگیری ج5 ص325 میں ہے۔ ولا ینبغی ان یزادعلی البرکات شیئی قال ابن عباسؓ لکل شیئی منتھی ومنتھی السلام البرکات۔ مذکورہ بالا احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''وبرکاتہ'' سلام کی انتہا ہے، سلام کرتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے علاوہ مغفرت یا کسی اور لفظ کا اضافہ نہیں کرنا چاہئے''۔ (روزنامہ اعتماد۔ حیدرآباد ۲۲/جون ۲۰۰۷ء)

- سلام میں جن الفاظ کا اضافہ کیا گیا تھا وہ برے نہیں بلکہ معنوی لحاظ سے اچھے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس اضافہ یعنی بدعت حسنہ کی مخالفت کی گئی۔
- اس اضافہ کی مخالفت کے لیئے کوئی نہی نہ تھی۔ اس بدعت حسنہ کی محض اس دلیل سے ممانعت اور مخالفت کی گئی کہ یہ الفاظ مسنون اور منقول نہیں بلکہ غیر مسنون ہیں۔ ایسا رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔
- کسی عمل کے بدعت ہونے کے لئے بس اتنی بات کافی ہے کہ وہ سنت نہیں ہے۔ اور جو کام سنت نہ ہوگا وہ بدعت ہوگا، اگرچہ کہ اسکی کسی حدیث میں ممانعت نہ آئی ہو!
- مذکورہ سوال اور اس کے جواب پر جتنا زیادہ غور وفکر اور تحقیق کی جائے گی اتنی ہی زیادہ بدعت کی حقیقت سمجھ میں آئے گی! درج ذیل حدیث سے بھی مذکورہ مسئلہ کی اسپرٹ اور بدعت حسنہ کی حقیقت بخوبی سمجھی جاسکتی ہے:

O حضرت نافع ؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں چھینک ماری اس شخص نے کہا! ''الحمد لله والسلام علی رسول الله''

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: اس کا تو میں بھی قائل ہوں۔ (یعنی حضورؐ پر سلام بھیجنے کا) لیکن ہمیں رسول الله ﷺ نے (اس موقع پر) اس کی تعلیم نہیں دی (بلکہ حضورؐ نے اس موقع پر) صرف اس بات کی تعلیم فرمائی ہے کہ ہم ''الحمدللہ'' کہا کریں۔ (مشکوۃ ج۳)

اگر یہ واقعہ موجودہ زمانے میں پیش آتا تو کوئی رضا خانی حضرت ابن عمرؓ پر فوراً شاتم رسولؐ اور منکر درود و سلام کا جاہلانہ اور شر پسندانہ فتویٰ جڑ دیتا!

بدعت کا خاصہ

O مولانا محمود احمد میر پوریؒ فرماتے ہیں:

''بدعت کا ایک خاصہ ہے جس کے ذریعے اسے با آسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ بدعت ایک حالت پر قائم نہیں رہتی۔ بلکہ اس میں اضافے ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس کی شکلیں آئے دِن تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً شروع میں قبروں پر صرف چراغاں کیا گیا۔ اور پھر بعض مزاروں پر چادریں چڑھانے کا رواج ہوا۔ پھر ایک اضافہ ہوا کہ قبروں کو باقاعدہ غُسل دینے کی بدعت شروع ہوئی۔ اس کے بعد دھمال اور ناچ گانے کا رواج میلوں کی شکل میں شروع ہوا۔ اور آج کتنے مزارات ہیں جہاں سجدے بھی ہوتے ہیں۔ طواف بھی ہوتا ہے اور براہ راست مرادیں بھی مانگی جاتی ہیں۔ معلوم نہیں اس کے بعد کے اضافوں کی کیا شکل ہوگی''۔

(ماہنامہ صراط مستقیم اگست ۲۰۰۴)

اسلام میں جتنی بدعتوں اور ذکر و عبادت اور قرب الٰہی کے نئے نئے طریقوں کا اختراع اور اضافہ کر لیا گیا ہے۔ اگر انہیں ''اسلام'' سے خارج کر دیا گیا تو وہی اسلام باقی رہے گا جو قرآن و حدیث اور دورِ صحابہ میں موجود تھا۔ اور جو چاروں اماموں کی فقہ میں پایا جاتا ہے۔

ان میں سے کسی بات کا دیوبندی اور وہابی کہلانے والے مسلمان انکار اور تردید نہیں کرتے۔ جبکہ بریلوی طبقہ توحید کی جگہ شرک اور سنت کی جگہ بدعت کی اشاعت اور تبلیغ کر رہا ہے۔ بدعتوں کا انکار اور مخالفت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ لیکن توحید و سنت اور ان سے متعلقہ فکر و عمل کی مخالفت نہیں کی جا سکتی۔

مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کا حقیقی روپ

دل صنم خانہ بنا دیا یاد غیر اللہ سے
بت بھی اب کہنے لگے ہیں مسلم نما کافر ہمیں!

آپ نے دیکھا کہ مولانا احمد رضا خاں کس قدر شرک جلی میں بری طرح مبتلا اور آخری حد تک گمراہ ہیں۔ ''حقیقت اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے، کی روشنی میں فاضل بریلوی کے باطل عقائد اور ان کی شخصیت کو اس سلسلہ میں مزید اُجاگر کرنے کے لیئے ہم ان کے کفر ساز چند فتوؤں کو پیش کرتے ہیں، جو اُنھوں نے اپنے وقت کے جلیل القدر، مشہور اور معروف راسخ العقیدہ اور صحیح الفکر علماء کرام کو دیئے اور انھیں واضح الفاظ میں بار بار خارج اسلام قرار دیا اور جو انھیں کافر نہ سمجھے انھیں بھی اپنے قلم سے کافر بنا دیا۔ اس سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ خود کیا اور کیسے تھے؟

۱۔ ''میں (احمد رضا خاں بریلوی) کہتا ہوں کہ یہ طائفے جنکا تذکرہ سوال میں واقع ہے۔ رشید احمد گنگوہی اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد سہارنپوری اور اشرف علی تھانوی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شک نہیں اور نہ شک کی مجال۔ بلکہ جو اِن کے کفر میں شک کرے اور کسی طرح کسی حال میں انھیں کافر کہنے میں توقف کرے، اس کے کفر میں بھی شک نہیں''۔

(فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۰۹، حُسام الحرمین صفحہ ۴۳، ۱۳۱)

۲۔ دَہریوں کے بعد سب کافروں سے زیادہ جاہل باللہ وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۴۸۷، مؤلف احمد رضا خاں)

۳۔ ''خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طائفے سب کے سب کافرو مرتد ہیں باجماع اُمت اسلام سے خارج ہیں''۔

''نذیر حسین دہلوی (سلفی) امیر احمد، امیر حسن سہسوانی، قاسم نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند) رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی (حکیم الامّتؒ) اور اِن کے سب مقلدین و متبعین و پیرو و مدح خواں باتفاقِ علماء اسلام کافر ہوئے اور جو اِن کو کافر نہ جانے اُن کے کُفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر''۔

(عرفان شریعت حصہ دوم ص ۲۹، ملفوظات حصہ اول ص ۱۱۵)

شبلیؒ کی کتابیں زندیقیت کی بہار

(عظیم سیرت نگار مورخ اسلام)

شبلی اعظم گڑھی کی نیچریت و دہریت اس کی کتابیں سیرۃ النبیؐ ، الفاروق سیرۃ النعمان، اپنی زندیقی کرشموں کی بہار اور الحادی جوبنوں کا اُبھار دکھارہی ہیں''۔

(تجانب اہل صفحہ ۲۸۹)

عُلماء اہل حدیث اور اُنکے پیرو

خارج از اسلام

ثناء اللہ امرتسری (سلفی)، سید نذیر حسین (سلفی) (اہل حدیث کے علماء) سب کے سب کافر، مرتد، باجماع اُمّت، اسلام سے خارج ہیں۔ (حسام الحرمین صفحہ ۱۱۳)

(شیخ الاسلام مولانا) حُسین احمد مدنیؒ اور (مولانا) ابوالکلام آزادؒ

اور اُن کے موافقین کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے

''ظاہر ہے کہ مرتد ابوالکلام آزاد کے عقائد نیچریہ ہیں جو لوگ اسکے موافق ہیں وہ

سارے کے سارے ملحدین نیاچرہ اور مرتد ہیں۔ حُسین احمد مدنی اجودھیاباشی کے معتقدات دیوبندیہ میں جولوگ موافق ہیں وہ سارے کے سارے مرتدین دیوبندیہ، خواہ مسلم لیگ کے موافق ہوں یا مخالف، کانگریس کے موافق ہوں یا مخالف، بہر حال بہ حکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر مُرتد ہیں۔ ان کی نماز جنازہ میں شریک ہونا اِن کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے۔ (اجمل انوار الرضا صفحہ ۲۵)

مسٹر جناح بدترین کمینہ کافر

"بہ حکم شریعت مسٹر جناح (قائد اعظم محمد علی جناح) اپنے کفریہ قطعیہ، یقینیہ کی بناء پر قطعاً مُرتد اور خارج اسلام ہے وہ اپنی اسپیچوں، اپنے لکچروں میں نئے نئے کفریات قطعیہ بکتا رہتا ہے جو شخص اس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر و مُرتد ہونے میں شک کرے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر، مُرتد اور شر اللئام (بدترین کمینہ) اور بے توبہ مَرا تو مستحق لعنت عزیز العلام۔ (تجانب اہل السنہ صفحہ ۱۲۲)

ایسے کافر گر کی امت کے سامنے اتحاد ملت کی باتیں کرنا گویا بھینس کے آگے بین بجانا ہے!

مولانا حسن نظامی ڈبل کافر

"پیارے بھائیو! انصاف سے کہو، مسلمان کہلانے والوں میں بحکم شریعت مطہرہ حسن نظامی سے بڑھکر ڈبل کافر اور کون ہوگا؟

مسلمانو! کیا اب بھی حسن نظامی کے کافر مُرتد، مُنافق، مُلحد، زندیق، بے دین ہونے میں کچھ شک رہ سکتا ہے؟ جو شخص اس کے کافر مُرتد ہونے میں شک رکھے یا توقف کرے وہ بحکم شریعت اسلامیہ، زندیق، بے دین، خامر (شرابی بیوقوف)"۔

(تجانب اہل السنہ صفحہ ۱۵۰، ۱۶۰)

مجلس اُحرَار کے ناپاک کتے

''ابوالکلام آزاد، حُسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، خان عبدالغفار خاں سرحدی گاندھی، عبدالشکور لکھنوی، احمد سعید دہلوی، شبیر احمد عثمانی، عطاء اللہ بخاری، فرقہ احرار اشرار بھی فرقہ نیچریت کی ایک شاخ ہے۔اس ناپاک فرقے کے بڑے بڑے مکلبین (کتے) یہ ہیں''۔

(تجانب اہل السنہ ص ۱۶۰)

شاہ ابن سعود (حجاز مقدس) کی حکومت میں کوئی حج نہ کرے

اِبـنُ سَعُود خَذَلَهُ الْمَلِكُ الْمَعْبُود (اللہ اسکو رسوا کرے) اِبـنُ سَعُود قَبَّحَهُ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْوَدُوْدُ۔ (اللہ اس کا منھ کالا کرے) (تجانب اہل السنہ صفحہ ۲۵۷، ۲۵۹)

ابن سعود منحوس و نامسعود و مخذول (ذلیل) مطرود (دھکا دیا ہوا) مردود (تنویر الحجہ ص ۹)

جب تک حجاز مقدس میں حکومت سعودیہ موجود ہے اس وقت تک کوئی مسلمان نہ حج بیت اللہ کرے نہ زیارت روضۂ اقدس کرے بلکہ وصیت کر جائے کہ میرے مرنے کے بعد کوئی کٹر سُنّی مسلمان حج بدل ادا کر دے''۔

(برق خداوندی صفحہ ۱۶۰، تنویر الحجہ ص ۱۰، از مصطفٰے رضا خان)

قَرْنُ الشَّیْطَانِ اِبْنُ سَعُوْد بے ایمان (شیطان کی سینگ) (مظالم بخدیہ صفحہ ص ۲، ۳)

کفر میں سگے بھائی

اب تو معلوم ہوا کہ دیوبندی و نجدی دونوں ایک ہی طرح عقائد کفریہ رکھتے ہیں، کفر و ارتداد میں دنوں ایک دوسرے کے سگے بھائی ہیں، جو انھیں کافر نہ کہے اور جو اِن کا پاس لحاظ

رکھے، اِن کی اُستادی یا رشتے یا دوستی کا خیال کرے وہ بھی اِنہی میں سے ہے اِنہی کی طرح کافر ہے، قیامت میں اِن کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔

(حُسام الحرمین صفحہ ۱۱۳، فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۱۵، عرفان شریعت ج اصفحہ ۲۴)

تمام غیر رضا خانی مسلمان کافر ہیں!

بحکم شریعت مطہرہ درج ذیل فہرست قطعاً کافر، مُرتد، کمینے، اسلام سے خارج اور جو کوئی اِن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، مُرتد، بے توبہ مرا تو ابدی جہنم کا مستحق ہے۔

(۱) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دار العلوم دیوبند، (۲) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (محدث) (۳) مولانا اشرف علی تھانویؒ (حکیم الامت) (۴) مولانا خلیل احمد محدثؒ (۵) دار العلوم دیوبند کے جملہ فارغین (٦) دیوبندی علماء کو مسلمان کہنے والے (۷) علماء اہل حدیث اور ان کے متبعین (۸) مولانا عبد الباری فرنگی محل (۹) مولانا شبلی نعمانی (۱۰) مولانا عبد الحق حقانی (مفسر قرآن) (۱۱) مولانا محمد علی بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ (۱۲) مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی (۱۳) نواب محسن الملک مہدی علی خاں (۱۴) خواجہ الطاف حسین حالی (۱۵) علامہ ڈاکٹر اقبال (۱٦) سر سید احمد خاں بانی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ (۱۷) مولانا ابو الکلام آزاد (۱۸) ڈپٹی نذیر احمد دہلوی (۱۹) شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ (۲۰) قائد اعظم محمد علی جناح (۲۱) شاہ ابن سعود والئ حجاز (۲۲) مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (۲۳) ندوۃ العلماء لکھنؤ (۲۴) دار المصنفین اعظم گڑھ (۲۵) خدام کعبہ (۲٦) خلافت کمیٹی (۲۷) جمعیۃ العلماء ہند (۲۸) خدام حرمین شریفین (۲۹) اتحاد ملت (۳۰) مجلس احرار (۳۱) مسلم لیگ (۳۲) مسلم آزاد کانفرنس (۳۳) نوجوان کانفرنس (۳۴) نمازی فوج (۳۵) جمعیت تبلیغ اسلام انبالہ (ہند) (۳٦) لاہور سیرت کمیٹی (۳۷) امارت شرعیہ بہار (۳۸) مومن کانفرنس (۳۹) جمعیۃ المؤمنین (۴۰) جمعیۃ الانصار۔

اس قسم کے مزید دس اسلامی تنظیموں اور انجمنوں کا نام لینے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ سب افراد، ادارے، انجمنیں، کانفرنس، جمعیات، بحکم شریعت مطہرہ قطعاً کافر، مُرتد، کمینے، اسلام سے خارج اور جو کوئی ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر مُرتد، بے توبہ مرا تو ابدی جہنم کا مستحق۔ (تجانب اہل السنہ ص ۲۳، ۸۶، ۹۰، ۹۷)

بریلوی مُغلّظات بیک نظر

گذشتہ صفحات میں لکھا جاچکا ہے کہ بریلوی مذہب کے امام ومُرشد احمد رضا خاں نے جہاں غیر منقسم ہندوستان کی عظیم جامعات ومدارس واداره جات، انجمنوں، دینی وسیاسی تمام تحریکات کو گمراہ، بے دین اسلام دشمن قرار دیا ہے وہاں اِن اِدارہ جات کے سارے بزرگوں کو نام بنام آوارہ زبان میں نہایت رکیک وفحش گالیاں بھی دی ہیں جس کے تصور سے بے حیا انسان کو بھی شرم آنے لگے۔

خان صاحب کی یہ ننگی گالیاں بیک نظر ملاحظہ فرمایئے: نقل کفر، کفر نباشد، فرقہ وہابیہ شیطانیت، ابلیس لعین کے پیرو، بے دین، مکار، سرکش، کافر، بد بخت، دین کے دشمن، خدا کے دشمن، کافر معاند، مفسد، گروہ شیطان، زیاں کار مردود، کمینے، کجی والے مشرک، ظالم، ہٹ دھرم کافر، دوزخ کے کتے، فاجر کافر، دین سے خارج، کافروں کے منادی، جاہلوں کو دھوکہ دینے والے، کافروں کے راز دار، کافران گمراہ گر، سخت جھوٹے، مفتری ظالم وغیرہ وغیرہ۔

(حسام الحرمین ص ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۹)

- ''قاسمیہ (دار العلوم دیوبند سے فارغ شدہ علماء) ملعون ومُرتد ہیں''

(فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۵۹)

- ''رشید احمد کو جہنم میں پھینکا جائے گا اور آگ اسے جلائیگی'' (خالص الاعتقاد ص ۶۲)
- ''جو شخص اشرف علی (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ) کو کافر کہنے میں توقف

کرے۔اس شخص کے کفر میں کوئی شبہ نہیں"۔ (فتاویٰ افریقہ ص ۱۲۴)

O "دیوبندیوں کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہے" (فتاوی رضویہ ج ۶)

O دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۸۲)

O دیوبندیوں کی کتابیں اس قابل ہیں کہ اُن پر پیشاب کیا جائے۔ ان کتابوں پر پیشاب کرنا۔ پیشاب کو مزید ناپاک کر دیتا ہے۔(۱)

(سبحان السبوع ص ۵ ۷ مؤلف مولانا احمد رضا خان)

مولانا احمد رضا خاں نے عوام کو شرک کی تعلیم کے ذریعہ مشرک بنایا اور جو علماء موحد تھے۔ان کی کتابوں کے ذریعہ مشرک نہیں بن سکے۔انہیں اپنے قلم کے ذریعہ کاغذ پر کافر بنادیا۔ اس لحاظ سے انہیں ہمہ جہتی "کافر گر" کا اعلیٰ مقام حاصل ہے!

O مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

"وہابی نے نماز جنازہ پڑھائی تو گویا مسلمان بغیر جنازے کے دفن ہو گیا"۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۲)

O مولانا امجد علی رضوی لکھتے ہیں:

"وہابی سے نکاح ہی نہیں ہوسکتا۔وہ مسلمان ہی نہیں، لغو ہونا بڑی بات ہے"۔

(بہار شریعت ج ۷ ص ۲۳)

O ایسے ہی فقیہوں کی کوکھ سے یہ شعر برآمد ہوا:

تجھ سے اور جنت سے کیا نسبت وہابی دور ہو

ہم رسول اللہ کے۔ جنت رسول اللہ کی!

جبکہ اس کے مدمقابل ہمارا کہنا اور عقیدہ یہ ہے کہ ہم رب العالمین کے اور جنت رب العالمین کی۔ جب جنت رسول اللہ ﷺ کی ملک نہیں ہے تو وہ بریلویوں کو رسول اللہ ﷺ کے

---

(۱) مذکورہ فتوے مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مظاہری کی کتاب: "اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں، حیات اور کارنامے" سے ماخوذ ہیں۔

ہاتھوں سے نہیں ملے گی۔ جبکہ جنت کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ کے ذریعہ ہمیں جنت ملے گی۔ اور یہ کہ جنت کا حق دار موحد، ایک اللہ سے دُعا مانگنے والا ہوگا۔ جنت کا حق دار مشرک نہیں ہوسکتا جو ہزاروں مدفون بزرگوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتا ہے!! مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مذکورہ فتوؤں کے سبب امامت، خطابت نماز جنازہ اور نکاح وغیرہ کے وقت لڑائی جھگڑے اور اختلافات ہوتے رہتے ہیں۔ جن کے ذمہ دار بریلوی علماء ہوتے ہیں۔ یہ خبریں اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں! بریلوی مکتب فکر اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک بڑا فتنہ، مسئلہ اور عظیم مصیبت بن گیا ہے۔! اگر مذکورہ علماء وغیرہ کافر، مرتد اور خارج اسلام ہیں تو یہ سمجھئے کہ دنیا میں ایک بھی مسلمان نہیں پایا جاتا اور سب مسلمان کفر کے ان جاہلانہ فتوؤں کی لپیٹ میں آکر کافر ہوجاتے ہیں!

امام احمد رضا۔ ایک مظلوم مصلح یا ظالم مسلمان؟

روزنامہ ساز دکن شمارہ ۲۸ / مارچ ۲۰۰۸ء میں ایک مضمون ''امام احمد رضا ایک مظلوم مصلح''۔ جنھوں نے زندگی بھر اعتقادی و رسومی بدعات کے خلاف قلمی جہاد فرمایا، شائع ہوا ہے مضمون نگار کا نام ہے: فروغ احمد اعظمی مصباحی:

جو مسلمان سادہ لوح اور سطحی علم و فکر رکھتے ہیں۔ وہ اس مضمون سے مرعوب اور متاثر ہوسکتے ہیں۔ لیکن جن کا مطالعہ وسیع اور جو گہری فکر و نظر کے حامل ہیں۔ وہ اس مضمون کا قرآن و سنت اور علم و عقل کی روشنی میں تجزیہ کریں تو پتہ چلے گا کہ مولانا احمد رضا خاں مظلوم نہیں بلکہ قرآن کی ایک آیت کی روشنی میں ''ظالم'' قرار پاتے ہیں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الشرك لظلم عظيم۔ بلاشبہ شرک ظلم عظیم ہے'' (سورہ لقمان۔۱۳) اور جو عقیدہ اور عمل کے شرک کا مرتکب ہوگا۔ وہ ظاہر ہے کہ ظالم یا مشرک قرار پائے گا۔ ایک اور آیت میں

شرک کرنے والے کو ظالم قرار دیا گیا ہے۔

''بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا۔ تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ماللظالمین من انصار اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا'' (المائدہ۔۷۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اس حال میں مر گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرتا تھا تو وہ آگ میں داخل ہوگا''۔ (بخاری کتاب التفسیر)

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی زندگی بھر شرک و بدعت اور قبوری شریعت کی اشاعت کرتے رہے۔ ان کی کتابیں مشرکانہ عقائد سے بھری ہوئی ہیں۔ اور بریلوی طبقہ کے علماء عوام اور خواص ان کی کتابوں سے شرک کا مسالہ اور مواد حاصل کرتے اور شرک، قبر پرستی اور بزرگ پرستی کے مخالف اہل توحید و سنت سے لڑتے جھگڑتے اور ملک اور معاشرہ میں فتنہ اور فساد پھیلاتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کے جو عقائد باطلہ ہیں۔ ہم اس باب میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اور اس کتاب میں دو اور دو چار کی طرح استعانت بالاولیاء کے عقیدہ کو مشرکانہ ثابت کر چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہاں بریلوی عقیدہ شرک پر ایک ہلکی ضرب لگائے دیتے ہیں۔

اس مضمون کے آخیر میں مولانا احمد رضا خاں کے حوالہ سے بالکل صحیح لکھا ہے کہ فاضل بریلوی سے سوال کیا گیا کہ ''بزرگانِ دین کی تصاویر بطور تبرک لینا کیا ہے؟ فرمایا: کعبہ معظّمہ میں حضرت ابراھیم و حضرت اسماعیل و حضرت مریم کی تصاویر ہی تھیں کہ یہ متبرک ہیں۔ ناجائز فعل تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے خود دست مبارک سے انھیں دھو دیا(۱)۔ (الملفوظ حصہ۲ ص۸۷)

---

(۱) جب توحید کے وسیع تر مفاد کے لیئے انبیاء کی تصاویر کو مٹایا اور مجسموں کو ڈھایا جاسکتا ہے تو اسی طرح شرک کی روک تھام اور سد باب کے لیئے بزرگوں کی اونچی اور پختہ قبروں کو بھی شرک کے سد باب اور روک تھام کے لئے گرایا جاسکتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین مکہ کے معبود، مذکورہ انبیاء اور اولیاء تھے جن سے وہ دُعا و فریاد کرتے تھے۔ اس اعتراف حق میں انبیاء اور بزرگوں کی بعطائے الٰہی حاجت روائی کا عقیدہ بھی خود بخود شامل ہو جاتا ہے، یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی کسی خدا کے محبوب اور برگزیدہ بندے کی صفات حاجت روائی کو خدا سے بے تعلق بے نیاز اور بالذات سمجھے؟ وہ تو یہی خیال کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بزرگی کے سبب انھیں حاجت روائی کی قدرتیں اور اختیارات عطا فرما دیا ہے۔ جیسا کہ بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے۔ ایسا ہی قوم نوح اور مشرکین عرب کا عقیدہ تھا۔ ایک تو یہ ہے کہ مشرکین کے معبود اور حاجت روا انبیاء اور اولیاء تھے۔ دوسری بات شرک سے متعلقہ یہ ہے کہ وہ اپنے ان معبودوں کو بالذات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی یا من جانب اللہ نافع وضار سمجھتے تھے۔ جس کو قرآن میں شرک کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنی کسی مخلوق اور بندے کو حاجت روائی کی صفات اور قدرتیں عطا نہیں کیں۔ مشرکین اپنے معبودوں یعنی انبیاء اور بزرگوں کے بارے میں جو عقائد رکھتے ہیں وہ سب خود ساختہ، غلط اور باطل ہیں۔

جامعہ نظامیہ کی کافرگری

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے ساری دنیا کے صحیح العقیدہ علماء وخواص کو بڑے زور وشور سے کافر اور خارج اسلام قرار دیا تھا۔ چونکہ جامعہ نظامیہ کے عقائد بھی بریلوی ہیں۔ اس لیئے اس کے مشرکانہ عقائد اور مزاج میں کافرگری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ علمائے جامعہ نظامیہ کا تصور رسالت غالی اور مشرکانہ ہے۔ اس لیئے ان کے اپنے خیال اور مزاج کے خلاف کوئی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کچھ لکھ دیتا ہے تو ان کی رگِ شرک فوراً پھڑک اُٹھتی اور ان کی زبان وقلم اس کے خلاف متحرک ہو جاتے اور کفر کے فتوے اُگلنے لگتے ہیں۔ جہاں تک میری محدود معلومات کا تعلق ہے۔ علمائے جامعہ نظامیہ اور اس کے تحت اور زیر اثر حیدرآباد کے دیگر گمراہ علماء ومشائخ سو، اور نام نہاد عاشقانِ رسول ﷺ، مدینہ پبلک اسکول وکالج کے پرنسپل

جناب عارف الدین، مولانا اکبر نظام الدین صابری سابق امیر جامعہ نظامیہ، ایڈیٹر روزنامہ منصف حیدرآباد اور ڈاکٹر ذاکر نائک کو معمولی باتوں پر جن کی اچھی تاویل بھی ممکن تھی کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ جبکہ ان کا اپنا یہ حال ہے کہ علمائے جامعہ نظامیہ اور اُن سے وابستہ علماء کی ایک کثیر تعداد کے پاس کم از کم وس اُنیسے عقائد باطلہ پائے جاتے ہیں جن میں سے ہر ایک کے سبب اس کے حامل کو کفر کا فتویٰ بڑی آسانی سے دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ان کا رسول اللہ ﷺ کو علم غیب کامل سے متصف کرنا۔ اور آپ کو ہمہ داں سمجھنا اور انبیاء، اولیاء اور بزرگوں اور فرشتوں وغیرہ کو سمیع الدعا، حاجت روا اور نافع وضار سمجھنا اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے وظیفہ اور ندائے مشرکانہ کو جائز قرار دینا وغیرہ، علمائے جامعہ نظامیہ متعدد مساجد میں جمعوں کے خطبوں، جلسوں اور تقاریر وغیرہ میں شرک وبدعت کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں۔!

شرک نیکیوں کو برباد کرتا ہے

شرک سب سے بڑی اور ناقابل بخشش گمراہی ہے۔ اس کے حامل کی کوئی نیکی اور مشروع عبادت بھی قبول نہیں ہوتی، حضرت ابراھیم، حضرت نوح، اور حضرت یونس علیھم السلام وغیرہ متعدد انبیاء کرام کا نام لیکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کے اعمال ضائع ہو جاتے'' (انعام۔۸۸) اس لئے مولانا احمد رضا خاں کی بھی کوئی نیکی اور خوبی سے ہم ان کے مشرکانہ عقائد کے پیش نظر متاثر نہیں ہو سکتے۔ اور ان کے تمام دینی کارناموں کو فضول اور بے کار سمجھتے ہیں، مولانا احمد رضا خاں بلا شک وشبہ شرک میں مبتلا تھے اُس شرک میں جس کے قوم نوح اور رسول اللہ ﷺ کے مخاطب اول مشرکین مکہ مرتکب تھے۔ جس کی نفی اور تردید کے لیئے اللہ تعالیٰ انبیاء اور اپنی کتابوں کو اس دُنیا میں نازل کرتا رہا۔ اس کے بعد مولانا احمد رضا خاں کا زیر گفتگو مضمون کے مطابق سجدہ تعظیمی۔ قبروں کا بوسہ وطواف، مزارات پر عورتوں کی حاضری، فرضی قبریں، تعزیہ داری، مراسم شادی، بزرگوں کی تصویر اور مزامیر کے

ساتھ قوالی وغیرہ کی مخالفت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ گڑ کھانا لیکن گلگلوں سے پرہیز کرنا۔ کسی ولی اللہ اور بزرگ کے بارے میں یہ عقیدہ کہ وہ عالم الغیب، حاضر و ناظر، سمیع الدعا اور حاجت روا ہیں، اور اس عقیدہ کے تحت ان سے دُعا و فریاد کرنا جب شرک نہیں، بلکہ جائز اور مشروع ہے تو ولی اللہ کی قبر پر سجدہ و طواف کرنا کیوں حرام ہو؟ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ زنا کو حلال اور بوسہ کو حرام قرار دینا یا قتل کو جائز، لیکن تھپڑ کو ناجائز سمجھنا!

مولانا احمد رضا خاں کے عقائد غیر منطقی اور متضاد بھی ہیں۔ ان کے پاس بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ جائز ہے۔ وہ دین میں ذکر و عبادت کے نئے طریقوں کو مشروع اور محمود سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کو اس بات کی اجازت مل جاتی ہے کہ وہ دین میں نئی باتوں کا اختراع اور اضافہ کریں۔ پھر وہ ایسی صورت میں ذکر و عبادت کے نئے طریقوں کی کس طرح مخالفت کر سکتے ہیں؟ فرض کیجئے مولانا احمد رضا خاں صاحب نے: ''زندگی بھر اعتقادی و رسومی بدعات کے خلاف قلمی جہاد فرمایا تھا اور وہ چودھویں صدی ہجری کے مجدد اعظم تھے'' جیسا کہ زیر تبصرہ مضمون میں لکھا ہے۔ لیکن ان کی یہ خوبی اور بدعات کی مخالفت کا کارنامہ شرک کی بڑی گمراہی میں مکمل طور پر دب کر پاش پاش ہو جاتا اور اس اچھے اور اہم کام کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔ جس طرح نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اسی طرح بعض برائیاں ایسی بھی ہیں جو تمام نیکیوں اور خوبیوں کو ملیا میٹ کر دیتی ہیں۔ جن میں شرک کو اولیت حاصل ہے۔ مشرک کی سات سمندروں کو بھر دینے والی نیکیاں خدا کے پاس کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتیں۔ وہ سب کی سب برباد اور بےکار ہو جاتی ہے!

بعطائے الٰہی کا شیطانی شوشہ

مذکورہ اور آنے والی اسی قسم کی متعدد احادیث جن میں رسول اللہ ﷺ نے یہ پیشن گوئی فرمائی ہے کہ بعض مسلمان مشرک ہو جائینگے۔ اور ایسا ہو بھی چکا ہے۔ اب دیکھئے کہ جو

مسلمان شرک اور قبر پرستی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ کیا وہ اہل قبور یا متوفی بزرگوں کو بالذّات حاجت روا سمجھتے ہیں؟ نہیں!۔ بلکہ جو مسلمان انبیاء اور اولیاء کو سمیع الدعا، عالم الغیب اور نافع وضار سمجھتے ہیں۔ ان کی قدرتوں کے ڈانڈے خدا ہی سے ملاتے اور انہیں بالذّات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی حاجت روا سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ان پیش گوئیوں کی زد میں آتے اور مشرک قرار پاتے ہیں! دُنیا میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے اندر ایک بھی ایسا مشرک نہیں پایا جاتا جو اپنے معبود اور مُستعان کو بالذات نافع وضار سمجھتا ہو۔

O رسول اللہ ﷺ کی ایک اور پیشن گوئی ہے:

''قیامت نہ آئے گی، یہاں تک کہ پھر لات اور عزّیٰ کی پوجا ہو۔'' (بخاری)

مولانا ابوالکلام آزاد اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہ شخص احمق ہی ہوگا جو اس حدیث کا یہ مطلب لے کہ لات ومنات جنہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں توڑ پھوڑ دیا گیا تھا۔ وہ ٹکڑے پھر سے جمع ہو کر سالم بُت کی شکل اِختیار کریں گے۔ اور قیامت کے قریب ان ہی بتوں کی پرستش ہوگی۔ بلکہ اس حدیث کا اِطلاق موجودہ بزرگ پرست اور قبر پرست معاشرہ پر ہوتا ہے'' (ملاحظہ ہو تذکرہ)

O ''ایک شخص مومن گھرانے میں پیدا ہوتا ہے۔ اور زندگی بھر مومن رہتا ہے۔ لیکن اس کی موت حالتِ کفر میں ہوتی ہے'' (مسند احمد)

اس حالت کفر میں داخل ہونے کے متعدد دروازوں میں سے ایک بڑا دروازہ شرک اور قبر پرستی اور اس سے متعلقہ عقائد اور اعمال ہیں۔

O ایک اور حدیث ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس اُمّت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی طور پر پایا جائے گا'' (صحیح ابن حبان)

اس لئے کہ شرک اور قبر پرستی کا چور دروازہ اولیاء اور بزرگوں کی محبت میں غلو وافراط

اور ان کے معجزات اور کرامات سے متعلقہ باطل تصورات ہیں۔ یہ وہ قاتل ایمان زہر ہے جسے شیطان بڑی حکمت اور چالاکی کے ساتھ شکر میں ملا کر کھِلا رہا اور ایمان کو موت کی نیند سُلا رہا ہے!

ایک حدیث کی صحیح تشریح

شرک زدہ بریلوی اور نظامی علماء خود کو شرک کے گناہ اور الزام سے بچانے کے لئے مذکورہ احادیث کو نظر انداز کرتے اور اس حدیث کا سہارا لیتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے بلکہ اس کا ڈر ہے کہ تم دنیا حاصل کرنے میں رغبت کرو گے'' (بخاری کتاب الجنائز)

اس حدیث کا من مانی اور آزادانہ مطلب نہیں نکالا جاسکتا۔ بلکہ اس حدیث کا مفہوم اس جیسی دوسری احادیث کی روشنی میں لیا جائے گا۔ اور دیکھا جائے گا کہ قدیم شارحین حدیث نے اس حدیث کا کیا مطلب لیا ہے۔ اُمت محمدیہ شرک پروف نہیں ہے اور نہ شیطان نے مسلمانوں کو مشرک بنانے کا کام چھوڑ دیا ہے۔

مشہور شارح بخاری، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''یقیناً رسول اللہ ﷺ کے بعد آپؐ کے اصحاب شرک نہیں کریں گے۔ پس اسی طرح ہوا کہ کسی بھی صحابیؓ سے شرک و بدعت سرزد نہیں ہوئے''۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٦١٤)

ایک اور مقام پر شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کہ: مجھے تمہارے متعلق شرک کا اندیشہ نہیں'' کا معنٰی ہے کہ تم مجموعی طور پر مشرک نہیں ہوگے۔ لہذا اُمت مُسلمہ میں سے بعض (افراد و قبائل) کی طرف سے شرک کا وقوع ہوا ہے'' (فتح الباری ج ٦ ص ٦١٤)

ایک حدیث میں ہے:

''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین ذی الخلصہ پر حرکت کریں گے اور ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت تھا۔ جس کی وہ زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے''۔ (بخاری کتاب الفتن)

''سرین حرکت کریں گے'' کا مطلب ہے کہ اس بت کے گرد طواف کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی مشہور پیشن گوئی ہے:

''تم لوگ پہلی اُمتوں کے طریقوں کی قدم بقدم پیروی کروگے۔ یہاں تک کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں تو تم بھی اس میں داخل ہوگے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ کی مراد پہلی اُمتوں۔ یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: پھر کون ہوسکتا ہے؟ (بخاری و مسلم)

یہود و نصاریٰ کی مشہور اور سب سے بڑی گمراہی شرک ہے جس کی طرف سورہ فاتحہ میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

یہ حدیث تو بالکل صاف اور واضح ہے:

''مجھے یہ خوف ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ (بخاری)

روزنامہ سیاست حیدرآباد میں ہر روز بخاری کی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ متعدد احادیث کے پیش نظر زیر گفتگو حدیث کے مترجم نے بڑی بصیرت کے ساتھ جو ترجمہ کیا ہے وہ یوں ہے: ''حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں بخدا مجھے اس بات کا (اتنا) ڈر نہیں کہ تم شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے تمہارے حصول دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کا اندیشہ ہے''۔

بخاری کتاب الجنائز)

یعنی شرک سے زیادہ تمہاری دنیا داری کا اندیشہ ہے۔ ''زمین کے خزانوں کی کنجیاں

دی گئی'' کا بھی بریلوی علماء کوئی باطل مطلب نہ لینے پائیں۔اس سے مراد مستقبل میں پیش آنے والی فتوحات اور اس کے نتیجہ میں ملنے والے ممالک اور مفتوح بادشاہوں کا مال و دولت اور ان کے خزانے ہیں۔

اُمت محمدیہ میں شرک کے امکانات

O حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام سے کہا جو اللہ چاہے اور آپؐ چاہیں (وہی ہوتا ہے) نبی علیہ السلام نے اس سے کہا تو نے مجھے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے۔جبکہ ہوتا وہی ہے جو صرف اللہ چاہے''۔ (احمد،ابن ماجہ)

O ایک یہودی عالم نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اگر تم لوگ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ ٹھہراؤ تو بہت اچھے لوگ ہو۔آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ! وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا،تم لوگ کہتے ہو، جو اللہ چاہے اور جو آپؐ (محمدؐ) چاہیں۔(وہی ہوتا ہے) رسول اللہ ﷺ نے خاموشی فرمائی، پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔اس کی بات دُرست ہے۔جو کوئی شخص یہ کہے کہ (وہی ہوتا ہے) جو اللہ چاہے تو (پھر اکٹھا کہنے کی بجائے) علحدہ سے یہ کہے کہ پھر جو آپ چاہیں۔

(احمد،نسائی)

شرک اور مشرکین کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اُنھوں نے اپنے معبود اور مُشکل کشا ان ہی ہستیوں کو بنایا جو خدا کے زیادہ سے زیادہ نیک اور مقرب بندے تھے چنانچہ کعبۃ اللہ کے اندر حضرت ابراھیم علیہ السلام کا بت اور تصاویر تھیں جنھیں رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد کعبۃ اللہ سے نکال دیا، وہ صحابہ کرام جو شرک اور بت پرستی سے نئے نئے نکلے تھے اور اُنھوں نے عقیدہ توحید کو ابھی ٹھیک سے سمجھا نہ تھا، اپنے علم وفہم کی کمی کے سبب کچھ ان کی زبان سے حضورؐ کے تئیں مشرکانہ کلمات نکل جاتے تھے۔اور چاہتے تھے کہ آپؐ کو سجدہ کریں۔لیکن حضورؐ مشرکانہ عقیدہ اور عمل سے انھیں روکتے اور ان کا ذہن موحدانہ بناتے رہے، اس سلسلہ کی چند

مزید احادیث ملاحظہ ہوں:

O حضرت ابو واقد لیثیؓ فرماتے ہیں: ہم نبیؐ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے جبکہ ہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ ہمارا گزر ایک درخت کے پاس سے ہوا تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! جیسے مشرکین کا ذات انواط ہے۔ اسی طرح ہمارے لئے بھی اس درخت کو ''ذات انواط'' مقرر فرمادیجئے۔ درحقیقت مشرکین کے ہاں ایک بیری کا درخت تھا جس کے سامنے وہ جھکا کرتے تھے۔ اور اپنا اسلحہ (تبرک کے لئے) اس پر لٹکایا کرتے تھے۔ اسے وہ ''ذات انواط'' کہتے تھے۔ چنانچہ جب ہم نے یہ بات کہی تو آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر یہی تو (مشرکوں والی) راہیں ہیں۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم نے تو وہی بات کہی جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ جس طرح فرعونیوں نے بہت سے معبود بنا رکھے ہیں۔ اس طرح ہمارا ایک معبود بنا دیجئے تو موسیٰ نے کہا تھا۔ بلاشبہ تم جہالت کی باتیں کرنے والے لوگ ہو۔ پھر آپؐ نے فرمایا، تم پہلے لوگوں کے طریقوں کو ضرور اپناؤ گے'' (ترمذی)

ان احادیث سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ امت مسلمہ شرک پروف نہیں ہے۔ ان کے لئے شرک کا دروازہ بند نہیں ہو گیا۔ بلکہ وہ کھلا ہوا ہے۔ شیطان اور اس کی ذریت نے مسلمانوں کو مشرک بنانے کی کوشش نہیں چھوڑ دی۔ بلکہ مسلمان مذکورہ احادیث کے مطابق اُسی طرح کے شرک اور بزرگ پرستی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ جس طرح کے شرک میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے مخاطب اول مشرکین مکہ مبتلا تھے۔ اس کے امکانات دور نبویؐ میں ہی شروع ہو گئے تھے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اس سے روک دیا تھا، پھر کس طرح بعد کے مسلمان خصوصاً وہ جو زمانہ نبوت سے دور ہوں شرک جیسے عظیم گناہ سے معصوم ہو سکتے ہیں!

شرک کو شرک سمجھ کر اس کا مرتکب کوئی نہیں ہوتا دور نبویؐ کے مشرکین اپنے معبودوں کے بارے میں یہ کہا کرتے اور عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ اللہ کے حضور ہمارے سفارشی ہیں۔ ہم ان

کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔ جو علماء یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں میں اب شرک کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے۔ان کی مثال ایسے شخص کی ہے جو شراب پیتا ہے اس خیال کے ساتھ کہ یہ حرام نہیں ہے۔ایسے لوگوں کے بارے میں احادیث میں پیشن گوئی آئی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے، مسلمان شراب پئینگے مگر اس کا نام بدل کر لیکن وہ شراب ہی ہوگی جو حرام ہے!

عقیدہ شرک کی نزاکت

شرک کا معاملہ اِنتہائی سنگین اور حساس ہے، اِنتہائی معمولی شرکیہ عمل بھی ایمان کو برباد کر کے جہنم میں ڈال دیتا ہے۔اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا سنایا ہوا یہ واقعہ اِنتہائی سبق آموز اور عبرتناک ہے:

○ ''ایک شخص ایک مکھی کی وجہ سے جنت میں گیا اور ایک شخص مکھی کی وجہ سے جہنم میں گیا۔صحابہ کرام نے پوچھا وہ کیسے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو شخص ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کا بت تھا وہاں سے کوئی شخص بغیر چڑھائے گزر نہیں سکتا تھا تو اُنہوں نے دونوں میں سے ایک کو کہا کچھ چڑھاؤ۔تو اس شخص نے کہا میرے پاس کوئی چیز چڑھانے کے لئے نہیں۔اُنھوں نے کہا تمہیں ضرور کچھ چڑھاوا چڑہانا ہوگا اگر چہ ایک مکھی ہی سہی تو اس نے ایک مکھی چڑھادی۔اُنہوں نے اس کو جانے دیا۔یہ آدمی اس مکھی کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا۔دوسرے سے کہا تم بھی کچھ چڑہادو تو اس نے کہا میں اللہ عز وجل کے سوا کسی کو بھی چڑھاوا نہیں چڑھاتا اُنہوں نے اس کی گردن ماردی۔پس یہ شخص جنت میں داخل ہوگیا''۔ (احمد)

مذکورہ دو افراد کسی نبی کی اُمت کے مسلمان تھے۔مکھی چڑھانے والا اگر مشرک ہوتا تو اس کی ساری زندگی مُشرکانہ اور بُت پرستانہ اعمال پر مُشتمل ہوتی صرف مذکورہ واقعہ اسکے جہنم کا سبب نہ بنتا۔ان دنوں بزرگوں کی درگاہوں پر مسلمان جاندار اور بے جان بیشمار چڑھاوے

چڑھاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ درگاہوں کی چوکھٹ پر ناریل بھی پھوڑے جارہے ہیں۔ جس طرح ہندومندروں میں بتوں کے سامنے ناریل پھوڑتے ہیں۔اس کام کے لئے ایک جگہ بھی مقرر ہے اور ایک خدمت گار بھی۔ اس کے علاوہ کوئی اور ناریل نہیں پھوڑ سکتا۔ اور وہ ناریل کا ایک حصہ رکھ لیتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک درگاہ پر انسان کو بھی بھینٹ چڑھانے اور نچھاور کرنے کا بھی واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

رہنمائے دکن کے مضمون کا تجزیہ

اس باب کے آغاز میں ہم نے رہنمائے دکن کے حوالہ سے جرمن مسلمان سے متعلقہ ایک واقعہ کونقل کیا تھا۔ جس میں بریلوی شرک کی تبلیغ کی گئی ہے۔اس پر بھی کچھ گفتگو ہوجائے۔ وہ قصّہ دورنبویؐ اور دورصحابہ کانہیں۔ بلکہ موجودہ پُرفتن زمانے کا ہے۔اُس زمانے کا جس میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے اندرشرک اور قبرپرستی کے گھس آنے کی پیش گوئی فرمائی ہے اور مذکورہ قصّہ ایک قادری کا بیان کردہ ہے۔ بریلوی حلقوں میں بزرگوں کی کرامات اور تصّرفات کے بارے میں جھوٹے قصّے کہانیاں بڑی تعداد میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جرمن عموماً انگریزی نہیں جانتے۔ وہ زیادہ تر جرمن زبان سے واقف ہوتے ہیں۔لیکن مذکورہ واقعہ میں ایک جرمن نے دریافت کیا: رسول اللہ ﷺ انگریزی جانتے ہیں؟ جبکہ فطرتاً اسے یہ سوال کرنا چاہئے تھا کہ کیا حضورؐ جرمن زبان سے واقف ہیں؟ اگراس قصّہ میں جرمن مسلمان کی جگہ امریکی مسلمان ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ اس وقت یہ سوال کرتا کہ کیا رسول اللہ ﷺ انگریزی زبان جانتے ہیں؟ یہ نہیں کہ کیا حضورؐ روسی زبان سمجھتے ہیں؟ کیا جرمن مسلمان نے اس وقت یہ سوچا ہوگا کہ چونکہ انگریزی ایک انٹرنیشنل زبان ہے۔اوراس کے جاننے والے تمام ممالک میں پائے جاتے ہیں۔اس لیئے حضورؐ بھی انگریزی سمجھتے ہوں گے؟ کسی ہستی کے بارے میں جب کسی زبان کے جاننے یا نہ جاننے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔اس کے بارے میں کسی بحث اور سوال کے بغیر یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ ہستی فوق الفطری طور پر کسی کی حاجت پوری کرنے کی قدرت

نہیں رکھتی۔ بریلوی علماء نے دُعا کو ایک بازیچہ اطفال بنالیا ہے! مذکورہ قصہ۔ اس کا راوی جرمن مسلمان کی حضور اکرم ﷺ سے دُعا اور فریاد اور اس کا نتیجہ یہ سب باتیں غیر معتبر ہیں جو کسی لحاظ سے بھی دلیل اور شرعی حجت بننے کے لائق نہیں ہوسکتے۔ قصّہ گو جو بات ثابت کرنا چاہتے ہیں اس کے لیئے قرآن اور حدیث کی نص اور اسوہ صحابہ درکار ہے کسی عقیدہ کو معجزات، کرامات اور آیات متشابہات سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ کسی ایسے واقعہ کو ہم صحیح نہیں سمجھ سکتے جو قرآن وحدیث اور عقیدہ توحید سے ٹکراتا ہو۔

اس سلسلہ کی ایک اور اہم بات یہ بھی ہے کہ مذکورہ قصّہ کے مطابق جرمن مسلمان نے جس مسلمان سے رسول اللہ ﷺ کی زبان دانی کے بارے میں سوال کیا تھا یہ بھی ایک عجیب اِتفاق ہے کہ وہ مسلمان مُشرکانہ عقائد کا حامل بریلوی طبقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ چونکہ یہ واقعہ توحید کے منافی مُشرکانہ فکر اور عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیئے ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ فرضی ہے جو پیش ہی نہیں آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ، اللہ کی مخلوق اور اس کے بندوں سے دُعا اور فریاد کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیئے یہ سمجھنا کہ جرمن فریادی کی رسول اللہ ﷺ نے حاجت پوری کردی۔ آپؐ کی اہم اور بنیادی تعلیم کے خِلاف بات ہے۔ حضورؐ عقیدہ توحید کے منافی کوئی کام انجام دے کر اہل شرک کی حوصلہ افزائی نہیں کرسکتے۔ رسول اللہ ﷺ فریادی کی فریاد کو نہ سن سکے اور نہ آپؐ فریادی کی حاجت پوری کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ محدثین نے موضوع احادیث پر اسی طرح سے تنقید کر کے ان کے کھوٹے پن کو واضح کیا ہے۔ یہ تو موجودہ زمانے کا ایک قصہ ہے! اور ہاں!، مذکورہ جرمن مسلمان نے دریافت کیا تھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ جرمن زبان جانتے ہیں؟ جبکہ اگر وہ مسلمان تھا تو وہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ جرمن ہی نہیں بلکہ تمام زبانوں سے بخوبی واقف ہیں۔ اسے شک کے بجائے اس یقینی بات کو پکڑ لینا اور اللہ سے دُعا کرنا چاہیئے تھا نہ کہ رسول اللہ ﷺ سے جن کے بارے میں وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ جرمن زبان جانتے ہیں یا نہیں۔

خواجہ کی دین یا امتحان میں ناکامی؟

۲۵ مئی ۲۰۰۸ء کے روزنامہ منصف حیدرآباد میں ایک توحید شکن اور شرک نواز افسوسناک خبر اس طرح سے شائع ہوئی ہے۔ جس سے مسلم معاشرہ میں بزرگ پرستی کے تسلط کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

''یہ تو خواجہ کی دین ہے''۔12 کروڑ کی کمپنی 5587 کروڑ میں تبدیل

کمپنی کا نام "رائل فینانس" سے بدل کر "خواجہ غریب نوازانڈسٹریز" رکھنے سے عارف میمن کی قسمت بدل گئی بمبئی اسٹاک اکسچینج کمپنی کے شیرز کی قیمت میں اچانک اُچھال

احمد آباد۔24رمئی (ایجنسیز) ''یہ تو خواجہ کی دین ہے'' یہ الفاظ مہیش باسر کے ہیں جو خواجہ غریب نواز (کے جی این) انڈسٹریز لمیٹڈ کے سینئر منیجر فینانس ہیں۔ یہاں وہ اس بات کو واضح کررہے تھے کہ احمد آباد کی اس کمپنی کے شیرز بمبئی اسٹاک ایکسچینج (بی ایس ای) میں اچانک انتہائی بلندی پر پہنچ گئے۔ مہیش باسر نے بتایا کہ ''ہمیں پتہ نہیں کہ ہمارے شیرز کو کیا ہوگیا، تاہم سرمایہ داروں نے ہماری کمپنی کو زبردست اہمیت دی۔ خواجہ غریب نواز دراصل اجمیر شریف میں واقع حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ فروری 2001ء تک اس کمپنی کا نام رائل فینانس تھا گذشتہ سال اس کمپنی کا نام خواجہ غریب نواز رکھا گیا۔ کے جی این نام رکھنے کے بعد اس کمپنی کو اسٹاک ایکسچینج میں دوبارہ شامل کرانے سے اریںڈی کے بیجوں کا کاروبار کرنے والی اس کمپنی کے اصل پروموٹر عارف میمن کی قسمت بدل گئی۔ دودن قبل ہی ان کی اپنی ذاتی دولت صرف 12 کروڑ روپئے تھی جو کہ اچانک 465 گناہ بڑھ کر 5587 کروڑ روپئے ہوگئی۔ کاروبار کے اختتام تک ان کے شیرز کی قیمت 5119 تک پہنچ گئی۔ جمعرات کو جب اسٹاک ایکسچینج میں کاروبار کا آغاز ہوا تو ان کے شیرز کی قیمت چہارشنبہ کو اختتام کاروبار کے

وقت 5216.30 تھی۔'' (منصف ۲۵ مئی ۲۰۰۸ء)

مسلمانوں کے اندر جو میمن برادری ہے۔اس میں شرک وبدعت کا چلن سب سے زیادہ ہے۔ وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت گیسودرازؒ (گلبرگہ) وغیرہ سے پوجنے کی حدتک عقیدت رکھتے ہیں۔ یہ خبر بھی اسی سلسلہ کی ایک گندی کڑی ہے۔ مذکورہ منافع کا تعلق نہ اللہ کے فضل سے ہے اور نہ خواجہؒ کی دین وعطا سے۔ خواجہ صاحب کو اس بات کی تک خبر نہ ہوگی کہ ان کے نام کی کوئی کمپنی چل رہی ہے۔ چونکہ شیرز کا کاروبار حرام ہے۔ اس لیئے اس پر اللہ کے فضل کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ البتہ اس کا تعلق خدا کی طرف سے امتحان اور آزمائش سے ہے۔ مذکورہ میمن صاحب سہ رُخی امتحان میں پوری طرح ناکام ہو چکے ہیں ایک ناکامی ان کا اپنی کمپنی کا نام .K.G.N رکھنا۔ اس جذبہ اور نیت کے تحت کہ میں اپنی کمپنی کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے نسبت دوں گا تو وہ میری کمپنی کو فائدہ پہنچا ئینگے۔ دوسرا شیئرز جیسا حرام کاروبار کرنا اور اس کے منافع کو خواجہ صاحبؒ کی دین وعطا سمجھنا!

مُشرکانہ بداِعتقادی کا ایک اور واقعہ

اسی طرح کی ایک مشرکانہ گمراہی اور بداعتقادی چند سال پہلے یہ پھیلائی گئی تھی۔ اخباری رپورٹوں کے مطابق سمندر میں واقع ایک بزرگ کی درگاہ کے قرب وجوار کا پانی اچانک میٹھا ہوگیا ہے۔ اس واقع کے ڈانڈے بزرگ کی برکت اور کرامت سے ملا دئے گئے اور وہاں کافی تعداد میں لوگ جمع ہونے اور پانی پینے لگے۔ اس واقع کا خوب ڈھول پیٹا گیا۔ لیکن اس ڈھول کا پول اس وقت کھلا جبکہ یہ سائنسی تحقیق سامنے آئی کہ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ صرف یہیں نہیں بلکہ ایسا سمندر کے مختلف علاقوں میں پانی میٹھا ہوتا رہتا ہے۔ اس کا کوئی تعلق بزرگ کی کرامت اور تصرف سے نہیں بلکہ یہ ایک معروف اور مسلمہ سائنسی حقیقت ہے۔ نہ جانے کتنے تعلیم یافتہ غیر مسلم، مسلمانوں کی اس جہالت پر ہنسے اور اسلام کا مضحکہ اُڑائے ہوں گے لیکن انھیں کیا پتہ کہ یہ اسلام کا نہیں بلکہ شرک زدہ مسلمانوں کا قصور ہے!

بے نظیر بھٹو بھی ولی اللہ اور حاجت روا۔!

روزنامہ منصف حیدرآباد میں ایک توحید شکن خبر یوں شائع ہوئی:

بے نظیر بھٹو مرنے کے بعد ''پیرانی ماں'' بن گئیں

زائرین یادگار پر جمع ہو کر چراغاں روشن کرکے منتیں مانگ رہے ھیں

راولپنڈی 25 رمئی (آئی اے این ایس) سابق وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو اپنے قتل کے بعد ''پیرانی ماں'' بن گئیں۔ ان کے قتل کے مقام پر کسی بزرگ کی درگاہ کی طرح ہر وقت جمگھٹا لگا رہتا ہے۔ لیاقت علی باغ کے قریب جہاں انہوں نے زبردست ریلی کو خطاب کیا تھا۔ اس مقام پر نامعلوم حملہ آوروں نے انہیں ہلاک کر دیا۔ ان کے قتل کا مقام ایک درگاہ و مزار کی طرح یادگار مقام بن گیا ہے۔ بے نظیر بھٹو کے لوگ اس قدر عقیدت مند ہو گئے ہیں کہ لوگ ان کے قتل کے مقام پر منتیں مانگ رہے ہیں۔ چراغ روشن کر رہے ہیں۔ چند لوگ تو اپنی کلائی کاٹ کر خون نکال کر یادگار کے مقام پر چھڑک رہے ہیں اور اپنی مرادوں کو پوری کرنے کے لئے منتیں مانگ رہے ہیں۔ یہ مقام زائرین کی آمد کا مرکز بن گیا ہے۔ پیپلز پارٹی کے ایک وفادار کارکن نے بتایا کہ دن رات 24 گھنٹوں لوگ یہاں آتے ہیں۔ چراغ روشن کرتے ہیں۔ دعا کرتے ہیں اور اپنی مرادیں پوری کرنے کیلئے منتیں مانگتے ہیں۔ بے نظیر بھٹو کا قتل پانچ ماہ قبل ہوا تھا۔ ان کی یادگار کے قریب اسٹال لگا ہوا ہے جہاں بے نظیر بھٹو کی تصاویر، پوسٹر فروخت ہوتے ہیں۔ ایک عقیدت مند نے بتایا کہ وہ روزانہ یہاں آکر چند گھنٹے گذارتا ہے۔ اس سے اسکو دلی سکون حاصل ہوتا ہے۔ ایک شخص نے بتایا کہ میں ''بی بی'' کے پورٹریٹ اور تصاویر فروخت کرتا ہوں اور کافی آمدنی ہوتی ہے اور روزانہ 5000 روپئے کی آمدنی ہوتی ہے۔ قتل کے بعد کے چند دنوں میں روزانہ اس سے زیادہ آمدنی ہوا کرتی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ پیسے کی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ وہ بے نظیر بھٹو کا پرستار ہے۔ ان کی تصاویر فروخت کرنے سے ''دلی سکون''

حاصل ہوتا ہے۔لوگ بے نظیر بھٹو کو شہید اور ولی قرار دے رہے ہیں۔'' آصف علی زرداری اپنی اہلیہ کے قتل کے بعد پاکستان کے سب سے طاقتور آدمی بن گئے ہیں۔سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ان کی دختر نوجوان بے نظیر بھٹو کی تصاویر عوام کی دلچسپی کا باعث ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو کو 1979 میں جنرل ضیاء الحق نے پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔بھٹو خاندان کے تقریباً تمام ارکان کا المناک انداز میں خاتمہ ہوا۔بے نظیر بھٹو کے دو برادران شہنواز بھٹو اور مرتضٰی بھٹو کی موت پراسرار انداز میں ہوئی''۔(روزنامہ منصف حیدرآباد ۲۶ مئی ۲۰۰۸ء)

جب دین کا تصور بڑے پیمانہ پر بگڑ جاتا،عرفان الٰہی باقی نہیں رہتا اور جب اللہ کی اہمیت کم اور انبیاء،اولیاء اور شہداء کی اہمیت زیادہ اور ان کا مرتبہ حد سے تجاوز کر کے شرک سے مل جاتا ہے تو ملک اور معاشرہ میں اس قسم کے غیر منطقی اور نامعقول واقعات ظہور میں آتے ہیں۔اس واقعہ کے باطل اور غیر اسلامی ہونے کی پہلی اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بھٹو فیملی سُنّی نہیں ہے۔اور جس کا تعلق اہل سنت والجماعت سے نہ ہو،اس کے ولی اللہ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔اللہ کا ولی اور محبوب بارگاہ الٰہی ہونے کے لیئے اس کا قرآن وسنت کے مطابق راسخ العقیدہ اور پابند شریعت ہونا شرط اول ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ پوری بھٹو فیملی مجرمانہ فکر وعمل اور انتہائی برے اخلاق اور کردار کی حامل رہی تھی۔بے نظیر بھٹو،ان کے والد اور بھائیوں سب کی غیر فطری اور بڑی بری موت واقع ہوئی۔یہ خاندان اسلام اور پاکستان،کسی کا بھی وفادار نہ تھا۔ذوالفقار علی بھٹو درجہ اول کے شرابی تھے۔ان کے اچانک وزیر اعظم بننے کا تفصیلی واقعہ اخبارات میں شائع ہوا تھا جس کے مطابق تقریباً آدھی رات کو انھیں جگا کر ایوان صدر بلایا گیا تاکہ صدر یحیٰی خاں جو خود بھی غیر سنی،شرابی اور زانی تھے۔اقتدار ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد کریں۔اس وقت دونوں کے پیٹ میں وافر مقدار میں شراب تھی،یعنی اقتدار دینے اور اقتدار لینے والا،دونوں شراب پیئے ہوئے تھے۔اس خبر میں یہ بات بھی تھی کہ ڈاکٹروں نے اس وقت ذوالفقار علی بھٹو کا نشہ اُتارا تھا تاکہ اقتدار کے لین دین کی کاروائی انجام دے سکیں۔میں نے جب اخبار میں یہ واقعہ پڑھا تو

دل نے بے ساختہ کہا کہ ان دو شرابیوں کبابیوں کے ہاتھوں پاکستان تباہ ہو جائے گا اور ہوا بھی یہی۔ پاکستان کے ٹکڑے ہونے اور بنگلہ دیش بننے میں ذوالفقار علی بھٹو کا بڑا ہاتھ ہے اور وہ خود بھی تختہ دار پر لٹکا دیے گئے۔

بے نظیر بھٹو اور ان کے شوہر کرپشن کے دسیوں جرائم میں ملوث ہیں۔ گرفتاری کے خوف سے بے نظیر ملک سے فرار ہوئی تھیں۔ اور امریکہ کے راہ ہموار کرنے پر وہ پاکستان لوٹیں اور قتل کر دی گئیں۔ بے نظیر کی والدہ بیلے ڈانسر تھیں۔ بے نظیر بھٹو اپنے والد کے ساتھ جب شملہ گئی تھیں۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی۔ ان کا سینہ اوڑھنی کے بغیر برہنہ تھا۔ اندرا گاندھی نے ان سے کہا تھا کہ وہ اپنا سینہ اوڑھنی سے ڈھانپ لیں۔ اب وہ ولی اللہ، پیرانی ماں اور حاجت روا بن گئی ہیں۔ اس ولی اللہ کے کیا کہنے جسے ایک غیر مسلمہ سینہ ڈھانکنے کی تلقین کرے! بریلوی حضرات کو مبارک ہو کہ ان کے معبودوں اور حاجت رواؤں کی فہرست میں حضرت جبریلؑ کے بعد ایک فاسقہ اور فاجرہ خاتون کا بھی اِضافہ ہو گیا ہے۔ یہ اعزاز پاکستان کو حاصل ہے کہ اس نے موجودہ زمانہ میں ایک ولی خاتون کو دیا جس کی قبر پر گنبد بنے گی اور وہاں سالانہ عرس اور اس کے مراسم ہوں گے اِس سے پہلے وہ یہی اعزاز ایک جھوٹے نبی اور ایک منکر حدیث کو دے چکا ہے!

امریکی یونیورسٹی کا ایک مشرکانہ لکچر

ایک کویتی طالبہ لکھتی ہیں:

چند ماہ پیشتر ایک عربی رسالے میں شائع شدہ امریکی یونیورسٹی میں زیر تعلیم ایک کویتی مسلمان طالبہ کی داستان بھی کچھ یہی انداز لئے ہوئے ہے، وہ لکھتی ہیں کہ میرے نصاب میں ایک مضمون، عالمی مذاہب کا تقابلی مطالعہ، بھی شامل تھا، جب میں نے اس کے پہلے لیکچر میں حاضری دی تو لیکچرار اسلام اور عالم اسلام کے حوالے سے گفتگو کر رہا تھا، گفتگو کے دوران وہ

اسکرین پر پروجیکٹر کے ذریعہ عالم اسلام میں آباد مسلمانوں اوران کے رہن سہن، تہذیب اور طور طریقے بھی دکھلاتا رہا، جس میں مسلمانوں کو قبروں کا طواف کرتے، وہاں سجدہ ریز ہوتے ہوئے بھی دکھایا گیا تھا، جس کو لیکچرر نے اسلام کا حصہ قرار دیا۔ میری کلاس میں اکثریت عیسائی طلبہ پر مشتمل تھی، باقی مسلمان طلبہ ایسے تھے جنہیں اسلام کی حقیقی تعلیم کا ادراک حاصل نہیں تھا، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور والدین کی تربیت سے میں توحید وشرک، نیز سنت اور بدعت میں فرق کرسکتی تھی، چنانچہ مجھ سے رہا نہ گیا، میں نے فوراً اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ محترم، قبر پرستی پر مشتمل جن کاموں کو آپ اسلام کا حصہ قرار دے رہے ہیں، یہ اسلام نہیں بلکہ شرک ہے۔ میرے اس اعتراض پر اس نے کہا کہ کیا تمہارا تعلق سعودی عرب سے ہے؟ جب میں نے کہا کہ میں کویت سے تعلق رکھتی ہوں، اور یہ اسلام نہیں جو آپ بتلا رہے ہیں، اس نے جواب دیا کہ یہ پاکستانی اسلام ہے، اس پر میں نے کہا: دین اسلام نہ تو کویتی ہے نہ پاکستانی، بلکہ یہ ایک ہی دین ہے، جس میں قبروں سے برکت حاصل کرنے اور انہیں بطور تبرک چھونے کی ممانعت ہے۔ میرے اس اعتراض پر اس کا جواب سنئے، وہ کہنے لگا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے، خود صحیح بخاری میں قبروں کی زیارت کے جواز کی حدیث موجود ہے، یعنی لیکچرر صاحب صحیح بخاری سے بھی واقف تھے اور اس کی احادیث سے بھی، اور احادیث کے مفہوم کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے فن سے بھی بخوبی واقف تھے، جیسا کہ عموماً تصوف کے ماننے والوں کا شیوہ رہا ہے۔ یعنی وہ حقائق سے واقف ہوکر بھی عمداً اسلام کی غلط تصویر پیش کرتے رہے تھے تاکہ عالم عیسائیت کے روبرو اسلام کی وہ تصویر سامنے آئے جس میں مسلمان صرف قبروں کی پرستش کرتے ہوئے دکھائی دیں۔"

(ماہ نامہ صراط مستقیم برمنگھم)

دو مُشرِکانہ دُعائیں

(۱) مولانا محمد عبد القدیر صدیقی حسرت المعروف بحر العلوم کے ہاں کثرت کے ساتھ قوالی

معہ موسیقی کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ایک مجلس قوالی میں انہیں بری طرح وجد آیا، اس کا نقشہ ان کے ایک مُرید خاص نے ''ایک ناقابل فراموش محفل'' کے عنوان سے اپنے ماہ نامہ میں اس طرح کھینچا ہے:

''قوال گا رہا تھا: تھام لو بیّاں ہماری میں واری تم پر جاؤں نبی جی حضرت (یعنی مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی کو) خلاف عادت لوٹتا ہوا دیکھ کر سب کی ہچکی بندھ گئی ...... ایک دوسرے کی خبر نہ رہی...... نبضیں ساقط ہوگئیں۔جسم ٹھنڈا پڑ گیا، گردن ڈھلک گئی، ایک کہرام مچ گیا۔ ہر طرف یارسول اللہ یارسول اللہ کی دِل دوز چیخیں تھیں ...... یارسول اللہ انظر حالنا۔ یا حبیب اللہ اسمع قالنا، یارسول اللہ اپنی صورت سے ہم پر کرم فرمائیے۔رحم فرمائیے، آپ کو زمانہ پکڑ نہیں سکتا آپ ہم میں ہیں۔ ہماری طرف دیکھئے قرار آ جائے ......آپؐ ہی پیش نظر ہیں، بھلا آپ کے سوا ہے کون؟(۱)......یارسول اللہ یارسول اللہ کی صدائیں تھیں۔آہ وزاری تھی۔

(ماہ نامہ القدیر، حیدرآباد مارچ ۱۹۵۷ء)

شرک خالص کا اعلیٰ ترین نمونہ

یہ دُعا شرک خالص کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرتی ہے۔دیکھئے اللہ کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو عقیدہ توحید کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے کس قدر والہانہ انداز سے مدد کے لئے پکارا گیا اور آپؐ سے دُعا اور فریاد کی گئی ہے ایسے لوگ مُشرکین عرب سے بدتر ہیں جو شدید مصائب اور مُشکلات میں اپنے خودساختہ معبودوں اور حاجت رواؤں کو چھوڑ کر صرف اللہ ہی کو مدد کے لیئے پکارتے اور اسی سے دُعا اور فریاد کرتے تھے۔ان کلمہ گو مشرکین اور نام نہاد عاشقانِ رسولؐ نے نہ توحید کو سمجھا نہ شرک کو۔ وہ اللہ کو جانتے ہیں اور نہ ہی اللہ کے رسولؐ کو۔ ہر ایک کے بارے میں غلط اور گمراہ عقائد اور تصورات گھڑ لئے ہیں! خود پرلے درجہ کے گمراہ ہیں۔لیکن

(۱) جس سے ہم مدد مانگیں؟ گویا اللہ نامی اس کائنات میں کوئی ہستی ان کے پیش نظر ہے ہی نہیں جسے مدد کیلئے پکارا جاسکے۔اگر ہے بھی تو اس لائق نہیں کہ اِس سے مصیبت کے وقت دُعا وفریاد کی جائے !اناللہ وانا الیہ راجعون

توحیدِ خالص کے داعیوں اور علمبرداروں کو اُلٹا گمراہ اور بدعقیدہ سمجھتے ہیں!

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پر حماقت تو دیکھئے!

بارگاہ محبوب اللہ قدس سرہٗ العزیز میں

(۲) یہ بھی ایک خالص مشرکانہ دُعا ہے۔ جو ایک بندے نے دوسرے مردہ بندے سے تیسرے زندہ بندے کے وسیلے سے انتہائی گڑگڑا کر مانگی ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہی موجود نہیں ہیں۔ پڑھ کر دیکھ لیجئے:

''ہم سائل ہیں، سوال کرنا، مانگنا، حاجت روائی کے لیئے آہ وزاری کرنا، چیخنا چلانا ہمارا کام ہے(۱)۔'' ''ہم سائل ہیں، تیرے پاس کیا ہے اور کیا نہیں ہے، اس سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں، آئے ہیں تیرے در پہ دے! میرے داتا دے! کچھ بھی دے، نراش نہ کر، تیرے در کے فقیر، تجھ سے وابستہ، تیری نظر کرم کے محتاج، تُجھ ہی سے اپنی دُنیا اور عقبیٰ کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ دے میرے داتا دے۔ ہماری بساط کے نہیں اپنی شان کے موافق دے، تیرے ہو کر ہم کہاں اور کس سے مانگنے جائیں؟ ہمارا سب کچھ تیرا ہی ہے۔ ہم بھی تیرے، دے میرے ''خواجہ'' اپنی محبوبیت کا صدقہ، اپنی قطبیت کا اُتارا دے، مانگنا ہمارا کام ہے اور دینا تیری شان!

میاں ہم آپ کے محبوب حضرت عبدالقدیر صدیقی کا واسطہ دے کر مانگتے ہیں کہ آج اپنے کرم اور ان کے طفیل ہماری جھولی بھر دے اور تم ہی سے دنیا اور آخرت کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ دے میرے داتا دے جو ہم مانگیں وہ بھی دے اور جو نہ مانگیں سو وہ بھی دے۔

(ماہنامہ القدیر۔ حیدرآباد۔ خواجہ نمبر)

دُعا جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیئے۔ لیکن مذکورہ دُعا میں اللہ ہی غائب اور غیراللہ پوری شان کے ساتھ موجود ہے! اگر یہ نہیں ہے شرک تو پھر شرک کس کا نام ہے؟

---

(۱) کس کے سامنے؟ اللہ کے سامنے نہیں اس کے ایک بندے کے آگے!۔

مُشرکانہ دُعاؤں پر تبصرہ

ہم یہاں دو ایسی آیات نقل کرتے ہیں جس میں قدیم اور موجودہ زمانے کے کلمہ گو مشرکین کی ذہنیت کی عکاسی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

O ''وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے سکون (خاطر) حاصل کرے پھر جب مرد نے عورت سے قربت کی تو اس کو ہلکا سا حمل رہ گیا تو وہ اسے لیئے چلتی پھرتی رہی۔ جب وہ بوجھل ہوگئی تو (میاں بیوی) دونوں نے اپنے پروردگار اللہ سے دُعا کی۔ کہ اگر تو ہمیں صحیح و سالم بچہ دے تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب اللہ نے انھیں صحیح و سالم بچہ عطاء فرمایا تو اس بچے کے بارے میں اللہ کے شریک ٹھہرانے لگے (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ ان کے شرک سے بہت بلند ہے۔ کیا وہ ایسوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ خود پیدا کیئے جاتے ہیں''۔

(اعراف آیات ۱۸۹۔۱۹۱)

پاور آف آٹارنی Power of Attorney کا مکمل رد

ان سورۂ اعراف کی آیات میں چند ایسی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں۔ جن سے قبر پرستی، بُزرگ پرستی اور بریلوی شرک کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ انبیاء اور اولیاء کے سمیع الدُعا، عالم الغیب اور نافع و ضار ہونے کے بارے میں نظامی اور رضا خانی علماء کا یہ کہنا ہے کہ مُشرکین اپنے معبودوں کو بالذّات حاجت روا سمجھتے تھے۔ لیکن ہم ان کو بالذّات نہیں بلکہ بعطائے اِلٰہی مددگار اور مُشکل کُشا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جس پر شرک کا اِطلاق نہیں ہو سکتا۔ لیکن مذکورہ آیات سے ان کے اس مغالطہ اور علمی مکر و فریب کی قلعی کھل جاتی اور یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مُشرکین اپنے معبودوں کو بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین اور عطا سے حاجت روا سمجھتے تھے۔ سورہ اعراف کی ان آیات میں جن میاں بیوی کے شرک کا ردّ کیا گیا ہے۔ اُنھوں نے پہلے اللہ ہی

سے صحیح وسالم بچہ کے لیئے دُعا مانگی تھی۔یعنی وہ خدا پر ایمان رکھتے اور اس سے دُعا مانگتے تھے۔ جب اللہ نے انھیں صحت مند بچہ دیا تو اسے وہ کسی غیر اللہ کی دین وعطا سمجھ کر اس کا شکر یہ ادا کرنے لگے۔ایسا شخص جس کا اللہ پر ایمان ہے۔اور وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا حاجت روا اور فریاد رس بھی سمجھ کر اس سے دُعا کرتا ہے۔وہ کسی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ سے بے نیاز اور بے تعلق بالذّات نافع وضار کس طرح سمجھ سکتا ہے؟ بلاشبہ وہ اپنے معبود یا غیر اللہ، خواہ وہ کوئی بھی ہو، کی قدرتوں کے تار اللہ تعالیٰ سے ہی جوڑے گا، یہ ناممکن ہے کہ کوئی اِنسان اللہ کو سمیع الدُعَا بھی سمجھے اور کسی غیر اللہ کو بالذّات نافع وضار قرار دے! سورہ اعراف کے مذکورہ واقعہ اور آیات سے بریلوی حلقوں کا یہ مشرکانہ عقیدہ پاش پاش ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیئے (Power of Attorney) عطا فرمادیا ہے۔

اِن آیات میں ایک موحدانہ نکتہ یہ بھی ہے کہ ہر وہ ہستی جس سے دُعا مانگی جائے اس کا خالق کائنات ہونا ضروری ہے۔جو مخلوق خود پیدا کی گئی ہو وہ دُعا اور فریاد سننے اور حاجت پوری کرنے کی فوق الفطری اور غیر طبعی طاقت نہیں رکھتی۔چونکہ انبیاء اور اولیاء خالق نہیں، مخلوق ہیں۔وہ لم یلد ولم یولد نہیں۔اس لیئے ان سے دُعا وفریاد نہیں کی جاسکتی۔بریلوی علماء اس آیت پر جتنا زیادہ غور کریں گے اتنا ہی زیادہ عقیدہ توحید کی انہیں معرفت حاصل ہوگی اور وہ شرک اور بزرگ پرستی سے دور ہوجائینگے:

O "کیا وہ ایسوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کیئے جاتے ہیں۔" (الاعراف:۱۹۱)

مذکورہ دُعائیں ان بندوں سے مانگی گئی ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں اور جو خود پیدا کیئے گئے ہیں۔جن پر موت طاری ہوئی اور وہ قبر میں دفن کردیئے گئے۔

مشرکین عرب سے بھی بدتر

سورہ اعراف کی مذکورہ آیات کی تفسیر میں ایک مفکر اسلام لکھتے ہیں:

''ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی مذمت کی ہے وہ عرب کے مُشرکین تھے اور اُن کا قصور یہ تھا کہ وہ صحیح وسالم اولاد پیدا ہونے کے لیئے تو خدا ہی سے دُعا مانگتے تھے۔ مگر جب بچہ پیدا ہو جاتا تھا تو اللہ کے اس عطیہ میں دوسروں کو شکریہ کا حصّہ دار ٹھہراتے تھے۔ بلاشبہ یہ حالت بھی نہایت بُری تھی لیکن اب جو شرک ہم توحید کے مدّعیوں میں پا رہے ہیں وہ اس سے بھی بدتر ہے۔ یہ ظالم تو اولاد بھی غیروں ہی سے مانگتے ہیں۔ حمل کے زمانے میں منّتیں بھی غیروں کے نام ہی کی مانتے ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد نیاز بھی انہی کے آستانوں پر چڑھاتے ہیں۔ اس پر بھی زمانۂ جاہلیت کے عرب مُشرک تھے اور یہ موحد ہیں۔ اُن کے لیئے جہنم واجب تھی اور اِن کے لئے نجات کی گارنٹی ہے۔ اُن کی گمراہیوں پر تنقید کی زبانیں تیز ہیں۔ مگر ان کی گمراہیوں پر کوئی تنقید کر بیٹھے تو مذہبی درباروں میں بے چینی کی لہر دوڑ جاتی ہے''۔

اس حالت کا ماتم حالیؔ مرحوم نے اپنی مُسدّس میں کیا ہے:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کُشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اِماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دُعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
(تفہیم القرآن جلد دوم)

ان ہی مشرکانہ فکر وعمل کے پیش نظر ایک موحد شاعر نے کہا تھا:

مدعی توحید کے اور شرک سے یہ ساز باز   اک طرف قبروں پہ سجدے دوسری جانب نماز
اِلتجا فریاد استمداد غیراللہ سے   یہ نہیں ہے شرک تو پھر شرک کس کا نام ہے
تا بکے یہ کھیل دنیا کو دکھایا جائے گا   مضحکہ توحید کا کب تک اُڑایا جائے گا؟
(ماہر القادری)

O علامہ سیّد رشید رضا نے تفسیر المنار میں ایک حکایت لکھی ہے کہ:

''مصر کے کچھ لوگ سمندر کے سفر کے لیئے روانہ ہوئے، راستہ میں طوفانی ہوائیں چلنے لگیں اور جہاز جھونکے کھانے لگا، چاروں طرف سے فریاد وزاری کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ کوئی پکارتا ''یا سید بدوی'' کوئی چیختا ''یا سید رفاعی'' کسی کی زبان سے نکلتا ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی'' ایک صاحبِ ایمان اہل دل بھی اتفاق سے جہاز میں موجود تھے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ بھی دُعا کیجئے اس درخواست کے جواب میں اُنھوں نے ہاتھ اُٹھا کر چیخنا شروع کیا: یا رب اغرق اغرق ما بقیٰ احد یعرفك ۔ اے خدا سب کو غرق کردے۔ کیونکہ ان میں کوئی تیرا پہچاننے والا باقی نہیں رہا''۔ (بحوالہ فاران کراچی کا توحید نمبر)

رسول اللہ ﷺ کی موحدانہ دُعائیں

قرآن کی تعلیم کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے دعائیں جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی ہیں:

(1) ''میں مصیبت زدہ ہوں، محتاج ہوں، فریادی ہوں، پناہ جو ہوں، پریشان ہوں،

ہراساں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں، اعتراف کرنے والا ہوں، تیرے آگے سوال کرتا ہوں جیسے بیکس سوال کرتے ہیں۔ تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں۔ جیسے گنہگار ذلیل وخوار گڑگڑاتے ہیں، تجھ سے مانگتا ہوں۔ جیسے خوف زدہ، آفت رسیدہ مانگتا ہے اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہے جسکی گردن تیرے سامنے جھکی ہو اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ تیرے سامنے فروتنی کئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو"۔ (کنز العمال)

اسے گمراہی کہیئے یا المیہ کہ افضل البشر اور سید الانبیاء ﷺ۔ بعد از خدا بزرگ تو ئی قصہ مختصر نے مُلا حظہ ہو کہ کس قدر عاجزی، اِنکساری، بندگی اور گڑگڑا کر اور آنسو بہا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا اور فریاد کر رہے ہیں لیکن یہ نام نہاد عاشقانِ رسولؐ جن کی رمق برابر بھی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں ہے۔ اپنے جیسے بندوں سے اور ان ہی کے وسیلہ سے کس طرح آہ وزاری کرتے اور چیختے چلاتے ہوئے دُعا اور فریاد کرتے ہیں جبکہ ان کے بارے میں قطعیت سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اللہ کی نظر میں بزرگ اور جنتی ہیں بھی یا نہیں؟ یہاں رسول اللہ ﷺ کی مزید دو دُعائیں ملاحظہ ہوں:

(2) "اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے غلام اور باندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے قابو میں ہے میرے حق میں تیرا حکم جاری ہے، تیرا فیصلہ میرے بارے میں انصاف پر مبنی ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے ہر اس نام کے ذریعہ جس کو تو نے اپنے لئے پسند فرمایا ہے یا تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا اپنے علمِ غیب میں تو نے اس کو اختیار فرمایا ہے (اے اللہ) تو قرآن عظیم کو میرے سینے کا نور بنادے اور اس کے ذریعہ میرے دل کو فرحت عطا فرما، میرے تمام رنج وغم اور پریشانیوں کو دور فرمادے"

(مسند احمد)

(3) "اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا مندی کی پناہ چاہتا ہوں اور تیرے عذاب سے تیری عطا کردہ عافیت کا طالب ہوں اور تیری گرفت سے تیری ہی پناہ لیتا ہوں۔

پوری طرح تیری ستائش کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔تو حقیقت میں ویسا ہی مستحق تعریف ہے جیسی تعریف تو نے خود ہی اپنی کی ہے۔!" (ابوداؤد۔ترمذی وغیرہ)

ایسی ہستی جو اپنی زندگی بھر اللہ سے اپنی لاچاری اور عدم قدرت کے سبب مانگتی اور دُعاوفریاد کرتی رہی، وفات کے بعد وہ خود دُعا کو سننے اور حاجتوں کو پوری کرنے والی کس طرح بن سکتی ہے؟ یہ کہاں لکھا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو بعد وفات حاجت روائی کی قدرتیں من جانب اللہ حاصل ہو جاتی ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ کوئی دھوکہ باز اندھے کو اندھیری رات میں ایسے خزانے کو بتلائے جو سرے سے موجود ہی نہ ہو!

سر کے اوپر سے گزر جانے والا ایک قیمتی مضمون

عقیدہ اور عمل کا شرک دنیا کی سب سے بڑی گمراہی ہے۔ اسے وہ مسلمان بھی تسلیم کرتے ہیں جو شرک اور قبر پرستی میں مبتلا ہیں۔لیکن حقیقت میں شرک کیا ہے۔ وہ اسے سمجھ نہ سکے۔ وہ زہر کو اپنی جہالت اور ناواقفیت کے سبب شکر سمجھ رہے ہیں۔ رہنمائے دکن میں شائع شدہ میں یہاں ایک مضمون نقل کر رہا ہوں جس کا عنوان ہے: "عقیدہ توحید، رُشد و ہدایت کا سر چشمہ"۔ اس میں مثبت انداز سے عقیدہ توحید کی اہمیت اُجاگر کرتے ہوئے شرک کی مخالفت کی گئی ہے۔لیکن واضح طور پر موجودہ زمانے میں مسلمانوں کے درمیان پھیلے ہوئے شرک، بزرگ پرستی اور قبر پرستی کے تناظر میں شرک کیا ہے یہ نہیں بتلایا گیا۔ اگر اس مضمون میں یہ بھی لکھا جاتا کہ انبیاء، اولیا، اور قبر میں مدفون بزرگوں سے دُعا اور فریاد کرنا بھی شرک ہے تو یہ مضمون رہنمائے دکن میں شائع نہ کیا جاتا اور ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا، عقیدہ توحید کی اہمیت بتلانے کے لیئے تصرفات انبیاء اور استعانت بالاولیاء کے مشرکانہ عقیدہ سے تعارض کرنا ضروری ہے۔ ورنہ شرک کی گمراہی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ یہ مضمون اپنی جگہ صحیح اور مفید ہونے کے باوجود کلمہ گو مشرکین یا شرک زدہ مسلمانوں اور بریلوی اور نظامی علماء سوء کے لیئے کچھ بھی مفید نہیں

ہوسکتا۔ وہ ان کے سر کے اُوپر سے گزر جائے گا۔ آگے بڑھنے سے پہلے آپ یہ مکمل مضمون ملاحظہ فرمالیں جسے محترمہ جہاں آرا لطیفی نے لکھا ہے:

''سورۃ النحل'' میں ارشاد باری تعالیٰ ہے''ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا اور اس کے ذریعے سب کو خبردار کردیا کہ اللہ کی بندگی اختیار کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو''

(سورۃ النمل)

اور''سورۃ ہود'' جس میں توحید اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

(سورۃ النساء) میں ہے''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ''

''سورۃ الزمر'' میں ارشاد ربانی ہے ''کہہ دو کہ مجھ سے ارشاد ہوا کہ اللہ کی عبادت کو خالص کرکے اس کی بندگی کروں''۔

قرآن کے نزول اور آمد رسول ﷺ کا مقصد ہی اس دنیا میں شرک کا خاتمہ اور اللہ کی عبادت اور بندگی پر انسانوں کو دعوت دینا تھا۔ یہ وہ دعوت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضور نبی کریم ﷺ تک آنے والے ہر نبی اور رسول بنی نوع انسان کو دیتے رہے۔

اسلام کی بنیاد ہی توحید ہے۔ جس پر رسول اکرم ﷺ نے اپنے رب کے حکم سے دین اسلام کی عمارت قائم فرمائی۔ توحید ہی وہ اساس ہے جس پر اسلام کی مضبوط، پختہ شاندار اور لافانی عمارت قائم ہوئی۔ یہی وہ دعوت ہے جس کا پرچم اہل ایمان کو بلند کرنے کی ہدایت کی گئی۔ یہ اہم ترین وہ بنیادی اور مرکزی فریضہ ہے جس کی اتباع لازمی اور اجر وثواب سے بھرپور ہے۔ جب ہم دعوت توحید قبول کرکے کلمہ پڑھ کر اس پر عمل کرنا شروع کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے رشد وہدایت پاتے ہیں۔ یہی انسان کا مقصد حیات ہے اور اس مقصد حیات کو جان لینے والوں کو آخرت کا اجر سمیٹنے کا پورا پورا حق ہوگا۔

مگر افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ لاکھوں کلمہ گو عمل سے کوسوں دور پائے جاتے ہیں۔ جبکہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ نے خود اس بات پر شہادت دی

ہے کہ اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس زبردست کے سواء کوئی معبود اور مشکل کشا نہیں ہے"۔ (سورہ آل عمران)

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے جو شخص "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کرے اور معبودان باطل کا انکار کرے تو اسلام اس کی جان و مال کا محافظ ہے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائیگا۔

آنحضرت ﷺ کی یہ مبارک حدیث "لا الٰہ الا اللہ" کے معانی اور مفہوم کو ٹھیک ٹھیک واضح کرتی ہے کیونکہ "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کرنے کے ساتھ یہ انتہائی ضروری ہے کہ ایک مومن معبودان باطل کی سختی سے تردید کرے اور کسی ذرہ برابر چیز کو اور رتی بھر شے کو بھی خدائے واحد کی ذات اور صفات میں شریک نہ ٹھہرائے۔

چنانچہ شرک ایسا فعل ہے جس سے اپنے دامن کو بچانا ضروری ہے بلکہ ہردم ہر آن اسے فکر لاحق ہو اور یہ خدشہ دامن گیر رہے کہ مسلمان کے کسی قول و فعل اور فکر میں شرک کی آمیزش نہ ہونے پائے کیونکہ جو شخص کلمہ طیبہ زبان سے پڑھتا ہے اور حقیقت میں اس کا دل کلمہ طیبہ کی روشنی سے منور نہ ہو وہ دراصل کلمہ طیبہ کی تکذیب کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت حق ہے اور اس کے علاوہ ہر قسم کے معبودوں کی الوہیت باطل، یہی کلمہ طیبہ، تقویٰ اور کلمہ اخلاص کہلاتا ہے۔ چنانچہ جو شخص خلوص نیت، صدق دل اور حب الٰہی کے تقاضوں کو نشان منزل بنا کر اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کے وعدے کے مطابق وہ جنت میں داخل کیا جائیگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا "اے پروردگار! مجھے ایسی چیز بتا دیجئے جس سے آپ کو یاد کروں اور آپ سے دعا کروں" فرمایا "اے موسیٰ! لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اے پروردگار! اسے تو تیرے سب بندے پڑھتے ہیں" تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان کے باشندے اور ساتوں زمینیں

اوران کے باشندے میرے ترازو کے پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور دوسرے پلڑے میں ''لاالہٰ الا اللہ'' رکھ دیا جائے تو ''لا الہٰ الا اللہ'' کا پلڑا بھاری ہوگا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں ''حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ اگر وہ مشرک نہ ہوں تو ان کو عذاب جہنم سے بچالے''۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری سنادوں'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''یہ ہرگز نہ کرنا کیونکہ پھر وہ اسی پر بھروسہ کرکے بیٹھے رہیں گے۔ (صحیح مسلم و بخاری)

لہٰذا جو شخص شرک سے نہیں بچے گا اُسے ہدایت حاصل نہ ہوسکے گی اور جو شخص شرک سے بچنے کی حتیٰ الامکان اور ہمہ وقت کوششوں میں مصروف عمل رہے گا تو اسے اسلام وایمان کے معیار کے مطابق رشد وہدایت اور آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی۔

(رہنمائے دکن 9 جون ۲۰۰۸ء)

یہ مضمون تو کیا مکمل قرآن مجید بھی بریلوی اور نظامی شرک زدہ علماء کے لیئے حقیقت شرک سمجھنے کے لیئے غیر مفید ہوگیا ہے۔ اس لیئے کہ اُنھوں نے شرک کو سمجھنے کی سنجیدہ کوشش ہی نہیں کی اور اس سلسلہ میں قرآن کا تحقیقی مطالعہ نہیں کیا یا بعض علماء سب کچھ جانتے ہوئے دنیا داری کے لیئے تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ جب قرآن میں شرک کی مخالفت کے لیئے غیر اللہ اور من دون اللہ کے الفاظ آتے ہیں تو ان کا ذہن لکڑی پتھر کے بے جان بتوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مشرکین بتوں کو پوجتے تھے ان کے معبودان باطل بے جان بت تھے۔ اور جب قرآن میں بریلوی علماء شرک کی مذمت اور مخالفت کی آیتیں

پڑھتے ہیں تو وہاں ان کا، ذہن یہ کام کرنے لگتا ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کو بالذات حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔ جبکہ ہم انبیاء اور اولیاء کو بعطائے الٰہی نافع و ضار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کی بکثرت آیات کے مطابق مشرکین لکڑی پتھر کے بتوں سے نہیں بلکہ انبیاء اور اولیاء سے دُعا وفریاد کرتے تھے۔ اس عقیدہ کے تحت کہ وہ بالذات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا سے حاجت روائی کی صفات اور قدرتیں رکھتے ہیں۔ جو شرک مشرکین عرب میں پایا جاتا تھا وہی شرک بریلوی علماء میں موجود ہے جو مشرکین عرب کے معبود یعنی انبیاء، اولیاء اور خدا کے برگزیدہ بندے تھے ویسے ہی معبود اور مشکل کشا بریلوی اور نظامی علماء کے ہیں۔

اوپر کے مضمون میں توحید کی عظمت اور اہمیت بتلائی گئی ہے۔ اسے پڑھکر بریلوی علماء اور ان کے زیر اثر عوام فرمائینگے کہ ہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہم توحید کے قائل ہیں۔ اس مضمون میں شرک کی مخالفت کی گئی ہے۔ اسے پڑھکر کلمہ گو مشرکین جواب دیں گے کہ ہم بھی شرک کو برا اور ناقابل بخشش گناہ مانتے ہیں۔ اس مضمون میں شرک سے منع کیا گیا ہے۔ اسے پڑھکر شرک پسند حضرات یہ فرمائینگے ہم تو شرک نہیں کررہے ہیں۔ جبکہ اُنھوں نے شرک کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ شیطان نے انھیں رسول اللہ ﷺ کی عقیدت اور اولیاء کی محبت کے خوبصورت پردوں کی آڑ اور بالذات اور بعطائے الٰہی کی باطل تقسیم کے تحت شرک میں بری طرح مبتلا کردیا ہے۔ کوئی شخص گمراہی کو گمراہی سمجھے گا تو اس سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن جو گمراہی کو نیکی سمجھ رہا ہو۔ وہ اسے کیوں ترک کرسکتا ہے؟ جب بریلویوں، اشرفیوں اور نظامیوں میں شرک اور قبر پرستی نہیں پائی جاتی تو وہ شرک اور قبر پرستی کہاں ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ مسلمان شرک میں مبتلا ہوجائینگے!

قرآن کے مطابق ہر نبی کی اُمت رفتہ رفتہ شرک میں مبتلا ہوگئی تھی۔ قرآن میں جتنی مشرک قوموں کا ذکر آیا ہے وہ کسی نہ کسی نبی کی امت تھی۔ اس نے اپنے انبیاء اور بزرگوں کو مددگار اور مشکل کشا بنالیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی امت شرک پروف نہیں ہوگئی۔ اور نہ شیطان

اوراس کی ذریّت نے مسلمانوں کومشرک بنانے کا کام چھوڑ دیا ہے۔ جبکہ اس کی سب سے زیادہ اور بڑی کوشش یہی ہے کہ مسلمان سب سے بڑی اور ناقابل بخشش گمراہی شرک میں مبتلا ہو جائیں۔ اوراسے اس کام میں خاطر خواہ کامیابی بھی حاصل ہورہی ہے۔ جس کے نتیجہ میں کلمہ گو مشرکین وجود میں آرہے ہیں!

''شرک اپنے پروردگار کے ساتھ ایک طرح کی بغاوت ہے، بے وفائی ہے، غداری ہے، کفرانِ نعمت ہے اور نمک حرامی ہے، شرک کا گناہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس لئے ناقابل برداشت ہے کہ بندے کو پیدا کرنے والا، پالنے والا اور اس کی جسمانی وروحانی ساری ضرورتوں کا انتظام کرنے والا جب اللہ تعالیٰ ہے تو ظاہر ہے کہ بندگی اور پرستش بھی اسی کی ہونی چاہئے۔ شرک کی قباحت اوراس کی مذمت کے سلسلے میں ایک اور واضح مثال یہ ہے کہ ہر غیرت مند شوہر اپنی بیوی کی بڑی سے بڑی تقصیر اور شدید غلطی کو نظر انداز کرسکتا ہے لیکن اپنی بیوی کی اس غلطی کو کوئی غیور شوہر نہ برداشت کرسکتا ہے اور نہ معاف کرسکتا ہے کہ اس کی بیوی کسی غیر مرد سے ناجائز تعلق تو درکنار اس کے ساتھ ذرا سا بھی میلان اور تعلق رکھے، بالکل اسی طرح غیرت الٰہی بھی شرک کی معصیت کو کبھی برداشت نہیں کرسکتی۔ (صراطِ مستقیم راگست ۲۰۰۰)

باب (۲)
مشرکین کے معبود

ایک اهم سوال

اپنے نفع و نقصان کے مسئلہ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ایک بڑا اہم سوال ہمارے سامنے یہ آتا ہے کہ اس کائنات میں سب سے بڑا نافع اور سب سے بڑا ضار (نقصان پہنچانے والا) کون ہے؟ نفع وضرر رسانی کی اصل طاقت کس کے پاس ہے؟ وہ کون ہے کہ اگر نفع پہنچانا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اور نقصان دینا چاہے تو کوئی دوسری طاقت اس کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتی، وہ کون ہے جو ہمارے تمام جسمانی وروحانی فوائد کی ضمانت لے سکتا ہے اور وہ کون ہے جو ہمیں تمام جسمانی وروحانی نقصانات سے بچا سکتا ہے؟ کس کا خزانہ ایسا ہے جو کبھی کم نہیں ہوتا، کس کی طاقت ایسی ہے جو کبھی شکست نہیں کھاتی، کس کا آستانہ ایسا ہے کہ اس پر سر رکھ دینے کے بعد کسی دوسرے آستانے کی ضرورت نہیں رہتی، کسی کی رحمت ایسی ہے جو ہمیں دنیا وآخرت میں بامراد وکامیاب کرسکتی ہے اور کس کا غضب ایسا ہے جو ہمیں یہاں اور وہاں نامراد و ناکام بنا سکتا ہے، غرض وہ کونسی ذات ایسی ہے کہ جس کا دامن تھام لیں تو سب کچھ مل جائے اور جس کا دامن چھوڑ دیں تو سب کچھ کھو جائے؟ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اور خود ہمارا قلب وریشہ ریشہ اس کے جواب میں پکار اٹھتا ہے، اللہ وہ زندہ جاوید ہستی جو ساری کائنات کو تھامے ہوئے ہے"۔

(مولانا سید احمد عروج قادری)

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یوں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا رکھیں اور شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں''۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباسؓ سے آیت کریمہ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ کی تعریف میں ہے ''یہ (ودّ، سواع، یغوث ونسر) قوم نوح کے نیک لوگ تھے۔''

''ودّ ایک مسلمان شخص تھا اور اپنی قوم میں محبوب تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو لوگ آکر جمع ہو گئے۔ اس کی قبر کے پاس یہ اجتماع تھا۔'' روئے زمین پر سب سے پہلا جو صنم پوجا گیا وہ یہی ودّ نام کا صنم تھا۔''

(امام احمد رضا اور ردّ بدعات ومنکرات)

مشرکین کے معبود

حقیقت شرک سمجھنے کے لئے چند اہم باتیں

رہنمائے دکن کے زیر تنقید مضمون میں لکھا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیئے دُعا مانگی گئی تو آپؐ نے جرمن مسلمان کی دُعا اور فریاد قبول فرمائی اور سائل کی مراد پوری ہوگئی۔ اس شرک کو سمجھنے کے لیئے (۱) چند اہم اور بنیادی حقائق کا جاننا ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی موجودہ زمانے کی بزرگ پرستی، قبر پرستی اور کلمہ گو مُشرکین کی حقیقت بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے: (۱) مشرکین عرب کے معبود کون تھے؟ (۲) ان کے شرک کی نوعیت کیسی تھی؟ (۳) کیا مُردے سنتے ہیں؟ (۴) کیا انبیاء اور اولیاء کو علم غیب کامل حاصل ہے؟ (۵) حاجت روا اور فریاد رس کے لیئے کن صفات اور شرائط کا ہونا ضروری ہے؟

بزرگوں کی عقیدت میں غلو کا فتنہ

چونکہ شرک اور اس سے متعلقہ فکر اور عمل کا خدا کے محبوب اور برگزیدہ بندوں کی عقیدت اور محبت میں غلو اور افراط سے گہرا اور منطقی ربط و تعلق پایا جاتا ہے۔ عقیدت کا غلو شرک کی جڑ اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیئے شرک کی حقیقت سمجھنے کے مذکورہ پانچ نکات پر گفتگو

---

(۱) جرمن مسلمان کے واقعہ کے علاوہ بریلوی مشہور علماء کے شرک اور بزرگ پرستی کو واضح کرنے کے لیئے ان ہی کے حلقہ کے بعض معروف علماء اور بزرگوں کے بیانات کثیر تعداد میں نقل کردئے گئے ہیں۔

سے پہلے ہم یہاں عقیدت کے غلو پر تھوڑی روشنی ڈالتے ہیں۔

قرآن اور تاریخ انبیاء اس بات پر شاہد ہیں کہ جب خدا کے پیغمبروں نے اپنی قوم میں توحید اور اسلام کی دعوت دی تو مشرک قوم نے ان کی طرح طرح سے مخالفت اور توہین کی۔ انہیں مارا، ملک بدر کیا اور یہاں تک کہ دُشمنی میں قتل کر دیا۔ لیکن جنھوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت حق کو قبول کر کے ایمان لایا تب ان تھوڑے مسلمانوں سے آہستہ آہستہ اُمت بنی تو وہ ایک عرصہ بعد اپنے نبی کی شان، عقیدت اور محبت میں غلو اور افراط پھر اس غلو کے راستے سے رفتہ رفتہ شرک، بت پرستی اور قبر پرستی میں مبتلا ہو گئی۔

میں یہاں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ تقریباً ہر نبی کی اُمت اسلام لانے کے بعد نبی کی شان میں کمی اور گستاخی نہیں کی بلکہ حد سے زیادہ عقیدت، محبت اور غلو کا شکار ہو گئی۔ چنانچہ اُمت مسلمہ میں گستاخانِ رسولؐ کی تعداد آٹے میں نمک برابر بھی نہیں ہے۔ اس کے دو چار انفرادی واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں میں رسول اللہ ﷺ کی حد سے زیادہ اور غلو آمیز محبت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ اور آٹے میں نمک کے برعکس ہے۔ دراصل بریلوی علماء کی نظر و فکر میں گستاخ رسولؐ وہ ہیں جو حضورؐ کو سمیع الدعا، عالم الغیب اور نافع وضار نہیں سمجھتے۔

انبیاء اور بزرگوں کی عقیدت اور محبت میں حد سے زیادہ بڑھ جانا اور غلو کرنا شرک کا راستہ اور چور دروازہ ہے۔ انسان بزرگوں کی شان میں غلو کے ذریعہ سے شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لیئے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے سدّ بابِ ذریعہ کے طور پر مسلمانوں کو عقیدت کے غُلو اور افراط سے منع فرمایا ہے:

(۱) ''اے اہل کتاب! (یہود و نصاریٰ) تم اپنے دین میں غلو اختیار نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے منسوب کر کے غلط باتیں نہ کرو''۔ (نساء۔۱۷۱)

(۲) غلو (مبالغہ آرائی) سے بچو۔ اس لیئے کہ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے تھے۔ وہ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک و برباد ہوئے تھے! (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مسند احمد)

(۴) ''میری تعریف میں مبالغہ آرائی نہ کیا کرو۔ جس طرح عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی تعریف میں نصاریٰ نے مبالغہ کیا تھا، میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں مجھے صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔
(بخاری ومسلم)

انبیاء اور بزرگوں کی عقیدت میں غلو شرک کی ابتداء اور تمہید اور اس کی انتہا ان حضرات کے سمیع الدُعاء، عالم الغیب، حاضر وناظر نافع وضار اور مُتصرّف کائنات ہونے کے مشرکانہ عقائد ہیں۔ اگلے باب میں شرک کے ان ہی مراحل کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں کہ خدا کے برگزیدہ بندوں کو کس طرح معبود اور مشکل کشا بنالیا گیا تھا اور یہ گمراہی اُمت محمدیہ کے ایک طبقہ میں پائی جاتی ہے۔

تحفظ توحید کی احتیاطی تدابیر

حضرت عبداللہ بن شخیرؓ فرماتے ہیں:

میں بنی عامرؓ کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ آپ ہمارے سید (مالک) ہیں۔ آپؐ نے فرمایا سیّد (مالک) تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے۔ ہم نے کہا: ہمارا مطلب یہ ہے کہ آپ مقام ومرتبہ کے اِعتبار سے ہم سب سے افضل اور اعظم ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ایسی بات کہہ دو یا فرمایا کہ اس جیسی بات کرلو (تو حرج نہیں) مگر کہیں شیطان تمہیں غلط راہ کی طرف نہ کھینچ لے جائے'' (ابوداؤد)

یعنی شرک میں مُبتلا کردے۔

(۵) عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ کے سامنے ایک شخص نے خطبہ کے دوران میں کہا: جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے وہ سیدھے راستے پر ہے اور جوان دونوں کی نافرمانی کرے وہ بھٹکا ہوا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: تو برا خطیب ہے، تو کہہ: جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے (وہ بھٹکا ہوا ہے۔ یہ مت کہہ جوان دونوں کی نافرمانی کرے)
(مسلم)

یعنی اللہ اور اس کے رسول کو برابر مت رکھ، دونوں کے مقام میں فرق رکھنا ضروری ہے۔
صحابۂ کرام ایک مجلس میں رسول اللہ ﷺ کی حد سے زیادہ تعریف کر رہے تھے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا!

''اے لوگو! میرے متعلق بس اس طرح کی باتیں کہہ سکتے ہو۔ مگر دیکھو! شیطان تمہیں بہکا نہ دے۔ میں محمد ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اپنی قدر و منزلت سے آگے بڑھا دو جس پر اللہ رب العزت نے مجھے رکھا ہے''(۱)۔

(ابوداوٗد۔ترمذی۔نسائی۔احمد)

جب عقیدت میں غُلو، افراط، مبالغہ آرائی، شان اور تعریف میں حد سے بڑھ جانا منع ہے تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس سے آگے بڑھکر رسول اللہ ﷺ اور بزرگوں سے متعلقہ مشرکانہ عقائد رکھنا اور انہیں سمیع الدُعا، عالم الغیب، حاضر و ناظر اور نافع و ضار سمجھنا کس قدر گناہ اور حرام ہوگا؟ شرک تو غلو سے بہت آگے کی چیز ہے۔غُلو سے اسی لیئے تو منع کیا گیا ہے کہ کہیں مسلمان اس سے آگے بڑھ کر حدودِ شرک میں نہ داخل ہو جائیں۔ جب غلو میں ذاتی اور عطائی کا شوشہ نہیں چل سکتا تو شرک کے وقت عطائی اور من جانب اللہ کا ٹیکہ کس طرح قابل قبول ہوسکتا ہے؟ جب رسول اللہ ﷺ یا کسی بزرگ کی حد سے زیادہ تعریف کی جاتی ہے تو اُس وقت تعریف کرنے والے کے دماغ میں یہی بات ہوتی ہے کہ قابل تعریف باتیں اور صفات اللہ ہی کی دی ہوئی ہیں۔ نا کہ حضورؐ یا ولی کی ذاتی ہیں۔ اور جب غلو سے آگے بڑھکر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ آپؐ سمیع الدُعا، عالم الغیب، حاضر و ناظر، حاجت روا اور مشکل کشا ہیں تو اس وقت بھی طبعاً حضورؐ کو ان مشرکانہ صفات اور اختیارات سے مُتصف

---

(۱) یعنی رسول اللہ ﷺ افضل البشر اور سید الانبیاء ہیں۔ آپ کو اس مرتبہ سے آگے بڑھانا گویا آپ کو خدائی صِفات اور اختیارات سے متصف سمجھنا اور سمیع الدعا، عالم الغیب، حاضر و ناظر اور نافع و ضار قرار دینا اور آپؐ سے خدا کی طرح دُعا اور فریاد کرنا ہے !

من جانب اللہ ہی سمجھا جاتا ہے۔لیکن اس کے باوجود یہ تصورات مُشرکانہ ہوں گے۔عطائی اور من جانب اللہ کا پردہ ان کے شرک کو چھپا نہیں سکتا!

احادیث میں امت مسلمہ کے بارے میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ انبیاء اور بزرگوں کی شان کو گھٹائے گی بلکہ کثیر احادیث میں بڑھانے کی ہی گمراہی کا اندیشہ ظاہر کر کے غلو کی بیماری سے بچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جبکہ دوسری طرف شیطان نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ مسلمان بزرگوں کی عقیدت کے غلو اور پھر شرک میں مبتلا ہو جائیں۔اور وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب اور بامراد نظر آتا ہے اس کی یہ کامیابی درگاہوں،عرسوں اور گمراہ علماء اور صوفیاء کی خانقاہوں میں اعلانیہ دیکھی جاسکتی ہے۔جن بزرگوں کی خانقاہوں میں درس توحید دیا جاتا تھا ان ہی بزرگوں کی درگاہیں شرک کے گڑھ بن گئی ہیں۔

بدعت کی کارستانیاں

جس طرح عقیدت اور محبت کا غلوِ شرک کا چور دروازہ ہے۔اس طرح بدعت کے ذریعہ بھی عقیدۂ توحید میں تحریف پیدا ہوتی اور متعدد عقلی اور منطقی موشگافیوں سے عقیدہ شرک جنم لیتا ہے۔ یہ تصوّر کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء کو حاجت روائی اور مُشکل کُشائی کی تمام صفات اور اِختیارات عطا فرمادیا ہے۔اسلام میں منافی توحید ایک نیا اختراعی،اِضافی اور باطل عقیدہ ہے۔ایسا عقیدہ دورِ نبویؐ اور دورِ صحابہ میں موجود نہ تھا۔

O حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں:

''جو عبادت صحابہ کرام نے نہیں فرمایا وہ عبادت نہ کرو''۔ (الاعتصام جلد دوم)

صحابۂ کرام رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین،شہدائے بدر واحد وغیرہ کی قبروں پر جا کر ان حضرات سے دُعا وفریاد نہیں کرتے تھے اور نہ دور سے انہیں یا غوث المدد یا خواجہ المدد کی طرح مصائب اور مُشکلات میں مدد کے لیئے پکارتے تھے۔ واضح رہے کہ احادیث میں دُعا کو

عبادت بلکہ اس کی روح اور مغز فرمایا گیا ہے۔اس لحاظ سے دُعا نہ صرف عبادت ہے۔ بلکہ اس کی اعلیٰ قسم بھی!

O حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے:

''تم بھی نئے نئے کام نکالو گے اور لوگ تمہارے لئے نئی نئی صورتیں عبادت کی نِکالیں گے۔تو خوب سمجھ لو کہ ہر نیا طریقۂ عبادت گمراھی ہے اور ہر گمراھی کا ٹھکانہ جھنم ہے''

(الاعتصام: جلد اول)

چونکہ دُعا بھی عبادت بلکہ اس کا مغز ہے۔اس لیئے غیر اللہ سے دُعا مانگنا عبادت یا دُعا کی نئی صورت ہے جو مشرکانہ ہے۔

O ایک اور حدیث ہے:

''آخری زمانے میں بہت سے دجّال اور کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی باتیں بیان کریں گے جن کو تم نے سُنا اور نہ تمہارے باپ دادا نے ،ان سے تم دور رہو۔ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ بنا دیں اور فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں'' (مسلم)

یہ تصرفات انبیاء، اِستعانت بالاولیاء اور ان کی غیبی اور فوق الفطری قدرتوں کو بعطائے اِلٰہی سمجھنے کے مشرکانہ اور قبر پرستانہ عقائد۔قرآن اور حدیث اور دور صحابہؓ میں موجود نہ تھے۔ یقیناً یہ نئی نئی باتیں ہیں۔ غالباً اُمّت مُسلمہ میں ان کا عبّاسی دور کے بعد آغاز ہوا۔ اور موجودہ زمانے میں مشرکانہ فکر و عمل اور سرگرمیاں بام عروج پر پہنچی ہوئی ہیں۔ حتیٰ کہ شرک معروف اور توحید اجنبی اور مجہول ہو گیا۔ انبیاء اور اولیاء سے دُعا و فریاد کرنے والے ان کے عاشق اور محبوب کہلاتے ہیں۔لیکن اس غالی اور مشرکانہ فکر و عمل کی مخالفت کرنے والے انبیاء اور بزرگوں کی توہین اور مخالفت کرنے والے سمجھے جاتے ہیں۔

O اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''بھلا کچھ ٹھکانہ ہے۔اس شخص کی گمراھی کا جس کے لیئے اس کا عمل خوشنما بنا دیا گیا

ہو۔اور وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو“ (فاطر۔۸)

یہ حقیقت ظاہر اور باہر ہے کہ شرک اور قبر پرستی اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی عقیدت اور محبت کے نام پر کی جاتی ہے۔شیطان نے یہ تصوّر گمراہ مسلمانوں کے دل ودماغ پر بری طرح مسلط کر دیا ہے کہ خدا اپنے مقرب اور برگزیدہ بندوں کی عبادتوں اور ریاضتوں کی کثرت سے خوش ہو کر انھیں اپنی صفات حاجت روائی عطا فرما دیتا ہے۔گویا شرک کی بنیادوں میں خدا اور اس کے نیک بندوں کا رابطہ پایا جاتا ہے۔اس طرح سے عقیدہ شرک کو شیطان اور اس کی ذریت نے مزین، خوشنما اور اچھا بنا دیا ہے۔جبکہ مشرکین عرب کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ان کے معبود انبیاء اور اولیاء تھے اور مشرکین انھیں بالذات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔یہی شرک بریلوی اور نظامی کلمہ گو مشرکین کے ہاں پایا جاتا ہے۔اس لیئے وہ خود کو ”خوش عقیدہ“ بھی کہتے ہیں جو شیطان کو خوش اور خدا کو ناراض کرنے والا ہے اور اُن حضرات کو بھی جن سے شرک زدہ مسلمان ان کی تعلیمات اور کتابوں کے برخلاف دُعا اور فریاد کرتے ہیں۔اس کی خبر ہمیں قرآن نے دی ہے!

شرک سے متعلقہ ایک اہم مسئلہ میں قرآن سے جہالت

یہاں ہم سب سے پہلے مشرکین کے معبودوں کے مسئلہ کو لیتے ہیں۔وہ تمام بڑے اور مشہور بریلوی، نظامی اور اشرفی علماء جو انبیاء اور اولیاء کو سمیع الدُعا اور نافع وضار ہونے کا مُشرکانہ عقیدہ رکھتے ہیں۔اپنی کتابوں میں اس غلط اور خلاف حقیقت بات کو عرصہ دراز سے صحیح ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ مُشرکین لکڑی، پتھر کے تراشیدہ بے جان بُتوں کو نافع وضار اور متصرف کائنات سمجھتے تھے۔جبکہ ہم انبیاء اور بزرگوں کو حاجت روا مانتے ہیں۔یہ ایک غلط اور خلاف قرآن خیال آرائی اور خود ساختہ تصور ہے، جبکہ مُشرکین کے معبودوں اور حاجت رواؤں کی فہرست میں انبیاء اور اولیاء سب سے پہلے اور سب سے زیادہ

شامل ہیں، حاجت روا اور نافع وضار، بے جان بتوں کو مانا جائے یا انبیاء اور مرحوم صالحین سے دُعا اور فریاد کی جائے۔ ہر صورت میں یہ عقیدہ اور عمل مُشرکانہ ہوگا۔ غیر اللہ اور من دون اللہ میں بُت اور انبیاء اور اولیاء اللہ سب ہی مخلوقات شامل ہیں۔ انبیاء اور خُدا کے دیگر برگزیدہ اور محبوب بندے غیر اللہ نہیں تو کیا عین اللہ ہیں؟ دون اللہ کے دائرہ میں بتوں کے ساتھ انبیاء اور بزرگان دینِ بھی لازماً آجاتے ہیں۔

قرآن کی بکثرت اور واضح المطالب آیات کے مطابق مشرکین بتوں کو نہیں بلکہ انبیاء اور خدا کے محبوب بندوں کو سمیع الدُعا اور نافع وضار سمجھنے کا مُشرکانہ عقیدہ رکھتے تھے۔ لیکن جن جن آیات میں مُشرکین کے معبودوں اور بزرگوں کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے۔ بریلوی اور اشرفی علماء اپنے مُشرکانہ ذوق اور جہالت کے مطابق ان کی جگہ بے جان بتوں کو فٹ کرتے ہیں۔ ایسا قرآن کے متن اور سیاق سے ممکن نہیں۔ یہ ایک باطل اور غیر علمی تاویل ہے۔

مُشرکین کے معبود پتھر کے بت نہ تھے

O مشہور بریلوی عالم محمد یحیٰی انصاری اشرفی ایک آیت کی غلط تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مشرکوں سے کہا جا رہا ہے کہ پتھر، درخت، پانی، چاند، سورج وغیرہ جنھیں تم پکارتے ہو یہ بے جان ہیں، یہ سن نہیں سکتے، انبیاء واولیاء بعد وفات سنتے ہیں، جواب بھی دیتے ہیں۔ اس لیئے حضورؐ کو سلام کیا جاتا ہے۔ (حقیقت شرک ص ۹۲)

مشرکین کے معبود، درخت اور چاند اور سورج ہی نہیں بلکہ انبیاء اور اولیاء بھی تھے۔ پتھر اور درخت بے جان ہیں تو انبیاء اور اولیاء کہاں جاندار ہیں؟ چونکہ ان کے جسم سے روح نِکل گئی اور وہ بے جان ہوگئے۔ اسی لئے تو کفن پہنا کر دفن کر دئے گئے۔ اب یہ حضرات چاند اور سورج کی طرح زندوں کی دُعا اور فریاد نہ سن سکتے ہیں اور نہ نفع ونقصان کی قُدرت رکھتے ہیں۔ چاند اور سورج سے دُنیا کو بکثرت فائدے پہنچ رہے ہیں۔ لیکن انبیاء اور اولیاء کا فائدہ اہل

دُنیا کو ان کی اسلامی تعلیمات کا ہے جو ہمیں قرآن وحدیث اور بزرگوں کی اسلامی کتابوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جو معنوی اعتبار سے سورج اور چاند سے حاصل ہونے والے فائدوں سے بہت زیادہ ہے۔ سورج اور چاند کے فائدے عارضی دُنیا کے ہیں۔ جبکہ انبیاء اور اولیاء کی تعلیمات اور ہدایات کے فائدے ابدی ہیں۔ یہی ان کا اہل دُنیا کے لیئے سب سے بڑا اور اہم فیضان ہے۔ لیکن اہل بدعت اور حاملین قبوری شریعت کے نزدیک انبیاء اور اولیاء کا سب سے بڑا فیضان اور احسان ان کی اہل دُنیا کے لئے حاجت روائی اور مشکل کشائی ہے۔

مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی نے اپنے شرک کو توحید ثابت کرنے کیلئے مزید لکھا ہے:

''مشرکین ایسے جاہل ہیں کہ مٹی اور پتھر کے بے جان مجسموں کی عبادت اور انہیں سجدہ کرتے ہیں۔ اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ پتھر کا ٹکڑا جو کل تک زمین پر پڑا ہوا تھا۔ وہ کسی صنم تراش کے ہتھوڑے مارنے سے کس طرح خدا اور حاجت روا بن گیا؟ یہ بت جو کسی نفع ونقصان کی قدرت نہیں رکھتے۔ ان کی عبادت کرنا کیا انسانی شرف کی توہین نہیں ہے؟''(۱)

(حقیقت شرک ص۹۶)

قرآن میں مشرکین کے شرکاء کے لیئے دو جامع الفاظ غیر اللہ اور دون اللہ کثرت کے ساتھ اِستعمال کئے گئے ہیں۔ جن میں لکڑی پتھر کے بُت، چاند اور سورج اور انبیاء اور خدا کے تمام مقرب بندے آجاتے ہیں۔ قرآن کے مطابق جس طرح بُت نفع نقصان کی قُدرت اور اختیار نہیں رکھتے، یہی حال انبیاء اور مرحوم صالحین کا ہے۔ جس طرح ایک پتھر انسانوں کے بنانے سے بُت یا مُجسمہ نافع وضار قرار دے لیا گیا ہے۔ اسی طرح قبر میں مدفون انبیاء اور بزرگان دین انسانوں کے بنانے سے نافع وضار سمجھے جاتے ہیں۔ خدا کے بنانے سے نہیں۔

---

(۱) ان مشرکین سے بدتر اور گمراہ وہ مسلمان ہیں جو حامل قرآن ہوتے ہوئے بھی قبر پرستی میں مبتلا ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور مرحوم صالحین سے دُعا اور فریاد کرتے ہیں۔ اسلام ان سے دُعائیں مانگنے کا نہیں بلکہ ان کے لیئے دُعائیں کرنے کا حکم دیتا ہے۔

جس طرح بت پرستی شرک ہے اسی طرح قبر پرستی بھی شرک ہے۔ ویسے کوئی نہ بتوں کو پوجتا ہے اور نہ قبروں کو، بلکہ بت، مُجسّمہ یا قبر جس نبی یا ولی کی ہوتی ہے۔ اس کی پوجا کی جاتی ہے، نفس بت یا قبر کی نہیں!

بے جان سے مانگنا شرک۔ جاندار سے مانگنا توحید!

شرک اور قبر پرستی کے جواز اور تائید میں حیدر آباد سے ایک نیا کتابچہ شائع ہوا ہے۔ اس میں ایک قادری صاحب نے لکھا ہے:

☆ ''قانون شریعت میں صرف اُن سے مانگنا شرک ہے جو بے جان ہوں۔ اسی لئے بُت پرست، چاند، سورج، ستارہ پرست آتش پرست مشرک و کافر ہوئے کہ وہ ان بے جان چیزوں کو ہی مُشکل کشا، حاجت روا سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی مُسلمان اولیاء اللہ کے مزار پر اس کو اللہ کا بندہ سمجھتے ہوئے اس سے حاجت چاہتا ہے تو بالکل جائز ہے''۔ (وسیلہ اولیاء اللہ ص ۵)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ خیالات والے قادری صاحب نے قرآن مجید کا ایک بار بھی مطالعہ نہیں فرمایا۔ خط کشیدہ جملہ خلاف عقل اور غیر ذِمّہ دارانہ ہے۔ جب بے جان سے مانگنا شرک ہے تو جاندار سے مانگنا شرک نہ ہوگا۔ گائے، سور، چیونٹی اور ہاتھی یہ سب جاندار ہیں۔ کیا ان سے مانگا جا سکتا ہے؟ اور ہندو بھی جاندار ہی کی تعریف میں آتے ہیں۔ جبکہ وہ جاندار بھی ہیں اور خدا کے بندے بھی؟ جانداروں میں مُسلم عوام بھی آتے ہیں۔ لیکن ان کے مرنے کے بعد انھیں مدد کے لیئے کوئی نہیں پکارتا، تمام اہل قبور، خواہ وہ انبیاء اور اولیاء ہی کیوں نہ ہوں۔ بے جان ہوتے ہیں، جسم سے، روح یا جان نکلنے کے بعد ہر انسان مُردہ ہوجاتا ہے، تب ہی تو اسے غُسل دیا جاتا۔ اور کفن پہنا کر اسکی نماز جنازہ پڑھی جاتی اور قبر میں دفن کرکے اس پر منوں مٹی ڈال دی جاتی ہے، اگر وہ جان دار ہوتے تو دفن نہ کیئے جاتے، قرآن، عقل عامّہ اور تجربہ اور مُشاہدہ کے مطابق زندے اور مُردے سب برابر نہیں ہوتے، قرآن میں شہداء وغیرہ کی جس حیات کا تذکرہ

آتا ہے۔ وہ دُنیاوی زندگی کی طرح نہیں ہوتی۔ متعلقہ تفصیلات آگے آرہی ہیں! ان کی روحیں قبر میں نہیں بلکہ جنت کے باغوں میں سیر کرتی رہتی ہیں۔

اگر قادری صاحب مذکورہ بیان میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مُشرکین انبیاء، اولیاء اور بزرگوں کو نہیں بلکہ لکڑی پتھر کے بے جان بتوں، مورتیوں اور چاند اور سورج کو پوجتے اور انہیں اپنا حاجت روا اور نافع وضار سمجھتے تھے۔ تو ان کی یہ بات بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ مشرکین بتوں کو نہیں بلکہ بتوں کی شکل میں درحقیقت انبیاء اور اولیاء کو ہی اپنا معبود اور مُشکل کُشا سمجھتے تھے۔ جس کے مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی بھی قائل ہیں، جن کے کثیر بیانات آگے آرہے ہیں۔ جن علماء نے قرآن میں اس اہم حقیقت کو نہیں پایا کہ مشرکین کے معبود انبیاء اور اولیاء نہیں بلکہ صرف پتھر اور لکڑی کے بت تھے۔ اُنھوں نے گویا قرآن کو پڑھا ہی نہیں۔ دنیا میں آج تک کوئی فرد یا قوم ایسی پیدا نہیں ہوئی جو صرف پتھر اور دھاتوں سے بنے بتوں اور مورتیوں کو اپنا معبود اور مشکل کشا سمجھتی ہو!

عالمانہ جہالت

☆ جسٹس پیر محمد کرم شاہ فاضل جامعہ ازہر مشرکین کے معبودوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وہ بے بس اور بے جان پتھر وغیرہ کے بت تھے جنھیں اپنی بھی خبر نہیں"۔

(رہنمائے دکن ۲۶ نومبر ۲۰۰۷ء)

☆ عظیم موحد حضرت پالن حقانیؒ کی مخالفت کرتے ہوئے حیدرآباد کے مشہور عالم مولانا سید عبدالوہاب بخاری نے جو امیر جامعہ نظامیہ رہ چکے ہیں۔ یہ بیان جاری کیا تھا:

"اسلام نے ظاہری شرک وبت پرستی کو مٹادیا، آج کوئی مسلمان ایسا نظر نہیں آئے گا جو پتھر یا کسی دوسری معدنیات سے بنائے ہوئے بتوں کے اطراف چکر لگاتا ہو، یا ان کے سامنے سر جھکاتا ہو" (رہنمائے دکن ۷ مئی ۱۹۷۵ء)

یہ شیطان اور اس کی ذُرّیت کی بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس نے اِنتہائی قابل علماء کو توحید اور شرک سے متعلقہ ایک اہم اور بنیادی حقیقت یعنی مُشرکین کے معبودوں کے بارے میں بہت بڑی جہالت، لاعلمی اور غلط فہمی میں بُری طرح مبتلا کر دیا ہے۔ جبکہ یہ علماء عربی جانتے اور قرآن پڑھتے ہیں۔ یہ کوئی انہونی اور انوکھی بات نہیں ہے۔ جبکہ جھوٹے نبی غلام احمد قادیانی، مُنکر حدیث غلام احمد پرویز اور سر سید احمد خاں وغیرہ انتہائی قابل اور لائق لوگ تھے۔ وہ عربی بھی بخوبی جانتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود گمراہ ہو گئے، جتنے بھی باطل فرقوں کے بانی تھے۔ وہ اعلیٰ دماغ رکھتے تھے۔ معمولی صلاحیت کے لوگ کوئی بڑا فتنہ پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ بڑی گمراہی کے لیئے بڑے۔ اعلیٰ دماغ اور طاقتور قلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی جنھوں نے موجودہ زمانے میں تجدید شرک اور احیائے بدعت کا کارنامہ انجام دیا ہے۔ بڑے ہی قابل اور عربی داں تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ شیطان کے مکر و فریب میں مبتلا ہو گئے!

مولانا ارشد القادری حضرت پالن حقانی پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک طرف تو آپ نے اپنی اس کتاب میں بتوں کے حق میں نازل ہونے والی تمام آیتوں کو انبیاء و اولیاء کے مزارات پر منطبق کیا ہے" (شریعت ص ٦٩)

مولانا ارشد القادری کی یہ بات اُلٹی اور غلط ہے۔ جبکہ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ وہ اور دیگر بریلوی علماء جن آیات میں انبیاء اور بزرگوں کی معبودیت اور حاجت روائی کی تردید کی گئی ہے ان آیتوں کا رُخ اُنھوں نے بتوں کی طرف پھیر دیا ہے۔ جبکہ ان کے اُستاد اور بریلوی مسلک کے سرخیل مولانا احمد رضا خاں نے اس حقیقت کو پالیا تھا کہ مشرکین کے معبود بت نہیں بلکہ دراصل انبیاء اولیاء اور بزرگان دین ہی تھے۔ ان کے بیانات اور دلائل آگے آ رہے ہیں۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے مخاطب مُشرکین کے معبود کون تھے۔ کیا وہ بس بت تھے یا ذوی العقول انبیاء، اولیاء اور مرحوم صالحین؟

بریلوی علماء کے درمیان اختلاف

آگے بڑھنے سے پہلے میں ایک نکتہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ بریلوی مکتبہ فکر کے بڑے اور مشہور علماء کے درمیان جو ''خوش عقیدہ'' کہلاتے اور مُشرکانہ فکر وعمل کا ذوق رکھتے ہیں۔ مُشرکین کے معبودوں کے بارے میں رائے کا اختلاف اور فکری تضاد پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ بیانات گزر چکے ہیں۔ ان کے بعض علماء کہتے ہیں کہ مُشرکین بے جان بُتوں کو پوجتے تھے۔ اور بعض مُشرکین کے معبودوں میں انبیاء اور خدا کے نیک اور مقرّب بندوں کو شامل کرتے ہیں۔ اور یہی رائے صحیح اور ان تمام علماء کی ہے جو مسلمانوں کے شرک اور قبر پرستی کے مخالف ہیں اِہل توحید وسنت کی خوش قسمتی اور اہل شرک وبدعت اور حاملین قبوری شریعت کی بد قسمتی سے بریلوی علماء کے سُرخیل مولانا احمد رضا خاں بھی اُن علماء میں بڑھ چڑھ کر شامل ہیں جو مشرکین عرب کے معبودانِ باطل میں انبیاء، اولیاء اور بزرگوں کو داخل سمجھتے ہیں۔ ان کے تفصیلی اور مُدلّل بیانات اس باب میں موجود ہیں۔

معبودان باطل کے انواع واقسام

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ ہر دور کے مُشرکین کے معبود ایک سے زیادہ متعدد قسم کے تھے۔ جیسے سورج، فرشتے، اور جنّات وغیرہ۔ جن میں انبیاء، اولیاء اور خدا کے نیک اور مقرب بندے بھی شامل ہیں۔ بلکہ یہی سب سے زیادہ بھی ہیں اور اہم بھی۔ پہلے ان کی عقیدت، محبت اور شان میں غلو کیا گیا۔ جس کی احادیث میں ممانعت کی گئی ہے۔ پھر یہ محبت کا غلو اور افراط رفتہ رفتہ شرک اور بت پرستی میں بدل گیا۔ جس کی ایک قسم قبر پرستی بھی ہے۔ موجودہ زمانے کی مشہور مشرک قوم، ہندوؤں کے ہزاروں معبود ہیں۔ جن میں رام اور کرشن کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ جو انسان اور خدا کے نیک بندے تھے۔ تبھی تو ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں اسلام۔ عقیدہ توحید اور محمد صلی اللہ ﷺ وغیرہ کے بارے میں مبنی برحق تصورات اچھی اور صحیح باتیں اور پیشن گوئیاں موجود ہیں۔ جو عام انسانوں سے ممکن نہیں ہیں۔

مشرکین کے معبود کون تھے؟

(قرآنی دلائل)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) ''لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود بنا لیئے ہیں جو کسی کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ جو خود اپنی ذات کے لیئے بھی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ اور جن کو خود اپنی زندگی و موت اور دوبارہ پیدائش پر کسی قسم کا اختیار نہیں ہے'' (الفرقان۔۳)

(۲) ''اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں۔ بلکہ مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں نہ کہ زندہ۔ اور ان کو نہیں معلوم کہ انھیں کب دوبارہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا'' (النحل۔۲۱)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا قاری محمد عبدالباری نظامیؒ لکھتے ہیں:

(۳) ''اب اس کے مقابل ان چیزوں کو دیکھو جن کو یہ لوگ معبود بناتے ہیں۔ ان میں سے نہ علم کی صفت ہے نہ پیدا کرنے کی۔ دوسروں کو پیدا کرنا تو الگ رہا۔ وہ خود ہی پیدائش اور زندگی میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اور ان کے علم کا حال یہ ہے کہ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ قیامت کب ہوگی''۔ (تفسیر قاری محمد عبدالباریؒ)

بتوں، مورتیوں اور سورج وغیرہ میں زندگی ہوتی ہے۔ نہ ان کو موت سے کوئی تعلق ہوتا ہے، اور نہ ہی زندگی بعد موت کا ان پر اطلاق ہوتا ہے، اس لئے مذکورہ آیات میں روئے سخن ان انبیاء اور اولیاء کی طرف ہے جنہیں مُشرکین نے اپنا معبود، حاجت روا اور نافع وضار بنالیا تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور مقرب بندوں کو حاجت روائی کی تمام صفات اور اختیارات عطا فرمادیا ہے۔ جیسا کہ موجودہ زمانے کے رضاخانی، اشرفی اور نظامی گمراہ علماء اور مشائخ سوء کا مُشرکانہ عقیدہ ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور جن لوگوں نے اللہ کے شریک بنائے تھے وہ جب قیامت کے دن اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہی وہ شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا (حاجت روائی کے لیئے) پکارا کرتے تھے۔ تو وہ شریک ان کی بات (الٹی انھیں کی طرف پھینک دیں گے (اور کہیں گے) کہ تم جھوٹے ہو''۔ (النحل:۸۶)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا قاری محمد عبدالباری نظامی استاد عربی جامعہ نظامیہ فرماتے ہیں:

جب مشرکین میدان حشر میں ان انبیاء اولیاء اور شیاطین کو دیکھیں گے جن کو وہ دنیا میں پوجا کرتے تھے۔ تو اپنے بچاؤ کے لیئے عرض کریں گے کہ پروردگار: ''یہ ہیں ہمارے بنائے ہوئے شریک جن کو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے''۔ اس پر وہ انھیں جواب دیں گے کہ: ''تم جھوٹے ہو''۔ یعنی وہ شرک سے اپنی برأت کا اعلان کریں گے۔ انبیاء اور اولیاء تو دُنیا میں بھی شرک اور کفر سے بچنے کی تعلیم دیتے رہے۔ اور قیامت کے دن بھی اس بات کا اعلان کریں گے''۔ (تفسیر قاری محمد عبدالبای ص ۴۹۶)

مذکورہ آیت اور مولانا عبدالباریؒ کی اس تفسیر سے انبیاء اور اولیاء کے تصرفات اور ان کے سمیع الدعا، عالم الغیب اور حاجت روا ہونے کا عقیدہ پاش پاش ہو جاتا ہے اور یہ بات دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ مشرکین کے معبود اور مستعان انبیاء اور اولیاء تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو حاجت روائی کی قدرتیں اور اختیارات عطا فرماتا تو میدان حشر میں مذکورہ ڈائیلاگ نہ ہوتے۔ وہ دن دور نہیں جبکہ حشر برپا ہوگا جہاں شرک زدہ نام نہاد عاشقانِ رسولؐ اور محبان شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی ہوں گے اور وہ وہابی اور دیوبندی بھی جو رضا خانیوں کو شرک اور قبر پرستی سے منع کرتے تھے۔ اب خود قارئین کرام فیصلہ کریں کہ اُس وقت کون اللہ، رسول اور بزرگوں کو حقیقی معنوں میں چاہنے والے قرار پائینگے اور کون شرک کے سبب دُھتکار دئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ وہ، وہ دن بھی ہوگا۔ جبکہ حاملین توحید و سنت بڑے خوش و خرم ہوں گے۔

اس لئے کہ حاملین شرک و بدعت ''وہابیوں'' کو اس دنیا میں زبان، قلم اور ہاتھ سے جو اذیتیں پہنچایا کرتے تھے ان سب کا بدلہ چکا دیا جائے گا۔!

(۵) اس آیت سے دو اور دو چار کی طرح یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مشرکین کے معبود جن سے وہ عبادت اور استعانت کا تعلق رکھتے تھے۔ ہم انسانوں کی طرح انسان تھے۔ لکڑی اور پتھر کے بت نہیں:

''ان الذین تدعون من دون الله عباد امثالکم ''اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے (اللہ کے) بندے ہیں'' (الاعراف۔۱۹۴)

یہاں ''عباد امثالکم'' کے الفاظ قابل غور ہیں۔ دوسری بات جو اس آیت سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم جیسے مجبور انسانوں کو مدد کے لئے نہیں پکارنا چاہئے۔ بلکہ صرف اللہ ہی سے دُعا اور فریاد کرنی چاہئے۔ اگر قبر میں مدفون خدا کے برگزیدہ بندوں میں صفات حاجت روائی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ''عباد امثالکم'' نہ فرماتا۔ یہ آیت صرف بت پرستوں کے لیئے نہیں ہے۔ اس لئے کہ ''من دون اللہ میں عموم ہے۔ اس میں تمام قسم کے باطل اور خود ساختہ معبود اور فریادرس آجاتے ہیں۔

(٦) اس آیت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مشرکین کے معبود اللہ کے نیک بندے تھے۔ بے جان پتھر کے بت نہیں:

''کیا کافر یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ میرے سوا وہ میرے بندوں کو اپنا کارساز بنالیں (یتخذوا عبادی من دونی اولیاء)'' (کہف۔۱۰۲)

(۷) اللہ تعالیٰ سورہ انبیاء رکوع ۷ میں ارشاد فرماتا ہے کہ مشرکین اللہ کے سوا جن جن کی عبادت کرتے ہیں وہ سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے''۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک مشرک نے رسول اللہ ﷺ سے طنزاً یہ سوال کیا تھا:

''ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں۔ یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو

کیا یہ سب بھی جہنم میں جلیں گے؟ حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''جس نے اپنی عبادت کرائی وہ ان کے عابدوں اور فریادیوں کے ساتھ جہنم میں جائے گا۔ اور چونکہ یہ بزرگ اپنی عبادت نہیں کراتے تھے (اور وہ لوگ) انھیں شیطان کی ترغیب پر پوجتے تھے۔ اس لئے وہ جہنم میں نہیں جائیں گے''۔ (تفسیر ابن کثیر)

(۸) مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ سورہ احقاف آیات ۴۔۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس ارشاد الٰہی کو تفصیلاً یوں سمجھئے کہ دنیا بھر کے مشرکین خدا کے سوا جن ہستیوں سے دعائیں مانگتے ہیں وہ تین اقسام پر منقسم ہیں، ایک بے روح اور بے عقل مخلوقات، دوسرے وہ بزرگ انسان جو گذر چکے ہیں، تیسرے وہ گمراہ انسان جو خود بگڑے ہوئے تھے اور دوسروں کو بگاڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے، پہلی قسم کے معبودوں کا تو اپنے عابدوں کی دعاؤں سے بے خبر رہنا ظاہر ہی ہے، رہے دوسری قسم کے معبود جو اللہ کے مقرب انسان تھے تو ان کے بے خبر رہنے کے دو وجوہ ہیں، ایک یہ کہ وہ اللہ کے ہاں اس عالم میں ہیں جہاں انسانی آوازیں براہ راست ان تک نہیں پہونچتیں دوسرے یہ کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی ان تک یہ اطلاع نہیں پہونچاتے کہ جن لوگوں کو آپ ساری عمر اللہ سے دعا مانگنا سکھاتے رہے تھے، وہ اب الٹی آپ سے دعائیں مانگ رہے ہیں، اس لئے کہ اس اطلاع سے بڑھ کر ان کو صدمہ پہونچانے والی کوئی چیز نہیں ہوسکتی اور اللہ اپنے نیک بندوں کی ارواح کو اذیت دینا ہرگز پسند نہیں کرتا، اس کے بعد تیسری قسم کے معبودوں کے معاملہ پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ان کے بے خبر رہنے کے بھی دو ہی وجوہ ہیں ایک یہ کہ وہ ملزموں کی حیثیت سے اللہ کے ہاں حوالات میں بند ہیں جہاں دنیا کی کوئی آواز انھیں نہیں پہونچتی، دوسرے یہ کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی انھیں یہ اطلاع نہیں پہونچاتے کہ تمہارا مشن دنیا میں خوب کامیاب رہا اور لوگ تمہارے پیچھے تمہیں معبود بنائے بیٹھے ہیں۔ اس لئے کہ یہ خبریں ان کے لئے مسرت کی موجب ہوں گی اور خدا ان ظالموں کو ہرگز خوش نہیں کرنا چاہتا''۔ (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۶۰۳)

علمائے قدیم کے بیانات

☆ سورہ نوح میں مشرکین کے چند معبودوں ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کا تذکرہ آیا ہے۔ (آیت ۲۳)

اس آیت کی تفسیر اس حدیث سے ہو جاتی ہے:

''یہ سب اصل میں قوم نوح کے بزرگوں کے نام تھے'' (بخاری)

☆ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

''ودّ'' ایک مرد صالح تھا جو اپنی قوم میں محبوب تھا۔ جب وہ مر گیا تو اس کی قبر کے ارد گرد لوگ طواف کرنے لگے۔'' (تفسیر ابن کثیر)

سورہ نجم میں مُشرکین کے معبودوں لات و عزی اور منات کا تذکرہ آیا ہے۔

(ملاحظہ ہو آیت ۲۰)

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریرؒ لکھتے ہیں:

''لات ایک بزرگ تھے جو حاجیوں کو ستو بھگو کر پلایا کرتے تھے۔ جب ان کا اِنتقال ہوا تو ان کی قبر پر لوگوں نے اِعتکاف کیا اور اس کی پرستش کی۔'' (تفسیر ابن جریر)

☆ ''اور جب یہ پیر ستو شہ فوت ہو گئے تو عمرو بن یحییٰ نے کہا کہ یہ ولی اللہ پتھر میں سما گئے، مرے نہیں۔ لوگوں نے پتھر کی عبادت شروع کر دی اور اس پر ایک مکان بنا دیا''

(تفسیر روح المعانی، بحوالہ شرح بخاری، عینی، تفسیر مظہری وغیرہ)

اولیاء اللہ کے نہ مرنے کا باطل عقیدہ موجودہ زمانے کے کلمہ گو مشرکین کی طرح قدیم مشرکین میں بھی موجود تھا!۔

☆ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ''لات'' کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہ لوگ مصائب و پریشانیوں میں لات سے مدد مانگتے تھے'' (بدور بازغہ)

بت ہوں یا قبور اولیا، وہ صرف مرکز قبلہ/توجہ ہوتے ہیں۔ اصل مقصد اور مدّعا ان بزرگوں کی پرستش ہوتا ہے جن کے نام پر یہ بت یا قبر بنائی جاتی ہے۔ مسلمان قبر سے نہیں بلکہ صاحب قبر سے دُعا و فریاد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ ''اُنہوں نے اپنے علماء اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا معبود بنالیا۔ حالاں کہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں''۔ (التوبہ۔۳۱)

☆ ''اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب اللہ فرمائے گا۔ اے عیسیٰؑ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود بنالو''۔ (المائدہ۔۱۱۶)

کیا حضرت عیسیٰؑ اور آپ کی والدہ نعوذ باللہ بت، شیطان یا اللہ کے ناپسندیدہ بندے تھے؟ وہ تو انسان اور اللہ کے محبوب اور مقرب بندے تھے!

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ جبکہ اس سے بھی بدتر حالت اُن بریلوی علماء کی ہے جنھوں نے اُس فرشتہ حضرت جبریلؑ کو بھی اپنا حاجت روا قرار دے لیا ہے جو حضرت مریمؑ کے پاس ان کو ایک بیٹے کی صرف خوشخبری پہچانے آئے تھے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اور ملاحظہ ہو کہ ارشاد الٰہی ہے:

☆ ''کسی آدمی کو لائق نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ بلکہ (وہ کہے گا) تم ربّانی بن جاؤ۔ کیونکہ تم کتاب پڑھتے پڑھاتے ہو۔ اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو۔ بھلا جب تم مسلمان ہو چکے ہو تو کیا اسے لائق ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے۔

(آل عمران:۷۹۔۸۰)

ان آیات کا شان نزول اور تفصیلی مطلب خواہ کچھ بھی ہو الفاظ بتلا رہے ہیں کہ

غیر اللہ، من دون اللہ اور معبودانِ باطل میں فرشتے اور انبیاء بھی شامل ہیں اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نہ ان ہستیوں کو اپنا رب، معبود اور مُشکل کُشا بنائے اور نہ ہی دوسرے مُسلمانوں کو اس کی ترغیب دے کر شرک اور کفر میں مُبتلا کرے۔ لیکن ان آیات کے برخلاف ایسا ہورہا اور اللہ کے محبوب بندوں کو بہ ایں معنٰی رب بنایا جارہا ہے کہ ان سے دُعا اور فریاد کی جارہی اور ان کی قبروں پر سجدہ وطواف اور نذرونیاز جیسے مراسم عبودیت ادا کئے جارہے ہیں۔

☆ امام فخر الدین رازیؒ المتوفی ۶۰۶ھ سورہ یونس کی آیت ۲۰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''جن بت پرستوں نے اصنام واوثان اپنے انبیاء واکابر کی صورتوں پر تراشے تھے اور خیال کرتے تھے کہ جب ہم ان کی عبادت میں مشغول ہوں گے تو یہ اکابر اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں گے۔ اس کی نظیر اکثر لوگوں کے اپنے بزرگوں کی قبروں سے مشغولیت ہے''۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم)

اسلام میں تصاویر، قبروں پر مقابر اور مساجد کی تعمیر حرام ہے۔ اس کی وجہ ایک یہ ہے کہ ان کے ذریعہ شرک پیدا بھی ہوتا ہے اور پھیلتا بھی ہے۔!

☆ ایک حدیث ہے:

''جب ان میں کوئی نیک آدمی مرجاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور اس میں تصویریں لٹکادیتے یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے ہاں بدترین مخلوق شمار ہوں گے''۔ (مسلم)

☆ امام فخر الدین رازیؒ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''اللہ کے سوا جن کی پرستش کی جاتی تھی۔ اُن میں ذی عقل بھی تھے اور غیر ذی عقل بھی۔ ذی عقل کی مثال حضرت عیسیٰؑ، حضرت عزیزؑ اور فرشتے ہیں جن کی ایک قوم پرستش کرتی رہی تھی'' ''غیر ذی عقل معبود وہ بت وغیرہ ہیں جن کی پرستش کی جاتی تھی۔ کفار کا یہ قول کہ'' ہم ان کی پرستش اس لیئے کرتے ہیں کہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں'' ذی عقل معبودوں کے بارے میں ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ ما نعبدُھم میں ھُم کی ضمیر ذی عقل کی ہے جو غیر

ذی عقل (بتوں) کے لیئے نہیں آتی"۔ (تفسیر کبیر)

☆ ڈاکٹر میر ولی الدین۔ جن کا تعلق حیدر آباد سے تھا، حیدر آباد کے علماء اور مشائخ میں بڑے معروف اور مقبول تھے۔ اُنھوں نے بھی امام فخر الدین رازیؒ کی طرح لکھا ہے:

"غیر اللہ، دون اللہ سے مُراد نہ صرف بت ہیں بلکہ انبیاء اولیا، سب اس میں شامل ہیں۔ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوصی موارد کا۔ من دون اللہ عام ہے اس میں تمام مخلوقات شامل ہیں۔ مقبول ہوں یا مردود، اللہ کے سوا جتنی مخلوقات ہیں۔ سب اس میں شامل ہیں"۔ (قرآن اور تعمیر سیرت مقالہ، توحید اُلوہیت)

☆ ایک مفکر اسلام لکھتے ہیں:

"دنیا میں آج تک جتنے داعیانِ حق مبعوث ہوئے ہیں۔ سب نے اپنی زندگی ان جھوٹے خداؤں کی خدائی ختم کرنے میں صرف کی ہے۔ جنھیں انسان نے خدائے واحد کو چھوڑ کر اپنا خدا بنالیا تھا۔ لیکن ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ ان کے بعد ان کے پیروؤں نے جاہلانہ عقیدت کی بنا پر خود ان ہی کو خدا یا خدائی میں خدا کا شریک بنالیا اور وہ بھی ان بتوں میں شامل کر لیئے گئے جنہیں توڑنے میں اُنہوں نے اپنی تمام عمر کی محنتیں صرف کر دی تھیں"۔

(قرآن اور پیغمبر)

مثلاً انبیاء میں حضرت عیسیٰؑ اور حضور اکرم ﷺ اور اولیاء میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ وغیرہ کو بھی خدا کا شریک بنالیا گیا ہے۔

بریلوی علماء کا دور کی کوڑی لانا

شرک پسند گمراہ علماء و مشائخ جن کا یہ غلط خیال ہے کہ مشرکین کے معبود اور حاجت روا لکڑی اور پتھر کے بت تھے، انبیاء اور اولیاء نہیں۔ ہمارے قرآنی موقف کی نفی اور تردید کرتے ہوئے یہ دلیل دیتے اور بزعم خویش بڑا علمی تیر مارتے ہیں کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ مشرکین

اور ان کے معبودان باطل جن کی وہ عبادت کرتے اور جن سے دُعائیں مانگتے تھے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اگر مشرکین کے معبود انبیاء اور اولیاء تھے تو کیا وہ بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے؟ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ یہ دلیل جو قرآن سے جہل پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے بھی بڑی علمی شان سے دی ہے۔ جو آگے آرہی ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی !

اس سلسلہ میں بریلوی شرک زدہ علماء قرآن کی یہ آیت پیش کرتے ہیں:

''(مشرکو) یقیناً تم اور وہ جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے اور تم سب کو اس میں جانا ہوگا اگر یہ (تمہارے معبود سچے) معبود ہوتے تو دوزخ میں نہ جاتے اور (دیکھو!) یہ سب ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے۔ وہاں وہ چلائیں گے۔ اور اس میں کسی کی بات نہ سنیں گے''۔ (الانبیاء:۹۷۔۱۰۰)

ان آیات کی تفسیر میں مولانا قاری محمد عبدالباری نظامیؒ سابق اُستاد عربی جامعہ نظامیہ لکھتے ہیں:

''واضح ہو کہ بعض مشرک، انبیاء اور اولیاء کو بھی پوجتے ہیں۔ لیکن وہ حضرات اس حکم میں داخل نہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محترم بندے ہیں۔ اور لوگوں کے شرک سے بیزار ہیں''۔ (تفسیر قاری محمد عبدالباری نظامیؒ ص۵۵۲)

دوزخ میں وہ معبود ڈالے جائینگے جنہوں نے دنیا میں خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور خود کی عبادت کرائی تھی۔ جیسے!

''فرعون نے کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر دوں گا''
(الشعراء:۲۹)

فرعون پتھر کا بت نہ تھا بلکہ انسان تھا، وہ اس لئے بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔

اس آیت سے بھی بریلوی گمراہی کی نفی اور ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے:

''اور ان میں سے جو کوئی بھی یہ کہے کہ میں اللہ کے سوا، معبود ہوں، تو اسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے''۔ (الانبیاء:۲۹)

اس آیت سے بھی بریلوی علماء کی دو باتوں کی تردید ہوتی ہے کیونکہ (۱) مشرکین کے معبود بت نہیں بلکہ انسان تھے۔ (۲) ان میں سے وہی دوزخ میں ڈالے جائینگے جنھوں نے خود کو اس دنیا میں معبود اور حاجت روا قرار دیا تھا۔

بریلوی علماء کا مطالعہ قرآن غیر صحت مندانہ، سطحی اور ٹیڑھا ہے۔ اس لیئے وہ شرک اور اس سے متعلقہ عقائد اور مسائل کے بارے میں غلط اور منافی قرآن تصورات رکھتے ہیں! جن علماء اور مشائخ نے قرآن کے مطالعہ کے بعد یہ نہ جانا کہ مشرکین کے معبود اور فریادرس بت ہی نہیں انبیاء، اولیاء اور خدا کے مقرب بندے بھی تھے اُنھوں نے گویا قرآن کو پڑھا ہی نہیں جس طرح اُنہوں نے تلاوت قرآن کے باوجود شرک سے متعلقہ اس اہم حقیقت کو نہ پایا اسی طرح وہ اسلام، پیغمبر اسلام، توحید اور شرک سے متعلقہ بکثرت حقائق سے جاہل اور ناواقف ہیں۔ اس لئے بھانت بھانت کی گمراہیوں اور عقائد کے فتنوں میں سر سے پیر تک ڈوبے ہوئے ہیں۔

بزرگوں کی درگاہیں شرک کے ذرائع اور سرچشمے ہیں

(۱) ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ عینی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

''جب یہود و نصاریٰ انبیاء کرام کی تعظیم کے خیال سے ان کی قبروں کو سجدہ کرنے لگے اور قبروں کو قبلہ بنا کر نماز میں قبروں کی طرف رُخ کرنے لگے۔ اور انبیاء کی قبروں کو بُت بنا کر پوجنا شروع کیا تو حضور ﷺ نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو بھی ان افعال سے منع فرمایا''۔ (نور المصابیح۔ جلد اول۔ حصہ دوم از حضرت عبداللہ شاہ صاحب حیدرآباد)

موجودہ زمانے میں بزرگوں کی درگاہیں شرک کے مخزن، منبع اور گڑھ اور مشرکانہ

فکر و عمل کے وسیع ذرائع اور وسائل بن چکے ہیں۔توحید خالص کے علمبردار نفس زیارت قبور کے منکر نہیں جس کا مقصد اور فائدہ احادیث میں دُنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاددہانی بتلایا گیا ہے۔لیکن عرسوں اور درگاہوں کی زیارت سے خوف خدا اور فکر آخرت نہیں بلکہ دل و دماغ میں مُشرکانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔اس لئے مسلمانوں کو مشرکانہ ماحول سے بچانے کے لیئے عرسوں اور درگاہوں سے دور رہنے اور بے رونق ویران قبرستانوں کی زیارت کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔جیسا کہ بطور حکمت اور مصلحت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو ابتداء اسلام میں توحید کے وسیع تر مفاد کے لیئے نفس زیارت قبور سے ہی منع فرمایا تھا۔مذکورہ آیات اور احادیث پر مبنی دلائل سے یہ حقیقت دو اور دو چار کی طرح ثابت ہوجاتی ہے کہ ہر دور کے مشرکین کے معبود جن کے آگے وہ دُعاوفریاد، سجدہ وطواف اور قربانیاں وغیرہ جیسے مراسم عبودیت ادا کرتے تھے۔ وہ شیاطین یا لکڑی، پتھر کے بت نہیں بلکہ ذی العقول خدا کے برگزیدہ بندے، انبیاء، اولیاء اور بزرگان دین تھے!

(۲) حضرت عمرؓ کی خلافت میں جب تستر فتح ہوا تو ہرمز کے خزانہ میں ایک لاش تھی۔ جسے قحط کے ایام میں باہر نکالا جاتا تھا۔ تو بارش ہوجاتی تھی۔حضرت عمرؓ کے حکم سے اس لاش کو اس طرح سے دفنادیا گیا کہ کسی کو پتہ نہ چلے تاکہ کوئی اس قبر کو پہچان نہ سکے اور پرستش شروع نہ ہوجائے۔ (بیہقی، سنن کبری)

یہاں میں اس سلسلہ میں چند مزید احادیث پیش کرتا ہوں۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یہود اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔اُنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔" (بخاری جلد۲)

(۴) "سب سے بُرے وہ لوگ ہوں گے جن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ لوگ جو قبروں کو مسجدوں کی حیثیت دیتے ہیں۔" (مسند امام احمد)

جہاں اللہ کی عبادت، سجدے اور دُعائیں کی جاتی ہیں۔ لیکن مسجد میں کی جانے والی یہ عبادتیں رضا خانی دین وشریعت میں اولیاء کی قبروں کے ساتھ جائز، مشروع ہی نہیں بلکہ محبوب اور مرغوب بھی ہیں۔ اور یہ اُمور وہابیوں کو گالیاں دیتے اور کوستے ہوئے انجام دئے جاتے ہیں!

بزرگ کی نہیں۔ عالی شان قبر کی قدردانی

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام صاحب اپنی مشہور کتاب ''آب کوثر'' میں لکھتے ہیں:

''حضرت خواجہؒ کی وفات کے بعد ان کی نعش مبارک اسی حجرے میں دفن کردی گئی، جس میں آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ لیکن پختہ مزار کوئی تعمیر نہ ہوا۔ اور آپ کی وفات کے کوئی ڈھائی سوسال تک بیرونی دنیا نے اجمیر اور خواجہ اجمیر کو فراموش کیئے رکھا۔ فقط شیخ حمیدالدین ناگوریؒ کے جانشین کبھی کبھی راجپوتانے کے دوسرے بڑے اسلامی مرکز ناگور سے آتے اور زیارت و دُعا فاتحہ سے فیض یاب ہوتے۔ ۱۴۶۴ء میں خواجہ حسین ناگوری نے مالوہ کے بادشاہ سلطان محمد خلجی سے استدعا کی اور حضرت خواجہ کا پختہ مزار تعمیر ہوا۔ ۱۵۷۰ء میں اکبر نے درگاہ میں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی اور خود زیارت کے لئے بارہا حاضر ہوا۔ اس کے بعد درگاہ کو بڑی رونق ہوئی۔ (آب کوثر ص ۲۰۸)

حقیقت تو یہ ہے کہ بریلوی علماء اور عوام میں اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی کوئی حقیقی پرکھ قدرو قیمت نہیں پائی جاتی۔ اگر یہ شرک زدہ طبقہ واقعی اولیاء پسند ہوتا تو خواجہ معین الدین چشتیؒ کی قبر جن دنوں کچی اور غیر پختہ تھی۔ اسی زمانے میں وہاں زائرین کا اژدھام ہوتا۔ لیکن آپ کی کچی قبر عرصہ دراز تک ویران اور سنسان پڑی رہی۔ جب پختہ بنا کر اس پر گنبد تعمیر کی گئی اور اکبر بادشاہ نے زیارت کا آغاز کیا۔ تب وہ ولی اللہ، بزرگ، حاجت روا اور مشکل کُشا بنے۔ اسی وجہ سے بکثرت احادیث میں قبر کو پختہ اور مزیّن کرنے اور اس پر گنبد بنانے سے منع کردیا گیا ہے!

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر، قبروں پر مسجدیں (یا قبے) بنانے والوں پر اور قبروں پر چراغ روشن کرنے والوں پر''۔ (مسند احمد۔ نیل الاوطار جلد۴)

ان تمام ممنوعات کا تعلق سدّ باب شرک سے ہے، عورتیں جذبات، عقل اور دماغ کی کمزور ہونے کے سبب ضعیف الاعتقادی میں بہت جلد اور بہت زیادہ مبتلا ہو جاتی ہیں اور وہ اپنے جذبات پر مردوں کے مقابلہ میں بہت کم قابو رکھتی ہیں۔ اس لیئے ان کی اس کمزور فطرت کے پیش نظر انہیں بہت ساری باتوں سے منع کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ان کو طلاق کا حق نہ دیا جانا وغیرہ۔ عورتوں کو زیارت قبور سے منع کرنا بھی اسی سلسلہ کی ایک معقول کڑی ہے۔

قبر پر قبا تعمیر کرنے سے اس لیئے منع کیا گیا ہے کہ ایسی قبر جس پر گنبد نہ ہو۔ اگر چہ کہ وہ بڑے سے بڑے ولی اللہ کی ہو۔ وہاں مراسم عبودیت، دُعا و فریاد اور سجدہ و طواف وغیرہ ادا نہیں کیئے جاتے، جیسا کہ بُت پرست سادے پتھر کو نہیں پوجتے، صرف اُسی پتھر کی پرستش کرتے ہیں جو ان کے کسی بزرگ کی شکل پر تراشیدہ ہو۔

یہاں مجھے اکبر الہ آبادی کا ایک شعر یاد آ رہا ہے:

بتو شاباش! کیا کہنے ترقی اس کو کہتے ہیں!
نہ ترشے تھے تو پتھر تھے، جو ترشے تو خدا ٹھہرے!

جب تک قبر کچّی اور غیر مزّین تھی پوجی نہیں گئی اور جب پختہ بنی اور اس پر عالیشان اور خوبصورت عمارت تعمیر کی گئی شرک زدہ لوگوں کی توجہ کا مرکز اور معبود بن گئی!

مذکورہ حدیث میں قبروں پر چراغ جلانے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اس لیئے کہ اس کے تار بھی شرک سے جڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عوام کی قبروں پر چراغ روشن نہیں کیئے جاتے۔ بزرگوں کی قبروں پر چراغ ان کو خوش کرنے کے لئے جلائے جاتے ہیں تا کہ وہ ان کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کریں۔ ہندوؤں کے مندروں میں بتوں کے سامنے چوبیس گھنٹے دیا روشن رہتا ہے۔ جس مقصد اور تصور کے ساتھ بتوں، مورتیوں اور دیوی، دیوتاؤں کی تصویروں کے

سامنے چراغ جلائے جاتے ہیں۔ اِسی تصورّ کے ساتھ درگاہوں، چھلّوں اور پیران پیرؒ کے جھنڈوں پر چراغ روشن کئے جاتے ہیں۔

(٦) حضرت ابو ہریرہؓ وہ صحابی ہیں جنھیں سب سے زیادہ صحبت نبویؐ اور احادیث روایت کرنے کا شرف عظیم حاصل ہے۔ آپ نے یہ وصیت فرمائی تھی:

میری قبر پر خیمہ نصب نہ کرنا۔ (بحوالہ عینی۔ شرح بخاری)

ساری دنیا میں شرک زدہ مسلمانوں نے علماء اور بزرگوں کی قبروں کو پختہ کر کے ان پر عالیشان گنبدیں تعمیر کی ہیں۔ جو شرک کے گڑھ بنی ہوئی ہیں۔ کیا یہ سب حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی افضل اور بہتر ہیں؟ قبر پر گنبد تعمیر کرنے کا تعلق صاحب قبر کی عظمت اور بزرگی سے جوڑا نہیں جاسکتا۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو دور نبویؐ اور دور صحابہؓ میں خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ وغیرہ کی قبروں پر بلند و بالا عمارتیں تعمیر کی جاتیں۔ البتہ بزرگوں کی قبروں پر عمارت تعمیر کرنے کے تار شرک اور غلو سے جوڑے جاسکتے ہیں۔ کچّی اور بے رونق قبر کو کوئی پوچھتا ہے اور نہ پوجتا ہے۔ فتنہ اور فساد کی جڑ وہ قبریں ہیں جن پر مزّین گنبدیں، خوبصورت قیمتی چادریں اور پھولوں کے ڈھیر موجود ہوں! قبّے اور عالیشان عمارتیں بنانا تو درکنار صحابہ کرام کسی قبر پر معمولی شامیانہ یا سائبان تک دیکھنا پسند نہ کرتے تھے۔

(٧) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کی قبر پر ایک شامیانہ لگا ہوا دیکھا تو فرمایا:

"اے لڑکے! اس کو الگ کردے، ان پر تو ان کا عمل سایہ کر رہا ہے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر پختہ عمارت کے وجود کو بزرگوں کی قبروں پر قبوں اور گنبدوں کے جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ جب حضورؐ کی وفات کے بعد یہ مسئلہ پیش آیا کہ آپؐ کی تدفین کہاں عمل میں لائی جائے۔ تو اس وقت صحابہ کرامؓ کے سامنے یہ حدیث آئی کہ نبی کی جس مقام پر وفات ہوتی ہے انھیں اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔ چونکہ آپؐ کی وفات

حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہوئی تھی۔ اس لیئے اسی حجرہ میں آپؐ کو دفنایا گیا۔ اگر یہ چیز قبر پر تعمیر عمارت کا جواز بنتی تو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عمرؓ قبر پر شامیانہ کی تنصیب کی مخالفت نہ فرماتے اس کے بعد اس معمولی حجرہ کو ایک ناگزیر ضرورت اور قبر نبویؐ کی حفاظت کے پیش نظر پختہ کیا گیا۔ جبکہ یہودی ایک سرنگ کے ذریعہ جسد مبارک کو نکالنے کے لئے کوشاں تھے۔

(۸) مسلمانوں کو شرک سے بچانے کے لیئے قبرستان میں نماز پڑھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ (مسلم، امام احمد)

(۹) اور دوسری احادیث کے مطابق قبور پر لکھنا اور مجاور بن کر بیٹھنا بھی منع ہے۔

(۱۰) مشرکین اپنے بتوں اور بزرگوں کی قبروں کے پاس ان کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیئے جانور ذبح کرتے تھے تاکہ وہ ان کی دُعا و فریاد سنیں اور حاجتیں پوری کریں۔

(۱۱) اس لیئے رسول اللہ ﷺ نے:

''قبروں کے پاس جانور ذُبح کرنے سے منع فرما دیا''۔ (سنن ابوداوَد)

لیکن چونکہ شرک اور معبودانِ باطل کے پاس جانوروں کا ذُبح کرنا لازم وملزوم ہے۔ اس لیئے موجودہ زمانے کے بھی شرک زدہ مسلمان بزرگوں کی قبروں سے نامزد کر کے بکرے چھوڑتے اور ان کو خوش کرنے ان سے نسبت دیگر بکرے کاٹے جاتے ہیں۔ عقیدہ یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے بلائیں ٹلتی اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں! دیکھیئے کس کس طرح سے جاہل مسلمانوں کے ایمان اور جیب، دونوں کو لوٹا جا رہا ہے !

شرک کے چور دروازوں کا بند کیا جانا

چونکہ ہر دور کے مُشرکین اپنے انبیاء اور بزرگوں کی غالی اور جاہلانہ محبت کے تحت ان کی قبروں وغیرہ کے ساتھ مشرکانہ مراسم ادا کرتے تھے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی تھی کہ:

(۱۲) ''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دینا۔ اللہ کی لعنت ہو ایسی قوم پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں پر مسجدیں (یا مقبرے) بنائیں''۔ (مسند احمد وغیرہ)

(۱۳) ڈاکٹر ابوعدنان سہیل قمطراز ہیں:

''کیا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ۔ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ، بہاء الدین ملتانیؒ، شیخ علی ہجویریؒ، نظام الدین اولیاءؒ، صابر کلیریؒ، بدیع الدین شاہ مدارؒ، شاہ جی محمد شیر میاںؒ اور دیگر تمام اولیاء تصوف کی قبریں جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں یا ان لوگوں کی دانست میں ایسی زبردست ''شرک پروف'' واقع ہوئی ہیں کہ اس قسم کے تمام مُشرکانہ اعمال ہونے کے باوجود ''بت'' نہیں بن سکتیں یا بُت کی قائم مقام نہیں ہوسکتیں!

(ملت اسلامیہ اور افکار و عقائد کا المیہ ص ۷۶)

مذکورہ تمام بزرگوں کی قبریں شرک کے بدترین اڈے اور سرچشمے بن گئی ہیں۔ جہاں عقیدہ توحید اور اسلام کی اہم اور بنیادی تعلیمات کے پرخچے اُڑائے جاتے ہیں۔

اگر قبر نبوی ﷺ بریلوی طبقہ کے زیر انتظام ہوتی؟

مذکورہ حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ہر دور کے مشرکین کے معبود انبیاء اور اولیاء تھے، اور اُمت مسلمہ کے اندر بھی یہ گمراہی وسیع پیمانہ پر موجود ہے۔ لیکن اس دُعا کی قبولیت کے سبب قبر نبویؐ بت بننے سے محفوظ ہوگئی ہے۔ موجودہ زمانے میں اس کا موثر ذریعہ سعودی (وہابی) حکومت ہے۔ وہ قبر نبویؐ کی کڑی حفاظت اور نگرانی کرتی ہے۔ وہاں سجدہ وطواف تو کجا قبر نبویؐ کی جالی کوئی چھو بھی نہیں سکتا! اگر قبر نبویؐ موجودہ زمانے کے نام نہاد عاشقانِ رسولؐ اور بریلوی اور نظامی علماء کے قبضہ میں ہوتی تو فوراً وہ دُنیا کا سب سے بڑا بت بنا دی جاتی!

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کو سجدہ گاہ بنالیں گے تو آپؐ کی قبر مبارک باہر بنائی جاتی۔ مگر خدشہ تھا کہ اگر ایسا کیا گیا

تو آپ کی قبر مبارک سجدہ گاہ بن جائے گی۔ (مشکوۃ جلد۱)

(۲) اس حدیث سے بھی شرک سے متعلقہ یہ ایک اہم حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ مشرکین کے معبود حاجت روا اور فریادرس انبیاء اور بزرگان دین تھے۔ لکڑی، پتھر کی بے جان مورتیاں نہیں:

(۳) ''میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اس سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے''۔ (مشکوۃ)

اس حدیث کی شرح میں مشہور محدث علامہ بدرالدین عینیؒ المتوفی ۸۵۵ھ جو نہ دیوبندی تھے نہ وہابی اور نہ ہی سلفی۔ فرماتے ہیں:

''ابتداء اسلام میں زیارت قبور کی مخالفت محض اس لیئے تھی کہ عربوں کو بتوں کی پوجا اور قبروں کی پرستش کیئے ہوئے بہت تھوڑا زمانہ گزرا تھا''۔

(ملاحظہ ہو عبداللہ شاہ صاحب کی مشہور کتاب: نور المصابیح جلد اول حصہ دوم)

واضح رہے کہ علامہ عینیؒ کی مذکورہ تشریح کے ناقل حضرت عبداللہ شاہ صاحب ہیں۔ جنھیں حیدرآباد کے علماء اور عوام بہت مانتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قبور اور اصحاب قبور شرک کے ذرائع اور وسائل ہیں۔ گمراہ لوگ مدفون بزرگوں کے بارے میں مشرکانہ فکر اور عمل میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مشرکانہ کلچر

لیکن موجودہ زمانہ میں ایسے لوگ بہترین مسلمان اور عاشقانِ اولیاء کہلاتے ہیں! اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مشرکین کے معبود، حاجت روا اور مُشکل کشا، اینٹ، لکڑی یا پتھر کے بت اور مورتیاں نہیں بلکہ خدا کے نیک بندے تھے۔ بعض بزرگوں کی تصاویر ہندوؤں کی طرح مشرکانہ تصورات کے ساتھ خیر و برکت کے لئے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اپنے گھروں میں اور دوکانوں میں کیش بکس (گھر کے خزانے) کے پاس آویزاں کر رہی ہے۔ ان پر پھول کی مالا

چڑھائی جاتی اور خوشبو جلائی جاتی ہے۔ اس طرح سے بزرگوں کی تصاویر وغیرہ کے ساتھ بعض مسلمان وہی معاملہ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ہندو اپنے دیوتاؤں کی تصاویر وغیرہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ رہی روشنی تو اس کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے پیران پیرؒ کے جھنڈے پر اور چھلے میں ہرا بلب جلتے دیکھا ہے۔ عرسوں میں تو چراغاں ہوتا ہی ہے۔ اس کے علاوہ بزرگوں کی تصاویر کو چلتے پھرتے وقت جیب میں اور سوتے وقت تکئے کے نیچے رکھا جا رہا ہے۔ چند سال پہلے تک یہ فتنہ موجود نہ تھا۔ لیکن شیطان کی کوششوں سے شرک کے یہ مظاہر بھی عام ہوتے جا رہے ہیں۔ جو ان کی مخالفت کرتے ہیں وہ اولیاء اور بزرگوں کو نہ ماننے والے اور ان کی شان میں توہین اور گستاخی کے مرتکب قرار دئے جاتے ہیں!

رہنمائے دکن کا ایک اور قابل اِعتراض مضمون

گمراہ علماء و مشائخ قبور اولیاء کو جو پختہ بناتے اور ان پر عمارت (قُبا) تعمیر کرتے ہیں۔ یہ قبر میں مدفون بزرگ کی نہیں بلکہ ان کی اپنی ضرورت اور نفع بخش چیز ہے۔ اس لیئے کہ قبور اولیاء کی رونق پر ان کے گھروں کی رونق منحصر ہے۔ قبور اولیاء کی روشنی سے ان کے گھر روشن ہوتے ہیں اور عرسوں وغیرہ میں جتنا زیادہ مجمع ہوگا اس کے بقدر ان کے گھر آباد۔ لیکن عقیدۂ توحید اور زائرین کا ایمان باللہ برباد ہوگا۔ کچی اور بے رونق قبروں سے اگر چہ کہ وہ بزرگوں کی ہوں پھوٹی کوڑی کی آمدنی نہیں ہوتی۔ اس لیئے ان کے لیئے ضروری ہو جاتا ہے کہ قبور کو زیادہ سے زیادہ مزین مُنوّر اور بارونق بنائیں جیسا کہ دوکان دار گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے دوکان کو زیادہ سے زیادہ ڈیکوریٹ، شاندار اور پرکشش بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے درگاہ والوں کے لیئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ قبور پر گنبدوں کی تعمیر جو ناجائز ہے جائز ثابت کریں۔ چنانچہ ۲۷/ اگست ۲۰۰۷ء کے رہنمائے دکن میں بعنوان ''آپ کے شرعی مسائل'' قبور کو پختہ کرنے۔ ان پر عمارت بنانے، غلاف چڑھانے اور پھول ڈالنے وغیرہ کو جائز قرار دیا گیا

ہے۔ یہ حرام اُمور جن کا دورِ نبویؐ اور دورِ صحابہؓ میں دور دور تک کوئی اتا پتہ نہیں تھا۔ شرک کے بھی ذرائع ہیں اور آمدنی کے بھی جب رہنمائے دکن میں مذکورہ مضمون شائع ہوا تھا تو میں نے ایک مضمون میں اس پر تنقید کرتے ہوئے متعدد احادیث، آثار صحابہؓ اور اقوال فقہا سے ثابت کیا تھا کہ اسلام میں قبور کو پختہ کرنا اور ان پر عمارت بنانا وغیرہ حرام ہے۔ لیکن وہ شائع نہیں کیا گیا یا کسی نامعقول وجہ سے شائع ہونے نہیں دیا گیا!

ممنوعات قبور اور علمائے متقدمین

چونکہ قبور شرک اور بزرگ پرستی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اس لیئے رسول اللہ ﷺ نے قبور سے متعلقہ اُن تمام اُمور سے منع فرمادیا ہے جو عقیدت کے غلو اور شرک کی طرف لے جاتے ہیں۔ جن میں سے چند یہ بھی ہیں:

(۱) امام غزالیؒ متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

''بیشک مزاروں کا چھونا اور بوسہ دینا یہود ونصاریٰ کا طریقہ ہے''

(احیاءعلوم الدین ج۱)

(۲) حافظ بدرالدین عینیؒ شارح بخاری متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''اسی طرح جو فعل اکثر لوگ کرتے ہیں۔ یعنی پھول اور سبزہ وغیرہ رطوبت والی چیزیں قبروں پر ڈالنا۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اگر سنت سے کچھ ثابت ہے تو وہ شاخ گاڑنا ہے''۔ (عُمدۃ القاری شرح بخاری جلد۱)

(۳) علامہ ابن عابدین شامیؒ متوفی ۱۲۵۴ھ لکھتے ہیں:

قبروں پر چادر ڈالنا مکروہ (بمعنی حرام) فعل ہے۔ (ردّالمحتار ج۲)

(۴) شاہ رفیع الدین محدثؒ دہلوی فرزند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''اور حرام کاموں کا ارتکاب کرنا مثلاً قبروں پر چراغ جلانا اور ان پر چادریں

چڑھانا اور سرود اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا (اِشارہ ہے قوالی وغیرہ کی طرف) بدعت قبیحہ میں سے ہیں۔ اور ایسی محفلوں میں حاضر ہونا منع ہے۔ (فتاوی شاہ رفیع الدینؒ)

(۵) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، امام خطابیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''امام خطابیؒ نے جو ائمہ اور قدوۃ شراح حدیث میں سے ہیں اس قول کو ردّ کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے قبروں پر پھول اور سبزہ ڈالنے سے انکار کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ یہ بات کوئی اصل نہیں رکھتی صدر اول میں نہیں تھی۔''

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ج ۱)

چونکہ قبریں شرک کے ذرائع اور سرچشمے ہیں۔ اس لیئے رسول اللہ ﷺ نے شرک کا دروازہ بند کرنے کے لیئے قبروں کو زیادہ سے زیادہ سادا رکھنے اور وہاں کم سے کم مراسم ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے کہ: ''نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری''۔ لیکن مسلمانوں نے رفتہ رفتہ ان احادیث کی خلاف ورزی کی۔ اور بزرگوں کی قبروں کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جن سے منع کیا گیا تھا۔ جس کے لازمی نتیجہ کے طور پر مسلمان شرک اور بزرگ پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

(۶) حضرت سفیان تمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کو دیکھا ہے جو کوہان کی طرح ہے۔ (بخاری شریف، کتاب الجنائز)

(۷) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) کا فتویٰ:

''(خیر القرون میں) قبر کو بلند نہ کرتے تھے۔ اور اس پر عمارت اینٹ اور پتھر سے نہ بناتے اور گچ اور مٹی سے اسے مضبوط نہ کرتے اور قبر پر عمارت اور قبہ نہ بناتے یہ تمام کام بدعت ہیں اور مکروہ (بمعنی حرام) ہیں'' (مدارج النبوت جلد ۱)

(۸) امام شوکانیؒ متوفی ۱۲۵۰ھ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک سلف اور خلف اس مسئلہ میں متفق رہے ہیں کہ قبروں کو اونچا کرنا اور ان پر گنبد اور روضے بنانا بدعت ہے۔ یہ ایسی بدعت ہے جس کے متعلق شریعت

میں نہی مذکور ہے۔" (شرح الصدور فی تحریم رفع القبور)

(۹) مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا فتویٰ:

"امام قاضی سے استفسار ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا ایسی جگہ جواز وعدم جواز نہیں پوچھتے۔ یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے۔ جب عورت گھر سے نکلتی ہے۔ سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب تک قبر تک پہنچتی ہے۔ میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔ جب واپس آتی ہے۔ اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے"۔

(رسالہ جمل النور وفتاویٰ افریقہ)

(۱۰) مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہے:

"قبر کے اوپر چنائی کرنا یا قبر پر بیٹھنا (۱) یا اس کی طرف نماز میں منہ کرنا سب منع ہے"۔ (زبدۃ الزکیہ)

(۱۱) "بلندی قبر میں حد شرع ایک بالشت ہے"۔ (شفاء الوالہ)

قبروں کے پاس ان تمام ممنوعات کا عظیم مقصد مسلمانوں کو شرک اور قبر پرستی سے بچانا ہے۔ جن میں سے ایک عورتوں کا قبور کی زیارت کرنا ہے۔ درگاہوں اور عرسوں کی رونق عورتیں ہیں۔ اگر عورتیں شریعت کی پابندی میں مزاروں اور عرسوں میں نہ جائیں تو سجادہ نشینوں کا کاروبار ماند پڑ جائے!

(۱۲) علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

"ان تجاوزات اور قبروں پر بنائے گئے قبوں کو گرانا واجب ہے۔ کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی مضر اور عقیدتاً نقصان دہ ہیں۔ کیونکہ یہ نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی کرکے بنائے گئے ہیں۔ آپؐ نے اسے منع فرمایا ہے اور بلند قبروں کو گرانے کا حکم دیا تھا، اور قبروں سے قندیلوں اور چراغوں کا ہٹانا بھی واجب ہے اور کسی قبر کے نام املاک وقف کرنا اور نذر ماننا صحیح نہیں ہے"

(کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۱۶۳)

---

(۱) یہاں بیٹھنے سے مراد مجاور بن کر بیٹھنا ہے۔

علامہ ابن حجر مکیؒ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ سے بہت پہلے کے عظیم محدث ہیں۔ سعودی حکومت نے جن صحابہؓ اور بزرگوں کی اونچی قبروں اور قبوں کو شریعت کے مطابق ڈھادیا تھا تو اس پر کیوں واویلا مچایا گیا؟

ایک فیصلہ کن حدیث

اس واضح اور فیصلہ کن حدیث کے بعد تو سعودی حکومت کے انہدام پختہ اور اونچی قبور اور گنبدوں کی مخالفت سے باز آجانا چاہئے ورنہ سنت کی مخالفت کرنے والے اور شر پسند اور فتنہ پرداز قرار پائینگے:

(۱۳) ''حضرت ابوالہیاج اسدیؒ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے مجھ سے فرمایا: ''کیا میں تم کو ایسے کام کے لیئے نہ بھیجوں جس کے لیئے خود مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ تم کسی بت کو ڈھائے بغیر اور اونچی قبر کو برابر کئے بغیر نہ چھوڑنا''۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

سعودی حکومت کا عمل اس حدیث کی رو سے سنت رسول اللہؐ اور سنت صحابہؓ سے عین مطابقت رکھتا ہے۔ اس حدیث پر کچھ لکھنے اور بولنے سے پہلے اہل بدعت اس کی شرح کم از کم امام نووی کی شرح مسلم اور مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں دیکھ لیں اور اپنے چھوٹے اور ٹیڑھے بگڑے ہوئے دماغ سے کام نہ لیں!

مزارات پر پھول چڑھانا

مولانا حافظ محمد آصف الدین قادری اپنے مضمون ''شب برأت اور زیارت قبور'' میں بعنوان ''مزارات پر پھول'' لکھتے ہیں:

''تر پھول کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہونا اس باب میں دراصل وہ حدیث مبارک ہے جو متفق علیہ ہے جسکو مشکوٰۃ میں باب آداب الخلاء میں بیان کیا گیا ہے: واقعہ دراصل یہ ہیکہ ایک بار حضور اکرم ﷺ کا گذر دو قبروں پر سے ہوا فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو

رہا ہے، ان میں تو ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ ''ثم اخذجریدة رطبة فشقها بنصفین ثم غرز فی کل قبر واحدة فقالوا یارسول الله لم صنعت هذا؟ قال لعله ان یخفف عنهما مالم ییبسا'' متفق علیہ۔

پھر آپ ﷺ ایک تر ٹہنی لی، اور اسکو دو ٹکڑے کیا اور ہر ایک کی قبر پر ایک ایک گاڑا، صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ ٹہنی تر رہے گی ان کے عذاب میں کمی ہوتی رہے گی''۔

(اعتماد حیدر آباد۔ ۱۷ر اگست ۲۰۰۸ء)

اس حدیث اور عمل رسولؐ سے مزارات پر پھول ڈالنے کا جواز اخذ اور ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیئے کہ اس کا تعلق خصائص نبویؐ اور معجزات سے ہے۔ جو اُمت اور عام مسلمانوں کے لیئے قابل اتباع نہیں ہوسکتا۔ ہر قولی سنت اور حکم رسول اللہ ﷺ اتباع اور پیروی سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن حضورؐ کا ہر عمل وہ سنت نہیں ہوسکتی جو مسلمانوں کے لیئے قابل اتباع ہو۔ رسول اللہ ﷺ شب برأت اور اس سے قبل و مابعد بھی قبرستان تشریف لے گئے تھے۔ لیکن کبھی بھی آپؐ نے کسی کی قبر پر نہ پھول ڈالا اور نہ ہی ٹہنی گاڑھی۔ مزارات پر پھول ڈالنے کا جواز مذکورہ حدیث سے اس لئے ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ:

(۱) اس کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے معجزہ سے ہے۔ اور معجزہ قابل اتباع و عمل نہیں ہوتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دو اہل قبور پر عذاب ہونے کا علم بطور معجزہ دیا تھا۔

جبکہ تمام مسلمانوں کو اس بات کا علم نہیں ہوتا حتی کہ جو صحابہ کرام اُس وقت حضورؐ کے ساتھ تھے انہیں بھی اس بات کا علم نہ تھا کہ ان اہل قبور پر عذاب ہو رہا ہے۔ پھر کوئی کیوں کسی بزرگ کی مزار پر پھول ڈالے؟ جب پیروی رسولؐ اور اتباع سنت مقصود ہے تو قبر پر ٹہنی ہی گاڑنا چاہئے۔ جس طرح برش سے مسواک کی سنت ادا نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح پھول سے ٹہنی والی سنت ادا نہیں ہوسکتی۔ جبکہ ٹہنی آسانی سے دستیاب بھی ہے۔ اور پھر ٹہنی گاڑے تو کیسے؟ جبکہ

حضورؐ کے زمانے میں صحابہ کرام کی قبریں کچی مٹی کی بنی ہوتی تھیں۔لیکن موجودہ زمانے میں بزرگوں کی قبریں پختہ ہوتی ہیں۔جہاں ٹہنی تو کجا میخ بھی گاڑی نہیں جاسکتی!

(۳) تخفیف عذاب کا تعلق بھی رسول اللہ ﷺ کی خصوصی برکت سے ہے۔جو عام لوگوں کو حاصل نہیں ہے شائد یہ ممکن ہے کہ کوئی واقعی بزرگ قبرستان میں موجود ہیں۔انہیں بطور کشف/کرامت اس بات کا علم ہو جائے کہ فلاں قبر میں عذاب ہو رہا ہے تو وہ ایک تازہ ٹہنی قبر پر گاڑ دے۔لیکن یہاں ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان بزرگ کے ہاتھ میں وہ برکت کہاں جو تخفیف عذاب کا ذریعہ بنی تھی؟ ماننا پڑے گا کہ اس پورے واقعہ اور اس کے اجزاء کا تعلق بالکلیہ طور پر مخصوصات نبویؐ سے ہے جو عمومی طور پر مسلمانوں کے لیئے قابل اتباع سنت کے دائرہ میں نہیں آتی۔

(۴) اُن بُرے وقتوں میں جبکہ سفر وغیرہ کے دوران کھانے کی انتہائی قلت ہوتی تھی۔رسول اللہ ﷺ اس قلیل المقدار کھانے پر کچھ پڑھتے تو اس میں اتنی زیادہ برکت واقع ہوتی کہ صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد سیر ہو کر کھاتی تھی۔لیکن صحابہ کرام نے بطور سنت اس عمل کو نہیں دہرایا۔وہ سمجھتے تھے کہ ان واقعات کا تعلق معجزہ سے ہے جو قابل اتباع نہیں۔جس طرح تکثیر غذا کا معجزہ نا قابل اتباع ہے۔اسی طرح قبر پر ٹہنی گاڑنے کا خصوصی اور معجزاتی عمل قابل اتباع سنت نہیں ہے۔

(۵) حضورؐ نے ٹہنی اس لیئے گاڑی تھی کہ آپؐ کے علم میں بطور معجزہ یہ بات لائی گئی تھی کہ ان قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔جبکہ بزرگوں کی مزاروں پر جو پھول چڑھائے جاتے ہیں۔اس کا مقصد ان کے عذاب میں کمی نہیں بلکہ خراج عقیدت، اظہار محبت اور مشرکانہ اغراض اور مقاصد ہو تے ہیں۔حاجت روائی سے پہلے بھی اور حاجت براری کے بعد بھی۔جن کا مقصدِ نبویؐ سے دور کا بھی کوئی ربط و تعلق نہیں پایا جاتا۔اگر کسی بزرگ کی قبر پر کوئی پھول چڑھاتے وقت یہ کہہ دے کہ میں قبر پر پھول اس لیئے ڈال رہا ہوں کہ جب تک پھول تر رہینگے صاحب مزار کے عذاب میں تخفیف ہوگی تو وہ شخص مزار سے زندہ اور صحیح سلامت واپس نہیں جاسکتا اور پھر قبر پر ایک مٹھی بھر

پھول ڈالنے اور مزار پر پھول کی رنگین اور خوشبو دار چادر چڑھانے میں بھی کافی فرق پایا جاتا ہے۔ آخر سنت میں کہاں تک فساد، بگاڑ اور اضافہ دراضافہ کر کے اسے ترقی یافتہ بنایا جائے گا اور اسے ربر کی طرح کھینچ کر ظاہری اور معنوی طور پر سنت سے دور کیا جائے گا؟ زیر گفتگو حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے رنگ و بو سے عاری ایک بے کیف ٹہنی اس لئے گاڑی تھی کہ عذاب قبر میں تخفیف ہو اس کا کوئی تعلق صاحب قبر کی عقیدت، محبت اور اعتراف علم اور بزرگی سے نہ تھا۔ جبکہ مزاروں پر جو پھول چڑھائے جاتے ہیں۔ ان کا وہ مقصد نہیں ہوتا جو حضور ﷺ کا تھا۔ بزرگوں کی مزاروں پر عقیدت اور محبت کے طور پر پھول چڑھانے کا جواز چاہئے جو سنت رسول اللہ ﷺ اور آثار صحابہ میں نہیں ملتا۔ خلفاء راشدین اور شہدائے بدر و احد کی قبروں پر عقیدت، محبت اور احترام کے جذبہ کے ساتھ نہ پھول ڈالے جاتے تھے اور نہ چادر چڑھائی جاتی تھی۔ دور نبویؐ میں جنت البقیع، شہدائے بدر و احد اور عشرہ مبشرہ کی قبریں ایسی ہی کچی، غیر پختہ، چادروں اور پھولوں وغیرہ سے عاری بالکل فطری اور سادی تھیں جو سعودی دور حکومت میں مطابق شریعت دکھائی دے رہی ہیں۔ ابھی ابھی دو جلیل القدر علماء قدیم حافظ بدرالدین عینیؒ شارح بخاری اور امام خطابیؒ کے بیانات گزر چکے ہیں۔ جن کے مطابق قبروں پر پھول ڈالنا منع ہے۔

اعراس اور درگاہوں کے اسفار

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین مسجدوں۔ مسجد حرام، مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ کے سوا کسی بھی جگہ کی طرف (بغرض ثواب وتقرب الٰہی) سفر نہ کیا جائے'' (بخاری)

اس حدیث کی رو سے ان تمام مزارات، مقابر و مشاہد، آستانوں اور درگاہوں کی طرف سفر کرنا ممنوع ہے۔ جہاں لوگ تقرب اور ثواب کی نیت سے جاتے ہیں۔ اس لیئے کہ یہ بھی غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ بنتا ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

''یعنی زمانۂ جاہلیت کے لوگ ایسے مقامات پر جاتے تھے جو ان کے گمان میں قابل احترام ہوتے تھے۔ وہ وہاں ان کی تعظیم وزیارت اور حصول برکت کے لیئے جاتے۔ اس میں چونکہ غیراللہ کی عبادت کا دروازہ کھلتا ہے۔ اس لیئے نبی ﷺ نے بگاڑ کی اس جڑ کو (حکمًا) بند کردیا اور میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ قبر، کسی ولی کی عبادت گاہ اور کوہ طور، حکم ممانعت میں سب برابر ہیں'' (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱)

زیارت قبور کا حقیقی مقصد اور فائدہ موت اور آخرت کو یاد دلانا اور دل کو نرم کرنا ہے۔ اور یہ مقصد عامۃ المسلمین کے گورغریباں سے حاصل ہوجاتا ہے۔ لیکن زیارت قبور کی سنت کی آڑ لیکر جو مسلمان مشہور ولیوں کی درگاہوں اور ان کے عرسوں میں دور دراز کا سفر طئے کر کے جاتے ہیں۔ اس کا مقصد ولی کی رضاجوئی، خوشنودی کا حصول اور ان سے دُعا اور فریاد کرنا اور دنیاوی اُمور میں خیر و برکت لینا ہے۔

سد باب ذریعہ

حضرت عمرؓ جیسے بابصیرت اور گہری فکر کے خلیفہ سے متعلقہ ان دو واقعات سے بھی شرک اور اس کے اسباب کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی:

O حدیث صحیح میں ہے:

''ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سفر میں تھے، نماز فجر کے بعد ایک جگہ گزر ہوا تو رُفقاء اُدھر دوڑ دوڑ کر جانے اور کہنے لگے ''یہاں نبی کریم ﷺ نے نماز ادا کی ہے اس پر حضرت عمرؓ نے کہا ''اہل کتاب اسی طرح تباہ ہوئے کہ اُنہوں نے اپنے نبیوںؑ کی یادگاروں کو کنائس اور معابد بنالیا، جسے نماز پڑھنا ضروری ہو پڑھ لے، ورنہ آگے بڑھے''۔

O طبقات ابن سعد میں ہے:

''لوگ ''شجرۃ الرضوان'' کے پاس (یعنی اس درخت کے پاس جس کے نیچے صلح

حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے بیعت الرضوان لی تھی) آ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ سیدنا عمرؓ کو اس کی خبر پہنچی تو اُنہوں نے لوگوں کو ڈانٹا اور اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا۔ اور وہ کاٹ دیا گیا''۔ (طبقات ابن سعد)

O حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

''اس درخت کو کاٹنے میں حکمت یہ تھی کہ لوگ فتنہ سے محفوظ رہ سکیں۔ جہاں اس کی تعظیم میں حد سے بڑھ کر اسے نفع ونقصان کا مالک نہ سمجھنے لگیں''۔ (فتح الباری ج۶ ص ۷۳) اگر حضرت عمرؓ اپنی اعلیٰ دینی بصیرت اور دور اندیشی سے شجرۃ الرضوان کو نہ کٹواتے اور اسے باقی رکھتے اور وہاں نمازوں کا سلسلہ جاری رہتا تو رفتہ رفتہ وہاں بریلوی ذہن کے لوگ پیدا ہوتے، اس شجر کو رسول اللہ ﷺ سے نسبت دیکر حضورؐ کے فیضان کا ایک گمراہ فلسفہ گھڑ لیتے، شجرۃ الرضوان کو حاجت روا اور مُشکل کُشا گردانتے، اس کے ڈانڈے حضور اکرم ﷺ کے فیضان اور اس فیضان کا تعلق اللہ سے جوڑ دیتے۔ کیا ایسی صورت میں مسلمانوں کو شجرۃ الرضوان کی حاجت روائی کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس ''شجر شریف'' کو بالذات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا سے حاجت روا اور فریاد رس سمجھا گیا؟

سعودی حکومت کے حکیمانہ اور مخلصانہ اقدامات

رسول اللہ ﷺ کا مکہ مکرمہ میں جو مقام ولادت ہے غالی، بدعتی اور مشرکانہ ذوق اور مزاج رکھنے والے گمراہ مسلمان وہاں طرح طرح کی منافی توحید وسنت حرکتوں اور اوہام وخرافات کے مرتکب ہو رہے تھے۔ حضورؐ کی جائے ولادت یقیناً ایک اہم، دل کو خوش کرنے والی اور تاریخی حیثیت رکھتی تھی۔ لیکن اس سے زیادہ تحفظ توحید اور ابطال شرک کی اہمیت ہے۔ اس لیئے سعودی حکومت نے اسلام اور مسلمانوں کے وسیع تر مفاد کے تحت رسول اللہ ﷺ کے مقام ولادت کی جگہ ایک لائبریری قائم کر دی اور اس مقام کو زیارت گاہ بننے سے روک دیا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ

نے شجرِ رضوان کو کٹا دیا اور حضرت دانیال کی لاش کو جو شرک کا ذریعہ بن گئی تھی، اس طرح دفنا دیا کہ اس کی کوئی تمیز نہ کر سکے کہ حضرت دانیال کی قبر کونسی ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد جب حکومت حاصل ہوئی تو آپ نے کعبۃ اللہ میں موجود حضرت ابراھیم اور اسمٰعیل علیھم السلام کے بتوں اور تصویروں کو اُکھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ جب اس کام کو انبیاء کی توہین پر محمول نہیں کیا جا سکتا جس کا تعلق شرک کی بیخ کنی سے تھا تو سعودی عرب نے جو کاروائی صحابہؓ، بزرگوں اور رسول اللہ ﷺ کے آثار مبارک کے خلاف کی تھی۔ اس کا کیوں بُرا مقصد بتلایا جاتا اور سعودی حکومت کے ان اقدامات کی اچھی نہیں بُری تاویل کی جاتی اور ''حق پسند'' علماء کی نیت پر حملہ کیا جاتا ہے؟ اس کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ جہالت اور اندھی مخالفت سے ہے!

عرس بھی ہر سال حج کے دن کی نقل ہے اور نقلی کعبے

O ایک موحد لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ قبروں کو پختہ نہ کیا جائے اور نہ ان پر کوئی عمارت بنائی جائے اور نہ ان پر مجاور بن کر بیٹھا جائے۔ لیکن ان پر عمارتیں کھڑی کر دی گئی ہیں۔ ان کو مزار، زیارت اور دربار کا نام دے کر ان کی بندگی اور پوجا کیلئے دنیا کو بلایا جا رہا ہے ہر جگہ اور ہر طرف ایسے نقلی کعبے وجود میں آ گئے ہیں جن کے ساتھ بالکل وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو صرف اللہ کے گھر کے ساتھ کیا جانا چاہئے۔

ہر سال حج کے دن کی طرح کا دن مقرر کیا جاتا ہے۔ احرام کی جگہ ننگے سر یا ننگے پیر چلنے کی قید لگائی جاتی ہے لبيك اللهم لبيك کے مقابلہ میں...... باہو، حق باہو، بیشک باہو، کا نعرہ لگتا ہے۔ غلاف کعبہ کی طرح قبر کی چادر کا انتظام ہوتا ہے۔ حجر اسود کے بوسہ کی جگہ قبر کے سرہانے یا پائینتی کے پتھر کو چوما جاتا ہے۔ طواف کعبہ کے بدلے قبر کے پھیرے لگتے ہیں۔ سجدے اور رکوع ہوتے ہیں، دعائیں اور مناجاتیں کی جاتی ہیں، ملتزم کی طرح ڈیوڑھی اور دروازہ سے چمٹا جاتا ہے۔ بابا کی بیٹھک سے ان کی قبر تک دوڑ لگا کر صفا و مروہ کا حق ادا کیا جاتا

ہے۔آب زمزم کی جگہ قبر کے دھون کے مبارک پانی کو جمع کر کے تبرک بنایا جاتا ہے (ا)، ھدیٰ کے بجائے حضرت کی نذر کا بکرا اور اونٹ ساتھ آتا ہے۔غرض آج ہر طرف اور ہر جگہ ان ''نفلی کعبوں'' کی دھوم مچی ہوئی ہے اور خلقت ہے کہ ٹوٹی پڑتی ہے۔انبیاء اور اولیاء کی پکاریں، ان کی نذر و نیاز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کا دشمن قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ آج انہیں خبر نہیں مگر حشر کے میدان میں جب ان کو بتلایا جائے گا تو وہ اپنی بندگی کرنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے۔اور ان کی بندگی کا کفر کریں گے۔(احقاف۔٦) (فلاح کا راستہ ص ٨)

دو بڑے بریلوی علماء کا اعتراف حق

اب ہم یہ ثابت کرنے کے لیئے کہ مشرکین کے معبود لکڑی پتھر کے بے جان بت نہیں بلکہ خدا کے مقرب اور برگزیدہ بندے تھے دو بڑے مشہور بریلوی علماء کے تفصیلی بیانات پیش کرتے ہیں جن سے شرک کی حقیقت سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

(ا) مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی تصریحات

مولانا احمد رضا خاں نے ہندوپاک میں شرک و بدعت کی اشاعت میں سب سے زیادہ اور نمایاں حصہ لیا اور قبر پرستی کے جواز، حمایت اور اشاعت کے لیئے نت نئے دلائل اور شرکیہ مواد فراہم کیا ہے۔ان کے ہاں شرک خالص پایا جاتا ہے۔لیکن اس کے باوجود خدا کی یہ قدرت دیکھیئے کہ دوسرے متعدد شرک زدہ علماء کے برخلاف ان کی یہ تحقیق اور ہماری طرح پختہ عقیدہ ہے کہ مشرکین عرب کے معبود جنھیں وہ حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے اور جن سے وہ دُعا اور فریاد کرتے تھے۔اینٹ اور پتھر کے بے جان بُت نہیں بلکہ انبیاء اولیاء اور بزرگان دین تھے!

(ا) ایک بزرگ کی قبر کے پاس کنواں ہے۔زائرین کیلئے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ وہ نیاز وغیرہ کے پکوان کے لیئے صرف اسی کنویں کا پانی استعمال کریں ورنہ برتن میں کیڑے پڑ جائینگے۔ایک درگاہ سے متصل تالاب ہے عقیدہ ہے کہ جو عورت یا عورتیں اس کی زیارت کے لیئے جائیں ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ اس تالاب میں نہائیں ورنہ وہ کسی بلا اور مصیبت میں مبتلا ہو جائینگی، عرس کے موقع پر عورتوں کا تالاب پر ہجوم ہوتا ہے جنھیں مرد زائرین آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔یوں شرکاء عرس میں کافی اضافہ ہو جاتا ہے!

اے عشق مرحبا وہ یہاں تک تو آ گئے!

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے سوال کیا گیا کہ بزرگان دین کی تصاویر بطور تبرک لینا کیا ہے؟

جواب: ''حضور سرور عالم ﷺ نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کو دور کرنے، مٹانے کا حکم دیا، احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں''۔

''تو معظمین دین (اولیاء کرام اور بزرگان دین) کی تصویروں کو ان احکام خدا اور رسول سے خارج گمان کرنا محض باطل ووہم ہے''۔ اور خود ابتدائے بُت پرستی اسی تصویرات معظمین (یعنی بزرگانِ دین) سے ہوئی۔ قرآن عظیم میں جو پانچ بتوں کا ذکر سورہ نوح علیہ السلام میں فرمایا ودّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر، یہ پانچ بندگان صالحین تھے کہ لوگوں نے ان کے انتقال کے بعد باغوائے ابلیس لعین ان کی تصویریں بنا کر مجلسوں میں قائم کیں۔ پھر بعد کی آنے والی نسلوں نے انہیں معبود سمجھ لیا''۔

مُدّعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری!

☆ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ روز فتح مکہ کعبہ معظّمہ کے اندر تشریف فرما ہوئے۔ اس میں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل وحضرت مریم وملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہم کی تصویریں نظر پڑیں کچھ پیکر دار کچھ نقش دیوار۔ حضور اقدس ﷺ ویسے ہی پلٹ آئے اور فرمایا خبردار ہو بیشک ان بنانے والوں کے کان تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ جس گھر میں کوئی تصویر ہو اس میں ملائکہ رحمت نہیں جاتے۔ پھر حکم فرمایا کہ جتنی تصویریں منقوش تھیں سب مٹا دی گئیں۔ اور جتنی مجسم تھیں سب باہر نکال دی گئیں۔ انہیں میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ وحضرت

سیدنا اسمعیل ذبیح اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ انبیاء الاکرم وعلیہما وبارک وسلم کی تصویریں بھی باہر لائی گئیں۔ جب تک کعبہ معظّمہ سب تصاویر سے پاک نہ ہو گیا حضور ﷺ نے اپنے قدم اکرم سے اسے شرف نہ بخشا، ملخصاً''۔

☆ فاضل بریلوی سے سوال کیا گیا کہ:

''ان دنوں شہر احمد آباد میں کاپیاں فوٹو گراف کی بک رہی ہیں اور نمونہ اصلی آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

یہ فوٹو حضرت پیر ابراہیم بغدادی عم فیضہ الصوری والمعنوی سجادہ نشین خانقاہ حضرت غوث اعظم پیران پیر قدس اللہ سرہ العزیز کا ہے اس کو احمد آبادی وغیرہ تبرک کے طور پر رکھتے ہیں۔

اس کا رکھنا مکانوں میں حرام ہے یا نہیں۔ اور جس مکان میں یہ فوٹو ہوگا اس میں رحمت کے فرشتے آئیں گے یا نہیں۔ اور اس فوٹو کے رکھنے سے برکت نازل ہوگی یا نہیں۔ اور برزخ شیخ جمانے کیلئے فوٹو شیخ کا سامنے رکھ کر اس کا برزخ جمانا شریعت وطریقت میں جائز ہے یا نہیں؟

مشرکین کے معبود انبیاء اور اولیاء تھے۔ فاضل بریلوی کا فتویٰ

الجواب...... اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے۔ دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یوں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں۔ اور ان سے لذتِ عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیہ کریمہ وَقَالُو الَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدّاً وَّلَا سُواعاً وَّلَا يَغُوث وَيَعُوق وَنَسراً کی تفسیر میں ہے۔

یہ (ود، سواع، یغوث ونسر) قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام تھے جب یہ لوگ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کے بعض رشتہ داروں کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ ان کی نشست گاہوں میں ان کے مجسمے کھڑے کر دو تو انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب تک ان رشتہ داروں نے وفات

نہ پائی ان کی عبادت نہ ہوئی جب ان کی وفات ہوئی اور علم رخصت ہوگیا تو ان کی پرستش ہونے لگی''۔ (امام احمد رضا اور ردّ بدعات ومنکرات)

☆ مولانا احمد رضا خاں ایک قدیم تفسیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''وڈ ایک مسلمان شخص تھا اور اپنی قوم میں محبوب تھا جب اس کا انتقال ہوا تو ارض بابل کے آس پاس لوگ آکر جمع ہوگئے اس کی قبر کے پاس یہ اجتماع تھا۔ اس وڈ پہ جزع وفزع کیا، جب ابلیس نے ان کی یہ گریہ زاری دیکھی تو انسان کا روپ دھارا اور کہا کہ میں اس شخص پر تمہاری زاری دیکھتا ہوں تو کیا میں تمہارے لئے اس کی تصویر بنادوں جو تمہاری بیٹھک میں ہوتا کہ تم تصویر سے یاد کرو۔ ان سب نے کہا ہاں بنادو۔ چنانچہ اس نے تصویر بنادی اور انہوں نے اس کو اپنی بیٹھک میں رکھا اور وڈ کی یاد کرنے لگے۔ جب شیطان نے اس کی یاد کا یہ عالم دیکھا تو کہا کیا میں اس کی تصویر ہر شخص کے گھر میں رکھ دوں کہ اس کے گھر میں رہے تو تم سب اس کو خوب یاد کروگے؟ انہوں نے کہا ہاں رکھ دو تو اس نے ہر گھر میں ایک مجسمہ بنادیا تو یہ لوگ اس مجسمہ کو دیکھ کر وڈ کی یاد کرتے۔ پھر ان کے بیٹے آئے، انہوں نے وہ سب کچھ دیکھا پھر ان کے بیٹے آئے۔ اور وڈ کی یاد پرانی ہوگئی یہاں تک کہ اس کو خدا بنالیا جسے اللہ کے سوا پوجتے تھے اور روئے زمین پر سب سے پہلا جو صنم پوجا گیا وہ یہی وڈ نام کا صنم تھا''۔

☆ ''جب نبی کریم ﷺ مریض ہوئے، آپ کی بعض بیویوں نے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا اور ام سلمہ وام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرزمین حبشہ سے آئی تھیں۔ انہوں نے حبشہ کا حسن اور اس میں تصویروں کا ذکر کیا تو حضورؐ نے اپنا سر مبارک اٹھایا پھر کہا ان لوگوں میں جب نیک آدمی مرتا ہے تو اس کی قبر پر مسجد بنادیتے ہیں پھر اس میں یہ تصویریں بناتے ہیں۔ یہ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں۔ (بخاری ومسلم)

یعنی نیکوں کی تصویریں بناتے تھے تاکہ انہیں دیکھ کر اللہ کو یاد کریں اور عبادت میں رغبت ہو۔ پھر ان کے بعد لوگ آئے تو شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کیا اور کہا تمہارے

اگلے ان تصویروں کو پوجا کرتے تھے۔ پھر وہ صنم پرستی میں پڑ گئے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف)

☆ ''رسول اللہ ﷺ نے متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ لاتدخل الملئکة بیتاً فیه کلب، او صورة۔ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتّا یا تصویر ہو۔

اور اس میں کسی معظم دینی شخصیت (یعنی ولی اور بزرگ) کی تصویر ہونا نہ عذر ہو سکتا ہے نہ اس وبال عظیم سے بچا جا سکتا ہے بلکہ زیادہ موجب وبال و نکال ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے گی اور تصویر ذی روح کی تعظیم خاصی بت پرستی کی صورت اور گویا ملتِ اسلامی سے صریح مخالفت ہے۔

آپ ابھی حدیث پڑھ چکے ہیں کہ وہ اولیاء ہی کی تصویریں رکھتے تھے جس پر ان کو بدترین خلق اللہ فرمایا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کون معظم دینی ہوگا اور نبی بھی کون حضرت شیخ الانبیاء خلیل کبریا سیدنا ابراہیم علی ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام جہاں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ ان کی اور حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ و حضرت بتول مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں دیوار کعبہ پر کفار نے نقش کی تھیں۔ جب مکہ معظّمہ فتح ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے بھیج کر وہ سب محو کرادیں۔ جب کعبہ معظّمہ میں تشریف فرما ہوئے بعض کے نشان کچھ باقی پائے۔ پانی منگا کر بنفس نفیس انہیں دھو دیا۔ اور بنانے والوں کو قاتل اللہ فرمایا یعنی بددعاء دی اللہ انہیں قتل کرے''۔

☆ کتاب وسنت اور اقوال ائمہ کی روشنی میں تفصیلی بحث فرمانے کے بعد مولانا احمد رضا خاں آخر میں رقم طراز ہیں:

''بالقصد تصویر کی عظمت و حرمت کرنا اسے معظم دینی سمجھنا اسے تعظیماً بوسہ دینا، سر پر رکھنا، آنکھوں سے لگانا۔ اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، اس کے لائے جانے پر قیام کرنا،

اسے دیکھ کر سر جھکانا وغیرہ ذالک افعال تعظیم بجالانا یہ سب سے اخبث اور قطعاً یقیناً اجماعاً اشد حرام وسخت کبیرہ ملعونہ ہے اور صریح کھلی بت پرستی سے ایک ہی قدم پیچھے ہے۔ اسے کوئی مسلمان کسی حال میں حلال نہیں کہہ سکتا۔ اگر چہ لاکھ مقطوع یا صغیر یا مستور ہو...... قصداً تعظیم ذی روح کی حرمت شدیدہ عظیمہ میں نہ کوئی تقید ہے نہ کسی مسلمان کا خلاف متصور۔ بلکہ قریب ہے کہ اس کی حرمت شدیدہ اس ملت خفیہ کی ضروریات سے ہو۔ تو اس استحسان بلکہ صرف استحلال یعنی جائز جاننا ہی سخت امر عظیم کا خطرہ رکھتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ''۔

(امام احمد رضا اور ردّ بدعات ومنکرات۔ ص ۳۱۱)

نتیجہ تحقیق

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مذکورہ تمام بیانات، جوابات، دلائل اور تصریحات رضا خانی حلقوں کی مشہور کتاب ''امام احمد رضا اور ردّ بدعات ومنکرات'' مرتبہ یٰسین اختر مصباحی مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی سے ماخوذ ہیں۔ چونکہ یہ کتاب بریلوی حلقوں میں معروف اور مستند ہے۔ اس لئے فاضل بریلوی نے جن جن مقامات پر احادیث اور تفاسیر کا عربی متن نقل فرمایا ہے۔ ہم نے انھیں طوالت سے بچنے کے لئے حذف کر کے اسی کتاب سے صرف ترجمہ نقل کر دیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مذکورہ کثیر دلائل اور تصریحات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مشرکین کے معبود بت یا مجسمے نہیں بلکہ انبیاء اولیاء اور صالحین تھے۔ اُنہوں نے لکڑی، پتھر کے بے جان بتوں کو نہیں بلکہ خدا کے نیک اور محبوب بندوں کو اپنا حاجت روا اور فریاد رس بنالیا تھا۔ اسی طرح موجودہ زمانے کے شرک زدہ قبر پرست مسلمانوں نے قدیم مشرکوں کی طرح ہر دور کے مشہور بزرگوں کو اپنا معبود اور مُشکل کشا بنالیا ہے جن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو سب سے بڑا مقام حاصل ہے!

ایک باطل تاویل

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور بعض نظامی اور اشرفی علماء نے اس حقیقت کو تو تسلیم کرلیا ہے کہ مشرکین کے بُت انبیاء اور اولیاء تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ شرک میں بری طرح مبتلا ہیں۔ اس تاویل کے ساتھ کہ ہم انبیاء اور بزرگوں کو بالذات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی سمیع الدعا اور نافع وضار سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ عقیدہ بھی اتنا ہی غلط اور خلاف قرآن ہے جتنا کہ یہ تصور کہ مشرکین کے معبود انبیاء اور اولیاء نہیں بلکہ لکڑی پتھر کے بے جان بت تھے۔ اس باطل تاویل کا رد اگلے باب میں آرہا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا کلمہ کفر

☆ احمد رضا خاں اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

''جب کہ کرشن کنہیا کافر تھا۔ ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا تو حضرت فتح محمدؒ (ایک بزرگ کا نام) اگر چند جگہ ایک وقت میں دیکھے گئے تو کیا تعجب ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۴۲اء ملفوظات ص ۱۴)

کرشن کنہیا سے متعلقہ مذکورہ عقیدہ کو صحیح اور امر واقعہ سمجھنے والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جب یہ بات غلط ہے تو اس کو دلیل بنا کر کسی مشرکانہ عقیدہ یا واقعہ کو صحیح ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ دلیل تو قرآن وسنت اور اسوہ صحابہؓ سے ہونا چاہئے نا کہ غیر مسلموں کی کتاب کے کسی مشرکانہ عقیدہ سے! مذکورہ دلیل بے بصیرتی اور مردہ پرستی کی ایک بدترین مثال ہے۔ فاضل بریلوی کا مذکورہ ملحدانہ بیان میں نے یہ بتلانے کے لئے بھی نقل کیا ہے کہ ہندوؤں کے معبود پتھر کے بت نہیں بلکہ کرشن کنہیا ہے جو انسان تھے۔ مولانا فاضل بریلوی کے کثیر بیانات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین کے معبود بت نہیں، بلکہ اللہ کے محبوب اور مقرب بندے تھے۔ چونکہ مذکورہ بالا فاضل بریلوی کا بیان شدید طور پر مشرکانہ بھی ہے۔ اس لئے میں نے اس پر توحید کی روشنی میں

کچھ تنقید بھی کر دی۔

حیدر آباد کے بھی ایک شاہ صاحب نے اسی طرح کی ایک مشرکانہ بات اپنی فقہ کی کتاب میں لکھی تھی کہ جب مدراس میں موجود ہندوؤں کی دیوی مہا کالی سن سکتی ہے تو کیا ہمارے بزرگ دُور کی آواز نہیں سن سکتے؟ (ملاحظہ ہو۔ نور المصابیح) دیکھنا یہ کیسا اِعتقاد اور استدلال ہے؟

(۲) علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کے بیانات

مولانا علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی جو ایک مشہور بریلوی عالم ہیں۔ اپنی کتاب ''حقیقت شرک'' میں بعنوان ''بُت پرستی کی ابتداء'' لکھتے ہیں:

(۱) ''اصنام پرستی کی ابتداء کے اسباب کے سلسلے میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کا ایک واقعہ بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ وہ یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم میں پانچ نیک آدمی تھے جو کہانت، شجاعت، قوت علم اور اخلاق حسنہ میں عام لوگوں کی سطح سے بہت اُونچے تھے۔ ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر یہ پانچوں حضرات بہت پارسا اور عبادت گزار تھے۔ لوگوں کو ان سے بہت محبت تھی۔ کیونکہ یہ لوگ اِنہیں اللہ تعالیٰ کی یاد کی تلقین کرتے اور نیکی کی دعوت دیتے تھے۔ ان کے نورانی چہروں کو دیکھ کر اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر انہیں خدا کی یاد آتی تھی۔ جب ودّ کا اِنتقال ہو گیا تو قوم بہت غمگین ہو گئی حتی کہ بہت سے لوگ اس کی قبر پر جا بیٹھے یہ واقعہ بابل میں ہوا جو کوفہ سے متصل ایک شہر تھا۔ ایک دن ابلیس ان لوگوں کے پاس شکل انسانی میں آیا اور بولا کہ میں تمہارے لیئے ودّ کی تصویر بنائے دیتا ہوں تم اسے دیکھ کر وُدّ کو یاد کر لیا کرو۔ لوگ بولے: ہاں ضرور، ابلیس نے ودّ کا مجسّمہ تیار کر دیا۔ لوگ اس مجسّمہ کے آس پاس جمع ہو گئے۔ پھر باری باری سواع، یغوث، یعوق اور نسر چاروں فوت ہو گئے۔ ابلیس ان کے مجسّمے بھی بنا بنا کر ان لوگوں کو دیتا رہا۔ ان تصویروں کے وہی نام رکھے گئے جو ان صالحین کے

تھے۔اس زمانہ میں اتنا ہی ہوا۔

جب یہ لوگ ختم ہو گئے اور ان کی اولاد کا زمانہ آیا تو ابلیس ان سے بولا کہ تمہارے باپ دادا ان تصویروں کو پوجتے تھے۔تمہیں بھی ان کی تقلید کرنی چاہئے۔چنانچہ یہ لوگ بھی تصویر کے پجاری بن گئے......نوح علیہ السلام نے انہیں اس شرک سے باز رہنے کی تلقین کی مگر ان لوگوں نے آپ کی بات نہ مانی اور آپ کے سمجھانے کے باوجود وہ بُت پرستی سے باز نہ آئے۔ (تفسیر روح البیان،تفسیر نعیمی،تفسیر ضیاء القرآن، کتاب مذکورہ ص ۹۔۱۰)

ایک لمحہ فکریہ

مشرکین کے معبودوں سے متعلقہ مذکورہ معلومات کی روشنی میں تھوڑی دیر حقیقت شرک اور ذاتی اور عطائی کے نکتہ پر غور کرلیا جائے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ قوم نوح اپنے بزرگوں اور اللہ والوں کی معبودیت اور صفات حاجت روائی کی بالذّات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی قائل تھی۔یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی کسی کو اللہ والا بھی سمجھے اور اس کی بزرگی اور تصرفات کو اللہ سے بے تعلق اور بے نیاز قرار دے۔تصرّفات اولیاء کا بنیادی فلسفہ یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبادت گزار مقرب بندوں سے خوش ہو کر انھیں حاجت روائی اور مُشکل کشائی کی جملہ صفات اور اختیارات عطا فرما دیتا ہے۔ایسی صورت میں یہ بات کس طرح کہی جاسکتی ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں یعنی خدا کے برگزیدہ بندوں کو خدا کی دین وعطا سے نہیں بلکہ بالذّات اور خود مختار طور پر مُتصرف کائنات سمجھتے تھے؟

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے!

مُشرکوں کے معبودوں کے بارے میں جن سے وہ دُعا وفریاد کرتے تھے مولانا اشرفی کا تفسیر روح البیان، تفسیر نعیمی اور تفسیر ضیاء القرآن جو بریلوی حلقوں کی مانی ہوئی مشہور تفاسیر ہیں کے حوالہ سے جو کچھ لکھا ہے وہ میری اس کتاب کی جان اور بنیاد ہے جس سے شرک، بزرگ

پرستی اور انبیاء اور اولیاء کے سمیع الدُعا اور حاجت روا ہونے کے عقیدہ باطِلہ کی مکمل طور پر نفی اور تردید ہو جاتی اور بریلوی شریعت کا شیش محل دھڑام سے گر کر چور چور ہو جاتا ہے!

ضرورت سے بھی زیادہ کثیر قوی اور ناقابل تردید شرعی دلائل سے ہم نے شرک سے متعلقہ یہ حقیقت ثابت کر دی ہے کہ مشرکین بتوں کو نہیں بلکہ بزرگوں کو حاجت روا اور نافع وضار سمجھتے تھے!

مشرکین کے معبود۔ جامعہ نظامیہ کا موقف

ہم نے مشرکین کے معبودوں کے اہم مسئلہ پر شرک و بدعت کے مشہور علمبردار بریلوی اور اشرفی چوٹی کے علماء کے تصورات اور بیانات کو پیش کر دیا ہے۔ جن سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ مشرکین کے معبود لکڑی پتھر کے بُت نہیں بلکہ خدا کے نیک اور مقرب بندے انبیاء اور اولیاء اور بزرگان دین تھے۔ اس طرح سے شرک کی ایک دلیل غلط قرار پاتی ہے۔ میں اس کتاب کے مسودہ پر نظر ثانی کر رہا تھا کہ روزنامہ ''اِعتماد'' حیدرآباد کے جمعہ ایڈیشن ''صراط مستقیم'' میں اسی مسئلہ اور موضوع پر ایک قیمتی مضمون شائع ہوا۔ واضح رہے کہ یہ جمعہ ایڈیشن جامعہ نظامیہ کے کسی عالم کی نگرانی میں مرتب ہوتا ہے۔ اور سوالات کے جوابات بھی ایک مفتی جامعہ نظامیہ دیتے ہیں۔ اگرچہ کہ اعتماد کے اس مضمون میں وہی باتیں ہیں جو مذکورہ بریلوی اور اشرفی علماء کے بیانات میں ہیں۔ اس کے باوجود ہم یہ مضمون اس لیئے نقل کر رہے ہیں کہ اس کا تعلق جامعہ نظامیہ سے ہے۔ اس طرح سے مشرکین کے معبودوں کے بارے میں بریلوی، اشرفی اور نظامی علماء کا عقیدہ اور خیال سامنے آجاتا ہے۔ اس کے بعد مخالفین کے لیئے کسی اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی!

دُنیا میں بت پرستی کا آغاز

''پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرن

تھے۔ جو سب اسلام پر قائم تھے اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ قرن سے مراد نسل یا صدی ہے۔

ان نیک لوگوں کے بعد ایسے واقعات پیش آئے جن کے نتیجے میں لوگ بت پرستی میں مبتلاء ہو گئے۔ اس تبدیلی کا سبب اس روایت سے واضح ہوتا ہے جو امام بخاریؒ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ذکر فرمائی ہے۔

''اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو بھی کبھی ترک نہ کرنا''۔ (نوح:۷۱/۲۳)

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے فرمایا: یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض نیک آدمیوں کے نام ہیں۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جہاں وہ حضرات بیٹھا کرتے تھے، وہاں بت بنا کر رکھ دو اور ان کے وہی نام رکھ دو جو ان بزرگوں کے تھے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت بتوں کی پوجا نہیں ہوئی۔ جب وہ لوگ فوت ہو گئے اور علم مٹ گیا تب ان کی پوجا ہونے لگی۔'' حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے فرمایا: ''نوح علیہ السلام کی قوم کے یہی بت بعد میں عرب میں پوجے گئے''۔

امام ابن حریرؒ نے اپنی تفسیر میں محمد بن قیسؒ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: ''یہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان کچھ پیروکار بھی تھے جو اُن کے طریقے پر چلتے تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو ان کے پیروکاروں نے کہا: اگر ہم ان کی تصویریں بنا لیں، تو ان کی یاد کی وجہ سے ہمیں عبادت کا شوق زیادہ ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے ان کی تصویریں بنائیں۔ جب یہ (تصویریں بنانے والے افراد) فوت ہو گئے اور ان کی جگہ دوسرے لوگ آ گئے تو ابلیس نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ تمہارے باپ دادا ان کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کی وجہ سے انہیں بارش ملتی تھی چنانچہ ان لوگوں نے ان کی عبادت شروع کر دی''۔

ابو جعفر محمد نے وَدّ کے بارے میں فرمایا ''وہ ایک نیک آدمی تھا، جو قوم میں ہر دل عزیز تھا، جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ بابل میں اس کی قبر پر بیٹھ گئے اور بہت زیادہ غمگین ہوئے۔ جب

ابلیس نے ان کا غم دیکھا تو انسانی صورت میں ان کے پاس آ کر کہنے لگا: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ان صاحب کی وفات پر بہت دل گرفتہ ہو تو کیا میں تمہیں اس جیسی ایک صورت نہ بنادوں جو اس کی جگہ رکھی جائے اور وہ اس کی یادگار بن جائے؟ ''انہوں نے کہا: ''ہاں! بنادو'' اس نے وَدّ کا ایک بُت بنادیا۔ انہوں نے اسے چوپال میں رکھ لیا اور اسے یاد کرنے اور اس کی باتیں کرنے لگے۔ جب ابلیس نے دیکھا کہ لوگ وَدّ کو بہت یاد کرتے ہیں تو کہا: ''کیا میں تم میں سے ہر شخص کے گھر میں اس طرح کا ایک مجسمہ نہ بنادوں جس کو دیکھ کر وہ اسے یاد کرے؟ انہوں نے کہا: ہاں (بنادو) اس نے ہر شخص کے گھر میں ایک بُت بنادیا۔ وہ اس کو دیکھ کر اس کو یاد کرتے تھے۔ جب ان کے بیٹے بڑے ہوئے تو انہوں نے اپنے باپ دادا کو ان (بتوں) کو اہمیت دیتے دیکھا (تو وہ بھی اسی طرح اہمیت دیتے رہے) حتیٰ کہ اگلی نسلوں کے لوگ اس بات سے بے خبر ہو گئے کہ ان کے باپ دادا انہیں کیوں یاد کرتے تھے۔ البتہ انہوں نے آہستہ آہستہ ان کی عبادت شروع کردی۔ چنانچہ سب سے پہلے جس مخلوق کی عبادت کی گئی وہ وَدّ کا بُت تھا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بت کو پوجنے والی ایک الگ جماعت تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب طویل زمانہ گزر گیا تو انہوں نے تصویروں کی جگہ مجسمے بنالیے تاکہ زیادہ دیر تک قائم رہ سکیں۔ (یعنی پہلے تصویریں بنائیں گئی تھیں بعد میں تصویروں کے مٹ جانے کے خوف سے مجسمے بنائے گئے) بعد میں ان کی عبادت ہونے لگی۔ ان کے ہاں ان کی عبادت کے بہت سے طریقے تھے جن کا ذکر ہم نے تفسیر میں متعلقہ مقامات پر کیا ہے۔

حضرت اُمّ سلمہؓ اور اُمّ حبیبہؓ نے حبشہ میں جو گرجا گھر دیکھا تھا، اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ ان کا نام 'ماریہ' تھا۔ انہوں نے اس کی خوبصورتی کا ذکر کیا اور اس میں جو تصویریں تھیں ان کا ذکر کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں میں جب کوئی آدمی فوت ہو جاتا تھا تو اس کی قبر پر یادگار تعمیر کرتے تھے اور اس میں یہ تصویریں بناتے تھے۔ اللہ کے ہاں یہ لوگ مخلوقات میں سے بدترین ہیں''۔ (روزنامہ اعتماد حیدرآباد ۲۸ مارچ ۲۰۰۸ء)

قبر نبوی ﷺ کی تصویر کا ایک نیا فتنہ

اُمّت مُسلمہ میں شرک اور قبر پرستی کے مختلف نوعیت کے علل، اسباب، ذرائع اور وسائل کی پہلے سے ہی کمی نہ تھی کہ اب اس میں ایک اور ذریعہ اور قوی محرک کا قبر نبویؐ کی تصویر کی شکل میں اِضافہ ہوگیا ہے جیسا کہ ابھی آپ نے تفصیل سے احادیث، علمائے سلف کے بیانات اور مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی تصریحات میں دیکھا کہ شرک اور قبر پرستی کا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں بزرگوں کی تصویروں، مجسموں اور پھر قبروں سے آغاز ہوا۔ ماضی قریب میں سعودی خاندان کو اس بات کا شِدّت سے احساس ہوا تھا کہ بزرگوں کی قبریں شرک کا منبع اور سرچشمہ ہوتی ہیں۔ یہیں سے شرک پھیلتا ہے۔ اس لئے سعودی حکومت نے اپنی مملکت کے حدود میں صحابہ کرام اور بزرگان دین کی اُونچی، پختہ اور مزّین قبروں اور ان پر تعمیر شدہ قبوں کو گرادیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف جس کمرہ میں ہے۔ اسے بند کر کے زیارت کا انتظام کمرہ سے باہر کر دیا اور دیوار کو جالی لگادی گئی۔ اس جالی سے بھی قبر شریف دکھائی نہیں دیتی۔ اسے اطراف سے پردوں میں گھیر دیا گیا۔ اس لیئے قبر کی کوئی تصویر بھی نہیں لے سکتا۔ مارچ ۲۰۰۸ء کے آخری ہفتہ میں قبر نبویؐ کی تصویر ہفتہ روزہ نئی دُنیا میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد یہ تصویر حیدرآباد کے ایک روزنامہ میں بڑی سائز پر بڑے اہتمام کے ساتھ چھاپی گئی۔ اس تصویر کے نیچے لکھا ہے: ''حضور اکرمؐ کے مزار اقدس کی تصویر جو ۱۹ ویں صدی میں کھینچی گئی تھی۔ یہ واحد تصویر ہے جو آج موجود ہے۔ اس کے بعد آپؐ کی مزار کے دروازے ہمیشہ کے لیئے بند کردئے گئے۔ قبر نبوی کی تصویر کے نیچے یہ بھی لکھا ہے: ''حضور اکرمؐ کی مزار اقدس کا عکس باعث برکت ہے۔ باعث نجات بھی۔ اس کو گھر میں فریم بنا کر حفاظت سے رکھئے۔ حفاظت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

خدانخواستہ ادارہ کی اس اپیل اور ترغیب کے مطابق مسلمانوں نے عمل کیا تو شرک کی مزید ترویج اور اشاعت ہوگی۔ اور لوگ قبر شریف کے ساتھ طرح طرح کے مشرکانہ عقائد اور

عمال کے مُرتکب ہوں گے۔ اس فریم کو مزّین، معطّر اور منوّر کیا جائے گا۔ اس پر پھول چڑھائے جائیں گے۔ دوکانوں اور مکانوں میں قبر نبویؐ کی تصویر آویزاں کی جائے گی۔ جیسا کہ پہلے سے ی حیدر آباد کے دو بزرگوں مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت اور حضرت عبداللہ شاہ صاحب اور خواجہ اجمیر کی مزار کی تصویریں جگہ جگہ لٹکی ہوئی ہیں۔ قبر نبویؐ کی تصویر کو مس کر کے ہاتھوں کو چہرہ پر لا جائے گا۔ اور مصائب اور مشکلات کے وقت فریم کے پاس جا کر رسول اللہ ﷺ سے دُعا کی جائے گی۔ اور دُعاؤں میں قبر نبویؐ کا وسیلہ لیا جائے گا، ہوسکتا ہے کہ قبر نبویؐ کی یہ تصویر کوئی شرک زدہ مسلمان یا جماعت عمدہ کاغذ پر ملٹی کلر میں طبع کرا کر کثیر تعداد میں پھیلا دے اور فروخت ہونے لگے۔ اور یوں شرک کا ایک نیا اور وسیع دروازہ کھل جائے اور شیطان اور اسکی ذُرّیت کو اپنی کامیابی پر بغلیں بجانے کا شاندار موقع مل جائے! انبیاء اور اولیاء کی تصویریں مجسّمے اور قبریں کس طرح شرک کا ذریعہ بنتی ہیں۔ آپ تفصیل کے ساتھ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے بیانات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ فاضل بریلوی کے مطابق جب بزرگوں کی تصاویر شرک کا ذریعہ ہونے کے سبب حرام اور بزرگوں کی تصاویر کو گھر میں آویزاں کرنا ناجائز ہے تو ان کی قبریں بدرجہ اولیٰ شرک کا موثر ذریعہ اور مضبوط وسیلہ ہونے کے سبب انبیاء اور بزرگوں کی قبروں کی تصاویر گھروں میں لٹکانا بزرگوں کی تصاویر سے زیادہ مُضر اور حرام ہوگا۔

''وہابی'' حکومت کا صحابہ اور بزرگوں کی غیر شرعی قبروں کو ڈھانے کا مسئلہ

جیسا کہ مذکورہ بیانوں میں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کعبۃ اللہ کے اندر رکھے ہوئے حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہم السلام کے بتوں اور تصویروں کو نیست و نابود کر دیا(۱) اور ان کے بنانے والوں کو آپؐ نے ''قاتل اللہ'' (یعنی اللہ ان کو ہلاک کرے) کے الفاظ سے بد دُعا دی، حضورؐ نے کعبۃ اللہ کے اندر رکھے ہوئے انبیاء کرام کے بتوں اور تصویروں کے خاتمہ کا کام عمر فاروقؓ سے لیا اور جو تصاویر بھی نظر آ رہی تھیں رسول اللہ ﷺ نے انھیں دُھو کر مٹا دیا۔ جب

(۱) کیا رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کو توہین انبیاء سمجھا جا سکتا ہے؟

انبیاء اور بزرگوں کی تصویروں، مجسموں اور بتوں کو عقیدہ توحید کے وسیع تر مفاد اور شرک اور بزرگ پرستی کے خدشہ کے پیش نظر ختم کیا جا سکتا ہے تو ان ہی اعلیٰ اغراض اور مقاصد کے تحت انبیاء صحابہ اور بزرگوں کی اُونچی اور پختہ قبروں اور ان پر ناجائز طور پر بنائی گئی گنبدوں کو بھی گرایا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ جبکہ بکثرت احادیث کے مطابق اور تمام ائمہ فقہ کے نزدیک بھی پختہ قبر اور اس پر عمارت کی تعمیر حرام ہے۔

بریلوی مسلک کے سرخیل مولانا احمد رضا بھی اُونچی قبر کے قائل نہیں تھے۔ متعلقہ بیانات اس کتاب کے ایک باب میں موجود ہیں۔ ایسی صورت میں ال سعود جب حجاز میں برسر اقتدار آئے اور اُنھوں نے سعودی مملکت بنا کر اسلامی حکومت قائم کی اور اس ملک میں پائے گئے غیر شرعی قبوں اور اُونچی اور پختہ قبروں کو سُنّت کے مطابق گرا دیا تو ان کا یہ عمل ٹھیٹ مطابق شریعت تھا۔ صحابہ اور بزرگوں کی توہین اور مخالفت سے نہیں۔ جب انبیاء اور بزرگوں کے مجسموں، بتوں اور تصاویر کو ختم کیا جا سکتا ہے تو صحابہ کرام کی اونچی اور پختہ قبروں اور قبوں وغیرہ کو بدرجہ اولیٰ مسمار کر کے شریعت کے مطابق غیر پختہ اور زمین کے برابر کیا جا سکتا ہے۔ یہاں کسی کی بزرگی اور عظمت مانع نہ ہوگی۔ بلکہ توحید پیش نظر ہوگی، لیکن بریلویوں نظامیوں قبور کے پجاریوں اور بے بصیرت علماء اور خواص نے اس پر بڑا واویلا مچایا اور پُرزور مذمت اور مخالفت کی۔

بعض دانشوروں نے یہ نکتہ نظر بھی پیش کیا کہ صحابہ اور بزرگانِ سلف کی مزاریں تاریخی حیثیت کی حامل تھیں انہیں بطور آثار قدیمہ قائم رکھنا چاہیے تھا۔ لیکن یہ خیال رسول اللہ ﷺ کے دل میں نہیں آیا۔ اس لحاظ سے حضورؐ کو انبیاء کے بتوں کو باقی رکھنا چاہیئے تھا۔ لیکن تصاویر تک کو کھرچ کر مٹا دیا گیا اور انبیاء کی تصاویر کا ''احترام'' نہیں کیا گیا۔ عقیدہ توحید کے مفاد سے زیادہ کسی چیز کی اہمیت نہیں ہو سکتی، خود مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ خدا کی محبوب اور معظم ہستیوں، انبیاء اور اولیاء کی تصاویر شرک اور بت پرستی کا زیادہ اہم اور موثر ذریعہ ہوتی ہیں۔ اس لیئے اسلام میں اسے مسلمانوں کو شرک سے بچانے کے لیئے حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بزرگوں کی پہلے تصاویر بنائی گئیں۔ پھر ان

کے بت یا مجسمے تیار کئے گئے۔اس طرح سے مُسلمانوں کے اندر شرک اور بت پرستی کا آغاز ہوا۔
غرض کہ ''وہابی'' سعودی حکومت کا احادیث اور سنت کے مطابق غیر شرعی قبروں اور قبوں کو ڈھانے کا عمل توحید کے مفاد کے لئے اہم اور ضروری تھا۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد انبیاء کے مجسموں کو توڑ پھوڑ کر ختم کر دیا اور ان کی تصاویر کو مٹا دیا تھا۔اس لیئے ''وہابی'' حکومت کے اس اقدام کے خلاف جو شور وشر مچایا گیا اور ہنگامہ آرائی کی گئی وہ باطل تھی۔اب بھی شرک زدہ بریلوی اس کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔جو غیر اسلامی ہے!
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
''(یہ لوگ) اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں (یہ لوگ) اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور سمجھ نہیں رہے ہیں''۔ (البقرہ:۹)
یخدعون میں اُس زمانے کے مشرکین کی طرف اشارہ ہے۔اور موجودہ زمانے میں یہ آیت بریلوی شرک زدہ مسلمانوں پر پوری طرح منطبق ہوتی ہے جو مسلمانوں کو علمی دھوکہ اور فریب کے ذریعہ شرک اور قبر پرستی کی گمراہی میں مبتلا کر رہے ہیں!

''لوگ ہمیں وہابی کہتے ہیں، ہمارے طریقہ کار کو وہابیت سے منسوب کرتے ہیں، جیسا کہ یہ کوئی خاص مذہب ومسلک ہے، جب کہ یہ ایک کھلی غلطی ہے، جو محض جھوٹ اور مختلف مفادات کے حصول کے لئے چند لوگوں کی جانب سے اڑائی جارہی ہے، ہم کسی جدید مسلک یا عقیدے کا دعویٰ نہیں کرتے، نہ ہی محمد بن عبدالوھابؒ نے کوئی نئی چیز پیش کی، بلکہ ہمارا عقیدہ سلف صالحین کا عقیدہ ہے جو کتاب وسنت میں مذکور ہے، جس پر سلف صالحین کا عمل رہ چکا ہے۔ ہم چاروں ائمہ کرام کا احترام کرتے ہیں، ہمارے نزدیک امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ اور ابوحنیفہؒ کے درمیان کوئی فرق نہیں، بلکہ تمام ائمہ ہمارے نزدیک محترم ہیں۔

یہی وہ عقیدہ ہے جس کی جانب شیخ الاسلام محمد بن عبدالوھابؒ نے دعوت دی، یہی ہمارا عقیدہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس خالص توحید پر مبنی ہے جو تمام شرک و بدعت کی گندگیوں سے پاک وصاف ہے، چنانچہ اس عقیدہ توحید کی جانب ہم بلاتے ہیں اور یہی عقیدہ ہماری تمام مشکلات اور مصائب کا حل ہے۔

(بانی سعودی عرب ملک عبدالعزیز کے خطبہ (۱۳۴۸ھ) ایک اقتباس)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

”جس نے مجھے پیدا کیا وہی میری رہنمائی کرتا اور مجھے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے، جو مجھے موت دے گا، اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا اور جس سے میں اُمید رکھتا ہوں کہ روزِ جزا میں وہ میری خطا معاف فرمادے گا“۔

(شعراء: ۷۸تا۸۲)
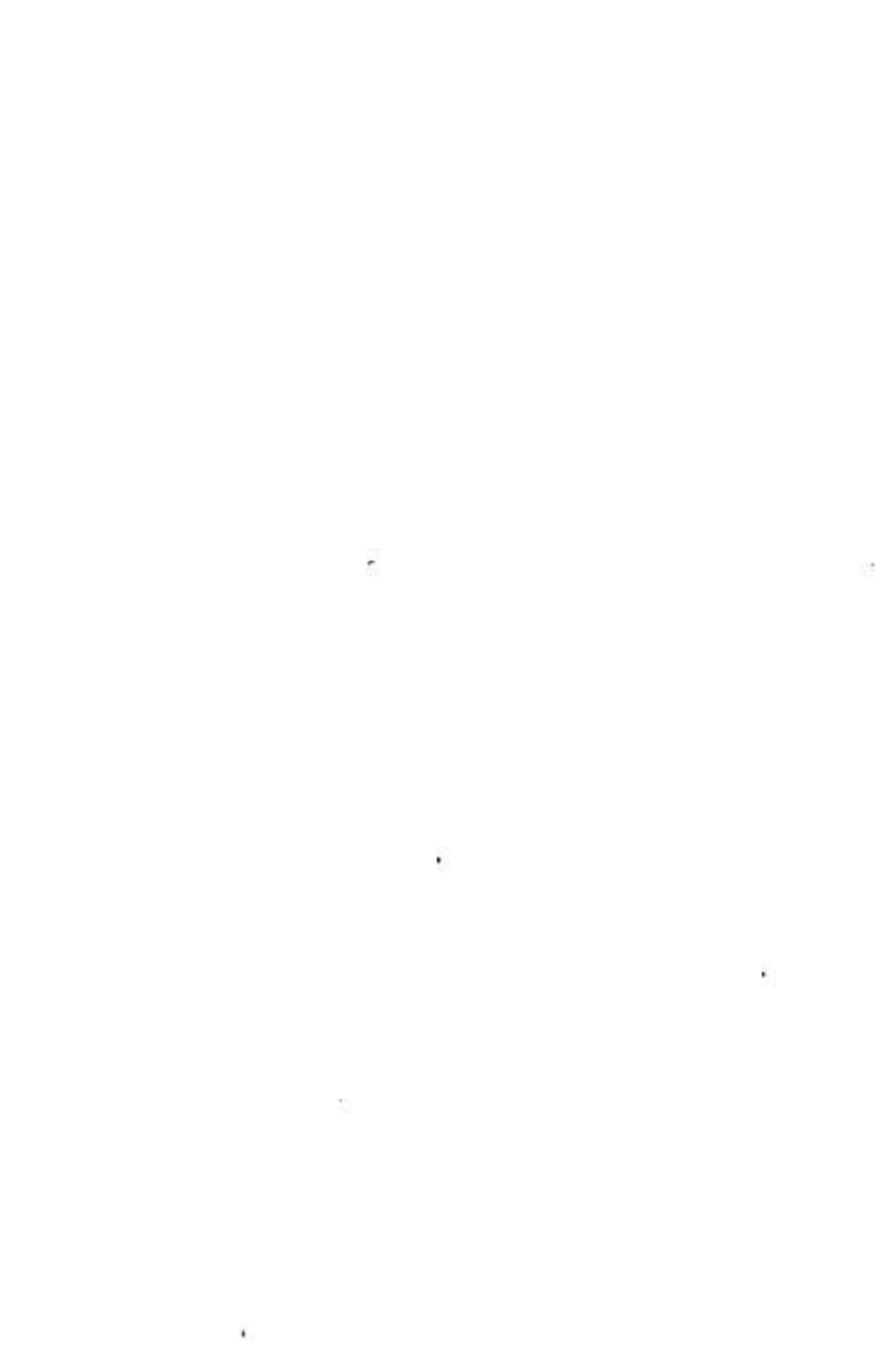
باب (۳)

مشرکین کا شرک

1	شرک کی ایک باطل تاویل
2	ذاتی اور عطائی کا مسئلہ
3	مشرکین کا بھی یہی عقیدہ تھا
4	باذن اللہ کا نامعقول استعمال
5	لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا!
6	طرفین کی محبت اور تعلقات کا سبب اللہ ہے
7	قرآنی دلائل
8	کافر اور مشرک کا فرق
9	ایک مغالطہ کا ازالہ
10	عطائی تصرفات کا نمرودی تصور
11	ایک معرکۃ الآراء آیت
12	قرآن میں عطائی قدرتوں کا ایک عقلی اور فطری ردّ
13	عطائی تصرفات کا خطرناک عقیدہ
14	ذاتی اور عطائی کے مسئلہ پر ایک دوٹوک اور فیصلہ کن بات
15	عیسائی مذہب میں خدا کا تصور

○ ''مشرکین عرب طواف کعبۃ اللہ کے وقت یہ تلبیہ پڑھتے تھے:

''لبیک لاشریک لک لبیک الا شَرِ یکا ھو لک تملکه وما ملكِ''

یعنی اے اللہ ہم تیری عبادت کے لئے حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے، سوائے اس شریک کے جو تیری مخلوق ہے۔ تو اس کا بھی مالک ہے اور اُس کے اختیارات بھی تیرے قبضہ میں ہیں''۔ (مسلم۔ کتاب الحج)

مشرکین عرب انبیاء اور اولیاء کو بالذات نہیں بلکہ بعطائے اِلٰہی سمیع الدُعا اور حاجت روا سمجھتے تھے۔ ایسا ہی جیسا کہ موجودہ زمانے کے شرک زدہ بریلوی اور نظامی علماء کا عقیدہ ہے!

باب (۳)

مشرکین کا شرک

شرک کی باطل تاویل

بریلوی، نظامی اور اشرفی علماء رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کو اپنا معبود اور حاجت روا بنا کر واضح شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ان کا یہ خیال اور کوشش ہے کہ اگر ہم حضور اکرم ﷺ اور بزرگوں کے سمیع الدّعا، عالم الغیب اور نافع وضار ہونے کے عقیدہ کو بالذّات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی قرار دیں تو شرک کے ناقابل بخشش گناہ اور ظلم عظیم سے بچ جائینگے۔ بزرگوں کی حاجت روائی کے تار کو خدا سے جوڑ دیں تو ہمارا یہ عقیدہ شرک نہیں کہلائے گا بلکہ جائز برحق اور مشروع ہو جائے گا اور اس طرح سے ہم پر شرک کا ٹھپہ نہیں لگے گا، لیکن جب وہ دیکھتے ہیں کہ قرآن میں مشرکین عرب کے شرک کی یوں تصویر کشی کی گئی اور ان کے شرک کا اس طرح سے تعارف کرایا گیا ہے کہ وہ اپنے شریکوں اور معبودوں کو بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا سے سمیع الدُعا اور نافع وضار سمجھتے ہیں۔ اگر اس قرآنی حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے جس سے عقیدہ شرک پاش پاش ہو جاتا ہے تو پھر ہمارا تصرفات انبیاء اور استعانت بالا ولیاء کا عقیدہ بھی مشرکین عرب کی طرح واضح طور پر مشرکانہ قرار پائے گا اور ہم کھلے مشرک ثابت ہو جائینگے۔ اس لیئے بریلوی اور نظامی علماء یہ بات ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مخاطب اول مشرکین عرب اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مشرکین کے معبود بے

جان بت تھے انبیاء اور اولیاء نہیں۔ اور وہ ان کی صفاتِ حاجت روائی کو بعطائے الٰہی نہیں بلکہ خدا سے بے نیاز، بالذّات تسلیم کرتے تھے۔ جبکہ ہم نبیوں اور ولیوں کو بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین و عطا سے نافع و ضار اور متصرف کائنات ہونے کا مشروع عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن قرآن کی ایک عظیم حقیقت سے اعراض، انکار، تردید اور متعلقہ آیات کی تفسیر بالرائے ان کے کچھ کام نہ آئی، چونکہ مشرکین عرب اپنے معبودوں یعنی انبیاء اور بزرگوں کو بالذات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی حاجت روا سمجھتے تھے۔ اس لیئے انبیاء اور بزرگوں سے متعلقہ ان کے عقائد باطلہ پر شرک جلی کا ہی اِطلاق ہوگا، اس باب میں ہم مضبوط اور نا قابل تردید اور کثیر دلائل سے ثابت کریں گے کہ مشرکین عرب اپنے معبودوں اور مشکل کشاؤں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کی صفات حاجت روائی بالذّات نہیں بلکہ بعطائے ربانی ہیں۔

ذاتی اور عطائی کا مسئلہ

(۱) ایک مشہور اور بڑے بریلوی عالم دین مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا مشکل کشا ہونا ذاتی ہے اور بندے کا مشکل کشا ہونا عطائی ہے۔ کیونکہ بندہ اگر کسی کی کوئی مشکل حل کرتا ہے یا حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ کی دی ہوئی طاقت و اختیار سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اذن سے کرتا ہے (۱)۔ پس واضح ہو گیا کہ ہمارا یہ عقیدہ شرک کی تمام جڑوں کو کاٹنے والا ہے''۔ (حقیقت شرک۔۱۶)

یہاں مجھے ''مارے گھٹنہ پھوٹے آنکھ'' کی کہاوت بے ساختہ طور پر یاد آرہی ہے اشرفی مولانا مذکور کی یہ بات ایک بنیادی عقیدہ اور اہم ترین مسئلہ کے بارے میں قرآن تو کجا عقل عامہ اور روزمرہ کے تجربہ اور مشاہدہ کے بھی انتہائی خلاف ہے۔ بات ہو رہی ہے مُردوں

---

(۱) یہ بات صرف زندوں کی حد تک وہ بھی ایک محدود اور مخصوص دائرہ میں عالم اسباب کے تحت صحیح ہے۔ مُردوں اور اہل قبور کے بارے میں نہیں، شرک یہی ہے کہ زندوں کی محدود قدرتیں اور اختیارات مردوں میں لامحدود، غیر متناہی، غیر طبعی اور ماوراء الاسباب تسلیم کی جائیں۔

کی فوق الفطری، غیر طبعی، ماوراء الاسباب اور لامحدود حاجت روائی کی اور وہ دلیل اور مثال دے رہے ہیں زندوں کے اسباب کے تحت ایک محدود اور مخصوص دائرہ میں نافع وضار ہونے کی۔ کیا زندے اور مردے، مدفون اور غیر مدفون، عالم دنیا اور عالم برزخ اور فطری اور غیر فطری اور محدود اور لامحدود میں فرق نہیں پایا جاتا؟ جبکہ تصرفات انبیاء اور اِستعانت بالا ولیاء اور ان کی قبر یا عالم برزخ سے حاجت روائی اور فریاد رسی کے مشرکانہ عقیدہ کے مطابق انبیاء اور مرحوم بزرگوں کی قدرتیں اور اختیارات لامحدود اور غیر متناہی ماننا پڑتا ہے۔ آپ کا یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء کو صفات حاجت روائی یا پاور آف آٹارنی دے دیا ہے۔ یہ آپ کا عقیدہ خود ساختہ اور من گھڑت ہے۔ جبکہ مشرکین عرب بھی جو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے اولین مخاطب تھے اپنے معبودوں اور خود ساختہ حاجت رواؤں کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا سے مددگار اور مشکل کشا ہیں۔ معبودانِ باطل کے بارے میں مشرکین اور قبر پرست مسلمانوں کا عقیدہ یکساں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کے دور کے مُشرکین کے معبود اولیاء اللہ اور خدا کے نیک اور برگزیدہ بندے تھے۔ اور وہ اپنے ان معبودوں اور حاجت رواؤں کو بالذّات نہیں بلکہ بعطائے ربّانی نافع وضار اور مُتصرف کائنات ہونے کا عقیدہ باطلہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن کا اولین اور اہم ترین مقصد اسی شرک کی نفی اور تردید ہے۔

مشرکین کا بھی یہی عقیدہ تھا

مشہور بریلوی عالم مفتی احمد یار خاں نعیمی کی کتاب ''جاء الحق'' بریلوی مکتبہ فکر کی گائیڈ بک کی حیثیت رکھتی ہے۔ شرک و بدعت کے اس سرچشمہ سے متعدد کتابیں جاری ہوئی ہیں۔ اس کتاب سے بریلوی علماء، عوام اور خواص قبوری شریعت کی تائید اور حمایت میں دلائل حاصل کرتے ہیں۔ مفتی مذکور لکھتے ہیں:

(۲) ”اولیاء اللہ اور انبیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے۔ بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو ربّ تعالیٰ ہی کی ہے۔ یہ حضرات اس کے مظہر ہیں، اور مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہوتا ہے۔ کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا“ (جاء الحق)

اولیاء اللہ کون کون ہیں کیا ان کے ناموں کی فہرست اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے؟ ہمیں کس طرح معلوم کہ اولیاء کرام کون ہیں اور کون نہیں ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ نے کتنے اولیاء کو صفات حاجت روائی عطا فرمائی ہے؟ ہوسکتا ہے کہ ہم کسی ایسی ہستی سے دُعا مانگیں اور انہیں مدد کے لیئے پکاریں جو ولی اللہ نہ ہونے کے سبب ان کے ہاتھ خالی ہوں؟

”کوئی جاہل (مسلمان) بھی کسی ولی اللہ کو خدا نہیں سمجھتا“۔

کا جواب یہ ہے کہ دور نبویؐ کے مُشرکین عرب جو قرآن اور محمد ﷺ کے مخاطب اول تھے۔ اپنے معبودوں کو خدا یا خدا کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ انہیں شریک خدا قرار دیتے تھے۔ وہ بھی بالذّات نہیں بلکہ خدا ہی کی دین وعطا سے۔ اس سلسلہ میں قرآن اور حدیث کے کثیر، قوی اور نا قابل تردید دلائل آگے آرہے ہیں۔

قرآن کی بکثرت آیات میں واضح اور دوٹوک انداز سے نہ صرف اللہ ہی سے دُعا و فریاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کے منافی غیر اللہ کو مدد کے لیئے پکارنے سے واضح الفاظ میں منع کیا گیا ہے۔ یہی حال حدیث کا ہے۔ صحاح ستہ کی ایک بھی کتاب حدیث میں ایک باب بھی تصرفات انبیاء اور استعانت بالا ولیاء کا موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی کتب فقہ میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء اور اولیاء سمیع الدعا، عالم الغیب اور نافع وضار ہیں۔ اس لیئے ان حضرات سے دُعا و فریاد جائز ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف کتب فقہ میں مرجہ شرک اور قبر پرستی کی نفی اور تردید کی گئی ہے۔ بریلوی علماء واقعات، معجزات، کرامات اور بعض آیات اور احادیث سے اپنے مشرکانہ عقائد کا استنباط کرتے ہیں۔ لیکن عقیدہ کے معاملہ میں استنباطی دلیل مشروع نہیں ہوسکتی۔ اس کے لئے واضح المفہوم آیت یعنی نص قرآنی درکار ہے۔ جس کی تصدیق اور تائید عمل

صحابہ سے ہونی چاہئے۔

قرآن، حدیث اور فقہ میں آپ کو کہیں بھی باذن اللہ یا بعطائے الٰہی یا دوسرے ہم معنی الفاظ سے بھی انبیاء اور اولیاء کے نافع وضار ہونے کا تذکرہ نہیں ملتا۔ اگر کہیں ہے تو ان کا تعلق وقتیہ چیز اور معجزہ سے ہے۔ لیکن معجزہ کو شرک کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

(۳) بریلوی عالم مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی لکھتے ہیں:

''مومن...... فرشتوں، نبیوں، ولیوں کو بحکم پروردگار عالم کا منتظم مانتا ہے۔ اس عقیدہ سے اس کے ایمان میں کوئی خلل نہیں آتا۔ کیونکہ وہ باذنِ الٰہی محض بندہ سمجھ کر رب کو غنی، بے نیاز اور اُن بندوں کو رب کا نیاز مند سمجھتے ہوئے ایسا عقیدہ رکھتا ہے'' (حقیقت شرک ص ۱۹)

رسول اللہ ﷺ اور حضرت نوح علیہ السلام کے دور کے مشرکین کا بھی بعینہ یہی عقیدہ تھا۔ وہ نبیوں اور ولیوں کو بحکم الٰہی اور خدا کی دین وعطا سے ہی نافع وضار اور مُتصرف کائنات سمجھتے تھے۔ بالذّات، آزاد اور خدا سے بے تعلق نہیں، لیکن اس کے باوجود وہ اللہ اور رسولؐ کی نظر میں مُشرک قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے انبیاء اور اپنے برگزیدہ بندوں کو حاجت روائی کی صفات اور اختیارات یا ''پاور آف آٹارنی'' دی ہی نہیں۔ اس لئے وہ سمیع الدعا، عالم الغیب اور مشکل کشا نہیں ہیں، اس لئے ان سے دُعا وفریاد کرنا اور انھیں دور اور نزدیک سے مدد کے لئے پکارنا شرک، ظلم عظیم ہے!

باذن اللہ کا نامعقول استعمال

(۴) ماضی قریب کے حیدرآباد سے تعلق رکھنے والے ایک بہت بڑے عالم اور مرشد بحرالعلوم محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت فرماتے ہیں:

''جہاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ وہاں اس نے ظاہری اسباب بھی لگادئے ہیں۔ اور باطنی اسباب بھی...... اسباب کا ترک نہ کرنا، ان کو استعمال کرنا شرک نہیں،

اسباب کو موثر بالذّات ماننا شرک ہے، بعض مادہ پرست موحد زندوں کو رب، رزاق ومميت سمجھنے کو شرک نہیں سمجھتے ہیں۔شرک ہے تو زندہ مردہ سب سے ہے، خدا کے لیئے بالذّات اور بندوں کے لیئے بالعرض نسبت دو تو شرک نہیں"۔ (درس قرآن)

مذکورہ تصور اور اس کے حق میں دلیل قرآن وحدیث تو کجا عقل، روزمرہ کے تجربات اور مشاہدات کے بھی خلاف ہے۔ظاہری اسباب تو دیکھنے اور استعمال میں آتے ہیں اور اس کی دلیل قرآن میں بھی موجود ہے۔لیکن یہ باطنی اسباب کس چڑیا کا نام ہے؟اس کا ذکر نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی یہ عقل فطرت، تجربہ اور مشاہدہ میں آتے ہیں۔قرآن اور حدیث سے تو اس نام نہاد باطنی اسباب اور تصرفات اولیاء کے مشرکانہ عقیدہ کی پرزور طور پر نفی اور تردید ہی ہوتی ہے۔

میں زید سے پانی یا کوئی اور چیز مانگتا ہوں، وہ دیتا ہے۔بکر سے اس کی اِستطاعت کے مطابق پیسہ طلب کرتا ہوں، وہ مدد کرتا ہے۔میں سواری استعمال کرتا ہوں اور ایک مقام سے دوسرے مطلوبہ مقام تک پہنچتا ہوں۔کیا بکر جو مر چکا ہے اس کے بارے میں اگرچہ کہ آپ کا یہ عقیدہ ہو کہ وہ باذن الٰہی مدد کرسکتا ہے اس کی زندگی میں جیسا پانی یا پیسہ مانگتے تھے۔مرنے کے بعد مانگتے ہیں؟اگر آپ کا یہ جواب ہو کہ اولیاءاللہ کے پاس باطنی اسباب پر تصرف کا اختیار ہے اور وہ باطنی اسباب سے زندوں کی مدد کرسکتے ہیں تو قرآن وحدیث میں ایسا نہ کوئی تصور ہے اور نہ ہی اس کے حق میں کوئی دلیل اور دور صحابہ میں کوئی عملی نمونہ ہمیں کیا پتہ کہ کون ولی اللہ ہے اور جس مدفون بزرگ سے ہم دُعا اور فریاد کررہے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی کی قدرتیں عطا فرمایا ہے یا نہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں صد فیصد سے بھی زیادہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ وہ سمیع الدُعا اور حاجت روا ہے۔

احادیث میں شک اور تردّد والی باتوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس لیئے بھی تصرفات اولیاء کے عقیدہ کو چھوڑنا لازم آتا ہے۔جبکہ اللہ تعالیٰ کے سمیع الدعا اور حاجت روا ہونے میں کوئی شک اور اختلاف نہیں پایا جاتا۔

مشرکین بھی اپنے خود ساختہ معبودوں یعنی انبیاء اور اولیاء کو بالذّات نہیں بلکہ باذن اللہ اور بعطائے الٰہی حاجت روا سمجھتے تھے جسے قرآن میں شرک قرار دیا گیا ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی غوثؒ یا خواجہؒ کو بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا سے سمیع الدُعا اور نافعُ وضار سمجھتا ہے تو وہ مُشرکین عرب کی طرح شرک کا مرتکب قرار پائے گا۔

(۵) مولانا محمد عبد القدیر صدیقی کی اس بات کو دلیل کہا جائے یا دل لگی۔ اس کا فیصلہ آپ کریں کہ وہ اس سلسلہ میں آگے لکھتے ہیں:

''کیا انسان کا مرتے ہی اہل دنیا کو دیکھنا اور ان کی سننا ختم ہو جاتا ہے؟ حدیث ہے قبروں کے پاس جاؤ تو ''**السلام علیکم یا اهل القبور**'' کہو۔ مردے دیکھتے سنتے نہیں ہیں تو سلام کرنے کو کیوں کہا گیا؟'' (درس القرآن)

اس سلام میں تو اہل قبور سے لینے کی نہیں بلکہ دینے اور ان کے لیئے دُعائے خیر کرنے کی بات ہے۔ قبر کے نزدیک اتنی سی بات سننے سے مردہ متصرف کائنات کس طرح ہوگا؟ یہ ایسی ہی احمقانہ بات ہے جیسا کہ ایک شخص جس کے پاس سو روپیہ ہوں اس سے ایک کروڑ مانگا جائے! اور اس سننے کا تعلق تمام اہل قبور اور عامتہ المسلمین کی قبروں سے ہے۔ صرف بزرگوں کی قبروں اور مزاروں سے نہیں تو کیا تمام اہل قبور جو اولیاء اللہ کے زمرے میں شامل نہیں۔ وہ بھی سمیع الدُعا اور حاجت روا ہو گئے؟

☆ امام نوویؒ متوفی ۶۷۶ھ اذا سئلت فاسئل اللّٰه کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اگر انسان کو حاجت اس قسم کی ہو کہ عادةً مخلوق کے ذریعہ پوری نہ ہو سکتی ہو، مثلاً توفیق ایمان وہدایت، توفیق علم وفہم، شفاء مرض، دُنیا کی کسی مصیبت سے عافیت وحفاظت اور آخرت کے عذاب سے نجات، تو ایسی چیزوں کو انسان صرف اللہ سے مانگے، لیکن اگر وہ حاجت ایسی ہو جسے عادةً (یعنی فطری اسباب کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ کسی بندے سے پوری کرتا ہے مثلاً وہ ضروریات زندگی جن کا تعلق اہل صنعت وحرفت یا حکام سے ہو تو پھر انسان اللہ تعالیٰ

سے یہ سوال کرے کہ وہ اپنے بندوں کے دلوں کو اس کی جانب مائل کر دے اور نرم بنا دے"
(شرح اربعین النوویہ)

لیکن قبر میں مدفون مُردوں کو عادی اور فطری امداد باہمی کے معاملہ میں اسلاف میں سے کسی نے بھی سلسلہ اسباب تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ مُردوں کو اگر چہ کہ وہ کوئی بھی ہو دنیا والوں کے لئے ناکارہ سمجھا۔ ان کے باطنی غیبی اور روحانی طریقہ سے مدد اور استعانت کا تصور مشرکانہ ہے۔ انسان کے درمیان مدد کا تعلق دکھائی دینے والے ظاہری، فطری اور دنیاوی علل واسباب سے ہے۔ لیکن غیر فطری، بلا اسباب، باطنی اور غیبی طور پر مدد اور استعانت کا تعلق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہے، اللہ تعالیٰ کی اس صفت اور قدرت کو کسی غیر اللہ میں تسلیم کرنا شرک ہے۔ اگر چہ کہ یہ صفت اور اختیار کسی نبی یا ولی میں باذن اللہ اور بعطائے الٰہی ہونے کا عقیدہ رکھا جائے۔ اس پیوندکاری کے باوجود شرک شرک ہی رہے گا۔ اس لیئے کہ قرآن کی بکثرت آیات کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے مشرکین بھی خدا کے محبوب اور برگزیدہ بندوں میں صفات حاجت روائی ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہی جانتے اور مانتے تھے! وہ شرک جو مشرکین کے پاس پایا جاتا ہے۔ اگر اس کے مسلمان مرتکب ہوں گے تو وہ بھی حامل شرک کہلائینگے۔ غلاظت، اگر چہ کہ وہ ٹھیکرے میں ہو یا خوبصورت اور قیمتی کانچ کے برتن میں ہر صورت میں غلاظت ہی کہلائے گی۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا !

مشہور بریلوی عالم مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی نے اپنے مذکورہ دو بیانوں میں شرک اور تصرفات اولیاء سے متعلقہ ذاتی اور عطائی کا جو نکتہ پیش فرمایا ہے۔ اسکی تردید ان ہی کی ایک تحریر سے ہو جاتی اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مشرکین اپنے خود ساختہ معبودوں یا حاجت رواؤں کی صفات اور قدرتیں ذاتی نہیں بلکہ بعطائے الٰہی سمجھتے تھے۔ ملاحظہ ہو کہ:

(۱) مولانا اشرفی قوم نوحؑ کے معبودوں ودّ اور سواع وغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ پانچوں حضرات بہت پارسا اور عبادت گزار تھے۔ لوگوں کو ان سے بہت محبت تھی، کیونکہ یہ لوگ انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد کی تلقین کرتے اور نیکی کی دعوت دیتے تھے۔ ان کے نورانی چہروں کو دیکھ کر اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر انہیں خدا کی یاد آتی تھی''۔

(حقیقت شرک ص ۱۰)

شرک، بت پرستی اور قبر پرستی سے متعلقہ مذکورہ بیان میں دو اہم باتیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) معروف بریلوی تصور یہ ہے کہ مشرکین کے معبود انبیاء اور اولیاء نہیں بلکہ لکڑی پتھر کے بے جان بت تھے۔ لیکن اوپر کے بیان میں یہ حقیقت تسلیم کر لی گئی ہے کہ مُشرکین کے معبود جن سے وہ دُعا و فریاد کرتے تھے انبیاء، اولیاء اور خدا کے نیک بندے تھے۔ اس اعتراف حق کے بعد آدھا شرک کٹ کر گر جاتا ہے۔ (۲) بقیہ آدھا شرک خدا کے برگزیدہ بندوں کی من جانب اللہ عطائی صفاتِ حاجت روائی کا عقیدہ ہے۔ یہ بھی اشرفی صاحب کے مذکورہ بیان سے غلط ثابت ہو جاتا اور اس طرح سے شرک کی پوری عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔

طرفین کی محبت اور تعلقات کا سبب اللہ ہے

اب آپ اشرفی صاحب کے مذکورہ بیان کی طرف آیئے جس میں قوم نوح کے معبودوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس بیان پر جتنا زیادہ آپ غور کریں گے۔ کلمہ گو مسلمانوں کے شرک اور قبر پرستی کی حقیقت اتنی ہی زیادہ سمجھ میں آئے گی، قوم نوح کے مُشرکین اپنے معبودوں ودّ اور سواع وغیرہ کو بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا سے مددگار اور مشکل کُشا سمجھتے تھے۔ یہ بات کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتی کہ قوم نوحؑ کے مُشرکین اپنے معبودوں اور حاجت رواؤں کو خدا کی قُدرت سے آزاد، بے نیاز اور بے تعلق سمجھتے تھے۔ وہ خدا کے نیک بندے تھے۔ ان کے بارے میں خود اشرفی صاحب نے لکھا ہے کہ وہ پانچوں حضرات بہت پارسا

اور عبادت گزار تھے۔لوگوں کو ان سے اللہ واسطے کی محبت تھی۔اس محبت کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد کی تلقین کرتے تھے۔انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔طرفین کی محبت کا سبب تعلق باللہ تھا۔ایسی صورت میں جبکہ قوم نوحؑ کے معبود عابد، زاہد اور اللہ والے تھے اور قوم بھی ان سے اس لیئے محبت کرتی تھی کہ ان کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔قوم نوحؑ اپنے ان بزرگوں کے بارے میں یہ کس طرح عقیدہ رکھ سکتی تھی کہ ان کی صفات حاجت روائی آزاد خود مختار اور بالذّات ہیں۔خدا سے ان کا کوئی تعلق نہیں پایا جاتا، یہ ناممکن ہے کہ کوئی کسی کو بزرگ اور ولی اللہ بھی تسلیم کرے اور اسکی کرامات اور تصرفات کو خدا سے بے نیاز اور بالذّات سمجھے۔طرفین کے تعلقات اور محبت کا سبب اللہ تھا۔اور جب معاملہ بزرگوں کے نافع و ضار ہونے کے عقیدہ کا آئے تو اُس وقت درمیان سے خدا غائب ہو جائے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

قرآنی دلائل

مشرکین عرب اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے اور اسکی خالقیت، مالکیت اور قدرتوں کو تسلیم کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انتہائی برے اور نازک موقعوں پر وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مدد کیلیئے پکارتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ یہ ہمارے معبود خدا کے محبوب، مقرب اور نیک بندے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی عبادتوں اور ریاضتوں سے خوش ہو کر انہیں حاجت روائی کی تمام صفات اور اختیارات عطا فرما دیا ہے۔ایسی صورت میں مُشرکین اپنے معبودوں اور حاجت رواؤں کی قدرتوں کو اللہ تعالیٰ سے بے تعلق۔آزاد اور خود مختار کس طرح سمجھ سکتے تھے؟ جس طرح موجودہ زمانے کے شرک زدہ رضا خانی اور نظامی علماء اور ان کے تحت عامتہ المسلمین رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کو بالذّات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی سمیع الدُعا اور حاجت روا سمجھتے ہیں بعینہ یہی حال حضرت نوح علیہ السلام اور دور نبویؐ کے مُشرکین کا تھا۔ان کے معبود اور مُشکل کُشا انبیاء اور اولیاء تھے اور انہیں وہ مشرکین بالذّات نہیں بلکہ خدا کی

دین وعطا سے نافع وضار سمجھتے تھے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبیؐ:

''ان (مشرکین) سے پوچھو کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کس کے اختیار میں ہیں تمہارے کان اور آنکھیں؟ اور کون بے جان میں سے جاندار اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ وہ (یعنی مشرکین) ضرور کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کرتا ہے''۔ (یونس۔۳۱)

(۲) سورہ المومنون میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپؐ ان مشرکین سے پوچھئے کہ:

''یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے؟ ان ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ہر چیز کی بادشاہی کس کے ہاتھ میں ہے؟ جو پناہ دیتا ہے۔ اس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ وہ ان تمام سوالات کے جواب میں کہیں گے کہ سب کچھ اللہ کا ہے۔

(آیات ۸۴تا۸۹)

ایسی صورت میں مشرکین اپنے معبودوں کی صفات حاجت روائی کو ذاتی کس طرح سمجھ سکتے تھے؟ مشرکین عرب کا اللہ پر ایمان تھا اور وہ اللہ کو اپنا خالق، مالک اور حاجت روا سمجھتے تھے۔

کافر اور مشرک کا فرق

(۳) ارشاد الٰہی ہے:

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ کہیں گے اللہ نے''۔ (الزخرف۔۸۷)

ایسی صورت میں ایک مُشرک اپنے خود ساختہ معبود کی حاجت روائی کو خدا سے بے نیاز اور لاتعلق کس طرح سمجھ سکتا ہے؟ شرک اور مُشرک کے الفاظ کے ساتھ ہی معبود باطل اور اللہ

کا نام آنا لازم وملزوم ہے، کافر اور مُشرک کے الفاظ یا اصطلاحات پر بھی غور کریں تو یہ ذاتی اور عطائی کی باطل تقسیم اور پیوند کاری کی قلعی کھل جائے گی کہ کافر منکر خدا ہوتا ہے، وہ خدا کے وجود کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اس لیئے کافر مشرک نہیں ہوسکتا، جبکہ مُشرک خدا کو مانتا اور اسے اپنا خالق، مالک اور حاجت روا بھی تسلیم کرتا ہے، لیکن اس کی ذات یا صفات میں کسی نہ کسی غیر اللہ کو شریک کرتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ بات کس طرح کہی جاسکتی ہے کہ مشرکین عرب اپنے معبودوں کو بالذّات حاجت روا سمجھتے تھے؟

(۴) اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ سے فرماتا ہے:

''ان سے کہیئے، اپنا حال تو بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا کوئی عذاب آجائے یا قیامت آپہنچے تو کیا تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے۔ اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ) بلکہ تم اسی کو پکارتے ہو۔ پھر جس دکھ کے لیئے تم پکارتے ہو۔ اگر وہ چاہتا ہے تو اس کو دور کر دیتا ہے اور جن کو تم شریک بتاتے ہو۔ اس وقت ان سب کو بھول جاتے ہو'' (انعام: ۴۰۔۴۱)

ان آیات میں جن مشرکین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ وہ بریلوی اور نظامی مشائخ سے اچھے تھے جو شدید مصائب اور مشکلات میں اپنے خودساختہ معبودوں اور مشکل کشاؤں کو چھوڑ کر صرف اللہ کو مدد کے لیئے پکارتے تھے۔ لیکن یہ مشائخ سوء، پیر پرست اور ''غوث بھگت'' اللہ کو بھول جاتے اور یارسول اللہ، یاغوث اور یاخواجہ پکارنے لگتے ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جب یہ مشرکین (دریائی سفر میں) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو (خطرے کے وقت) خالص اعتقاد کرتے ہوئے اللہ ہی کو پکارتے ہیں''۔ (العنکبوت: ۶۵)

(۶) ''جب تم دریا میں (طوفان وغیرہ کی) مصیبت میں گھر جاتے ہو تو تمہارے وہ دیوتا جن کو تم پکارا کرتے ہو، غائب اور گم ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تم بس اللہ ہی کو پکارتے ہو''۔ (بنی اسرائیل: ۶۷)

ایسی صورت میں یہ بات کس طرح کہی جا سکتی ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کو بالذات حاجت روا سمجھتے تھے۔ جبکہ ان کا ایمان خدا پر تھا۔ اور وہ بُرے وقتوں میں اللہ ہی سے دُعا اور فریاد کرتے تھے۔ اور ان کی اپنے معبودوں سے محبت، قربت اور ربط و تعلق کا سبب یہ تھا کہ وہ اللہ کے محبوب اور مقرب بندے ہیں اور جب ان سے دُعا اور فریاد کرنے کا معاملہ آیا تو اس وقت خدا کو درمیان سے ہٹا دیں!

(۷) سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۷، سورہ الانعام آیت ۴۰، سورہ الزمر آیت ۸ اور سورہ لقمان آیت ۳۲ کے مطابق مشرکین عرب شدید مصائب اور مشکلات میں اپنے باطل معبودوں کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ سے ہی دُعا اور فریاد کرتے اور اسی کو مدد کے لئے پکارا کرتے تھے، ایسے ہی ایک موقع پر عکرمہ بن ابو جہل کو یاد آیا کہ محمد ﷺ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ صرف اللہ ہی سے دُعا کی جائے۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن آج کے شرک زدہ مسلمان ان مشرکین عرب سے بھی بدتر ہیں۔ جب انہیں شدید مصائب اور نقصانات پیش آتے ہیں تو وہ مشہور بزرگوں کی درگاہوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ جبکہ اللہ جو قادر مطلق ہے اور ان کی شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس سے نہیں مانگتے۔

عکرمہ بن ابو جہل کے اس واقعہ کا ذکر ابوداؤد کی درج ذیل حدیث میں آیا ہے:

(۸) جب مکہ فتح ہوا تو ابو جہل کے بیٹے عکرمہ مکہ سے فرار ہو کر ایک کشتی میں بیٹھ گئے تا کہ کسی دوسرے ملک کو جائیں۔ راستے میں خطرناک طوفان آیا۔ ملاحوں نے کہا کہ مسافرو سخت نازک وقت ہے اس وقت تمہارے معبود کسی کام نہ آئیں گے۔ اس مصیبت سے چھٹکارا چاہتے ہو تو صرف خدائے واحد کو پکارو۔ یہ سُن کر عکرمہ نے کہا یہ وہی بات ہے جو محمد ﷺ کہتے ہیں پھر اُنہوں نے عہد کر لیا کہ وہ واپس مکہ جا کر اسلام قبول کریں گے۔ (ابوداؤد)

(۹) مشرکین عرب اپنے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن بھی رکھتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا اللہ پر ایمان تھا اور وہ خود کو اس کے بندے اور مخلوق اور خدا کو اپنا خالق، مالک اور معبود سمجھتے

تھے۔جیسا کہ مذکورہ آیات سے ظاہر ہے،اس کے علاوہ حج اور عمرہ کرتے ، بیت اللہ کے وہ مجاور اور خادم تھے۔حج اور عمرہ کرنے والوں کو پانی پلاتے اوران کی دیگر اُمور میں خدمت اور مہمان نوازی کا ان کے ہاں رواج تھا۔حجراسوداورزمزم کے بھی وہ کافی معتقد تھے۔حج کے مہینوں اور قربانی کے جانوروں کا بھی وہ احترام کرتے تھے۔ایسی صورت میں وہ اپنے معبودوں کو خدا سے جدااور بےتعلق کس طرح کر سکتے تھے؟

(۱۰) رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے جب یمن کا عیسائی حاکم ابرہہ الاشرم بڑی فوج لیکر بیت اللہ کوڈھانے پہنچا تو مشرکین مکہ اور سردارانِ قریش اس فوج کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔اُس وقت کے سردارقریش عبدالمطلب اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ کعبے کے دروازے پر گئے اور کعبے کا کنڈا پکڑ کر یہ دُعاء کی تھی:

''اے میرے رب، تیرے سوا میں ان (دشمنوں) کے مقابلے میں کسی سے اُمید نہیں رکھتا۔اے میرے رب ان کے شر سے اپنے حرم کی حفاظت فرما''۔

(تفسیر ابن جریر سورہ الفیل۔اورسیرۃ ابن ہشام ص ۱۷۰)

اس موقع پر تاریخ کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ عبدالمطلب نے ابرہہ سے کہا تھا:

''میرے اونٹ واپس کردو، اونٹ میرے ہیں، کعبہ اللہ کا ہے، وہ اپنے گھر کی آپ حفاظت کرلے گا''۔

(۱۱) مشرکین کا اپنے خودساختہ معبودوں یعنی خدا کے برگزیدہ بندوں کے بارے میں یہ عقیدہ بھی تھا کہ:

''یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں''۔ (یونس:۱۸)

(۱۲) ''ہم ان (بزرگوں اور اللہ کے محبوب بندوں کی) عبادت صرف اس لیئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں''۔ (الزمر:۳)

ایسی صورت میں ان مشرکین کے بارے میں یہ بات کس طرح کہی جاسکتی ہے کہ وہ

خدا کے نیک اور مقرب بندوں انبیاء اور اولیاء کو بالذّات حاجت روا سمجھتے تھے! جبکہ مشرکین کا اپنے معبودوں اور کارسازوں سے ربط و تعلق اللہ کی نسبت سے تھا۔ جن کے بارے میں مشرکین کا عقیدہ تھا کہ وہ انہیں اللہ سے قریب کردیں گے۔ وہ اس سلسلہ میں واسطہ وسیلہ اور سفارشی ہیں۔ ایسی صورت میں مشرکین عرب اپنے معبودوں کی صفات حاجت روائی کو خدا سے آزاد، بے تعلق اور بالذّات کس طرح سمجھ سکتے تھے؟ جبکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کے معبودوں کی قدرتوں اور اختیارات کا مالک بھی اللہ ہی ہے!

(۱۳) مشرکین عرب طواف کعبہ کے وقت یہ تلبیہ پڑھا کرتے تھے:

"لبیک لا شریک لک لبیک اِلا شریکا ھو لک ملکته و ماملک"

"اے اللہ! ہم تیری عبادت کے لیئے حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ سوائے اُس شریک کے جو تیری اپنا ہے۔ تو اُس کا بھی مالک ہے اور اُس کے اختیارات بھی تیرے قبضہ میں ہیں" (مسلم، کتاب الحج)

یعنی مشرکین عرب ایک خدا پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اس کے ساتھ اپنے معبودوں یعنی انبیاء اور اولیاء کو خدا کی دین اور بعطائے اِلٰہی نافع وضار سمجھتے تھے، بالذّات نہیں!

(۱۴) رسول اللہ ﷺ نے ایک مشرک سے دریافت فرمایا کہ "تم آج کل کتنے معبودوں کو پوجتے ہو؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ سات معبودوں کو جن میں سے چھ زمین میں ہیں اور ایک آسمان پر، حضورؐ نے فرمایا کہ پھر تم اِن میں سے اُمید اور ڈر کس سے رکھتے ہو؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ آسمان والے سے" (ترمذی جلد دوم) لیکن اس کے باوجود وہ خدا اور رسول کی نظر میں مُشرک ہی تھے۔ اس لئے کہ قرآن کی بکثرت آیات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کسی بھی غیر اللہ کو جن میں انبیاء اور اولیاء بھی شامل ہیں۔ حاجت روائی اور مشکل کشائی کی صفات، اختیارات اور قدرتیں عطا ہی نہیں فرمایا۔ اس لیئے تمام انبیاء صرف اور صرف اللہ ہی سے دُعا اور فریاد کرتے تھے۔ کسی بھی نبی نے اپنے پیشرو کسی نبی سے مدد نہیں مانگی، جبکہ انبیاء میں فرق مراتب پایا جاتا ہے۔!

ایک مغالطہ کا ازالہ

(۱۵) امام فخر الدین رازیؒ جو وہابی اور دیو بندی زمانے سے کئی سو سال ماقبل اور امام ابن تیمیہؒ سے بھی زیادہ قدیم ہیں لا تجعلو الله انداداً (پس تم اللہ کا شریک اور مقابل نہ ٹھہراؤ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''دنیا بھر میں کوئی بھی ایک مشرک نہیں ہے جو اللہ کا ایسا شریک مانتا ہو جو وجود، قدرت، علم اور حکمت میں اس کے برابر ہو۔ یہ بات ایسی ہے جو آج تک نہیں پائی گئی۔ باقی رہا اللہ کے سوا دوسروں کو بھی معبود بنانا۔ تو اس کی طرف جانے والے بہت ہیں''

(تفسیر کبیر جلد۲ص ۱۱۲)

بلکہ ہندو تک جن کے ہزاروں معبود ہیں۔ خالق کائنات کو تسلیم کرتے اور خاص موقعوں پر آسمان کی طرف دیکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اصل اور بڑا خدا تو ایک ہی ہے! بریلوی علماء بھی انبیاء اور بزرگوں کے بارے میں ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں تو یہ کوئی خاص اور امتیاز کی بات نہیں ہے۔ جبکہ اسلام کی توحید خالص کے مطابق صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاجت روا اور نافع وضار سمجھنا ضروری ہے۔ کسی اور کو نہیں۔

(۱٦) مولانا سید احمد عروج قادریؒ ''تقویۃ الایمان'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں (قل من بیده ملکوت کل شئً) سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کافر بھی اس بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، مگر اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانتے تھے۔ اس لئے کافر ہوئے، سو اب بھی جو کوئی، کسی مخلوق کو دُنیا میں متصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے۔ اِس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے خواہ اسے اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کے لئے ثابت نہ کرے''۔

(اولیاء اللہ ص ۵۱)

(۱۷) ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا: وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں حضورؐ نے فرمایا: تم نے مجھے اللہ کے ساتھ برابر کر دیا۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہے۔ وہ واحد ہے۔" (مسند احمد)

(۱۸) قرآن کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"دو خدا نہ بنالو"

اللہ کے سوا کسی کو سمیع الدُعا اور نافع وضار سمجھنا دراصل دو خدا بنانا ہے۔ ورنہ مشرکین کے ہاں ایک ہی خدا و خالق کائنات کا تصور تھا۔ وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کو خدا جیسا یا خدا کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ کسی ہستی کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اس میں نفع وضرر کی غیبی اور فوق الفطری صفات اور قدرتیں پائی جاتی ہیں اور اس عقیدہ کے تحت اس سے دُعا و فریاد کرنا اسے گویا خدا بنانا ہے۔

عطائی تصّرفات کا نمرودی تصوّر

☆ جناب ماہر القادری لکھتے ہیں:

"اہل بدعت کی طرف سے جو یہ کہا جاتا ہے کہ ہم دنیا میں جو ایک دوسرے سے امداد طلب کرتے ہیں۔ ایک شخص دوسرے کے پاس اپنی حاجت لیجاتا ہے۔ اس سے عرض و معروض کرتا ہے جب ایسا کرنا شرک نہیں ہے تو پھر انبیاء اولیاء اور صلحاء سے طلب امداد شرک کیوں ہونے لگا۔ اس لئے کہ "شرک" تو یہ ہے کہ کوئی کسی کو "خدا یا بالذات قادر، مختار اور معطی سمجھ کر اس سے امداد چاہے۔ بندوں میں بالذات قدرت نہیں ہے۔ اللہ کی عطاء کی ہوئی قدرت ہے تو اللہ کی دی ہوئی قدرت کی بناء پر انسانوں سے استمدادو استعانت شرک نہیں ہے۔

یہ نہایت فریب آمیز مغالطہ ہے جو اہل بدعت کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ ان کے تمام علم کلام کی بنیاد ہی اسی "ذاتی اور عطائی" کی تقسیم اور تفریق پر ہے۔ یہ وہی اِستدلال ہے جو نمرود بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں اِختیار کیا تھا۔ جب حضرت ابراہیم

علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

''میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے (یعنی جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے)۔(البقرہ۔۲۵۸)

تو اس کے جواب میں نمرود نے کہا:

''میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں (یعنی زندگی اور موت میرے اِختیار میں بھی ہے) (البقرہ۔۲۵۸)

اہل بدعت کی طرح نمرود نے بھی ''ذاتی اور عطائی'' قدرت کے لفظی مغالطہ کو اپنے استدلال کی بنیاد بنایا اور یہ اتنی احمقانہ بات ہے کہ اس کا جواب دینا خود عقل انسانی کی توہین ہے۔اس لیئے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس جاہلانہ اور احمقانہ اِستدلال کی تردید کیئے بغیر اپنی گفتگو کا رخ دوسری طرف موڑ دیا:

''ابراہیم نے کہا: اللہ سورج کو مشرق سے نِکالتا ہے تو ذرا مغرب سے نکال لا۔ یہ سن کر وہ منکرِ حق ہکا بکا رہ گیا''(۱)۔ (البقرہ۔۲۵۸)

اہل بدعت کے اس مغالطہ کی تردید خود ان آیتوں سے ہوتی ہے جو اوپر پیش کی گئی ہیں۔مشرکین عرب اپنے بتوں کو (اور یہ ذہن میں رکھئے کہ صلحاء و اولیاء کے ناموں پر ان بتوں کے نام رکھے گئے تھے) ''خدا'' نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ ان ''بتوں'' کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا ''شفیع'' اور ذریعہ تقرب خیال کرتے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل اور عقیدہ کو ''شرک'' سے تعبیر کیا اور وہ اس لئے کہ وہ تعظیم میں دفع بلا اور طلب رزق و منفعت میں ان بتوں کے ساتھ وہ معاملہ کرتے تھے جو اللہ کے ساتھ کرنا چاہیئے۔

''قرآن کریم کی آیتیں واضح طور پر بتاتی ہیں کہ غیر اللہ کو ''اِلٰہ'' نہیں بلکہ مخلوق اور بندہ کہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ تعظیم پرستش اور دُعاء و استمداد کا وہ معاملہ کرنا جو اللہ تعالیٰ کی

---

(۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ معبودیت، نافع و ضار ہونے اور دُعا و فریاد قبول کرنے کے لئے دنیاوی، عادی اور اسباب کے تحت فطری قدرتوں کی نہیں بلکہ غیبی، مافوق الفطری اور غیر طبعی طاقتوں کی ضرورت ہے جو اللہ کے سوا کسی بھی مخلوق اور بندے میں نہیں پائی جاتیں۔ چونکہ انبیاء اور اولیاء سورج کو مشرق کے بجائے مغرب سے نکالنے کی قدرت نہیں رکھتے اس لئے وہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کے قابل نہیں ہیں۔

ذات وصفات کا حق ہے ''شرک'' ہے، آج بزرگان دین کی قبروں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جارہا ہے جو مشرکین عرب ''بتوں'' کے ساتھ کرتے تھے۔'' (فاران کا توحید نمبر)

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو مت شریک کرو''۔ (النساء۔۲۶)

☆ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے اندر ظلم کی ملاوٹ نہیں کی۔ وہی امن پانے والے ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔'' (الانعام۔۸۲)

یہاں ظلم سے مراد ایک آیت کے مطابق شرک ہے:

اِنّ الشرك لظلم عظیم۔ شرک ظلم عظیم ہے'' (لقمان۔۱۳)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے۔ حالاں کہ اس نے تجھے پیدا کیا''۔ (بخاری و مسلم)

ان آیات اور حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مشرک کا اللہ پر ایمان ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی عبادت اور اس سے دُعا اور فریاد بھی کرتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ کے محبوب بندوں کی بھی عبادت کرتا اور انہیں من جانب اللہ نافع و ضار سمجھ کر دُعا و فریاد کرتا ہے۔ اس شرک سے مذکورہ آیات اور حدیث میں منع فرمایا گیا ہے کہ ایمان باللہ اور خدا کی عبادت اور دُعا اور فریاد سب کچھ اللہ کے لئے خالص اور بے آمیز ہونا چاہئے!

ایک معرکۃ الآراء آیت

بریلوی اور نظامی شرک بزرگ پرستی اور غوث بھگتی کو سمجھنے میں اس آیت سے بھی بڑی مدد ملتی ہے اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرماتا ہے:

O ''جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے۔ اور اگر اس کے ساتھ شرک

کیا جاتا تھا تو تم تسلیم کر لیتے تھے"۔ (المؤمن۔۱۲)

اس آیت کی روشنی میں بریلوی تصویر واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ بریلوی اور وہابی مسلک کے درمیان اصل لڑائی اور بنیادی اور اہم ترین اختلاف یہی ہے۔"وہابیوں" کی دعوت اور توحیدی موقف یہ ہے کہ مصائب اور مشکلات میں صرف اور صرف اللہ سے دُعا اور فریاد کی جائے لیکن اس سے بریلوی علماء کو اِنکار ہے۔ وہ اس سے شدید اختلاف کرتے ہوئے اس بات پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ وہابی رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کو بھی حاجت روا اور مشکل کشا تسلیم کریں اور خدا کے ان محبوب اور مقرب بندوں کو مدد کے لیئے پکاریں۔ تب ہی وہ سچے عاشقِ رسولؐ اور محبِّ اولیاء تسلیم کئے جائیں گے، ورنہ نہیں۔!

قرآن میں عطائی قدرتوں کا ایک عقلی اور فطری ردّ

O اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وہ تمہارے لیئے تمہارے ہی حال کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ بھلا جن لونڈی غلاموں کے تم مالک ہو۔ وہ اس مال میں جو ہم نے تم کو عطا فرمایا ہے تمہارے شریک ہیں؟ اور کیا تم اس میں اُن کو اپنے برابر مالک سمجھتے ہو اور کیا تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں سے ڈرتے ہو"۔ (الروم۔۲۸)

ہم انسانوں کا یہ عالم ہے کہ کوئی دولت مند اپنے نوکروں اور غلاموں کو اپنی دولت میں حصہ دار (شریک) نہیں بناتا۔ اور انہیں اپنی دولت میں تصرف کا حق اور اختیار عطا نہیں کرتا۔ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کے ماتحت اس کے مال اور جائداد کا جس طرح چاہیں اِستعمال کریں اور نہ کوئی دولت مند انسان اپنے نوکروں اور ماتحتوں سے ڈرتا ہے۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو اپنی کائنات میں تصّرفات کا اختیار کیوں دے گا جبکہ وہ اللہ کے بندے، غلام، مخلوق اور محکوم ہیں؟

O سورۃ الروم کی اس آیت کی تفسیر میں مولانا قاری محمد عبد الباری نظامیؒ لکھتے ہیں:

"شرک کا باطل ہونا ذہن نشین کرنے کے لیئے خود لوگوں کی ایک حالت کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے لونڈی غلاموں کو جو تمہارے ہی جیسے انسان ہیں اپنے برابر نہیں سمجھتے اور اپنے مال میں ان کو تصرف کا حق نہیں دیتے تو پھر تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ مخلوق کو اس کا شریک اور سہیم ٹھیراتے ہو" حالاں کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ سے جو نسبت ہے وہ اس سے بدرجہا کم ہے جو غلام کو اپنے آقا سے ہے۔

(تفسیر قاری محمد عبد الباریؒ)

عطائی حاجت روائی کا ردّ۔ ایک اور دلیل سے

بریلوی علماء اگر شرک، مشرک اور شرکاء کے معنٰی اور مفہوم پر تھوڑا بھی غور کرتے تو ذاتیؔ اور عطائی کے اس شوشہ اور خوبصورت پردہ کے قریب بھی نہ پھٹکتے اور اس تاریخی اور قرآنی حقیقت اور امر واقعہ کو تسلیم کر لیتے کہ مشرکین عرب جو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے مخاطب اول تھے اپنے باطل معبودوں کو بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین اور بعطائے الٰہی حاجت روا سمجھتے تھے۔ "شرک" میں من جانب اللہ اور بعطائے الٰہی کا مفہوم لازمی طور پر موجود ہے اس کے بغیر شرک شرک نہیں ہوتا وہ کفر اور الحاد ہو جاتا ہے۔

شرک کے معنٰی، شریک کرنا۔ حصّہ دار ساجھی اور سہیم بنانا ہے۔ قرآن وحدیث میں جہاں بھی شرک کا ذکر ہے۔ وہاں شرک باللہ، لاتشرک باللہ اور ومن لایشرکن باللہ کے الفاظ آتے ہیں۔ اشرکتہ کے معنٰی ہیں دو یا دو سے زیادہ حصّوں کو اس طرح ملانا کہ ایک دوسرے سے امتیاز مشکل ہو۔ مُشرک کے معنٰی ہے۔ شرک کرنے والا۔ جو عبادت میں خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک کرے۔

(۱) ڈاکٹر عدنان سہیل لکھتے ہیں:

''کسی کام یا ذمہ داری میں کسی دوسرے کا ہاتھ بٹانا، اس کے ساتھ مل کر اسی کی طرح۔ ویسے ہی کام کرنے کو عام طور پر ساجھے داری یا ''شرکت'' کہا جاتا ہے۔ اور اس کام میں مشترکہ طور پر مشغول، دونوں فریق ایک دوسرے کے ''شریک'' یا ''ساجھے دار'' کہلاتے ہیں اس بات سے ہر شخص واقف ہے۔ چنانچہ عربی زبان کے قواعد کے مطابق لفظ ''شرکت'' اس ساجھے داری ''فعل'' ہوا اور ''شریک'' اس فعل کو انجام دینے والا یعنی ''عامل''۔ اسی طرح ''شرک'' اس کا ''اسم'' کہلاتا ہے۔ (مِلّت اسلامیہ اور افکار و عقائد کا المیہ ص ۲۷)

غرض کہ شرکت اور ساجھے داری کے لئے کم از کم دو کی ضرورت ہوگی اور عمل شرک میں اللہ کا ہونا لازم آتا ہے ورنہ شرکت یا ساجھے داری کس کے ساتھ ہوگی؟ جس طرح تالی ایک ہاتھ سے نہیں بج سکتی۔ اسی طرح شرک کے لیئے کسی دو کا ہونا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں کوئی مشرک اپنے معبود کو خدا سے بے نیاز اور بے تعلق کیسے کر سکتا اور اسے بالذّات نافع و ضار کس طرح سمجھ سکتا ہے؟

(۲) حافظ حامد محمود الخضری لکھتے ہیں:

''لفظ ''شرک'' کے معنٰی ہیں ''شراکت''، ''حصّہ داری'' اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والے کو ''مشرک'' کہا جاتا ہے۔ اب جب تک کسی چیز میں فریقین کا ساجھا نہ ہو۔ وہ باہم شریک کیسے ہو سکتے ہیں؟ شراکت کے لیئے حصّہ داری ضروری ہے۔ اگر مشرک عبادت میں اللہ کا حصہ نہیں دیتا، ساری عبادت غیر اللہ کی کرتا ہے تو اس کا یہ فعل شرک کیسے ہوگا؟ وہ مشرک کیوں کر بنے گا؟ لفظ شرک کا تقاضہ اور معنٰی ہی یہ ہے کہ:

- اللہ کی عبادت بھی کرے، اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت بھی کرے (اللہ سے دعا و فریاد کرے اور غیر اللہ سے بھی)
- اللہ کو شارع بھی مانے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شارع اور قانون ساز بھی جانے (جسے شرک فی الحکم کہا جاتا ہے)

O اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور ہو کہ وہ فوق الطبعی قوتوں کا مالک ہے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھے وغیرہ تب ہی یہ شرک بنے گا اور عمل شرک وجود میں آئے گا"۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

"المشرك الذی عَبَدَ مع الله اِلٰهاً غیره یعنی مشرک وہ ہے جو اللہ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کی عبادت کرے"۔ (بخاری کتاب تفسیر القرآن سورہ الرعد)

شرک کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی ذات، صفات اور عبادات میں کسی غیر کو حصہ دار سمجھنا، اللہ کی ذات اور صفات کو تسلیم کئے بغیر شرک، مشرکانہ عمل اور مشرک وجود میں نہیں آسکتا۔ چنانچہ مشرکین عرب اپنے معبودوں یا بنائے ہوئے شریکوں کو اللہ تعالیٰ کے تحت اور زیر اثر ہی تسلیم کرتے تھے۔

(۴) علامہ ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں:

"شرک یہ ہے کہ آپ کسی کو اللہ کا شریک سمجھیں یا اس کے ساتھ کسی غیر مثلاً پتھر، انسان، سورج، چاند، نبی، جن، ستارے، فرشتے یا کسی شیخ کی عبادت کرنا شروع کر دیں"۔

(تذکرہ اولیٰ لبھائر فی معرفۃ الکبائر ص ۱۹)

(۵) شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

"توحید کے چار بنیادی اور اساسی عقیدے ہیں (۱) واجب الوجود اور ازلی اور ابدی صرف اللہ کی ذات ہے (۲) عرش، آسمانوں، زمین اور تمام جواہر کا خالق اللہ ہے۔ ان دو عقیدوں سے نہ تو مشرکین عرب نے اختلاف کیا اور نہ یہود و نصاریٰ نے۔"

(حجۃ اللہ البالغہ باب التوحید)

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"مشرکین جواہر کو پیدا کرنے اور اہم چیزوں کا انتظام کرنے میں کسی کو شریک نہیں

کرتے تھے۔ اور نہ کسی کے لئے رُکاوٹ ڈالنے کی قدرت ثابت کرتے تھے۔ اس صورت میں جب کہ اللہ تعالیٰ کسی کام کا اٹل فیصلہ کرلے''۔ (الفوز الکبیر ص ۵۱)

(۷) شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی فرماتے ہیں:

''مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ جہاں کا مدّبر (بالذّات) تو خدا تعالیٰ ہی ہے۔ مگر وہ اپنے بعض بندوں کو جزوی تصرف کا اختیار دے دیتا ہے۔ یہی عقیدہ یہود و نصاریٰ کا ہے اور یہی عقیدہ فی زمانہ منافقین اُمّت محمدیہ کا ہے۔ (بدور بازغہ ص ۱۲۳)

عطائی تصرفات کا خطرناک عقیدہ

قرآن کی ایک آیت ہے:

''اللہ کی یہ شان ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ''ہو جا'' اور وہ ہو جاتا ہے''۔ (یٰسین: ۸۲)

جیسا کہ بریلوی شرک زدہ علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء کو حاجت روائی کی تمام صفات اور جملہ اختیارات عطا فرما دیا ہے۔ ایسی صورت میں جب کوئی کسی ولی اللہ سے دُعا کرتا ہے تو اس کی حاجت پوری کرنے کے لیئے ولی اللہ کو کُن کہنا یا اس کا ارادہ اور نیت کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح سے ایک صفت میں اللہ تعالیٰ اور بزرگ یکساں اور برابر ہو جاتے ہیں۔ فرق صرف ذاتی اور عطائی کا باقی رہا۔ اسی طرح اور آگے بڑھیئے۔ زید دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح وہ خدا ہے۔ اسی طرح کا اس نے ایک اور خدا بنایا۔ اور دونوں کی قدرتیں اور اختیارات یکساں اور برابر ہیں۔ اعتراض کرنے والوں کو یہ جواب دیتا ہے کہ اس عقیدہ پر شرک کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اس لیئے کہ دوسرے خدا کے وجود اور اس کی خدائی کو ہم بالذّات نہیں بلکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ پہلے خدا کے بنانے اور تخلیق کرنے سے وجود میں آیا ہے۔ خدا قادر مطلق ہے۔

ذاتی اور عطائی کے مسئلہ پر ایک دوٹوک اور فیصلہ کن بات

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآن، حدیث اور جلیل القدر علمائے سلف کے مطابق مشرکین عرب جو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے اولین مخاطب تھے۔ اللہ تعالیٰ کو خالق، مالک، حاکم اور متصرفِ کائنات، سمیع الدعا اور حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔ اور وہ شدید مصائب اور حاجات میں اللہ تعالیٰ ہی کو مدد کے لیئے پکارتے تھے۔ ایسی صورت میں کیا وہ اپنے معبودوں یعنی انبیاء، اولیاء اور بزرگوں کی صفات حاجت روائی اور مشکل کشائی کے مالک اور معطی اللہ تعالیٰ کو نہیں سمجھتے تھے؟ اس کا جواب عقل بھی اثبات میں دیتی ہے اور نقل بھی۔ ایک حدیث کے مطابق جو گزر چکی ہے۔ مشرکین عرب اپنے حج کے تلبیہ میں اس حقیقت کو تسلیم کرتے تھے کہ ان کے معبودوں کی صفات، قدرتوں اور اختیارات کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی کی دین وعطا سے وہ سمیع الدعا، عالم الغیب اور نافع وضار بنے ہیں۔ یہ انتھائی بے عقلی اور بددماغی کی بات ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو تو خالق اور مالک کائنات سمجھیں لیکن اپنے معبودوں کی صفات اور قدرتوں کا مالک اور عطا کرنے والا نہ سمجھیں۔ اپنے معبود کو بالذات اور خودمختار وہی سمجھ سکتا ہے جس نے خدا کے وجود کا انکار کر کے خود خدائی کا دعویٰ کیا ہو کہ میں خود خدا، قادر مطلق اور لوگوں کا نافع و ضار ہوں لیکن دنیا کی تاریخ میں ایسے بالذات اور خودمختار (۱) کا وجود صرف اکا دُکا پایا جاتا ہے شائد ان میں فرعون اور نمرود تھے جو خدا کے منکر تھے۔ وہ سورج اور اجرام فلکی کو خدا مانتے تھے اور خود کو سورج دیوتا کا مظہر، ورنہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ دنیا میں پکے کافروں کی تعداد (۲) قلیل اور مشرکوں کی تعداد کثیر رہی ہے۔ سورج، چاند اور آگ کو پوجنے والے کم اور انبیاء، اولیاء اور بزرگوں کو معبود اور مستعان بنانے والے زیادہ ہیں جو ان کی معبودیت کے تار خالق کائنات اللہ رب العالمین سے جوڑتے ہیں۔ یہ قطعاً ناممکن ہے کہ کوئی مشرک اللہ تعالیٰ کو اپنے معبودوں

---

(۱) خدائی کے دعویداروں (۲) انتہائی

اور حاجت رواؤں سے فوق و برتر اور اعظم اور اکبر بھی تسلیم کرے۔لیکن اس کے باوجود وہ اپنے معبودوں (خدا کے نیک اور محبوب بندوں) کو اللہ تعالیٰ کے تحت اور زیر اثر نہ سمجھیں جبکہ وہ شدید مصائب اور مشکلات میں اپنے معبودوں (یعنی انبیاء اولیاء اور بزرگوں) کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ ہی سے دُعا و فریاد کرتے تھے۔ یہ تو ایک عقلی اور منطقی دلیل ہے۔جبکہ اس بات کے حق میں مسلم شریف کی واضح حدیث بھی موجود ہے جو گزر چکی ہے۔اس کے باوجود گمراہ اور شرک زدہ علماء اور مشائخ سوء کا یہ رٹ لگائے جانا کہ مشرکین اپنے معبودوں کو بالذات حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔کفر کے دائرہ میں بڑی آسانی سے داخل ہونا ہے!

عیسائی مذہب میں خدا کا تصور

عیسائیت میں بھی اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ باپ بڑا اور بیٹا چھوٹا اور اس کے زیر اثر اور ماتحت ہوتا ہے۔عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یعنی خدا کا بیٹا جب خدا سے کسی کے لیئے سفارش کرتا ہے تو خدا اپنے بیٹے کی سفارش کرنا منظور نہیں کرتا۔دوسری طرف پاک مریم کی ذات ہے۔وہ اس کائنات میں ہر طرح کا تصرف رکھتی ہے اور خدا اس کی سفارش کو بھی نا منظور نہیں کرتا۔جانسن نامی ایک امریکی عیسائی پادری جس نے دس سال تک عیسائی مبلغ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسلام قبول کیا۔اب اس کا نام محمد احمد ہے۔اُنہوں نے لکھا ہے کہ میری سمجھ میں یہ بات قطعاً نہ آتی تھی کہ خدا کی ذات واحد ہے۔لیکن اس کا بیٹا عیسیٰؑ بھی اس کا شریک کار ہے اور مقدس مریم کو بھی نظام کائنات چلانے میں دخل حاصل ہے"۔

(بحوالہ نوائے ھادی جون ۲۰۰۸ء)

شرک خدا کی ذات میں بھی ہوتا ہے اور اسکی صفات اور اختیارات میں بھی۔جبکہ اول الذکر شرک ثانی الذکر سے زیادہ شنیع اور سنگین ہوتا ہے۔لیکن اس کے باوجود مذکورہ مسیحی اسکالر کے مطابق

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ خدا سے جدا، بے تعلق، آزاد، خودمختار اور بالذات خدا نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ خالق کائنات کے تحت اور تابع فرمان ہوتے ہیں۔ دوسرے دو خداؤں کی مرضی اور اختیارات بڑے خدا کے تحت اور زیر اثر ہوتے ہیں۔ اور بظاہر بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ باپ بیٹے سے بڑا ہوتا ہے۔ اور بیوی بھی اپنے شوہر کے زیر فرمان ہوتی ہے۔ نہ بیٹا باپ سے بڑا ہوتا ہے اور نہ بیوی شوہر سے آزاد اور خودمختار ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں بریلوی اور نظامی شرک زدہ علماء سو، اگر انبیاء اور اولیاء کو بالذات نہیں بلکہ ان کی صفات حاجت روائی اور مشکل کشائی بعطائے الٰہی سمجھتے ہیں تو یہ کوئی خدا کی ذات اور صفات میں شرک کرنے والوں سے جدا اور ممتاز کرنے والی بات نہیں ہے۔ بلکہ ان کلمہ گو مشرکین کا شرک ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن اور محمد ﷺ کے مخاطبین اوّل مشرکین عرب کا تھا۔

باب (۴)

مسئلہ سماع موتی یعنی کیا مردے سنتے ہیں؟

''شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں'' اللہ ہی وہ ذات ہے جس کا نام لینے سے ہر بیماری کی شفا ہوتی ہے اسی کے نام سے ہر غم اور مصیبت دور ہوتی ہے، دکھ سکھ، غمی وخوشی میں اسی کی جناب اقدس میں گڑگڑا کر دُعا کی جاتی ہے......اس مختصر گفتگو سے ہر عقل مند باشعور مسلمان کے سامنے یہ بات واضح ہو جانی چاہیئے کہ ہمیں اپنی دعائیں، حاجات ہر چیز کا سوال اللہ ہی سے کرنا چاہیئے، وہ سننے والا ہے، وہی دینے والا ہے، وہی مشکل کشا ہے، وہی حاجت روا ہے''۔

باب (۴)

مسئلہ سماع موتی یعنی کیا مردے سنتے ہیں؟

حاجت روائی کی دو لازمی صفات

کسی ایسی ہستی جس کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ وہ ہماری حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ اس میں دو بنیادی اور اہم صفات اور قدرتوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) اس کا سمیع الدُعا یعنی اس سے دُعا کرنے والے کی دُعا اور فریاد کا سننے والا ہونا۔ ظاہر ہے کہ کوئی دُعا اور فریاد سنے اور حاجت جانے بغیر مدد نہیں کرسکتا۔ اس لیئے بریلوی عقیدہ ہے:

''اولیاء کرام اپنی قبروں میں پہلے سے زیادہ سمع و بصر رکھتے ہیں۔ (حکایات صوفیہ ص ۴۴ از خلیل احمد برکاتی)

(۲) اور اس کا عالم الغیب اور ہمہ داں ہونا کہ دعا کرنے والے حاجت مند سے متعلقہ تمام باتوں سے مکمل طور پر واقف رہنا ضروری ہے۔ اور یہ بھی کہ دُعا قبول کی جائے یا نہیں۔ حاجت پوری کرنے یا نہ کرنے سے کتنے لوگوں پر اس کے مثبت یا منفی، اچھے اور برے اثرات اور نتائج مرتب ہوتے اور ظہور میں آتے ہیں۔ مثلاً ایک لاولد کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے داخلی اور خارجی، دُنیاوی اور مادی لاتعداد علل واسباب حرکت میں آتے، حصہ دار معاون اور مددگار بنتے ہیں۔ یہ کسی بندے اور مخلوق کے بس کا روگ نہیں ہوسکتا کہ وہ ان تمام احوال وکوائف پر کنٹرول کرے اور انہیں اپنی قدرت اور حکمت سے چلائے۔

حاجت روائی کی قدرتیں

توحید سے متعلقہ اس عظیم حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہم یہاں ایک مفکر اسلام کا ایمان افروز اور فکر انگیز بیان نقل کرتے ہیں جس سے پتہ چلے گا کہ حاجت روائی کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اس کیلئے کتنی قدرتوں اور حکمتوں کی ضرورت ہے:

''حاجت روائی، مشکل کشائی، پناہ دہندگی، امداد و اعانت، خبر گیری وحفاظت اور اِستجابت دعوات، جن کو تم نے معمولی کام سمجھ رکھا ہے۔ دراصل یہ معمولی کام نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا سررشتہ پورے نظام کائنات کی تخلیق اور اِنتظامی قوتوں سے جاملتا ہے تمہاری ذرا ذراسی ضرورتیں جس طرح پوری ہوتی ہیں۔ اس پر غور کرو۔ تو تم کو معلوم ہو کہ زمین و آسمان کے عظیم الشان کارخانے میں بے شمار اسباب کی مجموعی حرکت کے بغیر اُن کا پورا ہونا محال ہے۔ پانی کا ایک گلاس جو تم پیتے ہو اور گیہوں کا ایک دانہ جو تم کھاتے ہو اس کو مہیا کرنے کے لیئے سورج اور زمین اور ہواؤں اور سمندروں کو خدا جانے کتنا کام کرنا پڑتا ہے۔ تب کہیں یہ چیزیں تم کو بہم پہنچتی ہیں۔ پس تمہاری دُعائیں سننے اور تمہاری حاجتیں رفع کرنے کے لیئے کوئی معمولی اِقتدار نہیں۔ بلکہ وہ اقتدار درکار ہے جو زمین و آسمان کو پیدا کرنے کے لیئے ہواؤں کو گردش دینے اور بارش برسانے کے لیئے غرض پوری کائنات کا انتظام درکار ہے''۔ (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں)

لیکن یہ مذکورہ اِقتدار، تصرفات، اور قدرتیں کسی نبی یا ولی کو کسی بھی حیثیت سے حاصل نہیں ہیں۔ بالذات کے تو مشرکین عرب بھی قائل نہ تھے۔ اور نہ حاجت روائی کی یہ قدرت اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی محبوب اور مقرب بندے کو عطا فرمایا ہے۔ قرآن میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں پایا جاتا جو اس اِشتراک اور دین وعطا کی تائید اور حمایت میں پیش کیا جاسکے!

فقہ سے دلیل

مشہور اور مستند واقعہ ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بزرگوں کی

قبروں پر آکر ان سے دُعا کی درخواست کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر امام اعظمؒ نے اس سے کہا:
''پھٹکار ہو تجھ پر خاک آلود ہوں تیرے دونوں ہاتھ۔ ایسے جسم کیسے بات کر سکتے ہیں جو جواب کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔ جو کسی شئے کے مالک نہیں۔ جو کوئی آواز بھی نہیں سن سکتے۔ پھر آپ نے بطور استدلال یہ آیت پڑھی: وما انت بمسمع من فی القبور یعنی اللہ تعالیٰ حضور انور ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ آپ اُن لوگوں کو جو قبر میں مدفون ہیں کچھ نہیں سنا سکتے''۔ (سورہ فاطر۔۲۲)

(غرائب فی تحقیق مذاہب۔ بحوالہ ''قرآن اور تعمیر سیرت'' از ڈاکٹر میر ولی الدین مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی)

واضح رہے کہ مذکورہ شخص نے اہل قبور سے براہ راست دعا نہیں مانگی تھی۔ بلکہ انھیں واسطہ قرار دیکر خدا کے حضور دعا کرنے کی درخواست کی تھی۔ امام ابو حنیفہؒ نے اسکی بھی پرزور طور پر مذمت فرمائی۔ جبکہ موجودہ زمانے میں اہل قبور سے براہ راست دعا اور فریاد کی جارہی ہے۔ مذکورہ واقعہ سے سمع موتی کی بھی نفی ہوتی ہے اور استعانت بالاولیاء کے مشرکانہ عقیدہ کی بھی! یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کا اہل قبور کو قریب کی بعض باتوں کو سنا دیتا ہے۔ اور یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور بزرگوں کو سمیع الدعا اور حاجت روا بنا دیا ہے۔ دونوں میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔ پہلے عقیدہ کے لیئے احادیث میں دلیل ہے۔ جبکہ دوسرا عقیدہ خود ساختہ، مُشرکانہ اور بے دلیل ہے۔ اس کے مطابق صحابہ کرام کا اسوہ اور عمل موجود نہیں ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور اکابر بزرگ صحابہ سے دُعا اور فریاد نہیں کرتے تھے۔

O ''حضرت امام ابو حنیفہؒ و اصحاب اور سب مشائخ کے نزدیک بالاتفاق کسی کو قدرت نہیں، کہ اپنی آواز کسی کو سنا دے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے تو مردہ سنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا چاہنا سلام اور دعا وغیرہ کو شرع سے معلوم ہوا۔ پس اپنے اٹکل سے ہم کسی چیز کو زائد نہیں کر سکتے''۔

(عین الهدایہ جلد اول)

لیکن بریلوی اور نظامی علماء نے مردوں کے دو تین قریب کی اور وہ بھی معمولی باتوں کے سننے کی بنیاد پر شرک کی ایک بلند و بالا عمارت کھڑی کر دی اور رائی کا پربت بنا ڈالا!

حیدر آباد کے دو بڑے علماء کی تصریحات

(۱) ڈاکٹر میر ولی الدین المتوفی ۱۹۷۷ء لکھتے ہیں:

"درد و مصیبت کے وقت اولیاء اللہ کو اس عقیدے سے پکارنا کہ یہ ہر جگہ سے ہماری ندائے درد کو سن لیتے ہیں۔ اور ہماری اعانت کر سکتے ہیں۔ یہ قطعاً اشتراک فی العلم اور اشتراک فی التصرف ہے۔ تمام فقہا نے اس کی نکیر کی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویؐ سے اس کا تفصیلی ثبوت ملتا ہے۔" (قرآن اور تعمیر سیرت مقالہ توحید اُلوہیت)

O سورہ الرعد آیت ۱۴ میں اللہ تعالیٰ شرک کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

(۲) مشرکین اور منکرین حق کی دعائیں ایک تیر بے ہدف ہے" (الرعد۔۱۴)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا قاری عبدالباریؒ نظامی لکھتے ہیں:

"سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہئے۔ اور اسی سے دعا مانگنی چاہئے۔ کیوں کہ وہ سنتا ہے۔ اور دعائیں قبول کرتا ہے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کی پکار کو سنتے ہی نہیں اور سنتے بھی ہیں تو ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے"۔

(تفسیر قاری محمد عبدالباری ص ۴۴۹)

یہاں یہ بات بھی واضح اور مستحضر رہے کہ حضرت قاری مذکور کی فکر و نظر میں مشرکین کے معبود انبیاء اور اولیاء تھے۔ اور وہ ان حضرات کو بالذات نہیں بلکہ باذن اللہ نافع و ضار سمجھتے تھے۔ اس لحاظ سے مشرکین عرب کا شرک اور بریلوی شرک یکساں قرار پاتا ہے!

قرآن کے ایجابی دلائل

O مشہور مفسر قرآن علامہ نسفیؒ ۶۸۶ھ فرماتے ہیں:

"کسی چیز کا حکم دینا (درحقیقت) اس کی ضد سے منع کرنا ہے" (تفسیر مدارک جلد ۴)

قرآن کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ واللہ سمیع علیم ☆ انک انت السمیع العلیم ☆انہ سمیعٌ قریب
☆ وھوالسمیع العلیم

(۱) ''سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔'' (مائدہ۔۷۶)

(۲)''کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مثل نہیں۔اور وہی (ہر دعاوفریاد کا) سننے والا ہے''(الشوریٰ۔۱۱)

(۳)''وہ سب کچھ سنتا اور بہت قریب ہے''۔ (سبا۔۵۰)

''(اس لئے) اسی (اللہ تعالیٰ) کو ہی (مدد کے لئے) پکارنا برحق ہے''۔ (رعد۔۱۴)

(۴) اور اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں۔سو ان ناموں سے اللہ کو پکارو۔ (اعراف۔۱۸۰)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ حکم دیتا اور ہدایت فرماتا ہے کہ وہ تمام انسانوں کی دعاؤں اور فریادوں کو سنتا ہے۔غیر اللہ جن میں انبیاء اور اولیاء بھی شامل ہیں۔تمہاری دعا اور پکار نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی حاجت پوری کر سکتے ہیں۔

(۵) ''تم اپنی بات آہستہ کہو یا زور سے۔وہ تو دلوں کا حال بھی جانتا ہے''۔ (ملک:۱۳)

اگر یہ دو صفات کسی زندہ یا مردہ میں تسلیم کی جائیں تو لازماً اور یقیناً ایسا عقیدہ مشرکانہ اور ایک معاملہ میں خدا اور بندہ کو برابر کرنا ہوگا۔یہاں عطائی کی بیخ اور شیطانی شوشہ لگا کر شرک سے بچا نہیں جا سکتا۔اللہ تعالیٰ میں مذکورہ صفات حاجت روائی کے اثبات کا مقصد اور مراد ان دو صفات کی غیر اللہ میں نفی اور عدم موجودگی کا اظہار ہے۔اس سے منشاء الٰہی یہ ہیکہ انسانوں کو چاہئے کہ وہ صرف اللہ ہی سے دعا وفریاد کریں اور کسی غیر اللہ سے دعا اور فریاد نہ کریں۔اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ ہر وہ دعا جو آہستہ کی جائے یا زور سے سنتا ہے۔اور وہ دلوں کا حال تک جانتا ہے۔جبکہ حاجت روائی کی یہ قدرتیں انبیاء اور اولیاء میں کسی حیثیت سے بھی موجود نہیں ہیں!

ایک حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا رب ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتا ہے جبکہ رات کی آخری تہائی باقی رہ

جاتی ہے۔فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھے پکارے میں اس کی پکار کا جواب دوں،کوئی ہے جو مجھ سے طلب کرے اور میں اسے دوں،کون بخشش چاہتا ہے اسے بخش دوں"۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ)

لیکن انبیاء اور اولیاء اللہ میں ایسا کوئی نہیں جو اپنے سے دُعا اور فریاد کرنے اور مدد کیلئے پکارنے کی تلقین کرے،خدا کا کوئی بندہ دُعا کی مذکورہ تلقین کرنے کے موقف میں نہیں ہے۔اس لئے کہ اس سے متعلقہ اس کے پاس صفات،قدرتیں اور اختیارات ہیں اور نہ خدا کا اس سلسلہ میں حکم اور اجازت،اس لئے خدا کو اس کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔وہ اپنے بندوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے بالکل کافی ہے!

قرآن کے سلبی دلائل

ان ایجابی آیات کے علاوہ قرآن میں بکثرت سلبی آیات پائی جاتی ہیں جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا یا اللہ کے علاوہ اس کے کسی محبوب اور برگزیدہ بندے کو مدد کے لیئے نہ پکارو۔وہ نہ تمہاری دُعا کو سُن سکتے ہیں اور نہ حاجت کو پوری کرنے کی قدرت اور اِختیار رکھتے ہیں:

O "اور مت پکار اللہ کے ساتھ دوسرے کو۔نہیں ہے کوئی کارساز اُس کے سوا۔ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔سوائے اُس کی ذات کے"۔ (القصص۔۸۸)

سمیع الدعا اور حاجت روا کے لیئے اس آیت میں ایک لازمی اور ضروری شرط یہ رکھی گئی ہے کہ اسے موت نہ آئے اور وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہو۔چونکہ یہ شرط انبیاء اور اولیاء پوری نہیں کرتے۔ان کی وفات ہوئی۔ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور وہ قبر میں دفنا دئے گئے۔اس لیئے مذکورہ آیت کی رو سے وہ ہماری دعا نہ سن سکتے ہیں اور نہ حاجت کو پوری کر سکتے ہیں،جبکہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنے اور اس سے مدد مانگنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے! یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام اور بزرگان دین کو حاجت روائی کی صفات اور قدرتیں بھی عطا فرمائے

اوران سے دُعااور فریاد کرنے سے منع بھی کردے؟

O قرآن میں ہے:

''وہی اللہ زندہ ہے۔اس کے سوا کوئی معبود (سمیع الدُعا اور مشکل کشا) نہیں ہے۔ مدد کے لیئے اخلاص اور جذبہ اِطاعت کے ساتھ اسی کو پکارو''۔ (مومن۔۶۵)

اس آیت میں صرف اللہ ہی کو مدد کے لئے پکارنے کا حکم دیا گیا ہے یا اس کے اولیاء اور محبوب بندوں کو؟

O اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''زمین میں فساد برپا نہ کرو۔جبکہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے۔اور خدا ہی کو پکارو،خوف کے ساتھ''۔ (اعراف۔۵۶)

زمین کی اِصلاح سے مراد شرک کو مٹا کر توحید کو غالب اور قائم کرنا اور کسی نبی یا ولی کو مدد کے لیئے پکارنا گویا زمین میں فساد برپا کرنا ہے۔اس آیت میں اللہ ہی کو مدد کے لئے پکارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

O ''جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں۔وہ دراصل شیطان سرکش ہی کو پکارتے ہیں۔'' (النساء۔۱۱۷)

کوئی مسلمان شیطان کو مدد کے لیئے نہیں پکارتا،اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ کے شرک اور استعانت بالاولیاء کا رضا خانی عقیدہ باطلہ شیطان کا سکھایا ہوا ہے۔اس لیئے انبیاء اور اولیاء کو مدد کے لیئے پکارنا گویا شیطان کی تعلیم کے مطابق شیطان ہی کو پکارنا ہے!

O اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ہم نے اِنسان کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا''۔ (الدھر۔۲)

یہ آیت زندہ انسانوں کی عالم اسباب کے تحت ایک دوسرے کی مدد کا اثبات کرتی ہے۔لیکن اِنسان میں جو قوت سماعت اور قوت بصارت ہے وہ محدود ہے۔لامحدود ہرگز نہیں

ہے۔ جس کا مشاہدہ دن رات تمام انسان کرتے رہتے ہیں۔ اندھیرے میں تو وہ کچھ بھی دیکھ نہیں سکتا۔ اور جب وہ سو جاتا ہے تب بھی اس کے سننے اور دیکھنے کی صلاحیت معطل ہو جاتی ہے۔ اور جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے تمام حواس ختم ہو جاتے ہیں۔ جس کے بعد وہ نہ سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے۔ اس لیئے دنیاوی لحاظ سے وہ ناکارہ ہونے کے سبب زمین میں دفنا دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسے جو دیکھنے اور سننے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے، اس کا تعلق ایک دوسری دنیا، وہاں کے نئے نظام اور عالم برزخ سے ہے۔ اس لیئے وہ جسم نہ ہونے کے باوجود بات کرتا ہے جس کی آواز ہم سن نہیں سکتے۔ ہاں صرف فرشتے سن سکتے ہیں۔

O اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں فرماتا ہے۔

''بے شک اللہ ہی سمیع و بصیر (سننے اور دیکھنے والا) ہے''۔ (بنی اسرائیل۔ا)

اس آیت میں اہل قبور سے دُعا اور فریاد کرنے کی نفی اور تردید کی گئی ہے کہ قبر میں مدفون خدا کے محبوب اور برگزیدہ بندوں میں فوق الفطری قوت سماعت اور قوت بصارت موجود نہیں ہے۔ بلکہ یہ صفات اللہ ہی کے پاس ہیں اس لیئے اس کے اولیاء سے نہیں بلکہ اللہ ہی سے دُعا و فریاد کرو جو اولیاء اللہ کا بھی معبود اور مشکل کشا ہے!

اللہ اور بندے کی صفات کا فرق

O شیخ حسن البنا شہیدؒ لکھتے ہیں:

''ہر مومن کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیئے کہ اللہ کی صفات کو بیان کرنے کے لیئے جو الفاظ استعمال کیئے جاتے ہیں وہی الفاظ بندوں کی صفات کے لیئے بھی استعمال کیئے جاتے ہیں۔ لیکن جب ان الفاظ کا استعمال اللہ کے لیئے ہوتا ہے تو وہ اپنے مفہوم و معنٰی کی وسعت کے اعتبار سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ نیز یہی الفاظ جب بندوں کے لیئے استعمال کیئے جاتے ہیں تو ان کا مفہوم محدود ہوتا ہے، مثلاً آپ کہتے ہیں۔ ''اللہ جاننے والا ہے۔ اس طرح آپ یہ

بھی کہتے ہیں کہ فلاں جاننے والا ہے" تو کیا ان دونوں جملوں میں جاننے (علم) کا مفہوم ایک ہی ہے؟ حاشا وکلا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ علم الٰہی کے کمال کی کوئی اِنتہا نہیں ہے۔ علم اللہ ہی کا علم ہے۔ اس کا علم کامل ہے۔ یہ نقص سے پاک ہے۔ اللہ کے علم کے مقابلہ میں بندوں کے علم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسی پر حیات، سمع وبصر، کلام قدرت اور ارادہ کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ یہ تمام الفاظ جب بندوں کے لیئے بولے جاتے ہیں تو یہ اپنے مفہوم ومعنٰی سے بالکل الگ ہوتے ہیں۔ جو پروردگار عالم کے لئے ہوتا ہے۔" (روح توحید ص ۵۶)

اہل قبور سمیع الدُعا نہیں ہیں

علمائے سلف، مفسرین قدیم اور تمام فقہا کرام نے درج ذیل آیات سے سمع موتی یعنی مردوں کے سننے کی نفی کی ہے:

(۱) "آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتے ہو۔ جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں"۔ (روم۔۵۲)

(۲) "اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہوسکتا اور نہ تاریکی اور روشنی، اور نہ چھاؤں اور دُھوپ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے۔ سنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں (مدفون) ہیں۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں"۔

(فاطر۔۱۹تا۲۳)

(۳) "اے محمدؐ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں"۔ (نمل۔۸۰)

یہ ایک عظیم الشان اور فکر انگیز آیت ہے جس میں توحید وشرک کی حقیقت سمجھنے اور سمجھانے کے قیمتی نکات پائے جاتے ہیں۔ اس میں ردّ شرک کا یہ نکتہ بھی ہے کہ زندے اور مردے برابر نہیں ہوسکتے۔ جبکہ بریلوی عقیدے کے مطابق مردے زندوں سے حاجت روائی

کی صفات اور قدرتوں کے اعتبار سے بڑھ جاتے ہیں۔

جو لوگ باطل تاویلات سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔ انہیں یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ بہرے بھی سن سکتے ہیں۔ لیکن یہاں وہ اپنی گمراہی کو منوانے کے لیئے کسی باطل تاویل سے عاجز ہیں جس طرح بہروں کا سننا ایک استثنائی چیز ہے۔ اسی طرح مردوں کا سننا بھی ایک قابل نظر انداز اِستثنائی واقعہ ہوگا۔ ایسے تارِ عنکبوت سے مرحوم صالحین کو سمیع الدعا اور حاجت روا نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس سلسلہ کی ایک اور بات یہ ہے کہ صرف سن لینا حاجت روائی کے لیئے کافی نہیں ہے۔ اس لیئے کہ صاحب قبر جب اپنی زندگی میں سن سکتے تھے تو وہ تمام انسانوں کی تمام اُمور میں مدد نہیں کر سکتے تھے۔ وہ دوسروں کی اتنی ہی مدد کر سکتے تھے جتنی کہ ان میں استطاعت تھی۔

ان آیات کا جو پس منظر اور شان نزول ہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بات پر قادر نہ تھے کہ کسی کافر اور مشرک کو مسلمان بنا دیں۔ یعنی ہدایت آپؐ کے ہاتھ اور اختیار میں نہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو کوئی اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا''۔ (بخاری)

''اللہ کے سوا'' جامع الفاظ ہیں جن میں بلا اِستثناء سب ہی خود ساختہ معبود اور مُشکل کشا آجاتے ہیں جن میں انبیاء اور اولیاء بھی شامل ہیں۔ صرف بت ہی نہیں جو مُسلمان مصائب اور مشکلات میں یا رسول اللہ ﷺ یا غوث اور یا خواجہ المدد پُکارتے اور یہ مشرکانہ نعرے لگاتے ہیں انہیں اپنے عقیدہ توحید اور آخرت کی خیر منانا چاہیئے!

دو آیات کا مفہوم شاہ ولی اللہ کے قلم سے

O حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''اس قوم سے زیادہ کوئی گمراہ نہیں ہوسکتی جو اللہ کے علاوہ مردوں یا کسی اور کو پکارے۔ حالانکہ انہیں ان گم کردہ راہ لوگوں کے چیخنے چلانے اور پکارنے کی قطعاً خبر نہیں۔ وہ لوگ جو یارسول اللہ، یا غوث، یا حسین، یا فاطمہ، یا خواجہ اور یا پیر کہتے ہیں۔ وہ اپنے احوال اس آیت کی روشنی میں دیکھ سکتے ہیں: انك لا تسمع الموتی (نحل) آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو یعنی سننے کا جہاں تک تعلق ہے۔ اس میں مردہ اور بہرا دونوں یکساں ہیں۔" وما انت بمسمع من فی القبور (فاطر) اے محمدؐ! آپ اس شخص کو نہیں سنا سکتے جو قبر میں مدفون ہے۔'' (تحفۃ الموحدین)

O قاری محمد عبدالباریؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مومن زندہ ہے اور کافر مردہ کہ گویا حق کی آواز سنتا ہی نہیں۔ مردوں کو اللہ تعالیٰ ہی چاہے سنائے، باقی رسولؐ کا یہ کام نہیں کہ وہ قبروں میں پڑے ہوئے مردوں کو پیغام حق پہنچائے۔ (تحت سورہ فاطر: آیات ۲۰ تا ۲۴ ص ۸۴۷ حاشیہ ۲)

O اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی بڑی مفید ہے:

''جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے'' (بخاری و مسلم)

ایک اہم سوال

مرنے کے بعد اعمال کا سلسلہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ جو مردہ ذکر نہیں کرسکتا۔ اور وہ اس کا مکلّف بھی نہیں ہے تو وہ مردہ دعاؤں کو سننے اور حاجت روائی کرنے کی قدرت کہاں سے لائے؟ جبکہ وہ اس کا بھی مکلّف نہیں ہے اس لئے کہ وہ اِمتحان ہال سے جوابی کاغذات لیکر باہر کر دیا گیا۔ قبر یا عالم برزخ کسی بھی قسم کے عمل کا نہیں بلکہ اعمال کی جزاء یا سزا پانے کا مقام ہے!

قبر یا عالم برزخ سے خدا کے جو محبوب بندے اہل دنیا کی مدد اور اِستعانت کرتے ہیں کیا ان نیکیوں کا اجر و ثواب ان کے اعمال نامہ میں لکھا جائے گا؟ جبکہ قرآن اور حدیث کے مطابق

اعمال نامہ بند کر دیا جائے گا؟ انسان اس دنیا میں امتحان اور آزمائش کے لیئے پیدا کیا گیا ہے۔ جن میں اولیاء اللہ بھی شامل ہیں جو معصوم نہیں ہوتے۔ کیا مرنے کے بعد وہ معصوم ہو جائینگے اور کسی کو بلا جواز نفع یا نقصان نہیں پہنچائینگے جبکہ بڑے سے بڑے ولی اللہ سے بھی زندگی میں گناہ سرزد ہوئے ہیں اور انھوں نے خدا کے حضور توبہ کی ہے۔ بریلوی عقیدہ کے مطابق اولیاء کرام عالم برزخ میں نہ صرف نافع وضار ہو جائینگے بلکہ معصوم بھی۔ کیوں اور کس طرح؟ اس بات کا تذکرہ کہاں ہے؟ ان سوالات کے جوابات قرآن اور حدیث میں موجود نہیں ہیں۔ موجود ہیں تو صرف گمراہ علماء اور مشائخ کے دل، دماغ اور کتابوں میں جو شرعی دلیل کی حیثیت نہیں رکھتے!

یہ تشبیہ لمحہ فکریہ رکھتی ہے

مذکورہ آیات میں ان کفار اور مشرکین کو جو رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید کو قبول نہیں کر رہے تھے۔ مردوں اور بہروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیا اس لیئے کہ مردے اور بہرے سنتے ہیں؟ بلکہ اس لیئے کہ قبر میں مدفون مردے سن نہیں سکتے۔ ایک جملہ ہے۔

''احمد شیر کی طرح بہادر ہے''

چونکہ شیر کی بہادری ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اس لئے بہادری کے اظہار کے لیئے شیر کا نام لیا گیا۔ چونکہ مردے سن نہیں سکتے۔ اس لیئے کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ دعوت حق کو مردوں کی طرح نہیں سن رہے ہیں!

O قبر پرستوں کی عقل اس حد تک ماری گئی ہے کہ ان میں کا ایک بہت بڑا عالم، بزرگ اور فقیہ لکھتا ہے کہ یہاں سے ہندوؤں کی دیوی مہا کالی جو مدراس میں رہتی ہے۔ سن سکتی ہے تو کیا ہمارے بزرگ اپنی قبر سے ہماری دُعا اور فریاد سن نہیں سکتے؟ (ملاحظہ ہو نور المصابیح)

گویا مہا کالی کا سننا ایک ایسا مسلمہ اور اٹل حقیقت ہے جس سے مرحوم صالحین اور اولیاء اللہ کے سمیع الدّعا اور نافع وضار ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے، ہم اس مشرکانہ عقیدہ

کے خلاف قرآن اور حدیث کی روشنی میں پورے شرح صدر اور حق الیقین کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ دور اور نزدیک سے نہ مہا کالی کسی کی دُعا و پکار سن سکتی ہے اور نہ اولیاء اللہ۔ دونوں بھی اس معاملہ میں برابر ہیں۔ جس مسلمان کا یہ عقیدہ ہو کہ ہندوؤں کی دیوی مہا کالی سن سکتی ہے۔ وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کہ وہ بہت بڑا عالم اور مرشد ہی کیوں نہ ہو۔

کسی دیوی، دیوتا یا قبر میں مدفون ولی اللہ کو پکارنے کا مقصد ان سے طالب مدد ہونا ہے۔ جبکہ زندہ ولی اپنی حیات میں لوگوں کی اتنی ہی مدد کر سکتے تھے جتنی کہ ان کی اِستطاعت اور دنیاوی علل و اسباب کے تحت ان کے دائرہ اختیار میں تھا۔ مثلاً ایک بزرگ جو کسی سائل کی ایک دو ہزار سے مدد کرنے کے موقف میں ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی لاکھ دو لاکھ نہیں مانگتا۔ جب وہ مر جاتے ہیں۔ تو وہ کس طرح ہر قسم کی مانگیں اور مرادیں پوری کر سکتے ہیں؟ زندگی میں مصائب اور حاجات کے وقت زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ فلاں معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگیں۔ لیکن یہی بزرگ جب وفات پاتے اور قبر میں دفن کر دئے جاتے ہیں تو نہ وہ خدا سے دُعا کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں اتنی قدرت اور اختیار ہوتا ہے بلکہ وہ خود زندوں کی دُعاؤں کے محتاج ہوتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر یہ خلاف قرآن اور احمقانہ استدلال کیا جاتا ہے کہ انبیاء، اولیاء اور شہداء مرتے نہیں بلکہ زندہ اور قبروں میں باحیات ہوتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر سامنے رکھی ہوئی بڑے سے بڑے بزرگ وغیرہ کی لاش ہماری بات کیوں سن نہیں سکتی؟ بات کیوں نہیں کرتی؟ ہمارے کسی سوال کا جواب کیوں نہیں دے سکتی۔ لاش میں حرکت کیوں نہیں آتی؟ زندہ کو بھی کہیں کفنایا جاتا۔ ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی اور انھیں قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے؟ بڑے سے بڑے بزرگ کی میراث تقسیم کر دی جاتی ہے اور ان کی بیوہ سے شادی بھی کی جاتی ہے؟ کل کے مشرکین ہوں یا آج کے کلمہ گو نام نہاد مسلمان، ان کے شرک کا تعلق تمام مسلمانوں سے نہیں۔ بلکہ خدا کے مقرب اور برگزیدہ بندوں، انبیاء اور اولیا، سے ہوتا ہے۔ ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مردے اور بے قدرت ہیں

زندہ نہیں ہیں۔ ان میں زندوں کی صفات اور قدرتیں موجود نہیں ہوتیں تو ایسی صورت میں حاجت روائی اور مشکل کشائی کی فوق الفطری، لامحدود صفات اور اختیارات کہاں سے آ گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کسی کو سمیع الدعا اور نافع وضار کیوں بنائے گا جبکہ:

○ ''جو کوئی اللہ پر توکل کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیئے کافی ہوگا''۔ (الطلاق۔۳)

دُعائے غیر اللہ کون پہنچاتا ہے؟

○ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود بھیجتا ہے تو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود بھیجتا ہے۔ اسے فرشتے میرے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ جو اس کام کے لئے مامور اور متعین کئے گئے ہیں''۔ (مشکوۃ)

حضور ﷺ تک دور کا درود پہنچانے کا تو یہ انتظام ہے۔ لیکن مرحوم بزرگوں سے دور دراز مقامات سے جو دُعا اور فریاد کی جاتی ہے تو یہ دُعا اور ندائے غیر اللہ اصحاب قبور تک کون اور کس طرح پہنچاتے ہیں؟ اس کا قرآن اور حدیث میں کہیں تذکرہ ہے؟ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ مصائب اور مشکلات میں مدد کے لیئے صرف اُسی کو پکارا جائے۔ وہ ایسی دُعا اور فریاد جو اس کا حق ہے غیر اللہ تک کیوں پہنچائے گا؟ جبکہ وہ ہر دُعا کو سننے اور قبول کرنے کی پوری قدرت اور اختیار رکھتا ہے۔!

ایک مغالطہ کا ازالہ

○ کشتگان بدر کی سماعت کی اکثر علماء متقدمین نے یہ تعبیر کی ہے کہ یہ رسول ﷺ کا معجزہ تھا (کفایہ)

○ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''ابن عمرؓ بیان کیا کرتے تھے کہ جنگ بدر ختم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ اس

کنویں پر تشریف لائے جس میں کفار مکہ کی لاشیں گھسیٹ کر ڈال دی گئی تھیں۔ اور فرمایا: اب تو تمہیں پتہ چل گیا ہوگا کہ تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا......''

جب حضرت عائشہؓ کو ابن عمرؓ کی اس روایت کا علم ہوا تو اُنھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اب انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں جو کچھ کہا کرتا تھا وہ سچ تھا۔

(طبرانی بحوالہ عین الاصابہ از امام جلال الدین سیوطیؒ)

○ بخاری کی احادیث ۱۱۵۷۔۱۱۵۸ کے مطابق اس واقعہ پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ نے سمع موتی کی نفی کرتے ہوئے قرآن کی اس سلسلہ میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور جو لوگ قبر میں دفن ہو چکے انھیں آپ اپنی بات نہیں سنا سکتے''۔ (بخاری حدیث ۱۱۵۷)

جس آیت سے حضرت عائشہؓ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ وغیرہ سماع موتی کی نفی کریں اسے ردّ کرنے کے لئے کوئی زبان و قلم کہاں سے لائے؟

کشتگان بدر جن کو رسول اللہ ﷺ نے مخاطب فرمایا تھا۔ وہ بدترین قسم کے مشرکین تھے۔ اگر بریلوی علماء کے مطابق وہ سن سکتے تھے تو پھر اس معاملہ میں اولیاء اللہ اور مشرکین میں کیا فرق اور امتیاز باقی رہا۔ جبکہ دونوں بھی مرنے کے بعد عالم برزخ سے ہماری آواز سن سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ قبر میں زندہ رہتے ہیں اور کیا رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مردوں کو مخاطب کر کے ان سے دُعا اور فریاد کی تھی؟ پھر اس واقعہ کو سمع موتی اور استعانت بالاولیاء کے جواز اور تائید میں بطور دلیل پیش کرنا چہ معنٰی دارد؟

محدود اور لامحدود میں فرق کیجئے

قرآن کی کثیر آیات میں جو گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔ مُردوں کے سننے کی نفی

اور تردید کی گئی ہے۔اس نفی کا تعلق انبیاءاور بزرگوں کی حاجت روائی کے مُشرکانہ عقیدہ، ندائے مشرکانہ سے ہے۔ جبکہ بعض احادیث میں مُردوں کے سننے کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کا تعلق اہل قبور کی چند مخصوص اور محدود باتوں کی سماعت سے ہے نہ کہ مُشرکانہ دُعااور پُکار سے جیسے دفنانے والوں کے قدموں کی آہٹ یا السلام علیکم یا اہل قبور کی دُعاجو درحقیقت اللہ ہی سے ہے وغیرہ۔اس معاملہ میں عام مُردے اوراولیاءاللہ سب برابر ہیں۔ بزرگان دین بھی اپنی قبروں یا عالم برزخ سے اتنی ہی باتیں اورآوازیں سّن سکتے ہیں جتنی کہ عام اہل قبور جواولیاءاللہ نہیں سمجھے جاتے۔ مرحوم صالحین یا خدا کے مقرب بندوں کوایسی قوت سماعت نہیں دی گئی کہ وہ دوراورنزدیک سے مانگی جانے والی دُعااورندائے مشرکانہ سن سکیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تو قرآن کی بکثرت آیات میں جن کا مفہوم اور مراد بالکل واضح ہے۔ندائے مشرکانہ سننے کی قدرت کی نفی اور تردید کرے۔لیکن اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں ندائےمُشرکانہ کا اثبات اور جواز موجود ہو۔!

سماع موتی کی استثنائی صورتیں

○ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب میت کودفن کرکے واپس ہوتے ہیں تو میت واپس ہونے والوں کے پاؤں کی آہٹ سنتی ہے“۔ (بخاری ومسلم)

○ ”جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کرتا اوراس کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ صاحب قبراس کے سلام کا جواب دیتا ہےاوراس سے مانوس ہوتا ہے یہاں تک کہ زیارت کر نے والا اُٹھ کر چلا جاتا ہے“۔ (ابن ابي الدنيا۔ابن حبان)

کوئی اہل قبور کی سماعت سے متعلقہ اُمور کی فہرست میں چاہے کتنی ہی باتیں شامل کرلیں۔ اس سے عقیدہ توحید متاثر نہ ہوگا۔لیکن اس فہرست میں ندائے مشرکانہ اورمرحوم

بزرگوں سے دُعا اور فریاد سے متعلقہ ایک لفظ کا بھی اِضافہ نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً سماع موتی کے اثبات اور تائید میں شرک زدہ علماء یہ حدیث بھی نقل کرتے ہیں:

○ ''جب کوئی مسلمان اپنے متعارف (یعنی جان پہچان والے) شخص کی قبر سے گزرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کا جواب دیتا ہے۔ نیز اسے پہچان کر سلام کرتا ہے''۔

(ابن ابی الدنیا اور بیہقی وغیرہ)

اگر مُردوں میں زندوں کی ہر بات سننے کی قدرت اور صلاحیت ہوتی تو مذکورہ یا دوسری محدود اور مخصوص باتوں کے سننے کا احادیث میں خاص طور پر تذکرہ نہ کیا جاتا۔ اس کا مطلب یہی لیا جائے گا کہ مُردے نہیں سنتے، سوائے ان چند باتوں کے جن کی احادیث میں خبر دی گئی ہے۔ اور اس محدود کو لامحدود نہیں کیا جاسکتا۔

ایک مریض جو چلنے کے قابل نہیں ہے۔ اس کے بارے میں یہ خبر آئے کہ اب وہ چند قدم چل سکتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں لیا جاسکتا کہ وہ سب کی طرح جتنا چاہے چل سکتا ہے۔ اور ایسا مریض جو کچھ بھی کھانے کے قابل نہیں اس کے بارے میں کوئی یہ اِطلاع دے کہ اب وہ دو چار لقمے کھا سکتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں لیا جاسکتا کہ وہ سب کی طرح کھا سکتا ہے، مُردے سن سکنے کی بات معروف اور مسلمہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کو مُردوں کی سماعت سے متعلقہ تین چار مخصوص اور محدود باتوں کی اطلاع دینے کی ضرورت نہ محسوس ہوتی۔ اگر مُردوں میں سننے کی صلاحیت عمومی طور پر موجود ہوتی تو خصوصی طور پر یہ نہیں کہا جاتا کہ مُردے یا اہل قبور فلاں اور فلاں باتیں سن سکتے ہیں۔ ایک شخص جو بیس منزلہ عمارت پر سے چھلانگ لگا سکتا ہے۔ اس کے بارے میں کوئی یہ خبر دے گا کہ وہ دو منزلہ عمارت سے کودا تھا؟

یارب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات!

○ مولانا سید عبدالدائم جلالیؒ لکھتے ہیں:

حدیث میں عام مُردوں کا سننا ہرگز ثابت نہیں ہوتا، اور آیت میں عموم سماع موتٰی کی نفی ہے۔ رہا بعض صورتوں میں خاص مردوں کا سننا تو یہ بقدرت الٰہیہ ممکن ہے۔ جیسا کہ مقتولین بدر نے سنا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ لہذا آیت وحدیث میں کوئی تناقص نہیں۔ حدیث میں ایک خاص قدرت الٰہیہ کا اظہار ہے اور آیت میں عموم سماع موتی کی نفی انك لا تسمع الموتي سے امام ابوحنیفہؒ اور جمہور علماء نے استخراج کیا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی مردہ، زندہ کا کلام نہیں سن سکتا۔ ہاں خاص صورتوں میں یا غیبی مخلوق (یعنی فرشتوں) کی وساطت سے خدا ان کو سنوا دے تو یہ ممکن ہے"۔ (تفسیر بیان السبحان ص ۱۹۸۱)

لیکن یہ سننا مخصوص باتوں کے اندر محدود ہوگا۔ جو ساری دنیا کے انسانوں کی دُعائیں اور فریادیں سننے کے لیئے بالکل ناکافی ہے۔ جبکہ خدا ایسا سمیع الدعا ہے کہ وہ دنیا کے مختلف مقامات سے بیک وقت کی جانے والی کڑوڑوں اور اربوں دُعاؤں کو سن سکتا ہے، سننے کی یہ صفت اور قدرت کسی نبی یا ولی میں موجود نہیں ہے۔ جو یہ صفت انبیاء اور اولیاء میں تسلیم کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا۔ اگر چہ کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ سننے کی یہ صفت اللہ نے دی ہے، اس لئے کہ مشرکین عرب بھی اپنے معبودانِ باطل میں سننے اور دُعائیں قبول کرنے کی تمام صفات اور اختیارات من جانب اللہ ہی مانتے تھے۔ بالذات نہیں! یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی قبر میں مدفون مُردوں کی طرف جو چاہے قوت اور اختیار منسوب کردے اور اگر وہ اس قدرت کے ڈانڈے خدا سے ملا دے تو وہ بطور واقعہ اور قابل تسلیم صحیح عقیدہ ہو جائے؟

کیا کسی نے مردے کے سلام کا جواب سنا ہے؟

مذکورہ احادیث سمع موتی کی ایک مخصوص، محدود، شاذ اور اِستثنائی صورتحال کو واضح کرتی ہیں۔ عمومی اثبات اور تائید کی نہیں۔ یہ احادیث بزرگوں سے دُعا و فریاد کے جواز میں پیش نہیں کی جاسکتیں السلام علیکم یا اہل قبور سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جب مُردے نہیں سنتے تو

انہیں ''یا'' سے مخاطب کیوں کیا گیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مُردے سنتے ہیں۔ٹھیک ہے! لیکن مذکورہ حدیث میں اہل قبور کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ قبر والا اسلام کا جواب دیتا ہے۔ کیا کسی بریلوی بزرگ نے مُردے کا یہ جواب سنا ہے؟ اور ملاحظہ ہو کہ مردہ خود بھی احادیث کے مطابق زندہ کو سلام کرتا ہے۔ کیا کسی نے اس سلام کو سماعت فرمایا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دُنیا اور عالم برزخ کا نظام جدا اور مختلف ہے۔ نہ زندوں کی آواز مُردے سُن سکتے ہیں اور نہ مُردے کی بات زندے۔ متعدد احادیث کے مطابق قبر میں جب مردے پر عذاب ہوتا ہے تو اسکی چیخ و پکار اطراف واکناف کے جانوروں کو سنائی دیتی ہے۔ لیکن انسانوں کو نہیں۔ انتہا ہی نہیں۔

مردہ بات کرتا ہے۔ زندے سن نہیں سکتے

اس سلسلہ میں بخاری کی ایک اہم حدیث ہے۔ جس سے سماع موتی کو سمجھنے اور سمجھانے میں بڑی مدد ملتی ہے:

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے اور مردے کو اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے (جلد) لے چلو، اگر بُرا ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے کہاں لیئے جا رہے ہو، اسکی آواز انسانوں کے علاوہ ہر ایک چیز سنتی ہے، اگر انسان سنیں تو بے ہوش ہو جائیں''۔ (بخاری شریف: کتاب الجنائز)

آپ میت کو دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ اس کے ہونٹ نہیں ہل رہے ہیں۔ لیکن وہ مذکورہ حدیث کے مطابق بولتی ہے۔ اور یہ بولنے والا ولی اللہ ہی نہیں بلکہ گنہگار اور فاسق بھی ہوتا ہے۔ (کوئی بریلوی عالم یہ نہ کہنے پائے کہ کلام کرنے والا ولی اللہ ہوتا ہے) اس کی آواز جنازے کے شرکاء نہیں سن سکتے۔ لیکن آس پاس کی چیزیں سن لیتی ہیں۔ (اور میں یہاں بریلوی علماء سے گزارش کروں گا وہ براہ مہربانی یہاں یہ نہ کہیں کہ مُردے کی یہ آواز اولیاء اللہ سنتے ہیں،

مردہ پرست جو ہیں!) وہ مردہ یا اہل قبور سے جب بھی کوئی غیر فطری اور محیر العقول بات دیکھتے ہیں۔ان کا دماغ فوراً ولی اللہ اور ان کے تصرفات کی طرف دوڑنے لگتا ہے، سوچنے اور غور وفکر کرنے کی بات یہ ہے کہ آخر مردہ جو کچھ کہتا ہے اس کی آواز شرکاء جنازہ کیوں نہیں سنتے؟ ماننا پڑتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد عالم برزخ میں چلا جاتا ہے۔ وہاں کا نظام سننا، سنانا، دیکھنا اور ثواب اور عذاب کو محسوس کرنا ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ دنیاوی نظام اور فطری قانون کے تحت ہوتا ہے۔ اس لئے اہل قبور کی چند محدود اور مخصوص باتوں کے سننے اور بولنے کی بنیاد پر شرک اور استعانت بالاولیاء کی عمارت کھڑی نہیں کی جاسکتی۔

آپ کے ہمارے سامنے مردہ ہوتا ہے (سمجھئے ممی کی شکل میں) مردہ پر جو جزاء یا سزا ہوتی ہے۔ اسے مردہ تو محسوس کرتا ہے۔ لیکن ہمیں وہ نعمائے جنت دِکھائی دیتی ہیں اور نہ دوزخ کی آگ جس سے مردہ دوچار ہوتا ہے۔ ہر وہ اِنسان جو وفات پاتا ہے اس کے پاس منکر نکیر جاتے اور اس کے دین وایمان کے بارے میں سوالات کرتے ہیں کہ اُن مُردوں سے بھی جو جلائے جاتے ہیں۔ یا جسے مچھلی کھا جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود مردہ فرشتوں کی آواز سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ وہ کس طرح؟ یہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے! اس لئے کہ یہ معاملہ اس دُنیا کا نہیں عالم برزخ کا ہے(۱) جو اس دُنیا سے بالکل مختلف ہے۔ عالِم برزخ میں جو کچھ ہوتا ہے ہمیں ان باتوں کا علم قرآن اور حدیث سے ہوا۔ لیکن کسی آیت یا حدیث میں یہ بات موجود نہیں ہے کہ مُردے عالم برزخ سے زندوں کی دُعا وفریاد کس طرح سنتے اور دُنیا والوں کی مدد کرسکتے ہیں!

○ ”آخرت کی حیات کا قیاس دنیاوی زندگی پر بالکل غلط ہے۔ اسی پر فقہا اور علمائے اُمت متفق ہیں“۔ (عین الہدایہ ج۱)

---

(۱) متعدد احادیث کے مطابق نیک مسلمانوں کے لیئے قبر کشادہ اور وسیع کردی جاتی اور فاسقوں کے لیئے قبر تنگ کردی جاتی ہے۔ لیکن یہ کشادگی اور تنگی قبر کھودنے کے باوجود ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ اس لیئے کہ اس کا تعلق عالم برزخ نامی ایک دوسری دنیا سے ہے جس کا نظام اس دنیا سے بالکل مختلف ہے۔

مُردوں کے لئے زندوں کی دُعائیں

نماز جنازہ میں میت کے لیئے ہم جو دُعا مانگتے ہیں اس کے چند ابتدائی الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

(۱) ''اے اللہ اس کو بخش دے۔ اس پر رحم فرما۔ اس کو عافیت دے۔ اس کی خطا معاف فرما۔ اس کی اچھی مہمان نوازی کر۔ اس کی قبر کو کشادہ کر دے...... اور اسے قبر اور جہنم کے عذاب سے بچالے''۔ (مسلم۔ نسائی)

یعنی زندے مُردے کے لیئے خیر و عافیت کی دُعا مانگتے ہیں۔ اس میں صحابہ، اولیاء، صلحاء اور نیک اور بد سب ہی مسلمان شامل ہیں!

قبرستان میں داخل ہونے کے بعد جو دُعا پڑھی جاتی ہے وہ یہ ہے:

(۲) ''تم پر سلامتی ہو اے مومن اور مسلم قبر والو! ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لیئے عافیت مانگتے ہیں''۔ (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

(۳) رسول اللہ ﷺ جب دفن سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھیرتے، پھر فرماتے، اپنے بھائی کیلیئے استغفار کرو، اس کے لئے ثابت قدمی کی دُعا کرو۔ کیونکہ اس وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے''۔ (ابوداؤد، حاکم)

(۴) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبر میں مدفون مردے کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو دریا میں ڈوب رہا ہو اور مدد کے لئے چیخ پکار کر رہا ہو۔ وہ بیچارا انتظار کرتا ہے کہ ماں یا باپ یا بھائی یا کسی دوست کی طرف سے دعائے رحمت و مغفرت کا تحفہ پہونچے، جب کسی طرف سے اس کو دعا کا تحفہ پہنچتا ہے تو وہ اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز و محبوب ہوتا ہے۔ اور دنیا میں رہنے بسنے والوں کی دعاؤں کی وجہ سے قبر کے مردوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنا عظیم ثواب ملتا ہے جس کی مثال پہاڑوں سے دی جاسکتی ہے۔ اور مردوں کے لئے زندوں کا خاص ہدیہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی)

ولی اللہ میں تصرفات کی قدرت کب آتی ہے؟

قبر میں مدفون مُردوں کے لیئے احادیث میں جو دُعائیں مذکور ہیں۔ ان پر جتنا زیادہ غوروفکر کریں گے تو اتنا ہی زیادہ عقیدہ توحید نکھر آئے گا۔ اور عقیدہ شرک بری طرح پامال ہوگا۔ یہ دُعائیں صحابہ کرام کے لیئے بھی مانگی گئیں جو اولیاء اللہ سے لاکھوں درجہ افضل اور برتر تھے۔ دُعائیں یہ دعوت فکر دیتی ہیں کہ جو مُردے دفن سے پہلے اور دفن کے بعد ہماری دُعاؤں کے محتاج ہیں وہ ہماری دُعائیں اور حاجتیں کس طرح پوری کر سکتے ہیں؟ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ کوئی کسی محتاج کو ایک ہاتھ سے سو روپیہ دے اور اس کے بعد اس سے دوسرے ہاتھ سے ایک لاکھ روپیہ کا مطالبہ کرے!

بریلوی علماء سے یہاں ایک سوال یہ بھی ہے کہ قبر میں مدفون کسی ولی اور بزرگ کے لیئے وہ دُعائیں جو احادیث میں منقول ہیں۔ زائرین کو کرنا چاہیئے یا نہیں؟ یا اس قسم کی دُعائیں ان کے لیئے کرنا ان کی توہین کے مرتکب ہونا ہے۔ لیکن اگر اولیاء اللہ کے لیئے بھی یہ مسنون دُعائیں پڑھنا چاہیئے تو یہ دُعائیں پڑھنے کی کتنی مدت بعد وہ ہماری ہر قسم کی دُعائیں اور حاجتیں پوری کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں؟ اس کی وضاحت کس حدیث میں یا فقہ کی کونسی کتاب میں آئی ہے؟

السلام علیکم یا اہل القبور کی ایک موحدانہ تعبیر

قبرستان میں پڑھی جانے والی دُعا: السلام علیکم یا اہل قبور سے بریلوی حضرات کو بڑا مغالطہ ہوا ہے۔ اور وہ ان الفاظ کا ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ اس دُعا کی جو مُردوں سے کی نہیں گئی بلکہ مردوں کے لیئے کی گئی ہے۔ ایک تعبیر یہ بھی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے کعبۃ اللہ کو۔ مکہ مکرمہ کو اور حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو ''یا'' سے مخاطب فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مذکورہ بے جان اشیاء سنتی ہیں۔ اس دُعا کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس سے ہماری تعلیم اور تربیت ہوتی ہے اور مردوں کے لیئے ذریعہ مغفرت ہے۔ مُردوں کا ہم زندوں کی

دُعائیں کا سننا ضروری نہیں ہے۔ ہم زندہ مُسلمانوں کے لیئے بھی دُعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ وہ زندہ ہونے کے باوجود ہماری دُعاؤں سے لاعلم اور بے خبر رہتے ہیں۔ اور نہ ان کے لیئے ہماری دُعاؤں کا سننا ضروری ہے۔ زندوں اور مردوں کے لیئے دُعائیں اللہ سے مانگی جاتی ہیں۔ اور وہ ہماری دُعائیں سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ البتہ دُعاؤں کی قبولیت کا فائدہ مردوں کو پہنچتا ہے اور ثواب کی شکل میں دُعا کرنے والے کو۔!

زندہ اور مردہ کا عظیم فرق

زندے اور مردے کے عظیم فرق کو اس حدیث سے بھی سمجھا جاسکتا ہے:

○ ''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑتا تھا تو حضرت عمرؓ عباس بن عبدالمطلبؓ کے واسطہ سے بارش کے لئے یوں دُعا کرتے تھے:

''اِلٰہی جب ہم قحط میں مُبتلا ہوتے تھے تو تیرے حضور اپنے نبیؐ کا وسیلہ لاتے تھے۔ اور تو سیراب کر دیتا تھا۔ آج ہم اپنے نبیؐ کے چچا کا وسیلہ لاتے ہیں تو ہمیں سیراب کر دے۔

(بخاری)

اس حدیث اور واقعہ میں اثبات توحید اور نفی شرک کے چند قیمتی نکات پائے جاتے ہیں:

☆ قحط کی مصیبت کے زمانے میں صحابہ کرام قبر نبویؐ پر جا کر آپؐ سے بارش کے لیئے دُعا نہیں مانگتے تھے۔

☆ اور نہ صحابہ کرام نے حضور کو مخاطب کر کے یہ کہا تھا کہ بارش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے۔

☆ زندگی میں رسول اللہ ﷺ سے قحط کی دوری اور باران رحمت کے لیئے خدا کے حضور دُعا کرائی گئی۔ لیکن آپؐ کی وفات کے بعد ایسا نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایک زندہ بزرگ صحابی کے ذریعہ دُعا کرائی گئی۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی صفات

حاجت روائی میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ بے پر کی اُڑانا ہے۔!

کیا صرف سننا حاجت روائی کے لیئے کافی ہے؟

سنتے زندے بھی ہیں۔ کیا محض سننا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ہر قسم کی حاجت پوری کرنے کی قدرت کاملہ بھی رکھتے ہیں؟ جبکہ زندوں کا سننا ایک مخصوص فاصلہ کے اندر محدود ہے اوران کی مدد کا تعلق ہر معاملہ میں لامتناہی نہیں بلکہ اِمداد باہمی کی صفات اور قدرتیں ایک مخصوص دائرہ میں محدود ہیں۔ نہ زید دور کی آواز سُن سکتا ہے اور نہ اپنے دوست وغیرہ کی اپنی قدرت، اِختیار اور اِستطاعت سے زیادہ مدد کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ مُردہ دور اور نزدیک کی تمام آوازوں کو سُن لے اور وہ ڈاکٹر، انجینئر، وکیل اور کروڑپتی سب کچھ بنا دے جبکہ وہ اپنی زندگی میں حکیم تھا تو وکیل نہ تھا۔ اور اگر انجینئر تھا تو ڈاکٹر نہ تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مُردوں کا زندوں کی دُعا وفریاد سُننا اور مدد کرنا اسباب کے تحت نہیں بلکہ وہ غیر فطری اور ماوراء الاسباب ہے۔ ان کا سننا اور مدد کرنا ایسا نہیں جیسا اپنی زندگی میں سنتے اور مدد کرتے تھے۔ اگر انبیاء اور اولیاء کو عالم برزخ میں دُعاؤں کو سننے اور نافع وضار ہونے کی فوق الفطری اور غیر طبعی قدرتیں حاصل ہیں تو اس کا علم بریلوی اور نظامی شرک زدہ علماء کو کس طرح ہوا؟ اس کا ماخذ اور دلیل کیا ہے؟ چونکہ معاملہ عقیدہ کا بلکہ اہم ترین عقیدہ کا ہے۔ اس لیئے اس کے جواز کے لیئے قرآن سے واضح الفاظ میں دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ کسی آیت یا حدیث سے استنباط، قصوں، کہانیوں، معجزات، کرامات اور آیات متشابہات وغیرہ سے استعانت بالا ولیاء کے عقیدہ کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیئے مستحکم اور مضبوط دلیلیں درکار ہیں!

صحابہ کرام کا معیاری ایمان

قرآن میں ہے کہ اس طرح ایمان لاؤ جس طرح صحابہ کرام نے ایمان لایا تھا۔ خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ اور تمام صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ سے دعا مانگنا ایمان باللہ کے منافی سمجھتے

تھے۔ اگر قرآن میں حضور ﷺ کے مددگار اور مشکل کشا ہونے کی کوئی دلیل ہوتی تو صحابہ کرام بریلوی اور نظامی علماء سے پہلے اور ان سے زیادہ اس سے واقف ہوتے اور حضور ﷺ کو مدد کے لیئے پکارتے۔ فقہا اور محدثین نے یہاں تک لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام پڑھتے وقت قبر نبویؐ کی طرف رخ کیا جائے لیکن اللہ سے دُعا کرتے وقت قبلہ کی طرف پلٹ جانا چاہئے۔ دیکھئے اسلاف میں عقیدہ توحید کا کس قدر پاس ولحاظ تھا لیکن بریلوی علماء نے اسے بازیچہ اطفال بنادیا اور ہر ایرے غیرے نتھو خیرے سے دُعا اور فریاد کرنے لگے۔ عام تصور یہ ہے کہ ہر وہ قبر جس پر گنبد، قیمتی غلاف اور پھولوں کا ڈھیر ہو۔ اس قبر میں یقیناً ولی اللہ دفن ہیں۔ اور اس قبر پر سجدہ وطواف، نذر ونیاز اور دُعا اور فریاد جیسے مراسم عبودیت کی ادائیگی شروع ہوجاتی ہے۔ بزرگ پرستی نے عقل کو اس قدر معطل کردیا ہے کہ وہ یہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ کسی بے روزگار اور پیسہ کے لالچی نے یہ دوکان کھولی ہے۔

رسول اللہ ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دُعا کرتے تھے۔ کسی بھی نبی نے اپنے کسی پیشرو نبی سے دُعا اور فریاد نہیں کی اور وہ اپنی قوموں سے یہی کہا کرتے تھے کہ غیر اللہ سے نہیں بلکہ اللہ ہی کو مدد کے لیئے پکاریں۔ جس طرح گمراہ علماء و مشائخ نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو اپنا معبود اور مشکل کشا بنالیا ہے۔ اس طرح صحابہ کرام حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دُعائیں نہیں مانگا کرتے تھے۔ جبکہ ہر لحاظ سے مرتبہ اور بزرگی میں یہ حضرات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہ سے افضل، بہتر اور برتر تھے۔ کسی بھی صحابی نے یہ نہیں سمجھا کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاجت روائی کی تمام صفات اور اختیارات عطا فرمادیا ہے۔ اصل دلیل اور شرعی حجت اور معیار حق صحابہ کرام کا اسوہ وعمل ہے۔ باقی سب قصے کہانیاں ہیں ان کے ذریعہ تصرفات اولیاء کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ عقیدہ توحید جس قدر اہم ہے۔ اس کے منافی کسی چیز کو ثابت کرنے کے لیئے اسی پایہ کی مضبوط دلیل کی ضرورت ہوگی جو قرآن اور حدیث میں مفقود اور غیر موجود ہے!

میدانِ حشر میں مُشرکین کی حالتِ زار

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

○ ''اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا۔ جو خدا کو چھوڑ کر ان (انبیاء اور اولیاء) کو پکارے جو قیامت تک بھی ان کا کہنا نہ کرے اور ان کو ان کے پکارنے کی خبر نہ ہو اور جب سب لوگ (قیامت کے روز میدان حشر میں) جمع کئے جائیں تو وہ ان کے دُشمن ہو جائیں گے۔ اور ان کی عبادت (یعنی قبروں وغیرہ پر سجدہ وطواف نذر و نیاز اور دُعا و فریاد وغیرہ مراسم عبادت) ہی کا اِنکار کر بیٹھیں''۔ (احقاف۔۵۔٦)

صرف اسی ایک آیت سے سمع موتی، انبیاء اور اولیاء کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ اور اِستعانت بالا ولیاء کے مُشرکانہ تصورات سب کی واضح طور پر نفی اور تردید ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انبیاء اور بزرگوں کو قبر میں صفات حاجت روائی عطا فرماتا تو ان سے دُعا اور فریاد کرنے والوں کی مذمت نہ کرتا اور یہ نہ فرماتا کہ وہ نہ دُعا سنتے ہیں اور نہ قبول کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ میدان حشر میں لکڑی پتھر کے بُت نہیں بلکہ تمام مُسلمان اور غیر مسلم جمع ہوں گے۔ اور ان ہی سے سوال و جواب اور بات چیت ہوگی۔ اس آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اس دنیا میں جو مسلمان رسول اللہ ﷺ اور بزرگان دین سے دُعا و فریاد کرتے تھے۔ یہ حضرات ان پکارنے والوں یعنی اپنے نام نہاد عاشقوں کے یہ کہتے ہوئے دشمن ہو جائینگے کہ ہم نے تو تمہیں شرک کی تعلیم اور تلقین نہیں کی تھی۔ پھر تم اللہ کو چھوڑ کر جس کے سمیع الدعا اور حاجت روا ہونے میں رمق برابر بھی کوئی شک نہیں اور وہ سب سے بڑا اور سب سے اچھا حاجت روا ہے۔ پھر تم ایسے اللہ کو چھوڑ کر مدد کے لیئے ہم کو کیوں پکارا کرتے تھے؟ جبکہ ہمارے نافع اور ضار ہونے میں شک، تردد اور اِختلاف کثیر بھی پایا جاتا تھا اور یہ حدیث بھی تمہارے علم میں تھی کہ شک والی باتوں کو چھوڑ دو! اگر انبیاء اور اولیاء سے دُعا کرنا چھوڑ دیا جائے تو اس سے دین کا تو رمق برابر نقصان نہ

ہوگا۔البتہ عقیدہ شرک صد فیصد ختم ہو جائے گا۔

○ اس آیت سے بھی شرک اور بزرگ پرستی کی جڑ مکمل طور پر کٹ جاتی ہے:

''اللہ کو چھوڑ کر جن دوسروں (یعنی انبیاء اور بزرگوں وغیرہ) کو تم (اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں) پکارتے ہو۔ وہ ایک پر کاہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔ انھیں پکارو تو تمہاری دُعائیں سن نہیں سکتے اور اگر (بالفرض محال) سن بھی لیں تو ان کا تمھیں کوئی جواب نہیں دے سکتے (یعنی تمہاری مدد اور اِستعانت نہیں کر سکتے) اور قیامت کے روز تمہارے اس شرک کا اِنکار کر دیں گے''۔ (فاطر۔۱۴)

میدان حشر میں شرک کا اِنکار کرنے والے لکڑی پتھر کے بے جان بُت نہیں بلکہ انبیاء اور اولیاء ہوں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جیسا کہ رضا خانی اور نظامی علماء و مشائخ کا دعویٰ اور عقیدہ ہے نافع وضار اور متصرف کائنات بنا دیا ہوتا تو یہ نہ فرماتا کہ وہ ایک پر کاہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اور وہ تمہاری دُعا اور فریاد کو پوری نہیں کر سکتے۔

○ سورہ فاطر کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں مولانا قاری محمد عبدالباری نظامیؒ لکھتے ہیں:

''ان کا حال تو یہ ہے کہ ان میں سننے اور بولنے کی کوئی صفت ہی نہیں ہے۔ اگر یقین نہ آتا ہو تو ذرا مصیبت کے وقت ان کو پکار کر دیکھ لو۔ کیا وہ تمہاری پکار سنیں گے، ہرگز نہیں۔ اگر فرض کرو سن بھی لیں۔ جیسا کہ تم سمجھتے ہو تو جواب نہ دیں گے اور تمہاری مدد نہ کریں گے۔ مدد کرنا کیسا وہ تو قیامت کے روز تمہارے شرک سے بیزارگی کا اعلان کریں گے اور تمہارے خلاف گواہ بن جائیں گے''۔ (تفسیر قاری محمد عبدالباری)

واضح رہے کہ زیر گفتگو آیت کا روئے سخن لکڑی پتھر کے بتوں کی طرف نہیں بلکہ انبیاء، اولیاء اور خدا کے برگزیدہ بندوں کی طرف ہے۔ اس لیئے قاری محمد عبدالباری نے بھی اپنی تفسیر کے متعدد مقامات پر مشرکین کے معبودوں میں خدا کے نیک اور محبوب بندوں کو شامل کیا ہے۔ اس موضوع سے متعلقہ حضرت قاری صاحبؒ کے متعدد بیانات اس کتاب کے ابواب

میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آنے والی آیات سے گزشتہ آیات کی تشریح مزید ہوتی اور بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

اولیاءاللہ کا اپنے غالی عاشقوں کی مذمت کرنا

○ ارشادالٰہی ہے:

’’جس روز ہم ان سب (بزرگوں اور ان کے نام نہاد عقیدت مندوں کو ایک ساتھ اپنی عدالت میں) اکٹھا کریں گے۔ پھر ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا ہے۔ کہیں گے کہ ٹھیر جاؤ۔ تم بھی اور تمہارے بنائے ہوئے (خودساختہ) شریک بھی (یعنی یہی غوث، خواجہ، غریب نواز اور بندہ نواز وغیرہ) پھر ہم ان کے درمیان اجنبیت کا پردہ ہٹادیں گے (یعنی بزرگوں اور ان کے جاہل اور غالی عقیدت مندوں کا آپس میں تعارف کرادیا جائے گا) اور ان کے شریک (یعنی انبیاء اور اولیاء وغیرہ) کہیں گے، تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے کہ تم اگر ہماری عبادت (دُعاء، سجدہ وطواف کرتے بھی تھے تو) ہم تمہاری اس عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔ اور (اس طرح سے) وہ سارے (کشف و باطن کے مُشاہدات اور اِنکشافات۔ تصّرفات انبیاء اور اِستعانت بالاولیاء کے باطل اور مُشرکانہ عقائد کا) جھوٹ جو اُنھوں نے گھڑ رکھے تھے۔ گم ہو جائیں گے۔ (یعنی غلط۔ باطل اور گمراہ قرار پائینگے)۔ (یونس:۲۸ تا ۳۰)

ان باتوں کا اظہار وہ اللہ تعالیٰ سے بھی کریں گے اور اپنے جاہل اور گمراہ معتقدین سے بھی کہ جن مُشرکانہ فکروعمل کے تم ہماری قبروں کے واسطے سے مُرتکب ہورہے تھے۔ ہم نے تو ان گمراہیوں کی تمہیں تعلیم نہیں دی تھی۔ اس طرح سے وہ میدان حشر میں موجودہ زمانے کے نام نہاد عاشقانِ رسولؐ اور مُحبّان اولیاء کے شدید مخالف اور دُشمن ہو جائینگے۔ اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جنھیں وہ انبیاء اور بزرگوں کے خواہ مخواہ مخالف سمجھ رہے تھے وہی وہابی، سلفی اور دیوبندی شرک وبدعت کے مخالف حق پرست علماء ہی ان کے حقیقی اور سچے عقیدت مند تھے!

○ ارشادِ الٰہی ہے:

''اور جن لوگوں نے اللہ کے شریک بنائے تھے وہ جب قیامت کے دن اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگا! یہی وہ شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا (حاجت روائی کے لیئے) پکارا کرتے تھے تو وہ شریک ان کی بات (اُلٹی) انھیں کی طرف پھینک دیں گے (اور کہیں گے) کہ تم جھوٹے ہو۔'' (النمل:۸٦)

قاری محمد عبدالباریؒ نظامی کی فیصلہ کن تفسیر

مذکورہ ترجمہ قاری محمد عبدالباری فاضل جامعہ نظامیہ کا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں:

○ ''جب مشرکین میدانِ حشر میں ان انبیاء، اولیاء اور شیاطین کو دیکھیں گے جن کو وہ دُنیا میں پوجا کرتے تھے تو اپنے بچاؤ کے لیئے عرض کریں گے کہ ''پروردگار!'' یہ ہیں ہمارے بنائے ہوئے شریک جن کو ہم تیرے سوا پُکارا کرتے تھے۔'' اس پر وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو؟ یعنی وہ شرک سے اپنی براءت کا اِعلان کریں گے۔ انبیاء اور اولیاء تو دُنیا میں بھی شرک اور کفر سے بچنے کی تعلیم دیتے رہے۔'' (تفسیر قاری محمد عبدالباریؒ اُستادِ عربی جامعہ نظامیہ)

سورۃ النحل کی مذکورہ آیت اور قاری محمد عبدالباری کی اس تفسیر سے متعدد بریلوی گمراہیوں کی نفی اور تردید ہوتی ہے۔ (۱) مشرکین کے معبود بت نہیں بلکہ انبیاء اور اولیاء تھے (۲) مشرکین ان سے دُعا و فریاد کرتے تھے۔ اس خیال کے تحت کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی کی جملہ صِفات اور اختیارات عطا فرما دیا ہے (۳) جب وہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے معبودوں، انبیاء اور اولیاء اور ان سے اپنی دُعا اور پُکار کا تذکرہ کریں گے تو وہ اپنے ان گمراہ عقیدت مندوں کی باتوں کا اِنکار کر دیں گے۔ یہ کہتے ہوئے کہ ہم نے تو انہیں اپنے مدد گار اور مُشکل کُشا ہونے کی تعلیم نہیں دی تھی۔ ہم نے ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ اللہ نے ہمیں حاجت روائی کے اختیارات (Power of Attorny) دے دیا ہے۔ یہ سب ان کے اپنے

خودساختہ اورمن گھڑت مُشرکانہ عقائداورتصورات تھے۔ان کےشرک کی ذمہ داری ہم پرعائد نہیں ہوسکتی!

تصرفات اولیاء کا جھوٹا اور مُشرکانہ عقیدہ اس لیئے پھیلایا جاتا ہے کہ اولیاء کے مزارات اوراعراس آبادرہیں۔وہاں جتنے زیادہ لوگ جائیں گے سجادہ نشین وغیرہ کواتنی ہی زیادہ آمدنی ہو گی۔ جیسا کہ ایک حدیث ابتدائی صفحات میں گزرچکی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا، مسلمان شرک کریں گے اورقبروں سے پیسہ کمائیں گے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ، خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ اورشہداء بدرواحد کی قبروں کوآمدنی کا ذریعہ نہیں بنایا گیا۔ان کی قبریں کچی تھیں اوران پر کوئی پختہ عمارت بھی تعمیر نہیں کی گئی۔اورنہ ان کی قبروں پرسالانہ بھیڑجمع ہوتی تھی!

ارشادالٰہی ہے:

”جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم اِنکار کردیتے تھے۔اوراگراس کے ساتھ شرک کیا جاتا تھا توتم اس پریقین لاتے تھے“۔ (المومن:۱۲)

یہ شرک کیا ہے؟ خودساختہ معبودوں یعنی انبیاءاوراولیاء کوبھی مدد کے لئے پکارنا۔اگر یہ جائز،مشروع اورمفید ہوتا تو اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس عمل کی مخالفت نہ کرتا۔!

”شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ اوران کی کتاب وسنت پرمبنی دعوت کواعداء اسلام نے مختلف الزامات کے سیاہ پردوں میں اس طرح چھپادیا کہ اورتواوراہل سنت والجماعت کے علماءاورافراد بھی اس نام سے وحشت محسوس کرنے لگے جوفی الحقیقت شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ پر سراسرایک زیادتی تھی، جبکہ ان کی دعوت خالص توحید پرمبنی دعوت تھی، جس کی شہادت اپنے نہیں بلکہ غیربھی دیتے ہیں جیسا کہ برٹش انسائیکلوپیڈیا نے اپنے مقام”وہابیت“ میں لفظ وہابیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ”وہابیت اسلام میں ایک تطہیری جدوجہد کا نام ہےاوروہابی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی اتباع کرتے ہیں اوراس کے سواہرچیزکوچھوڑدیتے ہیں، اوروہابیت کے دشمن دراصل صحیح اسلام کے دشمن ہیں“ (ماہ نامہ صراط مستقیم، جولائی ۲۰۰۰)

باب (۵)

رسول اللہ کے علم غیب کی حقیقت

1	بریلوی عقیدہ
2	لوح محفوظ کی حقیقت
3	بریلوی علماء میں حضورؐ کی ہمہ دانی کا اختلاف
4	مولانا ارشد القادری کا مغالطہ
5	دو آیات سے استدلال
6	کیا حضورؐ اللہ کے بنائے ہوئے فرشتہ تھے؟
7	حضورؐ دلوں کے حال سے واقف نہ تھے
8	حضورؐ آنے والی وحی سے واقف نہ تھے
9	بریلوی علماء شرک سے بخوبی واقف ہیں
10	حضورؐ پیدائشی نبی نہ تھے
11	رسول اللہ کو انبیائے سابقین کے واقعات کا علم نہ تھا
12	مولانا قاری محمد عبد الباریؒ نظامی کے بیانات
13	ایک اور حقیقت
14	حاصل تحقیق
15	ہمہ دانی کے منافی باتیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور ان دیہاتوں میں جو تمہارے اُس پاس بستے ہیں کچھ منافق ہیں اور خود مدینہ کے باشندوں میں بھی جو نفاق میں اڑے ہوئے ہیں۔ (اے پیغمبرؐ) تم انہیں نہیں جانتے (لیکن) ہم جانتے ہیں''۔ (توبہ:۱۰۱۔ ترجمہ قاری محمد عبدالباری نظامیؒ)

اس آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاویؒ المتوفی ۶۴۱ھ فرماتے ہیں:

''مطلب یہ ہے کہ (اے رسولؐ) آپؐ ان منافقوں کو نہیں پہچانتے (ہاں ہم ان کو جانتے ہیں۔ اور ہم کو ان کی پوشیدہ باتوں کی اطلاع ہے۔ وہ اگر آپؐ کو فریب دینے پر قادر ہو گئے تو ہم کو وہ فریب نہیں دے سکتے''۔ (تفسیر بیضاوی)

اور ظاہر ہے کہ فریب وہی کھا سکتا ہے جس کے پاس غیب کا علم نہ ہو۔ نہ ذاتی اور نہ عطائی!

○ قرآن میں اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کی زبانی یہ کہلواتا ہے کہ:

''اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی'' (الاعراف:۱۸۸)

یہ ترجمہ قاری محمد عبدالباریؒ نظامی کا ہے۔ علم غیب، خواہ وہ ذاتی ہو یا عطائی۔ ایک انسان آنے والی مصیبتوں اور نقصانات سے قبل از وقت آگاہی کی بدولت محفوظ ہو سکتا ہے۔ یہاں ''عطائی'' کی پیوند کاری بریلوی علماء کے لئے کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتی۔

○ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

''جائز ہے کہ غیر نبی۔ نبی سے بڑھ جائے۔ ان علوم میں کہ جن پر نبی کی نبوت موقوف نہ ہو''۔ (تفسیر کبیر)

○ اس مفہوم کی ایک حدیث ہے کہ تم دنیا کی باتوں کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ (مسلم ج۲)

باب (۵)

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کی حقیقت

بریلوی عقیدہ

حاجت روا اور نافع وضار کا عالم الغیب ہونا ضروری ہے۔ اس لیئے بریلوی اور نظامی علماء کے لیئے یہ بات لازم ہو جاتی ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو ہمہ دانی اور علم غیب کامل سے متصف کریں۔ یعنی ایک شرک کو ثابت کرنے کے لیئے دوسرے شرک کا سہارا لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہاں ہم رسول اللہ ﷺ کے علم غیب سے مُتعلقہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا صرف ایک بیان نقل کرکے آگے بڑھ جاتے ہیں:

○ ''حضور ﷺ کو تمام ما کان وما یکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم ہے''۔ (خالص الاعتقاد ص ۵)

اگر آپ نعوذ باللہ یہ بھی لکھ دیں کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ علم حاصل ہے تو اس دنیا میں آپ کا کون کیا بگاڑ سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ ہوتا تو کوئی اور بات تھی۔ وہ دن بھی دور نہیں جبکہ بریلوی علماء حضورِ اکرم ﷺ کو ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ سے بڑا ثابت کر دیں۔!

لوح محفوظ کی حقیقت

لوح محفوظ کیا ہے؟ اس کا جتنا زیادہ اور صحیح علم ہوگا اس کے بقدر مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ عقیدہ کی گمراہی واضح ہوگی۔ لوح محفوظ کے بارے میں عظیم محقق اور اہل قلم مولانا

غلام حقانی اپنے ایک مضمون ''ومن یعظم شعائر اللہ''میں رقمطراز ہیں:

○ ''لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ کی ساری منصوبہ بندی ابتدائے آفرینش سے قیامت تک پیش آنے والے واقعات اور سارے آسمانی صحائف درج ہیں''۔

(روزنامہ منصف حیدرآباد یکم اپریل ۲۰۰۸ء)

○ لوح محفوظ کے بارے میں ''قاموس القرآن'' میں ہے:

''جس میں تمام واقعات وحوادث مکتوب ہیں اور احکام وشئون اِلٰہیہ رقم کیے جاتے ہیں۔ اور کمی بیشی اور تحریف وتبدیل سے محفوظ و مامون ہے'' لوح محفوظ کا طول اتنا ہے جتنا آسمان وزمین کا فاصلہ اور عرض اتنا جتنا مشرق ومغرب کا درمیانی بعد''۔ (قاموس القرآن ص ۴۶۲)

اب ذرا لوح محفوظ کی اس حقیقت کے پیش نظر غور کیجئے کہ بھلا حضور اکرم ﷺ کو فرائض رسالت اور ہدایت ادا کرنے کے لیئے اس کائنات میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے۔ اور تمام لوح محفوظ ہی کا نہیں بلکہ اس سے زائد کے علوم اور غیوب کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آپؐ کو فرائض پیغمبری ادا کرنا تھا نہ کہ فرائض خدائی؟ اسی لیئے حضورؐ کی عبدیت اور بشریت کا قرآنی عقیدہ بریلوی اور نظامی علماء کے حلق سے نہیں اُترتا، ان کا بس چلے تو قرآن کی وہ بکثرت آیات جن سے رسول اللہ ﷺ کی ہمہ دانی اور علم غیب کامل کی نفی اور تردید ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ نکال کر پھینک دیں۔!

اگر کوئی چیز حقیقت میں موجود ہی نہیں ہے اور وہ وقوع میں نہیں آئی اور حضورؐ جس صفت سے متصف ہی نہ تھے تو اسے بعطائے اِلٰہی کہہ دینے سے وہ عدم سے وجود میں نہیں آجاتی۔ اس کا عملاً موجود اور امر واقع ہونا ضروری ہے۔ اور جو صفات اور خصوصیات رسول اللہ ﷺ میں قرآن اور احادیث کے مطابق موجود ہیں۔ ان کی بالذّات ہونے کی نفی کرنے کی ضرورت ہوگی اور نہ یہ کہنے کی کہ فلاں صفت آپؐ میں بعطائے اِلٰہی موجود ہے۔ کسی کے کہے یا لکھے بغیر وہ من جانب اللہ ہی سمجھی جائیگی، جبکہ مشرکین تک اپنے معبودوں کی صفات حاجت

روائی کو بالذّات نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ انبیاء اور بزرگوں میں صفات حاجت روائی من جانب اللہ ہے۔ جس میں علم غیب بھی شامل ہے۔ جو چیز سرے سے موجود ہی نہ ہوا سکے وجود کو ثابت کرنے من جانب اللہ کا جعلی اور مصنوعی ٹھپہ لگا دینے سے وہ وجود میں نہیں آجاتی۔ اس کا عدم، عدم ہی رہے گا، اور جو چیز رسول اللہ ﷺ میں موجود ہوگی وہ من جانب اللہ ہی تسلیم کی جائے گی۔ اب آپ آئندہ صفحات میں دیکھتے جائیے کہ بریلوی عقیدہ علم غیب کے قرآن، حدیث اور علمائے سلف کی روشنی میں کس طرح پرخچے اُڑتے ہیں!

بریلوی علماء میں حضور ﷺ کی ہمہ دانی کا اِختلاف

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کامل اور ہمہ دانی کا عقیدہ۔ اگر چہ کہ وہ بالذّات نہیں بلکہ من جانب اللہ ہو اس قدر غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ اس عقیدہ کے ساتھ نہ کوئی قرآن کی صحیح تفسیر کرسکتا ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی سیرت لکھ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بریلوی علماء کے درمیان رسول اللہ ﷺ کی غیب دانی کے بارے میں تضادات اور اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ حضور ؐ کو علم غیب کامل مکی دور میں نہیں بلکہ مدنی دور میں عطا کیا گیا۔ جب بات یہاں بھی نہ بن سکی تو کہا گیا کہ نہیں جی! حضورؐ کو علم ما کان وما یکون وفات سے کچھ مدت پہلے دیا گیا تھا۔ لیکن اس خیال کو بھی نبھایا اور سنبھالا نہیں جا سکتا۔ مرض الموت کے زمانے میں بھی ایسے واقعات پیش آئے جن سے حضور کی ہمہ دانی کی نفی ہوتی ہے۔ مثلاً آپ کا بار بار یہ دریافت کرنا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ وغیرہ۔

مولانا ارشد القادری کا مغالطہ

○ ''انھیں (یعنی حضرت پالن حقانی کو) اچھی طرح معلوم ہے کہ حضور ﷺ کے لیئے جو علم غیب ہم مانتے ہیں وہ عطائی ہے۔ یعنی خدا کی عطا سے ہے۔ لیکن اُنھوں نے ان تمام آیتوں کو جن میں مخلوق کے لیئے علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔ علم غیب عطائی کے اِنکار میں پیش کیا

ہے۔اس طرح اُنھوں نے اصل حقیقت کو چھپا کر آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی مذموم کوشش کی ہے۔" (شریعت ص ۱۷)

مولانا ارشد القادری ہوں یا کوئی اور، عطائی لکھنے اور سمجھنے سے رسول اللہ ﷺ کو علم غیب کامل نہیں مل جاتا۔ یہ دین وعطا من جانب اللہ ہونا چاہئے۔ کاغذ اور دماغ میں نہیں۔ اگر آپ حضورؐ کو ہمہ داں بالعطائے ربانی سمجھتے ہیں تو کوئی کمال اور امتیاز کی بات نہیں کرتے۔ اس لیئے کہ مُشرکین عرب بھی جو رسول اللہ ﷺ کے اولین مخاطب تھے۔ انبیاء اور خدا کے مقرب بندوں کو بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا سے ہی سمیع الدُعا، عالم الغیب اور نافع و ضار سمجھتے تھے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو من جانب اللہ جمیع علم ماکان وما یکون حاصل ہوتا اور آپؐ عالم الغیب ہوتے تو آپؐ تکالیف اور نقصانات سے پیشگی علم وآگاہی کی بدولت محفوظ ہو جاتے اور آپ کو کفار وغیرہ کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ لیکن آپؐ کی زندگی ایسی نہ تھی خود رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

○ "سب سے زیادہ مُبتلائے مصائب انبیاء کرام ہوتے ہیں اور ان کے بعد درجہ بہ درجہ اہل فضل وکمال، ایک اور حدیث میں حضورؐ نے فرمایا:

"اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا۔ اور اللہ کے راستہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا۔ اور ایک دفعہ تین دن ورات مجھ پر اس حال میں گزرے کہ میرے اور بلالؓ کے لیئے کھانے کے لیئے کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے۔ بجز اس کے کہ جو بلالؓ نے اپنی بغل میں دبا رکھا تھا۔ (ترمذی)

اگر رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ علم غیب کامل اور حاجت روائی کی جملہ صفات اور قدرتیں عطا فرما دیتا جیسا کہ بریلوی علماء کا یہ دعویٰ اور عقیدہ ہے۔ تو آپؐ ان مصائب اور مُشکلات میں مبتلا نہ ہوتے۔ بلکہ اپنے پیشگی علم اور قدرتوں کی بدولت ان تکالیف سے محفوظ ہو جاتے!

پالن حقانی ہوں یا کوئی اور توحید وسنت کا حامل عالم اسے حضورؐ کی ہمہ دانی سے متعلقہ

آیات کی غلط تعبیر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مسئلہ پالن حقانی کی تفسیر بالرائے کا نہیں بلکہ مولانا ارشد القادری اور دیگر بریلوی علماء کی قرآن سے جہالت، کم علمی اور غلط فہمی کا ہے۔ قرآن کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ ﷺ کو دین سے متعلقہ علوم وغیوب دئے گئے اور بطور معجزہ دور نبویؐ اور مستقبل میں پیش آنے والے چند واقعات کا بھی علم دیا گیا۔ اس عطائی لیکن جزوی اور غیر کامل علم کا کسی کو انکار نہیں ہے جو ایک مخصوص دائرہ کے اندر محدود ہے۔ قرآن اور حدیث میں جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے اس کا تعلق ماکان وما یکون کے علم غیب کامل سے ہے کہ حضورؐ ہمہ داں ہیں۔ اور آپؐ کے علم سے ماضی، حال اور مستقبل کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ اس مشرکانہ اور خلاف قرآن عقیدہ کے بریلوی علماء قائل ہیں۔ جس کی قرآن، حدیث اور فقہ اور جلیل القدر علمائے سلف وخلف کی کتابوں میں پرزور طور پر نفی اور تردید کی گئی ہے۔

دو آیات سے اِستدلال

قرآن میں ایسی بکثرت آیات ہیں جن سے شرک اور حضور اکرم ﷺ کی ہمہ دانی کے گمراہ عقیدہ کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ یہاں میں ایسی دو آیتیں پیش کرتا ہوں جن کی بریلوی مکتبہ فکر کے علماء اپنے شرک کی تائید میں کسی باطل تاویل سے عاجز ہیں اور مکمل طور پر ان آیات کی مضبوط گرفت میں آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ سے کہلواتا ہے کہ:

○ ”اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو میں بہت سامنافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہ ہوتی۔ میں تو صرف ڈرانے والا اور خوشخبری سُنانے والا ہوں“۔ (الاعراف۔۱۱۸)

اس آیت کی من مانی اور آزادانہ تفسیر نہیں کی جاسکتی۔ اس کا مطلب قرآن کی دیگر آیات، احادیث اور سیرت النبیؐ کی روشنی میں صاف سیدھا یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کو بالذّات علم غیب تو نہیں تھا جس کے بریلوی اور نظامی علماء بھی قائل ہیں رہا عطائی اور من جانب اللہ علم غیب کامل اور ہمہ دانی تو وہ بھی اس آیت کی رو سے حاصل نہ تھی اگر حضورؐ کو کسی بھی صورت

اور ذریعہ سے علم غیب کامل حاصل ہوتا تو آپؐ قبل از وقت علم وآگاہی کی بدولت آنے والے نقصانات سے محفوظ ہو جاتے اور اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق فائدے ہی فائدے حاصل کر لیتے۔ جتنے علم اور قدرت کا اس آیت میں من جانب اللہ تذکرہ کیا گیا ہے اس کا تعلق وحی کے ذریعہ کار نبوت سے متعلقہ ضروری علم سے ہے۔ فریضہ رسالت ادا کرنے کے لیئے ہمہ دانی اور علم غیب کامل کی حضورؐ کو ضرورت بھی نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو علم اور قُدرت کاملہ نہ ہونے کے سبب آپ کو اپنے اہل خانہ اور مُسلمانوں کو بکثرت جانی، مالی، دینی اور دُنیاوی انفرادی اور اجتماعی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضورؐ میں تمام قدرتوں اور جمیع علوم کو ماننا گویا آپ کو الف لیلوی اور دیومالائی ہستی تسلیم کرنا ہوگا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی ایسے نہ تھے جیسے کہ ایک ہمہ داں اور تمام قدرتوں کے مالک کی ہونی چاہئے، اِلا یہ کہ آپ کو منصب نبوت ادا کرنے کے لیئے اسی مناسبت سے مخصوص اور محدود علم اور چند معجزات دیئے گئے تھے۔ ورنہ آپؐ کی عام زندگی دوسرے انسانوں کی طرح فطری تھی۔ فوق الفطری نہیں۔ سورہ اعراف کی مذکورہ آیت کا بغور مطالعہ کیجئے۔ اسؐ آیت میں رسول اللہ ﷺ میں جس علم غیب کی نفی اور تردید کی گئی ہے۔ بریلوی علماء اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو وہ تمام علم غیب حاصل تھا جس کا مذکورہ آیت میں انکار اور تردید کی گئی ہے!

بریلوی علماء کے پاس نفی کے معنٰی اثبات اور اِثبات کا مطلب اِنکار کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس اُلٹی تعبیر کو سمجھنے کے لیئے بزرگوں کی عقیدت کا دل اور طریقت کا دماغ چاہئے۔ ہر جگہ علم شریعت کا سکہ نہیں چل سکتا! علم غیب ذاتی ہو یا عطائی۔ اس کے ذریعہ ایک انسان آنے والے نقصانات سے قبل از وقت آگاہی کی بنا پر محفوظ ہو کر فائدے حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے لیئے ذاتی اور عطائی کی تقسیم لغو اور مضحکہ خیز ہے! اگر میرے علم میں یہ بات آئے کہ فلاں چیز میں زہر ہے اگرچہ کہ وہ علم ذاتی ہو یا عطائی۔ کسی کا باخبر کرنا۔ میں اس چیز کو نہیں کھاؤں گا۔

کیا حضور ﷺ اللہ کے بنائے ہوئے فرشتہ تھے؟

سورہ اعراف کی مذکورہ آیت کی طرح قرآن میں ایک اور ایسی آیت ہے جس سے حضور اکرم ﷺ کی غیب دانی اور قدرت کاملہ کے عقیدہ باطلہ کی جڑ کٹ جاتی ہے:

○ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(اے نبیؐ!) کہو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں نہ میں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں''۔ (انعام۔۵۰)

اس آیت میں اس علم غیب کی نفی کی گئی ہے جو نبوت سے غیر متعلقہ دُنیاوی اور کامل ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں صاف الفاظ میں اس حقیقت کا واشگاف اِعلان کرا دیا ہے کہ حضورؐ کے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں۔ اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا ہی نہیں فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ میں علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ اگر بالفرض اس نفی کو علم غیب ذاتی قرار دیا جائے کہ آپ کو بعطائے اِلٰہی یا من جانب اللہ علم غیب کامل حاصل تھا تو کیا اسی آیت کے مطابق آپؐ فرشتہ بھی تھے؟ اس احمقانہ اور غیر علمی تاویل کے ساتھ کہ حضورؐ بالذات فرشتہ نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرشتہ بنایا تھا؟ جب رسول اللہ ﷺ کو بعطائے الٰہی خزانوں اور قدرتوں کے مالک اور عالم الغیب ثابت کیا جاسکتا ہے تو ایسی صورت میں فرشتہ ہونے کا یہاں انکار کس اُصول سے کیا جاسکتا ہے؟ یہاں پٹڑی اچانک کیوں بدل دی جاتی ہے اور حضورؐ کو من جانب اللہ عالم الغیب کی طرح فرشتہ کیوں نہیں مانا جاسکتا؟

احمد کہتا ہے کہ میں وکیل نہیں ہوں اور نہ میرے پاس علم طب ہے۔ اور نہ ہی میں پہلوان ہوں، احمد نے اس جملہ میں اپنے وکیل، ڈاکٹر اور پہلوان ہونے کی نفی اور انکار کیا ہے۔ کیا اس جملہ کا یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ احمد بالذّات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی وکیل بھی تھا اور ڈاکٹر بھی تھا۔ لیکن پہلوان نہیں تھا؟ یہاں احمد کے پہلوان ہونے کی نفی کس طرح کی جاسکتی ہے؟

حضور ﷺ دلوں کے حال سے واقف نہ تھے

رہنمائے دکن سے آغاز کتاب میں نقل کردہ مضمون کا مشرکانہ اور خلاف قرآن عنوان تھا:
''حضور ﷺ دلوں کا حال جانتے ہیں''۔ جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ حضورؐ دلوں کا حال نہیں جانتے تھے:

○ ''اور ان دیہاتوں میں جو تمہارے آس پاس بستے ہیں کچھ منافق ہیں اور خود مدینہ کے باشندوں میں بھی جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں (اے پیغمبر) تم انہیں نہیں جانتے (لیکن) ہم جانتے ہیں''۔ (توبہ۔۱۰۱)

یہ ترجمہ حضرت قاری محمد عبدالباری سابق اُستاد عربی جامعہ نظامیہ کا ہے۔ نفاق کا تعلق دل کی حالت سے ہے۔ اس آیت کے مطابق رسول اللہ ﷺ اپنے قرب وجوار کے منافقین سے واقف نہ تھے۔ آپؐ ان منافقین کو مسلمان ہی سمجھتے تھے۔ کوئی شخص حقیقت میں مسلمان ہے یا منافق۔ اس کا علم کچھ نہ کچھ منصب رسالت، دعوت اور تبلیغ سے ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود یہ علم غیب رسول اللہ ﷺ کو غیر ضروری اور غیر متعلقہ قرار دے کر عطا نہیں فرمایا۔ ایسی صورت میں قابل غور بات اور لمحہ فکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ تمام علم غیب (علم ما کان و ما یکون) حضورؐ کو کیوں عطاء فرمائے گا جس کا تعلق لوگوں کی دُنیاوی حاجت روائی اور مُشکل کُشائی سے ہے؟ جبکہ یہ کام اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے زیادہ بہتر طور پر تنہا انجام دے سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کو کسی شریک، معاون، واسطہ اور وسیلہ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے!

○ سورہ توبہ کی آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی (۶۴۱ھ) فرماتے ہیں:

''مطلب یہ ہے کہ (اے رسولؐ) آپ ان منافقین کو نہیں پہنچانتے (ہاں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم کو ان کی پوشیدہ باتوں کی اطلاع ہے۔ وہ اگر آپ کو فریب دینے پر قادر ہو گئے تو ہم کو وہ فریب نہیں دے سکتے''۔ (تفسیر بیضاوی)

اور ظاہر ہے کہ فریب وہی کھا سکتا ہے جس کے پاس غیب کا علم نہ ہو۔

حضور ﷺ آنے والی وحی سے واقف نہ تھے

○ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں اکابر صحابہ سے مشورہ لیا تھا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: ان کے قصور معاف کر دئے جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے انہیں قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مشورہ کے مطابق ان سے فدیہ لیکر آزاد کر دیا۔ اس کے بعد جو آیات نازل ہوئیں ان میں صرف حضرت عمرؓ کے مشورہ کی تائید اور رسول اللہ ﷺ سمیت تمام رایوں سے اختلاف کیا گیا:

○ ''پیغمبر کے لیئے سزاوار نہیں کہ اس کے قبضہ میں قیدی رہیں۔ جب تک کہ (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے'' (الانفال۔٦٧)

''اگر رسول اللہ ﷺ پہلے ہی سے قرآن سے واقف اور ہمہ داں ہوتے تو آپؐ کا فیصلہ قرآن کے موافق ہوتا''۔ (طبرانی، مکتوبات ٩٦ دفتر دوم از مجدد الف ثانیؒ)

○ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

''عام روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آکر صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ اسیران جنگ کے معاملہ میں کیا کیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ سب اپنے ہی عزیز و اقارب ہیں فدیہ لے کر چھوڑ دئے جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ کے نزدیک اسلام کے مسئلہ میں دوست و دشمن عزیز و بیگانہ کی تمیز نہ تھی۔ اس لیئے اُنھوں نے یہ رائے دی کہ سب قتل کر دئے جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی رائے پسند کی اور فدیہ لیکر چھوڑ دیا۔ اس پر خدا کا عتاب آیا اور یہ آیت اُتری:

''اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا جو کچھ تم نے لیا۔ اس پر بڑا عذاب نازل ہوتا''۔ (الانفال۔٩)

آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ یہ سن کر رو پڑے (سیرت النبی ج١)

اگر بریلوی علماء کا بس چلے تو وہ ان تمام آیات کو قرآن سے (نعوذ باللہ) نکال پھینک دیں۔ اس جاہلانہ اور ملحدانہ تصور کے ساتھ کہ اللہ میاں نے اُن آیات میں حضورؐ کی توہین اور تحقیر کی ہے۔

○ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

''اپنی دنیا کے اُمور کے بارے میں تم ہی اسے زیادہ جانتے ہو۔'' (مسلم)

○ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے بارے میں فرمایا کہ میں نے آپ کو علم، شعر و شاعری عطا نہیں فرمایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اشعار ٹھیک سے نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اشعار کو اُلٹ پلٹ کر دیتے، ان گھٹیا اور نبوت سے غیر متعلقہ باتوں سے حضورؐ کی ناواقفیت سے آپؐ کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جبکہ آسمان سے آپؐ کے پاس فرشتہ وحی لیکر آتا تھا۔ اور آپؐ پر قرآن جیسی کتاب نازل ہوئی۔ اور آپؐ افضل الانبیاء ہیں وغیرہ!

○ ''رسول اللہ ﷺ یہ دُعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ میں آپ سے اس علم کی پناہ مانگتا ہوں جو نفع بخش نہ ہو۔'' (مسلم)

○ ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں کہ نبیؐ میری رخصتی کے وقت تشریف لائے اور میرے قریب بیٹھ گئے۔ ہماری کچھ بچیوں نے دف بجانا شروع کر دیا۔ اور بدر کے روز شہید ہونے والے آباء پر مرثیہ کہنے لگیں۔ اسی دوران میں ایک بچی نے کہا: **وفینا نبی یعلم مافی غد** ہمارے درمیان وہ نبیؐ موجود ہیں جو آنے والے کل کی باتوں کو جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا: یہ بات چھوڑ دے اور مت کہہ اور جو بات پہلے کہہ رہی تھی وہی کہتی رہ''۔ (بخاری)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعریف ایسی ہونی چاہئے جس میں غلو اور شرک موجود نہ ہو۔ حضورؐ نے مذکورہ حدیث میں اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ آپؐ کو غیب جاننے والا کہا جائے۔

○ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

''جائز ہے کہ غیر نبی، نبی سے بڑھ جائے۔ ان علوم میں کہ جن پر نبی کی نبوت موقوف نہ ہو''۔ (تفسیر کبیر)

○ اس بات کو علامہ قاضی عیاض مالکیؒ نے اس طرح سے بیان فرمایا ہے:

''وہ علوم جن کا تعلق دنیاوی باتوں سے ہو۔ ان میں بعض کے نہ جاننے سے اور ان کے متعلق خلاف واقعہ اعتقاد قائم کرنے سے انبیاء کا معصوم ہونا ضروری نہیں۔ اور اس کو نہ جاننے کی وجہ سے ان پر کوئی دھبہ نہیں۔ کیوں کہ ان کی توجہ آخرت اور اس کی خبروں اور شریعت اور اس کے قوانین سے متعلق ہے اور دنیاوی باتیں ان کے برعکس ہیں۔'' (شفا ص ۲۵۴)

مذکورہ حضرات کا پیش کردہ عقیدہ بالکل صحیح اور احادیث پر مبنی ہے:

○ سورہ یٰسین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو شاعری کا علم نہیں دیا۔ اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے محمدؐ کو شاعری نہیں سکھائی۔ اور نہ شاعر ہونا آپ کے شایان شان ہی ہے''۔ (ابن جریر ج ۲۳ ص ۱۷)

یعنی علم شعر نبوت سے غیر متعلق ہے۔

○ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ کچھ لوگ ایک مقدمہ لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا:

''میں بھی ایک بشر ہی ہوں (انما انا بشرٌ) اور میرے پاس فریق (جھگڑے لے کر) آتے ہیں تو ممکن ہے کہ ایک فریق دوسرے کی نسبت گفتگو کا عمدہ سلیقہ رکھتا ہو اور میں (اس کی چرب زبانی سے) اس کو سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں اس لیئے جس شخص کو میں کسی مسلمان کا حق دلا دوں (حالاں کہ وہ اس کا حق نہیں) تو (اس کا لینا اس کے لیئے جائز نہیں) وہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہوگا۔ اب اگر اس کا جی چاہے تو اسے قبول کر لے یا چھوڑ دے''۔ (بخاری و مسلم)

○ اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

''(آپ کے اس ارشاد) انما انا بشر کا مطلب یہ ہے کہ علم غیب نہ ہونے میں۔ میں

بھی دوسرے انسانوں کی طرح ہوں"۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۸۵)

○ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو کھجور کے درختوں میں پیوند لگا رہے تھے تو آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو تو بھی ٹھیک ہے۔ (چنانچہ انہوں نے نہ کیا) تو کھجوروں نے ناقص پھل دیا۔ (چند دنوں بعد) آپ کا ادھر سے گزر ہوا تو فرمایا تمہاری کھجوریں کیسی رہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت اس قدر پھل کم لائیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا: (انتم اعلم بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ) اپنے دنیوی کاموں کو تم ہی زیادہ جانتے ہو"۔ (مسلم جلد ۲ ص ۲۶۴)

○ ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں بس انسان ہی ہوں، جب میں تمہیں تمہارے دین کی کسی بات کا حکم دوں تو اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جب میں تم کو اپنی رائے سے (دنیا کی) کوئی بات کہوں تو بس میں بشر ہی ہوں (اور میری) رائے ایک بشر کی رائے ہوگی"۔ (مسلم: ج ۲)

بریلوی علماء شرک سے بخوبی واقف ہیں

میرے خیال سے بریلوی حضرات رسول اللہ ﷺ کی بشریت اور علم غیب کے بارے میں قرآن و حدیث اور اجماع اُمت کے صحیح نقطۂ نظر سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ حق کیا ہے اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور دل سے مانتے بھی ہیں۔ لیکن دنیاوی مفادات کے پیش نظر زبان اور قلم سے ان حقائق کو تسلیم نہیں کرتے۔ اگر وہ عقیدہ توحید کو قبول کر کے شرک اور بزرگ پرستی کو چھوڑ دیں گے تو سجادہ نشینی، موروثی گدّی نشینی سے انھیں جو معاشی مفادات اور جاہلوں میں جاہ و حشمت، عزت اور توقیر حاصل ہے وہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اور ان کی کوئی اہمیت اور "بزرگی" باقی نہ رہے گی۔ نہ کوئی ان کے ہاتھ پیر چومنے والا رہے گا اور نہ ہی ان کی جیب گرم کرنے والا، یہ حدیث حوالہ کے ساتھ گزر چکی ہے کہ مسلمان قبر پرستی کو دنیا کمانے کا ذریعہ

بنائیں گے اوران کی زندگی قبروں کی آمدنی سے بڑے مزے میں گزرے گی! (مسلم)

○ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

''رسول اللہ ﷺ جب زندوں میں تھے اس وقت غیب نہیں جانتے تھے تو موت کے بعد کیسے جاننے لگے''۔ (جلد چہارم)

○ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں:

''قرآن میں جہاں کہیں (کسی چیز کے بارے میں) وما ادراك وارد ہوا ہے۔اس کی اِطلاع اللہ نے آپ کو دی ہے اور جن چیزوں کے بارے میں ومایدریك آیا ہے۔اس کی اطلاع اللہ نے آپ کو نہیں دی۔ اور وہ چیز اللہ نے آپ کو نہیں بتائی۔مثلاً قیامت کے بارے میں فرمایا:

''ومایدریك الایة اوراس کا معین وقت آپ پر ظاہر نہیں ہوا''۔ (غنیۃ الطالبین ص۴۷٦)

حضور ﷺ پیدائشی نبی نہ تھے

رسول اللہ ﷺ کی ہمہ دانی اور علم غیب کامل کی حقیقت سمجھنے اور سمجھانے کے لیئے درج ذیل آیات بھی انتہائی مفید اور نتیجہ خیز ہیں۔رسول اللہ ﷺ کومخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

○ آپؐ کو کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے''۔ (شوریٰ۔۵۲)

رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف جب چالیس سال کی تھی تو آپؐ منصب نبوت سے سرفراز کئے گئے اور وحی کے ذریعہ نزول قرآن کا آغاز ہوا۔اس سے پہلے آپؐ نہیں جانتے تھے کہ آپؐ نبی بنائے جائینگے اور آپؐ پر قرآن نازل ہوگا،جبکہ اس کے برخلاف بریلوی عقیدہ یہ ہے کہ آپؐ پیدائشی نبی ہیں اور آپؐ ماں کے پیٹ سے قرآن لے کر آئے اور یہ کہ حضورؐ فرشتوں سے پہلے پیدا کئے گئے وغیرہ ان تمام خودساختہ باتوں کی درج ذیل آیت سے نفی

اور تردید ہوتی ہے:

○ ''آپ اس بات کے ہرگز اُمیدوار نہ تھے کہ آپؐ پر کتاب نازل کی جائے گی''۔ (القصص۔۸٦)

یہی وجہ ہے کہ جب غار حرا میں پہلی بار حضرت جبرئیلؑ اچانک وحی لیکر آئے تو آپؐ پریشان ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ اپنے ایک عیسائی رشتہ دار ورقہ بن نوفل کے پاس آپؐ کو لے گئیں۔ اُنھوں نے حضورؐ سے غار حرا کا واقعہ سن کر کہا کہ وہ جبرئیلؑ تھے۔ اور آپ منصب نبوت پر سرفراز کئے گئے ہیں!

رسول اللہ ﷺ کو انبیائے سابقین کے واقعات کا علم نہ تھا

اللہ تعالیٰ قرآن کی بکثرت آیات میں انبیاء کرام کے واقعات سُنانے کے بعد حضور اکرم ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ کو ماضی کے ان واقعات کا علم نہ تھا۔ اس لئے کہ جائے وقوع پر آپؐ موجود نہ تھے۔ چونکہ آپؐ اُمی بھی ہیں۔ اس لیئے کسی تاریخی کتاب کے مطالعہ سے واقف نہ ہو سکے۔ ہم آپ کو غیب کی ان خبروں سے بذریعہ وحی واقف کرا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند آیات کا ترجمہ معہ تفسیر قاری محمد عبدالباری نظامیؒ پیش ہے:

○ حضرت مریمؑ کے واقعات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ سے فرماتا ہے:

''یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ جو ہم تمہارے پاس وحی کے ذریعہ بھیج رہے ہیں۔ اور یقیناً تم اس وقت ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ اپنے (اپنے) قلم (قرعہ کے لیئے) ڈال رہے تھے کہ مریمؑ کا سرپرست کون بنے اور تم اس وقت (بھی) نہ تھے جبکہ وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔'' (آل عمران۔۴۴)

○ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور بلاشبہ ہم نے تم سے پہلے (بہت سے) پیغمبر بھیجے۔ ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن

کے حالات ہم نے تم سے بیان کئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کئے''۔

(المومن۔۷۸)

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کی ہمہ دانی، علم غیب کامل، حاضر و ناظر ہونے کے عقیدہ کی نفی کے ساتھ اس عقیدہ باطلہ کی بھی تردید ہوتی ہے کہ آپؐ اُس وقت نبی تھے۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اور یہ کہ حضورؐ ماں کے پیٹ سے بحیثیت نبیؐ پیدا ہوئے وغیرہ۔

○ مذکورہ آل عمران کی آیت ۴۴ کی تفسیر میں حضرت مولانا قاری محمد عبدالباری نظامیؒ لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے ان تاریخی واقعات کا بیان اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپ سچے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ یہ سب واقعات آپؐ کو تعلیم دئے ہیں۔ کیونکہ آپ نہ تو اس وقت موجود تھے جب یہ واقعات پیش آئے۔ نہ آپ یہودی علماء کی طرح پڑھے لکھے تھے۔ اور نہ ہی ان کی صحبت میں رہ کر اُن کے علم سے اِستفادہ کرتے تھے۔ اب اس کے سوا کیا صورت ہوسکتی ہے کہ غیب کی ان خبروں کو عالم الغیب نے اپنے برگزیدہ پیغمبر آخرالزماںؐ پر وحی کے ذریعہ ظاہر فرمایا۔ حق پسند اور منصف لوگوں کی ہدایت کے لیئے یہ نشانی کافی ہے''۔ (تفسیر قاری محمد عبدالباری)

○ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات سُنانے کے بعد اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

''یہ قصّہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجتے ہیں۔ اور جب یوسف کے بھائی اپنا ارادہ پختہ کر چکے تھے اور خفیہ تدبیریں کر رہے تھے تو اس وقت تم ان کے پاس کھڑے نہ تھے۔'' (یوسف۔۱۰۲)

○ اس آیت کی تفسیر میں قاری محمد عبدالباری نظامیؒ لکھتے ہیں:

''لوگوں کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ اس قصّہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ سب

ایسے وقت کی باتیں ہیں جب آنحضرتؐ موجود نہ تھے۔ اور آپؐ اسی انداز میں پڑھے لکھے بھی نہیں ہیں کہ تاریخی واقعات کو جان لیتے۔" (تفسیر قاری محمد عبدالباری نظامی)

○ اس آیت سے بھی رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کامل اور حاضر و ناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے:

"اور (اے محمدؐ) تم (کوہ طور کی) مغرب کی جانب موجود نہ تھے۔ جبکہ ہم نے موسیٰ کے پاس حکم بھیجا تھا۔ اور نہ تم (اس واقعہ کے) دیکھنے والوں میں تھے۔" (القصص۔۴۴)

زید کو ماضی کے ایک واقعہ کا علم ہے۔ بکر جانتا ہے کہ زید اس واقعہ سے بخوبی واقف ہے۔ کیا اس کے باوجود یہ ممکن ہے کہ بکر زید کو یہ واقعہ سنائے۔ وہ بھی یہ کہتے ہوئے کہ چونکہ اُس وقت آپ جائے وقوع پر موجود نہ تھے اس لیئے آپ اس واقعہ سے لاعلم اور بے خبر ہیں۔ میں آپ کے علم میں یہ واقعہ لا رہا ہوں؟ کیا یہ ایک انوکھی۔ انہونی اور تعجب خیز بات نہ ہوگی؟ ایسی ہی باتوں سے بریلوی دین و شریعت بھری پڑی ہے۔!

مولانا قاری محمد عبدالباری نظامیؒ کے بیانات

زیر گفتگو عنوان کے تحت ہم نے تفسیر قاری محمد عبدالباریؒ سے متعدد تفسیری نوٹس نقل کیئے ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد عبدالباریؒ نے جامعہ نظامیہ میں اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کی اس کے بعد اسی جامعہ میں عرصہ دراز تک عربی کے استاد رہے۔ لیکن آخر یہ کیا بات ہے کہ ان کے عقائد موجودہ جامعہ نظامیہ کے خلاف اور توحید و سنت پر مبنی ہیں شرک، علم غیب، بشریت انبیاء، سمع موتی، استعانت بالاولیاء، مشرکین کے معبودوں اور ان کے شرک کے بارے میں ان کے تمام عقائد ٹھیٹ قرآن و سنت سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ان کا ایک بھی عقیدہ بریلوی، نظامی اور اشرفی خودساختہ اسلام سے میل نہیں کھاتا۔ اور وہ عقائد اور ایمانیات کے تعلق سے دیوبندی، ندوی، وہابی اور سلفی نظر آتے ہیں۔ اللہ قاری عبدالباری صاحب کی مغفرت فرمائے۔

ایک اور حقیقت

شرک و بدعت اور بریلوی شریعت چونکہ قرآن وسنت اور اجماع امت اور عقل وفطرت کے خلاف، تارعنکبوت اور شیشے کے گھر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے ان سے وابستہ اور ان کی جامعات سے فارغ شدہ علماء بعد میں ان سے دور، بے تعلق اور مخالف ہو جاتے ہیں۔ جامعہ نظامیہ میں جن علماء نے تعلیم حاصل کی تھی۔ میرے علم کے مطابق کثیر حضرات اس کے عقائد باطلہ سے اختلاف کرتے ہیں۔ مثلاً قاری محمد عبدالباریؒ، مولانا حمید الدین عاقل جسامی اور حافظ سید محمد علی حسینی مولوی کامل جامعہ نظامیہ۔ اسی طرح متعدد نظامی علماء تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی سے وابستہ ہو گئے۔ جیسے مولانا شریف نظامی جو نظامیہ کے شیخ الحدیث مولانا خواجہ شریف صاحب کے سگے بھائی ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم جو ایک زبردست داعی اسلام اور کثیر کتابوں کے عظیم مصنف تھے۔ حامل توحید تھے لیکن دیوبندی، ندوی اور اصلاحی اور سلفی علماء اور وہ حضرات جن کا تعلق جمعیت العلماء، تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی سے ہے۔ ان میں سے ایک بھی بریلوی اور نظامی علماء میں شامل ہوا اور نہ توحید وسنت کو چھوڑ کر شرک و بدعت کو اختیار کر لیا۔

حاصل تحقیق

○ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات سُنانے کے بعد اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرماتا ہے کہ:

”یہ واقعہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم وحی کے ذریعہ تمہاری طرف بھیجتے ہیں۔ اور اس سے پہلے نہ تم ہی اس کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم ہی اس سے واقف تھی“۔ (ھود۔۴۹)

اس آیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلقہ گھڑی ہوئی متعدد مُشرکانہ باتوں کا ابطال ہوتا ہے۔

(۱) اگر حضورؐ اُس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام ہنوز پیدا نہیں ہوئے تھے تو حضرت

نوحؑ کے واقعات کا آپؐ کو علم ہوتا۔

(۲) آپؐ حاضر وناظر بھی نہ تھے۔ جس ہستی میں یہ صفت ہوتی ہے۔ اسے خارجی علم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ خود اپنی آنکھوں سے ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتی ہے۔

(۳) اگر اللہ تعالیٰ حضور انور صلی اللہ ﷺ کو علم غیب کامل عطا کرتا تو ایسی صورت میں یہ نہ فرماتا کہ آپؐ کو اس واقعہ کا علم نہ تھا۔ ہم آپؐ کو اس واقعہ کا علم بذریعہ وحی دے رہے ہیں۔

(۴) رسول اللہ ﷺ وحی آنے سے پہلے ان علوم وغیوب سے واقف نہ تھے جن سے وحی کے بعد واقف ہوئے۔

(۵) آپؐ صحابہ کرامؓ اور مُشرکین کے سوالات کا جواب دینے کے لیئے وحی کا اِنتظار فرماتے تھے۔ اور وحی نہ آنے کی صورت میں بے چین اور غمگین ہو جاتے۔

ہمہ دانی کے منافی باتیں

○ ''جب حضرت جبرئیلؑ وحی سناتے تو رسول اللہ ﷺ اس خوف سے کہ کہیں کچھ بھول نہ جائیں۔ جبرئیل علیہ اسلام کے ساتھ ساتھ وحی کے الفاظ دُہرانے لگتے''۔

(بخاری ومسلم وغیرہ)

کیا ایک ہمہ دان اور عالم کل کے بارے میں یہ بات کہی جا سکتی ہے؟ جبکہ وہ پہلے ہی سے قرآن سے ہی نہیں بلکہ تمام علوم وغیوب سے واقف ہو!

○ ارشاد الٰہی ہے:

''ہم عنقریب آپؐ کو پڑھوا دیں گے۔ پھر آپ بھولیں گے نہیں''۔ (اعلیٰ۔۶)

○ ''آپ اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے۔ اس کو یاد کروا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ لہذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں۔ (ہمارا فرشتہ پڑھ رہا ہو) تو اس وقت آپؐ اس کی قراءت کو غور سے سنتے رہیں۔ پھر اس کا مطلب سمجھا دینا

بھی ہمارے ذمہ ہے"۔ (القیامہ۔۱۶تا۱۹)

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب ما کان و ما یکون کے بارے میں جوالم غلم، غلط سلط اور گمراہی کی باتیں بریلوی علماء کی کتابوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ مذکورہ آیات سے ان سب کی نفی اور تردید ہوتی ہے۔ یہ باتیں اُس ہستی سے کس طرح کہی جاسکتی ہیں جو پہلے ہی سے قرآن سمیت من جانب اللہ تمام باتوں سے واقف ہو۔! قرآن میں رسول اللہ ﷺ کی ہمہ دانی کی نفی میں کثیر آیات ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان آیات میں علم غیب عطائی کی نہیں بلکہ علم غیب ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ نیز قرآن میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو علم غیب کامل عطا فرما دیا ہے اور آپ سے غیب کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے اور نہ ہی حضورؐ نے کسی آیت میں اس بات کا اعلان اور اظہار فرمایا کہ مجھے علم ما کان و ما یکون حاصل ہے۔ یہی حال وفات کے بعد تصرفات کی قدرت کا ہے، بلکہ قرآن میں مختلف انداز اور طریقوں سے علم غیب کامل اور تصرفات انبیاء کی نفی اور تردید کی گئی اور صرف خدا سے دُعا اور فریاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے!

○ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور ہم نے ان (رسول اللہ ﷺ) کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ ان کے شایان بھی نہیں"۔ یعنی آپ ﷺ کے لائق نہیں ہے۔ (یٰسین ۶۹)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا قاری محمد عبدالباری نظامیؒ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو شعر کی تعلیم نہیں دی۔ کیونکہ یہ بات آپؐ کی شان کے خلاف ہے۔ آپ کو تو قرآن مجید سکھایا گیا"۔ (تفسیر قاری محمد عبدالباری)

بریلوی علماء کی شرک اور قبر پرستی کی وجہ سے عقل ماری گئی ہے اور وہ توحید سے متعلقہ حقائق کو سمجھنے سے قاصر اور معذور ہو گئے ہیں۔ ان کے ہاں نہیں دیا کا مطلب دیا۔ نہیں جانتا کے معنیٰ جانتا۔ نہیں معلوم سے مُراد معلوم اور قُدرت نہیں ہے کا مفہوم قدرت ہے۔ پایا جاتا ہے!

حضور ﷺ روح کی حقیقت سے واقف نہ تھے

○ سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ آپ اس سلسلے میں اتنا فرما دیجئے کہ روح امر ربی ہے۔ اس لئے کہ آپ کو جو علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپؐ روح کی حقیقت سے واقف نہ تھے۔'' (تفسیر مدارک جلد۲)

روح سے متعلقہ تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ یوم قیامت سے واقف نہ تھے

○ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''بلاشبہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے۔ اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو (حاملہ) کے پیٹ میں ہے۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بلاشبہ اللہ ہی جاننے والا (اور باخبر ہے)''۔ (لقمان:۳۴)

مسئلہ تقدیر کو موضوع بحث بنانا

مسئلہ روح عقیدہ اور ایمان میں داخل نہیں ہے۔ لیکن تقدیر کا تعلق عقیدہ اور ایمان سے ہے۔ جس کا ذکر ایمان مفصل میں ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس مسئلہ پر بحث کرنے اور اسے موضوع گفتگو بنانے سے رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع فرما دیا ہے۔ اس لئے کہ اس کا کوئی عملی اور اُخروی فائدہ نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ ہم تقدیر کے بارے میں بحث و تکرار کر رہے تھے کہ نبی علیہ السلام ہمارے پاس آپہنچے اور ہماری باتوں کو سن کر آپ کا چہرہ غصے سے ایسے سرخ ہو گیا

جیسے آپ کے رخساروں پر انار نچوڑا گیا ہو۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں انہی باتوں کا حکم دیا گیا ہے؟ کیا مجھے یہی کچھ دے کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہے؟ تم سے پہلے لوگ بھی اس چیز میں اختلاف کا شکار ہو کر ہلاک ہوتے تھے۔ میں تمہیں سختی سے حکم دیتا ہوں کہ اس معاملہ میں بحث و تکرار مت کرو"۔ (متفق علیہ)

جب مسئلہ تقدیر پر بحث کرنا منع ہے جبکہ اس کا تعلق ایمانیات سے ہے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسئلہ روح پر بحث کرنا کس قدر منع ہوگا جس کا تعلق ایمانیات سے بھی نہیں ہے۔ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کو تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ روح کے بارے میں بس اتنی بات جاننا کافی ہے کہ اس کی موجودگی میں جان دار زندہ رہتا ہے اور جب وہ جسم سے نکل جاتی ہے جاندار پر موت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود گمراہ علماء و مشائخ نے روح کی بنیاد پر شرک کی عمارت کھڑی کر دی اور مُردوں اور اہل قبور میں روح کے تعلق سے بھانت بھانت کے گمراہ عقائد و تصورات اور اوہام و خرافات گھڑ لئے! قرآن میں روح کے بارے میں جتنی بات کہی گئی ہے اس پر اکتفا کر کے خاموشی اختیار کی جاتی تو مسلمان شرک، بزرگ پرستی اور قبر پرستی سے محفوظ ہو جاتے!

عظیم محقق اور اہل قلم مولانا غلام حقانی اپنے مضمون "پانچ اُمور غیب" میں سورہ لقمان کی مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں:

قیامت کا علم، پہلا امر غیب: پانچ اُمور غیب میں سب سے اہم امر غیب قیامت کا علم ہے اور اس امر کی مفتاح اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی مرحمت نہیں فرمائی حتیٰ کہ اپنے مقرب فرشتوں کو بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب رسول اور بندے محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی نہیں جیسا کہ سورہ اعراف کی آیت نمبر 187 سے ظاہر ہے:

"یہ لوگ آپ ﷺ سے قیامت کے تعلق سے سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔ آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کو ہے۔ اس کو اُس کے وقت پر

سوائے اس کے اور کوئی ظاہر نہیں کریگا۔ وہ آپ ﷺ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا کہ آپ ﷺ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ آپ ﷺ فرمادیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔ (روزنامہ منصف حیدرآباد۔۵ رمئی ۲۰۰۸ء)

○ اس آیت کی تفسیر میں مولانا قاری محمد عبدالباری نظامیؒ لکھتے ہیں

''روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ بتاؤ قیامت کب آئے گی اور میں نے زمین میں بیج ڈالا ہے بتاؤ بارش کب ہوگی اور میری عورت حاملہ ہے بتاؤ اس کے لڑکا ہوگا یا لڑکی ...... اس کے جواب کے لیئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ یہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں''۔ (تفسیر قاری محمد عبدالباری)

بریلوی علماء کا یہ علمی تماشہ کہیئے یا ہٹ دھرمی اور نامعقولیت جن جن آیات میں رسول اللہ ﷺ اور خدا کے برگزیدہ بندوں میں حاجت روائی کی صفات اور قدرتوں کی نفی اور تردید کی گئی ہے۔ ان کا رُخ وہ بالذّات کی طرف موڑ دیتے ہیں یعنی ان آیات میں عطائی یا باذن اللہ کی نہیں بلکہ ذاتی صفات اور اختیارات کی نفی کی گئی ہے۔ یہ کئی لحاظ سے غلط تاویل ہے۔ آیات کے شان نزول اور سیاق کلام اور سلسلہ بیان کے لحاظ سے وہاں یہ تاویل فٹ ہی نہیں ہوتی بلکہ غلط، غیر مناسب اور بے تکی نظر آتی ہے۔ ہم نے ایسے مقامات پر بریلوی تاویل بالذات کی غلطی ثابت کردی ہے۔ مثلاً ایک آیت میں رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ یہ کہلواتا ہے کہ:

○ ''اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سا منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہ ہوتی۔'' (اعراف۔۱۸۸)

علم غیب ذاتی ہو یا عطائی اس سے ایک انسان منافع حاصل کرسکتا اور آنے والے نقصانات سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

○ رسول اللہ ﷺ نے ایک منافق کے ساتھ ستر جلیل القدر قاری بھیج دیئے۔ جس نے کہا تھا کہ اسے تبلیغ اسلام کے لئے مبلغین چاہئے اور راستہ میں اس نے دھوکہ سے سب صحابہ

کرامؓ کو شہید کروادیا'' (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں جب قراء شہید کئے گئے تو آپؐ نے (مسلسل) ایک ماہ تک دعائے قنوت پڑھی، اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس موقعہ سے بڑھ کر شدت غم میں ڈوبا ہوا نہیں دیکھا۔ (بخاری شریف۔ کتاب الجنائز)

یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضورؐ ہمہ داں اور لوح محفوظ سے بھی زیادہ علوم وغیوب اور تصرفات کے حامل ہونے کے باوجود مذکورہ بھاری نقصان ہوا اور آپؐ دھوکہ باز کفار کے لئے ایک مہینہ تک بددُعا دیتے رہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ ستر جلیل القدر قاری صحابہ کو جانتے بوجھتے اور عمداً دھوکہ باز قاتلوں کے ساتھ بھیج دئے تھے؟ اس کے بعد وہ واقعہ بھی پیش آیا جو بخاری شریف کی مذکورہ حدیث میں جس کا تذکرہ ہے؟

- آپؐ نے ایک یہودی کے ہاں زہر آلود کھانا کھالیا۔ جس سے ایک صحابی موقع پر شہید ہوگئے اور وفات کے وقت زہر نے آپ پر بھی اثر دکھایا''۔ (ابوداؤد)
- منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی۔ آپ ایک ماہ تک سخت پریشان رہے۔ ایک ماہ بعد اللہ بذریعہ وحی حضرت عائشہؓ کو بری کیا اور آپ کی پریشانی دور ہوئی''۔ (بخاری)

درج ذیل آیت سے بھی اس عقیدہ کی تردید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو علم غیب کامل عطا فرمادیا تھا:

- ''تجھ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا قائم ہونا کب ہے۔ تو جواب دے کہ اس کا علم تو صرف میرے پرودگار کے پاس ہی ہے''۔

''وہ اس طرح تجھ سے دریافت کر رہے ہیں کہ گویا تو اس سے واقف ہے۔ صاف صاف کہدے کہ اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے''۔ (اعراف۔۱۸۷)

اگر اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو علم غیب کامل عطا فرماتا۔ جس میں قیامت کا دِن بھی

شامل ہے کہ وہ کب وقوع میں آئے گا۔ تو وہ حضورؐ کے علم قیامت کے بارے میں مذکورہ آیت نازل نہ فرماتا۔ اگر حضورؐ علم قیامت سے واقف ہوتے۔ اور آپؐ کا یہ علم ذاتی نہیں بلکہ جیسا کہ بریلوی علماء کہتے ہیں عطائی اور من جانب اللہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ سے یوں نہ فرماتا کہ:

"وہ اس طرح تجھ سے دریافت کر رہے ہیں کہ گویا تو اس سے واقف ہے"۔

- کیا علم ملنے کے بعد بھی کوئی لاعلم اور ناواقف رہتا ہے؟

رہنمائے دکن کے ایک مضمون سے

○ روزنامہ رہنمائے دکن میں: "اختلاف مذہبی پر نفرت کی ممانعت اور قرآن" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس کے ایک حصّے سے رسول اللہ ﷺ کی ہمہ دانی اور علم غیب کامل کی تردید ہوتی ہے:

"اللہ تعالیٰ کی محبت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ مسجد نبویؐ میں حضور اکرمؐ سردار قبائل میں بیٹھے تبلیغ فرمارہے تھے کہ ایک نابینا بھی وہاں کچھ پوچھنے کیلئے آ گیا۔ حضور اکرمؐ نے یہ سمجھ کر کہ یہ سردار ہیں ایمان لے آئے تو اسلام کو تقویت پہنچے گی اس کی طرف مخاطبت میں کچھ دیر کر دی اسی وقت وحی نازل ہوئی:

○ "(ترجمہ) تمہارے پاس ایک نابینا آیا اور تم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تم محض رسول اور ایلچی بنا کر بھیجے گئے ہو، داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ تمہارا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے ایمان دینا نہیں ہے، تمہیں دلوں کی حالت کیا معلوم ہے اس نابینا کے دل میں اسلام کی زیادہ تڑپ ہے یا ان سرداروں کے دل میں ہے۔ جب سرکار مدینہ کیلئے یہ فرما دیا جاتا ہے کہ تم داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے تو ہماری تو ہستی ہی کیا ہے"۔ (رہنمائے دکن ۲۱ر نومبر ۲۰۰۰ء)

مذکورہ ترجمہ اور تفسیر سے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ہمہ دانی کی نفی ہوتی ہے۔ بلکہ

اس کے ساتھ اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ کے ہاتھ اور اختیار میں ہدایت نہ تھی کہ جسے چاہیں آپؐ ہدایت دے کر مسلمان بنا دیں۔ رسول اللہ ﷺ جب اپنی زندگی میں داروغہ نہ تھے تو وفات کے بعد کس طرح داروغہ بن گئے؟ حضورؐ کو داروغہ اللہ نے بنایا ہے یا کاغذ پر بریلویوں نے؟

ایک بریلوی عالم کی تقریر سے

رمضان المبارک کے دوران میں ایک ایسی مسجد کے سامنے سے گزر رہا تھا جو بریلوی مسلک کی ہے اور جس پر مسجد اہل سنت والجماعت لکھا ہے ایک عالم صاحب نماز تراویح کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ ایک رات نماز تراویح پڑھنے کے لئے صحابہ کرامؓ حسب سابق مسجد نبویؐ میں آ کر بیٹھ گئے۔ جب کافی انتظار کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ مبارک سے مسجد میں تشریف نہیں لائے۔ صحابہ کرام نے اس خیال سے کہ حضورؐ کو ہماری آمد کی اِطلاع نہ ہوگی۔ آپؐ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے اور اپنی موجودگی سے باخبر فرمانے کھانستے اور مختلف آوازیں نکالتے رہے"۔

یہ واقعہ کتب حدیث اور سیرت میں دیکھا جاسکتا ہے، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو علم غیب حاصل نہ تھا۔ ورنہ وہ مسجد نبویؐ میں اپنی موجودگی کی اطلاع دینے کے لئے آوازیں نہ نکالتے، بلکہ یہ سمجھ کر خاموش بیٹھے رہتے کہ حضورؐ چونکہ عالم الغیب ہیں۔ اس لیئے آپؐ کو اس غیب دانی سے ہماری موجودگی کی اِطلاع مل گئی ہے۔ اس قسم کے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں پچاسوں واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کو غیب کا علم نہ تھا۔ مگر اتنا ہی جتنا کہ منصب رسالت ادا کرنے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے دینا ضروری اور مفید سمجھا اور یہ علم غیب ہم اہل دنیا کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیئے ناکافی ہے۔ ویسے دُعاؤں کو سننے اور قبول کرنے کے لیئے صرف علم غیب کافی نہیں۔ اس کام کے لیئے لامحدود قوتوں، قدرتوں، صِفات اور اختیارات کی ضرورت ہے جو رسول اللہ ﷺ میں نہ

حیات دُنیوی میں موجود تھیں اور نہ اب عالم برزخ میں پائی جاتی ہیں۔

درج ذیل عنوان سے ایک مضمون رہنمائے دکن میں شائع ہوا تھا:

ضیاء القرآن

حضرت علامہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ فاضل جامعہ ازہر

علیم غیب رسول اللہ ﷺ

"اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب (۱) پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے" (سورہ جن۔ آیت ۲۵، ۲۶)

تفسیر۔ قرآن کریم کی آیات کا مفہوم بیان کرتے وقت ضروری ہے کہ انسان اس بات کا خیال رکھے کہ آیات کا ایسا مفہوم اور تشریح نہ بیان کی جائے جو قرآن کی دوسری آیات کے سراسر خلاف ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اختلاف نہیں پایا جاتا جن آیات میں علم غیب کی نفی ہوئی ہے اس سے مراد ذاتی طور پر نہیں جاننا مراد ہے۔ اللہ کی عطا سے حضور اکرم ﷺ غیب کی باتوں کو جانتے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہے۔ لیکن واضح رہے کہ امام الاولین والاخرین ﷺ کا علم مبارک خداوند کریم کے علم کی طرح قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔ اللہ کے سکھانے سے حاصل ہوا۔ نیز حضور ﷺ کا علم خداوند کریم کے علم کی طرح ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔ یعنی اللہ کے عطا کرنے سے حاصل ہوا۔ نیز اللہ تعالیٰ کے علم کی طرح غیر

---

(۱) قرآن کی دوسری آیات کی روشنی میں یہ غیب کامل نہیں بلکہ بعض اور محدود ہوگا جو منصب رسالت سے مناسبت رکھتا ہے۔ تمام ایمانیات توحید، نبوت اور آخرت سے متعلقہ اُمور، میدان حشر کی باتیں جنت اور دوزخ کا تذکرہ، انبیاء سابقین کے بعض واقعات اور بطور معجزہ مستقبل کی بعض پیشن گوئیاں اور علامات قیامت۔ یہ سب اُمور غیب کے دائرہ میں آتے ہیں۔ اس آیت میں نبوت سے متعلقہ ان ہی علوم اور غیوب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس محدود علم کو کامل نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ منصب نبوت ادا کرنے کے لئے جمیع ما کان وما یکون کی ضرورت ہے۔

متناہی اور لامحدود نہیں بلکہ متناہی اور محدود ہے۔

اب جو حضرات علم غیب نبی کا بالکل انکار کرتے ہیں وہ درحقیقت قرآن فہمی سے محروم ہیں کیونکہ قرآن مجید کی آیات مندرجہ بالا علم عطائی کا اعلان کر رہی ہے اور احادیث نبوی میں اس کا ثبوت موجود ہے''۔ (رہنمائے دکن ۵رنومبر ۲۰۰۷ء)

اس غلط اور گمراہ مضمون کی اشاعت کے بعد میں نے مدیر رہنمائے دکن کو برائے اشاعت ایک مراسلہ روانہ کیا تھا۔لیکن وہ شائع نہیں کیا گیا یا کسی نامعقول وجہ کے سبب شائع ہو نے نہیں دیا گیا۔ رہنمائے دکن کے دینی صفحات پر بریلوی اور نظامی عقائد کے علماء کا تسلط ہے۔جس میں شرک و بدعت پر مشتمل مضامین بکثرت شائع ہوتے رہتے ہیں جبکہ اس کے مدیر اعلیٰ ایک تعلیم یافتہ۔سنجیدہ اور باشعور مسلمان نظر آتے ہیں جن کے دل میں ملت اسلامیہ کا درد ہے۔حیدرآباد کے دوسرے مشہور و قدیم اخبارات میں اس قسم کے اختلافی ،نزاعی یک طرفہ اور دِل آزار مضامین شائع نہیں ہوتے۔میں نے ایک دن مدیر رہنمائے دکن جناب سید وقارالدین صاحب کو فون پر عرض کیا کہ روزنامہ سب کا ہوتا ہے۔وہ کسی مخصوص مسلک کا نمایاں ترجمان نہیں ہوتا۔لیکن رہنمائے دکن میں بریلوی مسلک کی ترجمانی کی جاتی ہے۔اخبار آپ کا ہے جو چاہیں آپ کر سکتے ہیں۔لیکن جب کسی گمراہ مضمون کا آپ کے پاس جواب آئے تو آپ کو اسے شائع کرنا چاہیئے۔اُنھوں نے فون پر جواب دیا تھا کہ رہنمائے دکن کسی خاص مسلک کا ترجمان نہیں ہے۔اگر کسی قابل اعتراض مضمون کا آپ جواب ارسال کریں گے تو اسے بھی شائع کیا جائے گا ۔اس کے بعد تین تنقیدی اور جوابی مضامین روانہ کئے گئے لیکن ان میں سے ایک بھی شائع نہیں کیا گیا البتہ شرک و بدعت پر مبنی گمراہ مضامین کا سلسلہ برابر جاری ہے۔پتہ نہیں جوابی مضامین ایڈیٹر صاحب تک پہنچتے بھی ہیں یا نہیں۔میں نے مُدیر رہنمائے دکن سید وقارالدین صاحب کے نام خط میں یہ بھی لکھا تھا:ہوسکتا ہے کہ بریلوی مسلک کے مضامین سے آپ کا اخبار قبوری حلقوں میں خوب فروخت ہوتا ہوگا۔لیکن آپ کے پیش نظر یہ ناجائز تجارت نہیں بلکہ اپنی قبر اور آخرت ہونی

چاہئے۔ جامعہ نظامیہ کے علماء آپ کی آخرت برباد کرر ہے ہیں۔ شرک و بدعت کی اشاعت سب سے بڑا گناہ ہے۔ ایسے مضامین پڑھکر جتنے لوگ گمراہ ہوں گے۔ اس کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی۔ اس کتاب میں رہنمائے دکن میں شائع شدہ تین گمراہ مضامین کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اگر یہ رہنمائے دکن میں جگہ پاتے تو اچھا تھا۔ مجبوراً مجھے ان مضامین کو اس کتاب میں شامل کرنا پڑ رہا ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ کے مذکورہ مضمون ''علیم غیب رسول اللہ ﷺ'' کا جواب جو میں نے مدیر رہنمائے دکن کے نام ارسال کیا تھا وہ یہ ہے۔

مدیر رہنمائے دکن کے نام ایک مراسلہ

مکرمی و محترمی جناب ایڈیٹر صاحب رہنمائے دکن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اُمید کہ آپ بخیر ہوں گے۔ ۵؍نومبر ۲۰۰۷ء کے رہنمائے دکن میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب کا ایک بیان بعنوان ''علیم غیب رسول اللہ ﷺ'' شائع ہوا ہے۔ جس میں نہ توازن ہے اور نہ ہی حقیقت بیانی۔ دُنیا میں ایسا کوئی مسلمان نہیں پایا جاتا جو رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا سرے سے منکر ہو، تمام ایمانیات کا تعلق علم غیب سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ رسول اللہ ﷺ کو قیامت تک پیش آنے والے بعض اہم واقعات کا علم عطا فرمایا تھا۔ جن کا تذکرہ احادیث میں حضورؐ کی پیشن گوئیوں کے تحت آیا ہے۔ انکار جس علم غیب کا کیا جاتا ہے وہ ما کان و ما یکون کا علم غیب کامل اور حضورؐ کی ہمہ دانی کا عقیدہ ہے، جس کے بریلوی اور نظامی علماء شدّت سے قائل ہیں۔ اس سلسلہ میں ان علماء کی کتابوں سے پچاسوں بیانات پیش کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن علم غیب کے بارے میں ان علماء کا مذکورہ عقیدہ مشہور اور معروف ہے۔ اس لیئے فاضل جسٹس کی تنقید کا رُخ ان علماء کی طرف ہونا چاہئے تھا جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ خلاف قرآن اور مشرکانہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کو ماضی۔ حال اور مستقبل کا علم غیب کامل حاصل ہے۔ اور آپؐ سے غیب کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔

جبکہ سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ سے کہلواتا ہے کہ:

''اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو بہت سے فائدے حاصل کر لیتا۔ اور مجھ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی''۔ (اعراف۔۱۸۸)

یہ ترجمہ قاری محمد عبدالباریؒ کا ہے جو استاذ عربی جامعہ نظامیہ تھے۔ علم غیب، خواہ وہ ذاتی ہو یا من جانب اللہ، بعطائے الٰہی، اس کے ذریعہ ایک انسان فائدے حاصل کر سکتا اور آنے والے نقصانات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ مذکورہ آیت میں جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے اسے بریلوی علماء جو حضورؐ کی ہمہ دانی اور عالم الغیب ہونے کا منافی توحید عقیدہ رکھتے ہیں۔ تسلیم نہیں کرتے اور اس طرح سے وہ تفسیر بالرائے اور باطل تاویلات کے ذریعہ شرک کا دروازہ کھولنے کو کوشاں ہیں۔ اس لئے کہ حاجت روا کا سمیع الدُعا اور عالم الغیب ہونا ضروری ہے لیکن انہیں کوئی علمی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ باقی خیریت۔ فقط

محمد اشفاق حُسین

اُمت مُسلّمہ کا ایک المیہ

اُمت مسلمہ کی یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ ان میں ایسے لوگ جو انتہائی عالم، فاضل اور قابل ہیں۔ جو بڑے بڑے عہدوں پر بھی فائز ہیں۔ ان مسائل اور موضوعات پر قلم چلاتے ہیں جن سے وہ یا تو واقف نہیں ہوتے یا بریلوی حلقہ سے وابستہ رہنے کے لیئے عمداً جھوٹی اور غلط باتیں کرتے اور گمراہیاں پھیلاتے ہیں۔ مذکورہ پیر محمد کرم شاہ کو دیکھئے جو علامہ، فاضل جامعہ ازہر، مفسر قرآن اور جسٹس بھی ہیں۔ لیکن نہ وہ دیوبندی اور سلفی عقائد سے واقف ہیں اور نہ بریلوی عقائد سے۔ انہیں اس بات کی خبر نہیں کہ بریلوی علماء کا یہ مشہور اور معروف عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علم ماکان وما یکون یعنی علم غیب کامل حاصل ہے۔ اور آپؐ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی پیر کرم شاہ، دیوبندی اور سلفی عقیدہ سے واقف ہیں۔ جبکہ ان حضرات

کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو منصب نبوت سے متعلقہ تمام علوم و غیوب عطا فرمایا تھا، جن میں بطور معجزہ دور نبویؐ اور قیامت تک پیش آنے والے اسلام اور مسلمانوں سے متعلقہ بعض اہم واقعات اور علامات قیامت شامل ہیں۔ دیوبندی علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ جن اُمور کا علم حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی عطا نہیں فرمایا۔ ان سے آپؐ واقف نہ تھے۔ اس لیئے آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام کو کثیر نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ ملاحظہ ہو پیر محمد کرم شاہ کا مذکورہ مضمون۔ اس میں یہ دو فاش اور شرمناک غلطیاں موجود ہیں۔ جبکہ علم غیب کے بارے میں دونوں کا موقف معروف ہے۔ اسے بیان کرتے وقت پیر کرم شاہ کو علمی خیانت اور بددیانتی سے کام نہیں لینا چاہیئے تھا!

رسول اللہ ﷺ کی اُمیّت

یہ بھی ایک اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُمّی بمعنی ان پڑھ تھے۔ آپؐ جب اپنی آبائی۔ ملکی اور قبیلہ کی زبان عربی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ جس میں قرآن نازل ہوا تھا۔ تو دوسری تمام زبانوں سے آپؐ بدرجہ اولیٰ واقف نہ تھے۔ اس سلسلہ میں میرے پاس قدیم علماء اور مفسرین کے ایک سوایک دلائل موجود ہیں۔

(۱) امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں:

"اُمّی وہ ہے جو نہ لکھ سکے اور نہ کوئی کتاب پڑھ سکے"۔ (مفردات القرآن)

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی اُمیّت کی قرآن اور حدیث کی روشنی میں کوئی دوسری تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں پائی جاتی۔ اُمیّت تمام انسانوں کے لیئے ایک نقص اور برائی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی اُمیّت قرآن کی حقانیت اور اس کے منزل من اللہ ہونے کی ایک قوی دلیل اور آپؐ کے معجزات میں سے ایک اہم معجزہ ہے جو خود قرآن میں موجود ہے۔ اور یہ اُمیّت اس الزام کی تردید کرتی ہے کہ قرآن رسول اللہ ﷺ کی تصنیف ہے کہ جب حضورؐ

اُمّی تھے تو قرآن جیسی عظیم الشان علمی کتاب کس طرح لکھ سکتے تھے؟

رہنمائے دکن کے زیر تبصرہ مضمون میں جن مشرکانہ عقائد اور تصورات کی ایک فرضی واقعہ اور بے دلیل قصہ کے ذریعہ تلقین کی گئی ہے، ان گمراہیوں کا حامل کوئی عالم نہ قرآن کی صحیح تفسیر لکھ سکتا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت، ایسی تفسیر اور کتابِ سیرت اغلاط اور تضادات کا بدترین مجموعہ ہوگی۔ اس لیئے کہ قرآن میں بکثرت ایسی آیات اور حضور کی زندگی میں ایسے دسیوں واقعات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اُمّی بمعنی غیر پڑھے لکھے تھے۔ اور ماضی حال اور مستقبل کے تمام علوم وغیوب سے واقف نہ تھے۔

اس سلسلہ میں یہ آیات اہم اور فیصلہ کن ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایسے نبی پر ایمان لانے کا حکم فرمارہا ہے جو ان پڑھ ہے۔ لیکن بریلوی اُس نبی پر ایمان لائے ہیں جو اُمّی نہیں بلکہ پڑھا لکھا ہے۔ اس لئے ان کے ایمان بالرسالت میں یقیناً ایک واضح نقص پایا جاتا ہے۔

- ”اللہ وہی ذات ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھ کر سُناتا ہے“۔ (جمعہ۔۲)
- ”پس ایمان لاوَ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمّی (۱) پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے“۔ (الاعراف۔۱۵۸)
- ”آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔“ (عنکبوت۔۴۸)

حقوق انسانی کے ماہرین کی ایک کانفرنس میں جو ۱۹۲۷ء میں منعقد ہوئی تھی ویانا یونیورسٹی کے شعبہ حقوق انسانی کے ڈین مسٹر شٹرل نے کہا تھا کہ:

---

(۱) ان آیات سے رسول اللہ ﷺ کی اُمیت یا آپ کا لکھنے پڑھنے سے واقف نہ ہونا۔ دو اور دو چار کی طرح واضح ہے۔ ان آیات یعنی حضور کی اُمیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ آپ کو کامل علوم اور جمیع غیوب حاصل نہ تھے!

''محمد ﷺ جیسے شخص کا انسانیت سے انتساب مؤخر الذکر کے لئے باعث صد افتخار رہے گا کہ اس عظیم انسان نے اُمی ہونے کے باوجود آج سے سینکڑوں برس پہلے ایک ایسا نظام قوانین دُنیا کے سامنے پیش کیا جس کی بلندیوں تک اگر ہم یورپی مفکرین کی اس کے دو ہزار سال بعد بھی رسائی ہو سکے تو یہ ہماری انتہائی خوش نصیبی ہوگی''۔ (بحوالہ جادۂ ایمان ص ۷۷)

رسول اللہ ﷺ کی اُمیت آپ کے لیئے کوئی عیب اور نقص کی نہیں بلکہ کمال کی بات اور آپؐ کی رسالت اور قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی ایک قوی دلیل ہے۔لیکن بریلوی علماء اپنے ذوق شرک کے سبب اس اہم حقیقت کو پامال کر رہے ہیں!

○ مولانا اکبر نظام الدین صابری امیر جامعہ نظامیہ وسجادہ نشین درگاہ شاہ خاموش کا ایک مضمون ''رحمت للعالمین'' کے عنوان سے روزنامہ سیاست حیدرآباد میں شائع ہوا تھا۔اس میں اُنھوں نے لکھا ہے:

''ایک اُمی اور جاہل فضاء کا باشندہ مجموعہ قوانین اور بے مثال تعلیمات جو پوری نزاکتوں اور خوبیوں کی حامل ہوں۔مرتب کرسکتا ہے۔اگر اُمی علیہ السلام ان تعلیمات کو اپنی طرف منسوب فرماتے تو انکار کیا جاسکتا تھا۔مگر آپؐ نے خود ان تعلیمات کو اپنی طرف منسوب نہیں فرمایا''۔ (روزنامہ سیاست۔۲۹ر جولائی ۱۹۹۶ء)

علمائے اُمت اور مسلم اور غیر مسلم مفکرین اور دانشوروں میں رسول اللہ ﷺ کی اُمیت سے متعلقہ یہ تصورات عام ہیں۔جن سے رسول اللہ ﷺ کی ہمہ دانی اور علم غیب کامل کے منافی قرآن اور مشرکانہ عقیدہ کی تردید ہوتی ہے۔

''کیا پوری زندگی میں کہیں بھی آپ نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کسی استاذ کے پاس بیٹھے ہوں یا کسی کے پاس کچھ پڑھا ہو۔یا کسی عالم درویش راہب کی صحبت میں رہے ہوں جس سے آپؐ کی اُمیت مشتبہ ہوتی ہے''۔ (النبی الامی ص ۶۰)

باب(٦)

حاجت روا کا خالق کائنات ہونا لازمی شرط ہے

1	کسی مخلوق اور بندہ سے دُعا نہیں مانگی جاسکتی۔
2	بیان میں نکتہ توحید آتو سکتا ہے۔ تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہئے!
3	اللہ کی تخلیق اور قدرت کا ایک منظر۔
4	فرشتوں کی بے اختیاری
5	وہ ہستی جس سے دُعا اور فریاد کی جائے

O "اور اُنھوں نے اللہ کے سوا (دوسرے) اِلہٰ (حاجت روا اور نافع و ضار) بنا رکھے ہیں، جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور خود پیدا کیئے جاتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں اپنا نفع نقصان بھی نہیں ہے۔ نہ موت، زندگی اور دوبارہ اُٹھایا جانا ان کے بس میں ہے۔" (فرقان۔۳)

O "اے نبیؐ ان (مشرکین) سے کہو: کبھی تم نے اپنے ان شریکوں کے بارے میں غور بھی کیا ہے۔ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ کہئے بتاؤ اُنھوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟" (فاطر:۴۰)

یعنی جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ جو خالق نہیں بلکہ مخلوق اور بندے ہیں وہ سمیع الدُعا اور حاجت روا نہیں ہو سکتے۔!

O رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا اور گروہ جن وانس کا معاملہ ایک بھاری بات بن چکا ہے، تخلیق میں کرتا ہوں۔ اور وہ عبادت میرے سوا دوسروں کی کرتا ہے۔ رزق میں دیتا ہوں اور شکر میرے سوا دوسرے کا ادا کرتا ہے"۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

بزرگوں کی قبروں پر سجدہ طواف اور نذر و نیاز کرنا اور ان سے دُعا مانگنا گویا ان کی عبادت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کئی منزلہ عمارت دیتا ہے تو اس پر "یا غوث اعظم دستگیر" کا جھنڈا لہرا دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ صحت مند بچہ دیتا ہے تو اسے کسی درگاہ پر لے جاتے اور اس کے بال کٹواتے اور بزرگ کے نام پر چوٹی چھوڑی جاتی ہے۔

باب (٦)

حاجت روا کا خالق کائنات ہونا لازمی شرط ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں غیر اللہ کی حاجت روائی اور مُشکل کُشائی کا ردّ متعدد دلائل اور طریقوں سے فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک دوٹوک اور نا قابل تاویل دلیل کسی سمیع الدعا، عالم الغیب اور نافع وضار کا خالق، مالک اور حاکم کائنات ہونا ایک ضروری اور لازمی شرط ہے۔ جس ہستی میں یہ صفات اور قدرتیں موجود نہیں ہوتیں۔ وہ کسی کا حاجت روا اور فریاد رس نہیں ہو سکتا۔ کسی ایسی ہستی سے دُعا اور فریاد نہیں کی جا سکتی جو خالق نہیں بلکہ مخلوق، خدا کا بندہ ہے اور جس پر موت وارد ہوئی صرف اور صرف اُسی ایک ہستی سے دُعا مانگی جا سکتی اور اسی کو حاجتوں اور مُصیبتوں میں مدد کے لیئے پکارا جا سکتا ہے جو خالق ہو۔ کسی کا بندہ نہ ہو اور جسے کبھی موت نہ آئے ظاہر ہے کہ وہ صرف اللہ رب العالمین کی واحد ہستی ہے۔ چند آیات یہ ہیں:

کسی مخلوق اور بندہ سے دُعا نہیں مانگی جا سکتی

(۱) ''کیا (یہ مشرکین خدا کے ساتھ) ان کو شریک کرتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ وہی پیدا کیئے جاتے ہیں۔ وہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی ہی''۔ (اعراف ۱۹۱۔۱۹۲)

(۲) ''اور جنھیں (۱) وہ (مشرکین) اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ کچھ بھی پیدا نہیں

---

(۱) یہ بات گزشتہ ابواب میں کثیر دلائل سے ثابت کی جا چکی ہے کہ ان آیات میں روئے سخن لکڑی پتھر کے بے جان بتوں کی طرف نہیں بلکہ انبیاء، اولیاء اور خدا کے محبوب بندوں کی طرف ہے۔ اور یہ کہ مشرکین اپنے ان معبودوں کو بالذات نہیں بلکہ باذن اللہ اور بعطائے الٰہی نافع وضار سمجھتے تھے۔!

کرتے۔ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں"۔ (النحل۔۲۰)

(۳) "اور اُنھوں نے اللہ کے سوا (دوسرے) اِلٰہ (حاجت روا اور نافع وضار) بنا رکھے ہیں۔ جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے۔ اور خود پیدا کئے جاتے ہیں ان کے ہاتھ میں اپنا نفع ونقصان بھی نہیں ہے۔ نہ موت، زندگی اور دوبارہ اُٹھایا جانا ان کے بس میں ہے۔" (فرقان۔۳)

اس لئے کہ وہ بے قدرت ہیں۔ اللہ نے انہیں فوق الفطری اختیارات عطا ہی نہیں فرمائے۔

(۴) "ان کے خودساختہ شریک بہتر ہیں۔ یا وہ جس نے پیدا کئے ہیں آسمان اور زمین اور اُتارا ہے تمہارے لئے آسمان سے پانی"۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور کارساز شریک ہے؟ کوئی بھی نہیں" (النمل۔۲۰)

(۵) "پھر کیا جو پیدا کرتا ہے۔ اس کے برابر ہے جو کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتا۔ پھر کیا نصیحت حاصل نہیں کرتے"۔ (النحل۔۱۷)

(۶) "اے نبیؐ! ان سے کہو: کبھی تم نے اپنے ان شریکوں کے بارے میں غور بھی کیا ہے۔ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ کہیئے بتاؤ اُنھوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟" (فاطر۔۴۰)

یعنی جو ہستی خالق نہیں وہ معبود اور مشکل کشا نہیں ہوسکتی! حاجت روا کا خالق ہونا ضروری ہے جبکہ گمراہ صوفیاء اور مشائخ جن اولیاء اور بزرگوں سے دُعا اور فریاد کرتے ہیں وہ خالق نہیں مخلوق اور خدا کے بندے ہیں اور وہ اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ ہی سے دُعا اور فریاد کرتے تھے۔ پھر وہ مرنے کے بعد کس طرح دُعا اور فریاد سننے اور قبول کرنے والے بن گئے؟ ان حضرات کو تو اللہ تعالیٰ نے حاجت روائی کی صفات اور اختیارات عطا نہیں فرمایا ہے۔ اپنے دل و دماغ سے جو بات کاغذ پر لکھ دی جائے وہ عملی حقیقت تو نہیں بن سکتی۔!

(۷) ارشادِ الٰہی ہے:

"اللہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر تم کو رزق دیا۔ پھر تم کو موت دیتا ہے۔ پھر تم

کو زندہ کرے گا۔کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ہے جو ان افعال میں سے کوئی کام کر سکے"۔

(الروم۔۴۰)

(۸) (اے نبیؐ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم، ان کی والدہ اور روئے زمین کے تمام لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کون ہے جسے اللہ کے مقابلہ میں ذرا سا بھی اختیار ہو (کہ انہیں ہلاکت سے بچالے)۔ (المائدہ۔۱۷)

یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ مشرکین عرب کے معبود اور نافع وضار انبیاء، اولیاء اور خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔ان آیات میں روئے سخن ان ہی شرکاء اور خودساختہ حاجت رواؤں کی طرف ہے۔چونکہ رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور "خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ" وغیرہ مذکورہ اُمور انجام نہیں دے سکتے تھے اس لئے ان سے دُعا اور فریاد بھی نہیں کی جا سکتی، حاجت روا اور نافع وضار وہی ہستی ہو سکتی ہے جو سورہ روم کی مذکورہ آیت میں بیان کردہ کام انجام دینے کی قدرت رکھتی ہو!

بیاں میں نکتہ توحید آتو سکتا ہے تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہئے!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(اے پیغمبرؐ! ان سے) پوچھو کہ کیا تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرے۔پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے۔تم ہی ان سے کہہ دو کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر (وہی) اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔پس غور کرو کہ تم کدھر اُلٹے چلے جا رہے ہو"۔ (یونس۔۳۴)

یعنی انبیاء اور اولیاء اور دیگر غیر اللہ، جو مخلوق کو نہ پہلی بار پیدا کر سکتے ہیں اور نہ دوسری بار پھر وہ تمہارے فوق الفطری اور غیر طبعی طور پر کس طرح مددگار اور مشکل کشا ہو سکتے ہیں؟ تم کدھر اُلٹے چلے جا رہے ہو۔کا مطلب یہ ہے کہ ایسے خالق اور مالک کائنات کو چھوڑ کر اس کے بندوں سے کیوں دُعا اور فریاد کر رہے ہو؟ جن کے ہاتھ خالی ہیں!

یہاں یہ جواب غلط اور خلاف قرآن ہوگا کہ مشرکین بتوں کو بالذّات حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے مذکورہ آیات میں ان کے اس شرک کی مخالفت کی گئی ہے۔ جبکہ ہم گزشتہ ابواب میں بکثرت دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ مشرکین کے معبود اور نافع وضار بے جان بت نہیں بلکہ انبیاء اور اولیاء تھے۔ اور مشرکین انہیں بالذّات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی سمیع الدُعا اور مُشکل کشا سمجھتے تھے، لیکن اس کے باوجود مشرکین کے اس عقیدہ کو مشرکانہ قرار دیا گیا۔ اس لیئے مذکورہ اور اسی قسم کی آنے والی آیات کا روئے سخن خدا کے برگزیدہ اور نیک بندوں انبیاء اور اولیاء کی طرف ہے۔

ان آیات کا مطلب اور مراد یہ ہے کہ انسان جس ہستی سے دُعا اور فریاد کرے اس کے لئے کائنات کا خالق اور مالک ہونا ضروری ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور دوسرے اولیاء کرام خالق نہیں بلکہ مخلوق اور اللہ کے بندے تھے۔ اس لئے ان سے دُعا و فریاد نہیں کی جا سکتی۔ کسی مخلوق اور بندہ میں ایسی فوق الفطری قدرت نہیں ہوسکتی جو دُعا اور فریاد سُن کر حاجت پوری کر سکے۔ ایسی قدرت، قوت اور اختیار صرف اُسی ایک ہستی میں ہوسکتی ہے جو ازلی و ابدی ہو اور جسے کبھی موت نہیں آتی اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو موت نہیں آئی۔ وہ قبر میں دفن نہیں کیئے گئے تو ہم بھی ان سے دُعا و فریاد شروع کر دیں گے!

(۱۰) یہ ایک قاعدہ کلیہ اور عقیدہ توحید کا فارمولہ ہے: **الا لَهُ الخلق و الامر**

سنو! اسی کے لئے ہے تخلیق اور اسی کے لیئے ہے فرمانروائی۔ (الاعراف۔۵۴)

یعنی حاجت روا صرف وہی ہوسکتا ہے جس کے ہاتھ میں کائنات کی تخلیق ہے۔ چونکہ بریلویوں کے معبود اور مشکل کشا کائنات کے خالق نہیں۔ اس لئے وہ مخلوق کے لئے نافع وضار بھی نہیں!

(۱۱) ’’(اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ دیکھو اگر اللہ تمہارے کان اور آنکھیں چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں یہ نعمتیں بخشے‘‘

(الانعام۔۴۶)

ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ اور وہ تمام اولیاء کرام جنھیں بریلوی اور نظامی علماء نافع وضار اور مُتصرف کائنات سمجھتے ہیں چونکہ مذکورہ کام انجام نہیں دے سکتے۔ اس لیئے ان سے دُعا اور فریاد بھی نہیں کی جا سکتی!

(۱۲) اسی طرح کی ایک اور آیت ہے:

''اللہ کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اگر چہ وہ سب اس کے لیئے جمع ہو کر زور لگا لیں۔ اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو وہ اس سے واپس نہیں لے سکتے''۔ (حج۔۷۳)

اس آیت کے مطابق وہ مخلوق حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہو سکتی اور کسی نبی یا ولی سے دُعا اور فریاد نہیں کی جا سکتی جو مذکورہ کمزوریوں کی حامل ہو۔ صرف اور صرف اُسی ہستی سے دُعا اور فریاد کی جا سکتی ہے جو موت، زندگی اور زندگی بعد موت پر قدرت رکھتی ہے۔ اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ کوئی نبی، ولی، غوث، خواجہ، غریب نواز اور بندہ نواز وغیرہ ایک مکھی پیدا کر سکتے ہیں تو ہم انھیں اپنا حاجت روا اور نافع وضار تسلیم کر کے یا غوث المدد وغیرہ کے نعرے لگانا شروع کر دیں گے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان آیات کا روئے سخن بتوں کی طرف ہے تو کیا انبیاء اور اولیاء مکھی پیدا کر سکتے ہیں؟

(۱۳) ارشادِ الٰہی ہے:

''اللہ کے سوا جنھیں تم (مدد کے لیئے) پکارتے (اور ان سے دُعا اور فریاد کرتے ہو) وہ سب کے سب تم ہی جیسے (اللہ کے محتاج اور بے اختیار) بندے ہیں''۔ (اعراف۔۹۴)

(۱۴) اور یہ کہ:

''اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنا سچا پکارنا ہے۔ اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ ان کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے''۔ (سورہ الرعد۱۴)

''من دونه'' میں انبیاء، اولیاء، غوث، قطب اور خواجہ سب شامل ہیں۔ اس آیت کی

تفسیر میں قاری محمد عبدالباریؒ اُستاذ عربی جامعہ نظامیہ، قاری نشر گاہِ حیدرآباد، اور خطیب جامع مسجد سکندر آباد لکھتے ہیں:

''سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہیئے۔ اور اسی سے دُعا مانگنی چاہیئے۔ کیوں کہ وہ سنتا ہے اور دُعائیں قبول کرتا ہے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کی پکار کو سنتے ہی نہیں۔ اور سنتے بھی ہیں تو ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے''۔

(تفسیر قاری عبدالباری ص ۴۴۹)

وہ لوگ جو غیر اللہ یعنی انبیاء اور اولیاء وغیرہ کو مدد کے لیئے پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں شرک زدہ بریلوی اور اشرفی وغیرہ علماء سے پوچھتا ہے:

(۱۵) ''کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ (اس کا) شریک ٹھیراتے ہیں'' (۱)۔ (نمل ۔ ۵۹)

ظاہر ہے کہ زمین کے خود ساختہ غوثوں، خواجاؤں، بندہ نوازوں اور داتاؤں کے مقابلہ میں کائنات کا خالق، مالک، معبود اور حاکم بہتر، برتر، افضل، اکبر اور اعظم ہے۔ اس کے سمیع الدُعا، عالم الغیب اور نافع وضار ہونے میں رمق برابر بھی کوئی شک وشبہ اور اختلاف نہیں پایا جاتا۔ پھر کیوں نہ مسلمان حاجت روائی اور مشکل کشائی کے معاملہ میں سب کو چھوڑ چھاڑ کر خدائے واحد کے دامن کو تھام لیں؟

(۱۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا تھا:

''میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ تو اس نے کہا تھا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں کہ جس کو چاہوں قتل کر دوں اور جس کو چاہوں زندہ رہنے دوں۔ چنانچہ اس نے دو آدمیوں کو بُلوایا، ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو زندہ چھوڑ دیا۔ وہ کام جو اسباب کے تحت

(۱) یہ شرک زدہ علماء یہ جواب دیں کہ ان کے خود ساختہ اور من گھڑت حاجت روا۔ اولیاء اللہ اور بزرگان دین اللہ سے بہتر ہیں تو وہ فوراً کافر اور خارج اسلام ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وہ اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ رسول اللہ ﷺ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہ سے اللہ تعالیٰ بہتر سمیع الدعا اور حاجت روا ہے۔ تو یہ اعتراف اس بات کا منطقی تقاضہ کرتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دُعا اور فریاد کی جائے۔

کئے جاتے ہیں فوق الفطری طور پر سمیع الدُعا اور نافع وضار ہونے کے لیئے کافی نہیں ہیں۔اس کے لیئے وہ قدرت درکار ہے جس کے ذریعہ سورج کو مشرق کے بجائے مغرب سے نکالا جاسکے۔اس لیئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو مات دینے کے لیئے اس بات کا مطالبہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے۔تو اسے مغرب سے نکال۔اس پر نمرود لاجواب اور ہکا بکا ہو گیا تھا۔ملاحظہ ہو سورہ البقرہ آیت ۲۵۸۔

اللہ کی تخلیق اور قدرت کا ایک منظر

(۱۷) اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور قدرتوں کا ایک حدیث کے مطابق یہ عالم ہے کہ:

"اللہ بزرگ و برتر نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔جو کہتا ہے پروردگار نطفہ پڑ گیا۔پروردگار اب خون بن گیا، پروردگار اب گوشت کا لوتھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ جب اپنی مرضی سے تخلیق مکمل کر لیتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے مرد (ہو) یا عورت، بدبخت (بنے) یا نیک (بخت)۔رزق کتنا اور عمر کتنی ہو۔پھر وہ فرشتہ (سب کچھ) ماں کے پیٹ میں (ہی) لکھ دیتا ہے"۔

(بخاری شریف)

پیدائش کے تمام مراحل میں تو اللہ تعالیٰ کی بے پایاں قدرت، اختیار اور مرضی کارفرما ہو۔اس دوران کوئی نبی اور ولی اللہ تعالیٰ کا شریک کار، معاون اور مددگار نہ ہو اور جب اللہ تعالیٰ صحت مند بچہ اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے تو اسے کسی بزرگ کی درگاہ پر لے جائے۔وہاں اس کے بال اُتارے، بزرگ کا شکریہ ادا کرے بکرا کاٹے اور نیاز کرے۔ان کے نام کی چوٹیاں چھوڑے اور غیر اللہ کی نسبت سے اس کا نام علی بخش، امام بخش یا پیر بخش وغیرہ رکھے۔اور قبر کے غلاف کے نیچے بطور برکت اور دافع بلا بچہ کو لٹائے۔اسی شرک، ظلم عظیم کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں فرمایا ہے:

(۱۸) "......پھر جب مرد نے عورت سے قربت کی تو اس کو ہلکا سا حمل رہ گیا تو وہ اسے لیئے

چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو (میاں بیوی) دونوں نے اپنے پروردگار اللہ سے دُعا کی کہ اگر تو ہمیں صحیح وسالم بچہ دے تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب اللہ نے انھیں صحیح وسالم بچہ عطا فرمایا تو اس بچہ کے بارے میں اللہ کے شریک ٹھیرانے لگے تو (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ ان کے شرک سے بہت بُلند ہے"۔ (الاعراف۔۱۸۹۔۱۹۰)

(۱۹) یہی بات ایک حدیث میں بھی بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا اور گروہ جن وانس کا معاملہ ایک بھاری بات بن چکا ہے۔ تخلیق میں کرتا ہوں اور وہ عبادت میرے سوا دوسروں کی کرتا ہے۔ رزق میں دیتا ہوں اور شکر میرے سوا دوسرے کا ادا کرتا ہے"۔ (بیہقی، شعب الایمان)

ان آیات سے یہ حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے کہ مشرک اللہ کا منکر یا مخالف نہیں ہوتا۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتا اور اسے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر دُعا اور فریاد کرتا ہے۔ اور اللہ کے علاوہ غیر اللہ، انبیاء اور اولیاء وغیرہ کی بھی حاجت روائی کا مشرکانہ عقیدہ رکھتا اور ان سے بھی دُعا وفریاد کرتا اور ان کا بھی شکر گزار ہوتا ہے، اس کے ساتھ قرآن اور حدیث کے مطابق یہ بھی ایک اٹل اور ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں یعنی انبیاء اور بزرگوں وغیرہ کو بالذات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی حاجت روا اور فریاد رس سمجھتے تھے۔ مشرکین کی مذکورہ تمام گمراہیاں موجودہ زمانے کے رضوی اور نظامی علماء اور ان کے اندھے مقلدین میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ اپنے مشرکانہ فکر وعمل کی تائید اور حمایت میں انتہائی جاہلانہ باتیں کرتے ہیں!

فرشتوں کی بے اِختیاری

مذکورہ حدیث بخاری کے مطابق فرشتوں کے بھی اختیارات قدرتیں اور دائرہ کار ایک مخصوص دائرہ میں محدود ہوتا ہے۔ انھیں بھی ہر قسم کی تمام قدرتیں اور اختیارات اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمائے۔ بخاری کی اس حدیث میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ فرشتہ ہر بات اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے، کسی بھی معاملہ میں وہ آزاد اور خود مختار نہیں

ہے۔اس حدیث میں ہے:

''اللہ تعالیٰ جب اپنی مرضی سے تخلیق مکمل کر لیتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے۔ مرد ہو یا عورت، بد بخت ہو یا نیک بخت، رزق کتنا اور عمر کتنی ہو'' یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ سے پوچھ پوچھ کر بچہ کی تقدیر لکھتا ہے۔ایسی صورت میں یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ فرشتے بھی حاجت روا ہیں۔ وہ اولاد وغیرہ دے سکتے ہیں۔اور انھیں ہر قسم کی تمام قدرتیں اور اختیارات حاصل ہیں۔؟

وہ ہستی جس سے دُعا اور فریاد کی جائے

○ قرآن اور حدیث کے مطابق سمیع الدعا، حاجت روا اور مشکل کشا وہی ہو سکتا ہے جو:

۱۔ شنوائی اور بینائی چھین سکتا اور واپس دے سکتا ہو۔

۲۔ جو نظام شمسن کو قائم رکھ سکتا ہو۔

۳۔ بارش برساتا اور درخت اُگاتا ہو۔

۴۔ ندیاں، پہاڑ اور درخت اگا سکتا ہو۔

۵۔ جو صحراؤں اور دریاؤں میں راستہ دکھاتا اور ہوائیں چلاتا ہو۔

۶۔ زندگی دے سکتا ہو اور روزی رساں ہو۔

۷۔ بغیر اسباب کے پکارنے والے کی پکار سن سکتا ہو۔

۸۔ خالق ہو، زندہ ہو اور جس کو قیام قیامت کے وقت کا علم ہو اور وہ مخلوق اور بندہ نہ ہو۔

۹۔ جسے کبھی موت نہ آئے۔

۱۰۔ اس جیسا کوئی نہ ہو۔

۱۱۔ جو کعبہ کا رب ہو۔

۱۲۔ قبر میں مدفون کسی ایسی ہستی سے دُعا نہیں کی جا سکتی جو اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے دُعا اور فریاد کرتی تھی۔

باب (۷)

کیا رسول اللہ ﷺ بشر نہ تھے؟

○ مشرکین ہی نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے جیسا بشر نہیں کہا تھا۔ بلکہ اللہ کے حکم سے حضورؐ نے بھی خود کو مشرکین کی طرح (جسمانی لحاظ سے) بشر فرمایا تھا:

''میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم ہی جیسا انسان ہوں بشرٌ مثلکم'' (سورۃ کہف:۱۱۰)

جو اس قرآنی اور نبویؐ اہم حقیقت کا اِنکار کرے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

○ خدا کی مخلوق تین قسم کی ہے:

(۱) نوری (فرشتے) (۲) ناری (جنات) (۳) خاکی یعنی انسان (مسلم شریف)

رسول اللہ ﷺ آخر الذکر خاکی مخلوق یعنی انسان تھے۔

باب (۷)

کیا رسول اللہ ﷺ بشر نہ تھے؟

وہ حضرات جو رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب، سمیع الدعا اور حاجت روا سمجھتے ہیں۔ آپ ؐ کی بشریت اور آدمیت کا صاف اِنکار کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن میں حضور ؐ کو ہم جیسے ہی نہیں بلکہ مشرکین جیسے بشر کہا گیا اور آپ ؐ سے کہلوایا بھی گیا ہے کہ میں تم جیسا اور تمام اِنسانوں کی طرح ایک اِنسان ہوں۔ فرق یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ اور میں تمہاری ہدایت اور تعلیم و تربیت کے لیئے اللہ تعالیٰ کا فرستادہ مقرر کیا گیا ہوں۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) ''ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب (رجالاً) آدمی تھے'' ہم نے ان انبیاء کو ایسے جسم نہیں دئے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر فانی تھے''۔ (انبیاء ۷۔۸)

(۲) مشرکین عرب کو مخاطب کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم ہی جیسا انسان ہوں (بشر مثلکم)'' (کہف۔۱۱۰)

ہر دور کے کفار اور مشرکین نے انبیاء کرام علیہم السلام کی اپنی جہالت اور نا معقولیت سے یہ کہتے ہوئے مخالفت کی تھی کہ تم تو ہماری طرح کے ایک بشر ہو جب کہ اللہ کے رسول کو بشر سے بالاتر کوئی فوق البشر ہستی یا فرشتہ ہونا چاہئے!

(۳) ''اور ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے''۔ (الفرقان۔۸)

(۴) ''ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے تھے اور ان کے لیئے ہم نے بیویاں

بھی پیدا کی تھیں اور ان کو اولاد بھی دی تھی"۔ (الرعد۔۳۹)

ان آیتوں میں رسول اللہ ﷺ کی بشری صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اِنسان سے متعلقہ یہ وہ باتیں ہیں جو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں یکساں طور پر پائی جاتی ہیں۔

قرآن میں رسول اللہ ﷺ کو ہم جیسے بشر جو فرمایا گیا ہے تو اس کا مطلب ہم جیسے (Morally) نہیں بلکہ جسمانی لحاظ سے (Physically) بشر تھے۔ اس لیئے کہ آپؐ میں بشری کمزوریاں جیسے بھوک، پیاس، حوائج وضروریات، نیند، تھکن، رنج وغم، ڈر اور خوف، امراض، زہر اور جادو کا اثر، مار کے نتائج نقصان سے بچنے کے لیئے پیشگی علم غیب اور قدرت کی عدم موجودگی وغیرہ (۱)۔ ورنہ اخلاقی اعتبار سے آپؐ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ہیں۔ اگر ہمارے یہ عاشقانِ رسولؐ دورِ نبویؐ میں موجود ہوتے تو رسالت محمدی کا یہ کہتے ہوئے مشرکین کی طرح انکار کر دیتے کہ خدا کا پیغمبر بشر نہیں ہوسکتا۔ اسے تو فرشتہ یا کوئی اور اعلیٰ فوق البشر ہستی ہونا چاہیئے۔ قرآن میں ہے:

(۵) "جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ تمہاری طرح کے بندے ہی ہیں"۔

(الاعراف۔۱۹۴)

چونکہ اس آیت میں ہماری طرح ایک بشر اور بندہ کو مدد کے لیئے پکارنے سے منع کر دیا گیا ہے جس میں صفاتِ حاجت روائی نہیں پائی جاتی۔ اس لئے رضاخانی اور نظامی علماء نے رسول اللہ ﷺ کا ہماری طرح بشر اور بندہ ہونے سے انکار کر دیا۔ تاکہ شرک کا دروازہ کھلا رہے اور وہ بند نہ ہونے پائے۔

مذکورہ آیت سے یہ حکم نکلتا اور ہدایت ملتی ہے کہ کسی بشر یا اللہ کے بندہ کو مصائب اور

---

(۱) رسول اللہ ﷺ کی بشریت اور آدمیت کو سمجھنے کے لیئے یہ حدیث بھی مفید ہوگی۔ "جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری میں شدت آئی تو آپ کو نماز کے بارے میں کہا گیا۔ فرمایا: "ابوبکرؓ سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں" (بخاری) چونکہ حضورؐ بشر تھے، بیمار ہوئے، جب بیمار ہوئے تو عام انسانوں کی طرح اس کے اثر سے آپؐ میں کمزوری آئی اور آپؐ اپنے حجرۂ مبارک سے مسجد میں جانے اور نماز پڑھانے کے قابل نہ رہے۔

مشکلات میں مدد کے لئے پکارا نہیں جا سکتا!

ایک نظامی عالم کا سفید جھوٹ اور غلط الزام

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بڑی ناگوار گزری!

روزنامہ منصف حیدرآباد کے جامعہ نظامیہ سپلیمنٹ ۱۷ر جولائی ۲۰۰۴ء کے ایک مضمون کا عنوان ہے: جامعہ نظامیہ، منہاج، عقیدہ و مسلک'' اس میں صحیح الفکر اور راسخ العقیدہ مسلمانوں پر ایک غلط اور جھوٹا الزام اس طرح سے لگایا گیا ہے:

''وہابیہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ بھی ہم جیسے ایک معمولی آدمی تھے''۔

جن کے عقائد صحیح ہوتے ہیں وہ دوسروں کی طرف غلط اور خلاف واقع بات منسوب نہیں کرتے۔ مذکورہ الزام وہ عالم بھی نہیں لگا سکتا جس کے دل میں رمق برابر بھی خوف خدا اور فکر آخرت ہو۔ وہابی، سلفی اور دیوبندی کسی بھی حامل توحید و سنت عالم اور ان کے زیر اثر کوئی مسلمان رسول اکرم ﷺ کو ہم جیسا ایک معمولی آدمی نہیں سمجھتا۔ یہ بات مضمون نگار وہابیوں کی کسی کتاب یا مضمون میں نہیں بتلا سکتے، حقیقت کیا ہے اس کی تفصیلات اس باب میں موجود ہیں۔ البتہ یہاں یہ بات گوش گزار کرلیں کہ جو مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے جیسے ایک معمولی انسان تھے۔ وہ حضورؐ کی شان میں گستاخی کرنے والا ہی نہیں بلکہ کافر ہو جاتا ہے۔!

دامن کو ذرا دیکھ......

البتہ بریلوی اور نظامی علماء حضور اقدس ﷺ کو عالم الغیب، حاضر و ناظر، سمیع الدعا اور حاجت روا سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ واضح طور پر اُس شرک جیسا اور مشرکانہ ہے جس کی نفی اور تردید کے لیئے حضورؐ کی بعثت اور قرآن کا نزول ہوا تھا۔ بریلوی اور نظامی علماء پر ہمارا یہ الزام مذکورہ نظامی عالم کی طرح جھوٹا نہیں بلکہ بطور امر واقع بالکل صحیح ہے اور ان کا یہ عقیدہ از روئے

قرآن اور اجماع امت مشرکانہ ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ وہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کی ندائے مشرکانہ، دُعا اور وظیفہ کے بھی قائل ہیں۔ اس کے بعد کوئی مسلمان دائرہ اہل سنت والجماعت تو کجا دائرہ اسلام میں بھی نہیں رہ سکتا اگر یہ عقیدہ اور عمل اسلامی ہوتا تو صحابہ کرام نعوذ باللہ اس کا بریلوی علماء سے زیادہ علم اور شعور رکھتے اور حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد یا رسول اللہ شیئاً للہ کا وظیفہ اختراع اور ایجاد کرلیا جاتا!

○ بریلوی اور نظامی علماء سوء کا یہ عقیدۂ باطلہ ہے کہ اللہ اور محمد ایک ہی ہستی اور وجود کے دو نام ہیں۔ چنانچہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے ایک استاد نے شیخ الجامعہ کی زیر صدارت ایک جلسہ میں تقریر فرماتے ہوئے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں بشر کی صورت میں اُترے تھے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اگر چہ کہ فرشتہ تھے۔ لیکن اس دنیا میں انسانی صورت میں بھی آیا کرتے تھے۔ اور جس طرح انسانی صورت میں آئے ہوئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو انسان کہنا غلط ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی ظاہری شکل پر آپ کو بشر قرار دینا خلاف حقیقت ہے!''

○ قبوری حلقوں کے ایک روح رواں مولانا سید محمد مدنی جیلانی نے بھی ۱۱/اگست ۱۹۷۵ء میں جامعہ نظامیہ میں مسئلہ علم غیب پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''یہ انبیاء جو ہیں اپنے ظاہری جسمانی کیفیات میں بشر کے ساتھ ہیں، بشر نہیں کہا، مع البشر کہا، یعنی بشر کے ساتھ ہیں، بشر سے ملتے جلتے ہیں (۱)۔ اپنے ظاہری کیفیات میں، لیکن ان کے باطنی بلندیاں، ان کے قوائے روحانیاں اپنے اندر ملکوتی صفات رکھتی ہیں''۔

(مسئلہ علم غیب حصہ دوم ص ۸)

مولانا سید محمد مدنی جیلانی اپنی تقاریر میں یہ اشعار پڑھتے ہیں:

سوچتا ہوں کیا کہوں میں کیا نظر آنے لگا   وہ ریاض برزخ کبریٰ نظر آنے لگا

---

(۱) بشریت انبیاء کے بارے میں یہ خیالات ظاہر کرنے والا شخص قرآن سے بالکل جاہل اور ناواقف ہے۔

توفنافی الحق ہوا۔ پھر کیا ہوا میں کیا کہوں قطرہ دریا میں گیا دریا نظر آنے لگا

رضا خانی علماء کو وہ نبیؐ قبول نہیں جو پیدائشی بشر تھا

جس طرح گمراہ قوموں کو انبیاء کرام بحیثیت بشر قابل قبول نہ تھے۔اسی طرح بریلوی اور نظامی گمراہ علماء کو انبیاء کرام بشمول رسول اللہ ﷺ بحیثیت اِنسان قابل قبول نہیں ہیں۔ قرآن میں ہے:

(مشرکین نے پیغمبروں سے) کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ جن چیزوں کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے آئے ہیں۔ان کی پرستش سے ہم کو روک دو"۔ (ابراہیم۔۱۰)

مشرکین کے جواب میں انبیاء کرام نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم غلط کہہ رہے ہو۔ ہم تمہارے جیسے انسان نہیں بلکہ مافوق البشر کوئی افضل اور بہتر مخلوق ہیں۔ بلکہ ان پیغمبروں نے مشرکین سے کہا تھا:

"بیشک ہم تمہارے جیسے آدمی ہیں"۔ (ابراہیم۔۱۱)

آیت نمبر دس کے خط کشیدہ الفاظ بھی قابل غور ہیں۔ یہی بات شرک زدہ مسلمان توحید وسنت کے علمبرداروں سے کہتے رہتے ہیں۔ جبکہ ہم اِثباتِ توحید اور ابطال شرک اور بزرگ پرستی کا وہ فرض انجام دے رہے ہیں جسے ابنیاء کرام انجام دے رہے تھے اور جسکی مشرک قومیں مخالفت کرتی تھیں۔اسی طرح اس کام کی مخالفت وہ مسلمان کرر ہے ہیں جنھوں نے انبیاء اور اولیاء کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا بنالیا ہے۔

اس سلسلہ کی مزید آیات ہیں:

(۷) "کافر کہتے ہیں۔ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے"۔ (الفرقان۔۷)

(۸) "یہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک بشر ہے۔تم ہی جیسا، وہی کچھ کھاتا ہے جو تم

کھاتے ہو، اور وہی کچھ پیتا ہے جو تم پیتے ہو"۔ (مومنون۔۳۳)

یعنی تمام اِنسانوں کی طرح جسمانی اور ضروریاتِ زندگی کے لحاظ سے ایک انسان ہے۔ نہ وہ فرشتہ ہے۔ نہ اسکی آڑلی اور اردلی میں کوئی فرشتہ مقرر ہے اور نہ ہی وہ شاہانہ کروفر کا حامل گدّی نشین ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ:

(۹) "یہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تم ہی جیسا ایک انسان ہے۔ اگر خدا چاہتا تو فرشتوں کو اُتارتا"۔ (مومنون۔۲۴)

(۱۰) اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو البتہ ہم بھی ان پر آسمان سے کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر اُتارتے"۔ (بنی اسرائیل۔۹۰)

یہ مکالمہ بھی بتلا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بشریت کے مسئلہ میں جو اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کا تعلق اخلاق اور مرتبہ سے نہیں بلکہ ظاہری اور جسمانی اعتبار سے ہے، مشرکین چاہتے تھے کہ خدا کا پیغمبر انسان نہ ہو۔ فرشتہ ہو!

(۱۱) اس حدیث سے بھی بریلوی عقیدہ کی نفی اور ہمارے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے:

"حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جوتیاں خود سی لیتے تھے۔ اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے۔ اور اپنے گھر کا کام اس طرح کرتے تھے جس طرح تم اپنے گھروں میں کرتے ہو۔ رسول اللہ ﷺ آدمیوں میں سے ایک آدمی ہی تھے۔ اپنے کپڑوں میں جوئیں خود دیکھ لیتے تھے اور اپنی بکری کا دودھ دُوھ لیتے تھے اور اپنی خدمت خود کر لیتے تھے"۔

(ابن ہشام)

بریلوی علماء کی عجوبہ پسندی

ہر دور میں وہ انسان عظیم سمجھا جاتا ہے جو اپنے کام خود کرلے اور گھریلو سیدھی سادی زندگی گزارے اور خدمت گاروں کی بھیڑ نہ رکھے۔ لیکن بریلوی طبقہ میں انسان کی یہ خوبی،

خرابی اور عیب بن گئی ہے۔ ان شرک زدہ اور عجوبہ پسند نام نہاد عاشقانِ رسولؐ کے نزدیک یہ بات حضور اکرم ﷺ کے حق میں پُر فضیلت ہوتی۔ اگر حضورؐ کے گھریلو تمام کام کاج کسی غیبی قوت کے ذریعہ خود بخود انجام پاتے، اگر ایسی کوئی روایت ہوتی تو بریلوی حضرات کی باچھیں کھل جاتیں اور وہ بڑے فخریہ انداز سے وہابیوں کو بتلاتے پھرتے!

بشرٌ مثلکم وضاحت ایک اور طرح سے

اس آیت سے بھی بشریت انبیاء کے قرآنی عقیدہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے:

''اے نبی کی بی بیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو'' (احزاب:۳۲)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ نعوذ باللہ نبیؐ کی بی بیوں کو پر ہوتے ہیں اور عام عورتوں کو نہیں۔ بلکہ اس آیت میں ازدواج مطہرات اور عام عورتوں کے مابین جو فرق بتلایا گیا ہے وہ جسمانی نہیں بلکہ اخلاقی، یعنی ازواج مطہرات اخلاقی لحاظ سے دوسری عورتوں سے فوق اور برتر ہیں۔ اس نفی کا تعلق اخلاق کو اُجاگر کرنے سے ہے۔ جبکہ جن آیات میں انبیاء کو ہم جیسے بشر جو فرمایا گیا ہے، اس اِثبات کا تعلق اخلاق سے نہیں جسم اور جنس سے ہے۔ یعنی انبیاء نوری نہیں، بلکہ خاکی مخلوق اور بشر ہیں۔ اس مطابقت اور یکسانیت کا تعلق سیرت و کردار سے نہیں بلکہ ظاہری، مادی اور جسمانی ہیئت اور ھیوٗلا سے ہے۔ ''یہاں ہم جیسے'' سے مراد دینی اور اخلاقی لحاظ سے ہم عام انسانوں جیسے سمجھنے کے لیئے دور دور تک کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی۔ یہ شرک پسند لوگوں کی شرانگیزی اور فتنہ پردازی ہے کہ وہ ایک غلط مفہوم حاملین توحید وسنت کو جاہلوں میں بدنام کرنے کے لیئے ان کے سر زبردستی تھوپتے ہیں۔

چند دوٹوک اور فیصلہ کن آیات

اب ہم یہاں سورہ بنی اسرائیل کی چند آیات قاری محمد عبدالباریؒ استاذ عربی جامعہ نظامیہ کے ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ نقل کرتے ہیں جن سے بریلوی مشرکانہ عقائد کی پرزور تردید

اور رسول اللہ ﷺ کی بشریت کی وضاحت ہوتی ہے:

(۱۲) ''اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز تم پر ایمان نہیں لائینگے یہاں تک کہ تم ہمارے لیئے زمین سے کوئی چشمہ جاری کردو۔ یا تمہارے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے بیچ میں جگہ جگہ نہریں جاری کر کے دکھادو۔ یا جیسا تم کہا کرتے ہو ہم پر آسمان کے ٹکڑے لاگراؤ یا اللہ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا کردو۔ یا تمہارے پاس ایک عالی شان سنہرا محل ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تو تمہارے آسمان پر چڑھنے کا بھی یقین نہیں کریں گے یہاں تک کہ تم ہم پر کوئی کتاب لاؤ جس کو ہم پڑھ کر جانچ لیں (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ میرا پروردگار پاک ہے۔ میں تو صرف ایک انسان اور پیغمبر ہوں اور جب کبھی اللہ کی ہدایت لوگوں کے پاس آئی تو صرف اسی بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا کہ وہ (تعجب اور حیرت سے) کہنے لگے کہ کیا اللہ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (اے پیغمبر) کہدو کہ اگر زمین میں (انسانوں کی جگہ) فرشتے بستے ہوتے اور اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ضرور آسمان سے ایک فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے'' (۱)۔ (بنی اسرائیل۔۹۰ تا ۹۲)

ان آیات کی تفسیر میں قاری محمد عبدالباریؒ لکھتے ہیں:

''عام لوگوں کی یہ کمزوری ہے کہ وہ سچائی کو اصلی رنگ میں دیکھنا نہیں چاہتے بلکہ اچھنبوں اور کرشموں کے پردوں میں اس کی تلاش کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو آدمی سب سے زیادہ عجیب قسم کی باتیں کر دکھائے وہی سب سے زیادہ سچائی کی بات بتانے والا ہے۔

چنانچہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کے لوگ بھی آنحضرتؐ سے اسی طرح کی توقع رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے ہم تو جب ہی مانیں گے جب تم ہمیں اس طرح کی باتیں کر دکھاؤ۔ مثلاً مکہ کی ریگستانی زمین میں اچانک ایک نہر پھٹ نکلے یا آسمان کے ٹکڑے ہم پر گر پڑیں یا اللہ اور اس کے فرشتے ہمارے سامنے آجائیں یا سونے کا ایک محل نمودار ہو جائے یا تم ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جاؤ اور وہاں سے ایک لکھی لکھائی کتاب لا کر ہمارے ہاتھوں میں پکڑ وادو''۔

اس کے بعد قاری محمد عبدالباریؒ اُستاد عربی جامعہ نظامیہ فرماتے ہیں:

آنحضرتؐ کو حکم ہوا کہ ان مہمل فرمائشوں کے جواب میں کہہ دو کہ ''میں تو بشر ہوں اور رسول ہوں۔ یعنی میرا دعوی صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ جو باتیں کہ میرے دعوئے سے متعلق نہیں ہیں۔ ان کی فرمائش مجھ سے کیوں کرتے ہو؟ رسول ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہی ہے کہ پیغام اِلٰہی تم کو پہنچادوں۔ تمہارا کام یہ ہے کہ میرے لائے ہوئے پیغام پر غور کرواور نصیحت حاصل کرو''۔ بشریت سے مُتعلقہ آیات کی تفسیر میں قاری محمد عبدالباریؒ لکھتے ہیں:

''ہمیشہ ایسا ہوا ہے کہ جب کبھی لوگوں کے پاس پیغام حق آیا تو اُنھوں نے تعجب کیا اور کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم جیسا ایک آدمی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بنے۔ اس کام کے لیئے تو کوئی فرشتہ آنا چاہیئے جس کی ملکوتی طاقت کا ہم پر رُعب پڑے اور ہم بے اختیار اس کے آگے جُھک جائیں۔

اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیئے فرمایا کہ اگر زمین میں انسانوں کی جگہ فرشتے بستے ہوتے تو بیشک ان کی ہدایت کے لئے فرشتہ ہی آتا۔ لیکن یہاں تو انسان بستے ہیں۔ ان کی ہدایت کے لیئے ایک انسان ہی ضروری ہے۔ جس میں آدمیت کی ساری طاقتیں موجود ہو اور جس کی زندگی لوگوں کے لیئے نمونہ عمل بن سکے''۔

(تفسیر قاری محمد عبدالباری۔ سورہ بنی اسرائیل ص ۵۲۲)

ردّ شرک کا ایک فکر انگیز نکتہ

سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیات کی روشنی میں حضرت قاری صاحب مذکور کی یہ بات بڑی بصیرت افروز ہے، جس سے بریلوی شرک کی کمر پوری طرح ٹوٹ جاتی ہے:

مولانا قاری محمد عبدالباری نظامی لکھتے ہیں:

''میں تو بشر ہوں، جو باتیں کہ میرے دعویٰ سے متعلق نہیں ہیں۔ ان کی فرمائش مجھ سے کیوں کرتے ہو؟ رسول ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہی ہے کہ پیغام اِلٰہی تم کو

پہنچا دوں۔تمہارا کام یہ ہے کہ میرے لائے ہوئے پیغام پر غور کرو اور نصیحت حاصل کرو۔"

(تفسیر قاری عبدالباری)

اس فکر انگیز اور بلیغ نکتہ سے جو بات بنتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں رسالت سے غیر متعلقہ سوالات اور دنیاوی مطالبات سے منع فرمایا اور یہ بتلا بھی دیا کہ میں تمہارے ان مطالبات کو پورا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ایسی صورت میں آپؐ اور اللہ تعالیٰ اس بات کی مسلمانوں کو کس طرح اجازت دے سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کا عقیدہ رکھیں اور آپؐ سے دُعا اور فریاد کریں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں ان چیزوں سے منع فرما چکے ہیں۔!

اگر بریلوی علماء دورِ نبوی ﷺ میں ہوتے

مولانا قاری محمد عبدالباریؒ نے سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیات کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل صحیح بھی ہے اور واضح بھی۔جس سے بریلوی عقائد کا ابطال ہوتا ہے۔اگر رسول اللہ ﷺ میں من جانب اللہ بعطائے الٰہی فوق الفطری قدرتیں اور اختیارات ہوتے تو آپؐ مشرکین کے مذکورہ مطالبات کو پورا کر دیتے۔لیکن آپؐ نے اس معاملہ میں اپنے عجز کا اظہار فرمایا اور کہا کہ میں تو تمہاری طرح کا ایک مجبور اور بے قدرت بشر ہوں، فرق صرف منصب رسالت اور اس سے متعلقہ علوم اور غیوب کا ہے۔قرآن کے اولین مخاطب مشرکین مکہ کا تصور رسالت اور ان کے رسول اللہ ﷺ سے مذکورہ فوق الفطری مطالبات کے تناظر میں موجودہ زمانے کے نام نہاد عاشقانِ رسولؐ کا تصور رسالت اور حضورؐ کی بشریت اور آدمیت سے متعلقہ ان کے عقائد بالکلیہ طور پر مشرکین عرب سے میل کھاتے اور مطابقت رکھتے ہیں۔اگر یہ بریلوی اور نظامی علماء دور نبویؐ میں ہوتے تو وہ بھی شانہ بشانہ مشرکین کے ساتھ چلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے فوق الفطری نامعقول مطالبات کرتے اور حضورؐ کو بحیثیت بشر نبی ماننے سے اِنکار کر دیتے۔

بریلوی دین خلاف قرآن اور منافی توحید ہے

مشرکین اور رسول اللہ ﷺ کے منکرین نے سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیات میں آپؐ سے جن جن فوق الفطری قدرتوں کا مطالبہ کیا تھا۔ جن پر اللہ اور خود رسول خداؐ کے مطابق آپؐ قادر نہ تھے۔ لیکن رضوی اور اشرفی علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ میں اتنی قدرت اور طاقت تھی کہ آپؐ مشرکین کے مذکورہ تمام مطالبات کو پورا کرسکیں۔ گزشتہ باب میں ہم مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے رسول اللہ ﷺ کی قدرتوں اور اختیارات سے متعلقہ متعدد بیانات پیش کر چکے ہیں۔ جن کے مطابق حضورؐ کو تمام خدائی صفات اور اختیارات مل چکے ہیں۔ مذکورہ آیات بریلوی دین کے عقائد، مزاج اور تصور رسالت کے سراسر خلاف ہیں۔ وہ ان آیتوں پر دانت پیستے ہوں گے کہ اللہ میاں نے قرآن میں ہمارے حبیب پاک کے خلاف یہ کیا لکھ دیا؟ جبکہ وہ حضورؐ کو مشرکین کے مذکورہ مطالبات پورا کرنے کی قدرتیں اور اختیارات دے چکا ہے۔

اگر بریلوی علماء سے یہ سوال کیا جائے کہ حضورؐ مشرکین کے مذکورہ مطالبات اور فرمائشوں کو کیوں پورا نہ کرسکے؟ تو اس کا ان کے پاس کوئی معقول جواب نہیں ہوسکتا۔ لیکن بریلوی علماء جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہر کام کی قدرت اور اختیار عطا فرما دیا ہے۔ وہ سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیات کو قرآن سے خارج نہیں کرسکتے اور ان آیات کی موجودگی میں بریلوی دین باطل ثابت ہو جاتا ہے جس میں عقیدہ توحید کو نہیں بلکہ عقیدہ شرک کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔

بریلوی اور قرآنی عقائد کا فرق

○ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا عقیدہ ہے:

(۱) ”کُن اولیاء کی شان ہے، اولیاء اللہ جس چیز کو کن کہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے۔ اپنے

اختیار سے اور اپنے ارادہ وحکم سے تمام عالم میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں“

(حاشیہ شرح الاستمداد ص ٦)

(۲) رسول اللہ ﷺ کو پوری خدائی طاقت دی گئی ہے۔ جب ہی تو خدا کی طرح مختار کل ہیں“۔ (شرح الاستمداد ص ۵۱)

(۳) مشہور بریلوی عالم مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی لکھتے ہیں:

”حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہاں حضورؐ کے تحت تصرف کر دیا گیا۔ جو چاہیں کریں، جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں۔ تمام زمین اُن کی ملک ہے۔ تمام جنت اُن کی جاگیر ہے۔ ملکوت السمٰوٰت والارض حضورؐ کے زیر فرمان، جنت ونار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضورؐ ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں“۔

(بہار شریعت حصہ اول ص ۱۸)

بریلوی علماء رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام میں جن قدرتوں، صفات اور اختیارات کو مانتے ہیں وہ قدرتیں سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیات میں مشرکین نے حضورؐ سے جن باتوں کا مطالبہ کیا تھا ان کو پورا کرنے کے لیئے بالکل کافی ہیں۔ اگر صورتحال اس کے برعکس ہوتی تو وہ حضورؐ کے بدترین مخالفین کے صف اول میں ہوتے، اور مذکورہ فرمائشوں کو پورا نہ کرنے کی صورت میں حضورؐ کی نبوت کا اِنکار کر دیتے۔ بریلوی اور نظامی علماء کا تصور نبوت ویسا ہی ہے جیسا کہ مشرکین عرب کا تھا۔ ان کی فکر ونظر حضورؐ کی علمی اور اخلاقی عظمت، آپؐ کے لائے ہوئے نظام زندگی اور نظریہ حیات آپؐ پر نازل کردہ قرآن اور اس کی اعلیٰ تعلیمات اور آپؐ کے برپا کردہ علمی فکری اور عملی انقلاب پر نہیں۔ بلکہ آپؐ کے معجزات کمالات تصرفات اور فوق الفطری صفات اور قدرتوں پر ہے۔ بریلوی اور نظامی علماء نے شروع سے آخر تک رسول اللہ ﷺ کو ایک فوق الفطری، الف لیلوی اور دیومالائی ہستی بنا دیا ہے۔ ان کی تقریروں اور تحریروں کا

مرکز و محور حضورؐ کے بارے میں ایسی ہی باتیں اور عجائب وغرائب ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس حلقہ میں قرآن مجید کا صرف ایک ترجمہ اور ایک ہی مختصر ترین تفسیر ہے جو بہت کم فروخت ہوتی اور بہت کم پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے کہ بریلوی حلقوں میں قرآن کا ذوق نہیں پایا جاتا۔

اقسام مخلوقات

خدا کی مخلوق تین قسم کی ہے (۱) نوری (فرشتے) (۲) ناری (جنات)
(۳) خاکی یعنی انسان (مسلم شریف)

اب کوئی رضا خانی علماء سے جو رسول اللہ ﷺ کو بشر نہیں سمجھتے پوچھے کہ حضور ﷺ کا تعلق کس مخلوق سے ہے؟ یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق میں انسان ہی افضل ہے۔ اس لیئے اسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ماں۔ باپ۔ خاندان اور قبیلہ سب انسان تھے، حضور ﷺ کو بشر تسلیم نہ کرنے کے بعد صرف ایک ہی بات باقی رہ جاتی ہیکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں رسول ﷺ کی صورت اور جسم میں نازل ہوا۔ چنانچہ رضا خانی حلقوں میں یہ اشعار کافی مشہور ہیں جن سے بریلوی اور نظامی دین و شریعت کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر
اُتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہوکر

نبی بندہ تو ہے لیکن خدا معلوم ہوتا ہے
بشر کی شکل ہونے سے جدا معلوم ہوتا ہے

خدا کہتے ہیں جس کو مصطفیٰ معلوم ہوتا ہے
جسے کہتے ہیں بندہ خود خدا معلوم ہوتا ہے

ہمارا نبی تو بشر ہی نہیں ہے
خدا ہے، تجھے کیا خبر ہی نہیں ہے؟

یہی وجہ ہے کہ قبوری شریعت میں حضور اکرم ﷺ کی بشریت کا صاف اِنکار کیا جاتا ہے۔ جب حضور بشر نہیں خدا ہیں تو ظاہر ہے کہ آپؐ خدا کی طرح سمیع الدعا، عالم الغیب، حاضر و ناظر اور نافع وضار ہوں گے۔

اگر بریلوی اور نظامی علماء یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ

نہیں ہے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان ملحدانہ عقائد کی کیا کسی بریلوی اور اشرفی عالم نے کسی کتاب میں مخالفت کی ہے؟

رسول اللہ ﷺ کی وفات

رسول اللہ ﷺ ایک بشر تھے۔لیکن سید البشر اور افضل الانبیاء چونکہ آپؐ بشر تھے، اس لیئے آپؐ پر بھی موت وارد ہوئی تمام مسلمانوں کی طرح آپ قبر میں اُتار دئے گئے۔متعدد آیات میں ردّ شرک کی دلیل گزر چکی ہے کہ کسی ایسی ہستی، مخلوق یا اللہ کے بندے سے فوق الفطری اور ماوراء الاسباب دُعا اور فریاد نہیں کی جا سکتی جو مرنے والا ہے اور صرف اسی ایک اللہ رب العالمین سے ہی دُعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔اور جس پر کبھی موت طاری نہیں ہوتی ۔ جو ہستی اس شرط کو پوری نہیں کرتی۔اس سے دُعا اور فریاد نہیں کی جاسکتی! چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے۔

۱۔ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ (ال عمران۔۸۵)

۲۔زمین میں جو ذی روح ہیں ان کو فنا ہونا ہے صرف تمہارے رب کی ذات جو صاحب جلال و عظمت ہے۔باقی رہے گی"۔ (الرحمٰن۔۲۶۔۲۷)

اگر رضا خانی علماء رسول اللہ ﷺ کو خدا نہیں سمجھتے تو انھیں ماننا پڑے گا حضورؐ بھی ایک جان دار مخلوق اور خدا کے بندے تھے۔اور آپؐ کو موت آئی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۳) "(اے نبیؐ!) ایک دن بلاشبہ آپ کو بھی موت آنی ہے اور یہ (کفار مکہ) بھی مرجائیں گے"۔ (الزمر۔۳۱)

(۴) حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت فرمایا تھا:

"اے لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا۔وہ سُن لے کہ محمد ﷺ کی موت ہو چکی ہے۔اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اسے اطمینان رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور

اسے کبھی موت نہیں آئے گی"۔ (بخاری)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی نہ زندگی میں عبادت کرنی چاہیئے، جس میں دُعا بدرجہ اولیٰ طور پر شامل ہے کہ دُعا مغز عبادت ہے، اور نہ مرنے کے بعد اس لیئے کہ زندہ خدا موجود ہے۔ عبادت اور دُعا کا تعلق اس ہستی سے منسوب نہیں کیا جا سکتا جو مرنے والی ہے۔ یا جو مر چکی ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ کو کبھی موت نہیں آنی، وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، اس لئے صرف اسی کی عبادت اور صرف اسی سے دُعا وفریاد کرنی چاہیئے۔ مردہ اِنسانوں سے جو قبر میں بدفون ہیں، زندہ خدا ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے لامحدود طور پر بہتر ہے۔

(۵) اس تناظر میں ارشاد ربانی ہے:

"اللہ کے ساتھ کسی کو بھی نہ پکارنا۔ اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں۔ سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ بجز اس ذات واحد (اللہ رب العالمین) کے"۔ (قصص۔۸۸)

حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام اللہ کے بنائے ہوئے سمیع الدُعا اور مشکل کشا نہیں بلکہ شرک پسند علماء کے بنائے ہوئے خود ساختہ، من گھڑت خدا اور حاجت روا ہیں! مذکورہ آیت کے مطابق کوئی ایسی ہستی ہماری دُعاؤں کو سننے، قبول کرنے اور فوق الفطریٰ طور پر حاجت روائی کے قابل نہیں ہو سکتی جو مرنے والی ہے۔ بریلوی اور نظامی علماء جن بزرگوں کو مدد کے لیئے پکارتے ہیں جیسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہ۔ انہیں موت آئی اور وہ قبر میں دفن کردئے گئے۔ وہ ہماری کیا مدد کریں گے۔ جبکہ وہ خود ہماری مدد کے محتاج تھے۔ جب وہ بیمار ہوئے تو ہم زندوں نے ان کا علاج کیا۔ دواخانہ لے گئے تیمارداری کی۔ انہیں اُٹھایا بٹھایا اور فطری حوائج وضروریات میں مدد کی۔ مرنے کے بعد انہیں غسل دیا، کفن پہنایا، ان کی نماز جنازہ پڑھی، انہیں قبر تک لے گئے اور دفن کر دئے۔ اور اب وہ ہماری دُعاؤں کے محتاج اور منتظر رہتے ہیں۔ ہماری دُعاؤں اور ایصال ثواب سے انہیں فائدہ پہنچتا ہے۔ یعنی زندے مردوں کے لیئے نفع بخش ہیں۔ زندگی میں تو وہ اتنے مجبور، بے بس اور بے قدرت تھے۔ لیکن یہی بزرگ جو

مرنے سے چند سکنڈ پہلے تک دوسروں کے محتاج تھے۔ اپنی مدد اور خدمت کرنے والوں کی حاجت روائی۔ مدد اور اِستعانت کس طرح کر سکتے ہیں؟ بریلوی اور نظامی علماء نے پہلے رسول اللہ ﷺ کی بشریت کا اِنکار کیا اور پھر آپؐ کی وفات کا بھی، آپؐ کی برزخی حیات کے بارے میں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جارہی ہیں اور دیو مالائی قصّے کہانیاں گھڑلی گئی ہیں:

کہہ کہہ کے مجاور نے لوٹا ہے مزاروں پر
خاصان خدا بے شک زندہ ہیں مزاروں میں!

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

عطا کردے انہیں یارب بصارت بھی بصیرت بھی
مسلماں جاکے لٹتے ہیں سواد خانقاہی میں

نوبت بہ ایں جارسید کہ وہ مسلمان جو شرک اور قبر پرستی میں ڈوبے ہوئے ہیں انہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی موت، غسل، کفن، نماز جنازہ اور قبر میں دفنائے جانے کا تذکرہ بڑا اگراں گزرتا ہے۔

حضور ﷺ کی بشریت کی ایک اور دلیل

ڈاکٹر صہیب حسن سکریٹری اسلامک شریعت کونسل لندن لکھتے ہیں:

''آنحضور ﷺ پر خفیف سا جادو کئے جانے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کفار پر اتمام حجت کیا جاسکے۔ جو حربہ وہ آزما سکتے تھے انہیں اللہ نے موقع دیا کہ وہ اسے آزما کر دیکھ لیں۔ لیکن اللہ کے رسولؐ ثابت قدم رہے۔ اگر یہ جادو اثر نہ کرتا یا انہیں جادو کرنے کا موقع ہی نہ دیا جاتا تو وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ محمد ﷺ بشر نہیں ہیں۔ اسی لیئے جادو نے ان پر اثر نہیں کیا۔ اب جبکہ اُنہوں نے جادو کیا اور آنحضور ﷺ پر خفیف سا اثر بھی ہوا تو کفار کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہا۔۔۔ آنحضورؐ کو قتل کرنے کی سازش میں بری طرح ناکام ہوئے۔ بشری حیثیت سے تھوڑا بہت متاثر ہوئے جیسے جنگ اُحد میں دندانِ مبارک کا شہید ہونا اور اس طرح جادو کا

خفیف اثر ہونا اور ایسے ہی زہر کا معمولی اثر قبول کرنا ہے"

(ماہ نامہ صراط مستقیم برمنگھم اکتوبر ۲۰۰۴ء)

نور نبوت کا باطل تصور

بریلوی مسلک کے علماء کو رسول اللہ ﷺ بحیثیت ایک خاکی بشر اور خدا کا بندہ قبول ہی نہیں ہے۔ حضورؐ کو یہ حضرات ایک الف لیلوی، دیو مالائی اور فوق الفطری ہستی کا روپ دیتے ہیں اور بعض علماء سو، نے تو آپؐ کو خدا بنالیا۔ اس لیئے رسول اللہ ﷺ کی بشریت، آدمیت، عبدیت اور موت کا صحیح تصور ان کے حلق سے نہیں اُترا اور نہ وہ اسے ہضم کر سکے، حال ہی میں ایک مقرر صاحب نے "میلا دالنبیؐ اور فیضان غوث اعظمؒ" کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے حضورؐ اکرم کو نور سے پیدا فرمایا ہے۔ آپؐ کے نور سے ساری کائنات وجود میں آئی۔ خدا کا نور ازلی اور ابدی ہے، نور کی حقیقت کو سمجھنا انسان کی عقل وفہم سے بالاتر ہے، نور نبوت تمام انبیاء کے نور سے اعلیٰ ہے۔ کسی اور نبی کے نور میں یہ نہیں کہ تجلیات الٰہی کی تاب لاسکے۔ نور نبوت کو سمجھنا ہو تو اطاعت اور عشق رسولؐ ضروری ہے۔ ان خیالات کا اظہار مولانا ڈاکٹر سید محمد صفی اللہ حسینی وقار پاشاہ نے صدارتی خطاب میں کہا"۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، حیدرآباد ۶ مئی ۲۰۰۸ء)

غیر قرآنی نکتہ سنجیاں

اسلام اور مسلمانوں کے زوال اور انحطاط میں اس قسم کے ہوائی اور خیالی بے دلیل تصورات کا بڑا عمل دخل ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے دور عروج میں اس قسم کے اوہام وخرافات اور موشگافیاں ناپید تھیں۔ قرون اولیٰ کے مسلمان کتاب وسنت اور اِجماع امت سے ہٹ کر اپنے دل و دماغ سے کوئی بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ صحابہ کرام سے زیادہ اِطاعت اور عشقِ

رسولؐ اور کس کا ہوسکتا ہے؟ لیکن ان کے درمیان مذکورہ خیالات کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ اُنھوں نے اپنے میں سے اُس خاکی بشر کی رسالت پر ایمان لایا اور اس کی والہانہ اتباع کی اور دنیا میں چاروں طرف کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ خدا، رسول اور اسلام کے بارے میں کوئی ایسا اہم اور بنیادی عقیدہ قرآن اور حدیث میں نہیں پایا جاتا جو انسان کی عقل وفہم سے بالاتر ہو۔ کتاب وسنت کے مطابق سیدھی سادی اور عام فہم بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا تعلق آدمؑ کی اولاد سے ہے اور آدمؑ نوری نہیں بلکہ خاکی مخلوق تھے۔ آپؐ کی ولادت عام انسانوں کی طرح ایک قریشی خاندان میں ہوئی اس سے پہلے آپؐ کا اس دُنیا میں کسی حیثیت سے بھی کوئی وجود نہ تھا۔ اور نہ ہی آپؐ کی پیدائش کسی خاص غیر مادّی چیز سے عمل میں لائی گئی۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو نور سے پیدا فرمایا ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت میں رخنہ ڈالنا، قرآن کی مخالفت کرنا اور مسلمانوں کو خدا، رسول اور حقیقی اسلام سے دور کرنا ہے۔ اس قسم کے عجائب وغرائب اور مافوق الفطری باتوں سے رسول اللہؐ کی عظمت بڑھتی نہیں بلکہ گھٹتی ہے۔ رسول اللہؐ کی عظمت اور اہمیت اسی میں ہے کہ آپؐ کی آدمیت، بشریت، عبدیت اور پیدائش اور موت کو کسی موشگافی کے بغیر انسانوں کی طرح تسلیم کیا جائے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے نور سے، جنّات آگ کے شعلے سے اور آدم اس (مٹی) سے پیدا کیئے گئے ہیں۔ جس کا تمہیں وصف بنایا گیا ہے۔ (رواہ مسلم، بشرح النووی واحمد)

حضور ﷺ نوری نہیں۔ خاکی مخلوق تھے

قرآن اور حدیث کے مطابق صاف سیدھی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نوری نہیں بلکہ خاکی مخلوق تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیئے گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ آدم کی اولاد سے ہیں۔ جبکہ فرشتے نوری مخلوق ہیں۔ حضورؐ کو بھی نوری مخلوق ثابت کرنے کے لئے

عقل اور منطق کے گھوڑے دوڑانا گویا جہنم کے عمیق اور تاریک غار میں گرنا ہے۔ نور ایک غیر مادّی چیز ہے جو نظر میں تو آتا ہے لیکن گرفت میں نہیں آتا۔ اس غیر مادّی چیز سے ایک مادی چیز، انسان کس طرح وجود میں آسکتا ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے آدمؑ کو مٹی سے بنایا۔ چونکہ مٹی ایک مادی چیز ہے۔ اس لئے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ لیکن نور والی بات نہیں، قرآن اور حدیث میں بالکل فطری اور سیدھے سادے معنوں میں خدا، رسول، قرآن اور اسلام کو نور اور روشن چراغ یعنی علم اور ہدایت کی روشنی فرمایا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مذکور نے اپنی تقریر میں جس نور کا ذکر فرمایا ہے وہ مجہول، غیر معروف، غیر مستند اور لایعنی تصور ہے۔

منافی قرآن خیال آرائیاں

یہ بات قرآن اور حدیث کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو نور سے پیدا فرمایا ہے۔ اور آپؐ کے نور سے ساری کائنات وجود میں آئی۔ جب یہ بات صحیح ہے تو اللہ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ حضرت آدم انسان تھے اور رسول اللہ ﷺ انسانوں میں سے ایک انسان۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے۔ اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے''۔ (طٰہٰ:۵۵)

اللہ تعالیٰ اس کائنات کو کسی چیز کے بغیر اپنی قدرت خاص سے پیدا فرمایا۔ یہ خیال قرآن کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے نور سے ساری کائنات بنائی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی قرآن میں دو صفات کا تذکرہ فرمایا گیا ہے:

(۱) فاطر السمٰوٰت والارض (انعام:۱۴)

(۲) بدیع السمٰوٰت والارض (انعام:۱۰۱)

فاطر اور بدیع کے معنٰی مفسرین نے یہ لکھے ہیں کہ کسی چیز کو واسطہ، آلہ، مادہ اور سابق

مثال اور نمونہ کے بغیر پیدا کرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی شان قدرت یہ ہے کہ اس نے کائنات کو کسی مادہ (Material) کے بغیر پیدا کیا۔ لیکن بریلوی مکتبہ فکر کے شرک زدہ علماء اس کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ نہیں جی! اللہ تعالیٰ نے کائنات کو رسول اللہ ﷺ کے نور سے پیدا فرمایا۔ ظاہر ہے کہ یہ تصور خلاف قرآن ہے۔

قرآن میں ہے:

''وہی پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اور جب بھی وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ اس سے کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' وہ ہو جاتا ہے''۔ (البقرہ:۱۱۷)

آیت کی ابتداء لفظ ''بدیع'' سے ہوتی ہے اور آخری الفاظ ہیں ''کن فیکون'' یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات کو کسی مادہ کے بغیر لفظ ''کن'' سے پیدا کیا۔ اس نے ''کن'' کہا اور کائنات کسی مادہ کے بغیر وجود میں آ گئی۔ جبکہ اس کے برخلاف بریلوی عقیدہ یہ ہے کہ کائنات رسول اللہ ﷺ کے نور سے بنائی گئی۔ خدا کی لعنت ہو اس نام نہاد عشق رسول پر جو خدا، قرآن اور خود حضور اکرم ﷺ کی مخالفت پر استوار کیا گیا ہے!!(۱)

قرآن کے نور سے مفقود عقیدہ

فرض کیجئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ چلئے صاحب حضورؐ پیدا ہو گئے، اس کے بعد یہ حضورؐ کا نور کیا چیز ہے جس سے دنیا پیدا کی گئی ہے؟ نہ پہلے نور کا تذکرہ قرآن و حدیث اور آثار صحابہ میں ملتا ہے اور نہ دوسرے نور کا۔ اور نہ ہی نور الٰہی کی کسی قوت اور تاثیر کا جس کا تذکرہ مولانا ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے۔

مقرر مذکور کی اس بات کا بھی اسلام اور عقیدہ رسالت سے کوئی تعلق نہیں پایا جاتا کہ

---

(۱) جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا''۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)
اب ہم یہاں رسول خدا کی بات مانیں یا علماء سوء کی؟ غار حرا میں حضورؐ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی تھی اس میں بھی قلم کا ذکر ہے: ''الذی علم بالقلم'' جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ (العلق)

نورِ نبوت تمام انبیاء کے نور سے اعلیٰ ہے۔ کسی اور نبی کے نور میں یہ نہیں کہ تجلیات الٰہی کی تاب لا سکے"۔ یہ ایک اٹکل پچو اور بے دلیل بات ہے۔ اس قسم کا کوئی تصور قرآن اور صحیح احادیث میں ہے اور نہ ہی صحابہ کرام کے درمیان کبھی یہ مسئلہ اور موضوع زیرِ گفتگو آیا۔ وہ اس حقیقت سے ناواقف تھے کہ نورِ نبوت میں تجلیات الٰہی ہوتی ہیں اور اسے تاب میں لانے کی صلاحیت صرف رسول اللہ ﷺ میں تھی۔ اور ہاں جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے۔ کیا تمام انبیاء میں بھی نور تھا؟ وہ کیسے اور اس نور کی حقیقت، نوعیت اور ماہیت کیا تھی؟ اور یہ کہ تمام انبیاء کے جسم خاکی تھے یا نوری؟ یا ان کے جسم میں روح تھی یا نور؟ ان سوالات کے جوابات عقل اور منطق سے نہیں بلکہ قرآن اور آثارِ صحابہ سے درکار ہیں! قرآن کے مطابق تمام انبیاء نور بمعنی علم و ہدایت کی روشنی تھے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب مذکور نے نور کا اپنی تقریر میں جس مفہوم میں استعمال کیا اور اس نور سے انبیاء کو متصف فرمایا ہے۔ قرآن اور حدیث سے نور کے اس مراد کی تائید اور حمایت نہیں ہوتی۔ قرآن میں لفظ نور جن جن معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا تعلق علم، ہدایت اور انسان کے مقصدِ زندگی سے ہے۔ اس لیئے ان معنوں کی مسلمانوں کو معرفت حاصل کرتے ہوئے ان کے عملی تقاضوں کو پورا کرنا چاہیئے۔ لیکن جو چیز سمجھنے کی اور عقل کی گرفت میں آنے کی ہے۔ اسے تو مولانا ڈاکٹر سید محمد صفی اللہ حسینی نے پوری طرح نظر انداز کر دیا اور نور کے اس معنی اور مراد کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جس کی اسلام میں کوئی حقیقت اور اہمیت ہے اور نہ وجود۔

نورِ مبین کی تفسیر بالرائے

بریلوی حضرات اپنی بات کے حق میں یہ آیت بطور دلیل پیش کرتے ہیں:

○ "وانزلنا الیکم نوراً مبیناً" (نساء:۱۷۴)

لیکن ان کی یہ دلیل غلط ہے۔ یہاں نور سے مراد رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ قرآن مجید ہے۔

○ یہاں ہم اس سلسلہ میں مولانا قاری محمد عبدالباری نظامی کا ترجمہ ان کی تفسیر سے پیش کرتے ہیں:

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف چمکتا ہوا نور (قرآن) بھیج دیا ہے''۔ (ص ۱۸۷)

اس ترجمہ میں قاری عبدالباریؒ نے قوسین کے اندر ہی نور کا مطلب قرآن لکھ دیا ہے۔

○ ڈاکٹر طاہر القادری کا ترجمہ یہ ہے:

''اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے (ذات محمد ﷺ کی صورت میں ذات حق جل مجدہ کی سب سے زیادہ مضبوط، کامل اور واضح) دلیل قاطع آ گئی ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف (اسی کے ساتھ قرآن کی صورت میں) واضح اور روشن نور (بھی) اتار دیا ہے''۔ (عرفان القرآن ص ۱۰۰)

اللہ تعالیٰ نے تورات کو نور کہا (المائدہ:۴۴) انجیل کو نور کہا (المائدہ:۴۶) قرآن مجید کو نور کہا (الاعراف:۱۵۷۔ التغابن:۸) ان تمام آیات میں نور سے مراد نور ہدایت ہے۔ اللہ کے نور کا حصہ نہیں۔ اللہ کے نور میں سے نور ماننا تو شرک ہے، نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک ہی چیز یعنی قرآن کریم ہے!

بتوں کو پوجنا اور ان سے دُعا و فریاد کرنا ہی نہیں بلکہ قبروں پر سجدہ وطواف کرنا اور اہل مزار کو مدد کے لئے پکارنا بھی شرک ہے۔

باب (۸)

کیا رسول اللہ ؐ نافع وضار ہیں؟

ارشاد الٰہی ہے:

''اے پیغمبر! تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' (القصص:۵۶)

اس آیت کی تفسیر میں قاری محمد عبدالباری فاضل جامعہ نظامیہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا کام یہ ہے کہ لوگوں کو پیغام حق پہنچادو۔ اور راہ حق دکھادو۔ باقی رہا دل کو پھیرنا۔ ایمان کی توفیق دینا اور سیدھے راستے پر چلانا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے''۔ (تفسیر قاری محمد عبدالباری نظامی ص ۷۰۳)

لیکن بریلوی عقیدہ قرآن اور اس کی صحیح اجماعی تفسیر کے برعکس کچھ اور ہی مشرکانہ ہے وہ یہ کہ کسی کو ہدایت دینا نہ دینا رسول اللہ ﷺ کے بھی ہاتھ اور اختیار میں ہے۔

O

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو
منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو
بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

(حضرت امجد حیدرآبادیؒ)

باب (۸)

کیا رسول اللہ نافع وضار ہیں؟

رسول اللہ ﷺ کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کی فوق الفطری صفات اور قدرتیں نہ زندگی میں حاصل تھیں اور نہ اب قبر یا عالم برزخ میں پائی جاتی ہیں۔ زندہ انسان کو خواہ وہ کتنا ہی بزرگ اور خدا کا برگزیدہ ہو اسے اپنی زندگی میں جو محدود قدرتیں اور اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ مرنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔ اس میں حواس خمسہ باقی نہیں رہتے تب ہی تو اس کی نماز جنازہ پڑھکر قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ اس معاملہ میں عام مسلمان اور نبی اور ولی میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

(۱) ''زندے اور مردے دونوں برابر نہیں ہو سکتے''۔ (فاطر۔۲۲)

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء کو صفات حاجت روائی کے ساتھ (Power of Attorney) عطا فرما دیا ہے کہ وہ جو چاہیں کریں۔ یہ ایک خلاف قرآن، بے دلیل اٹکل پچو دعویٰ اور صریح مشرکانہ عقیدہ ہے۔ ایک جلسہ میں نظامی عالم کو میں نے یہ کہتے سنا کہ اگر کسی کو پاور آف آٹارنی دے دیا جائے تو اسے سارے اختیارات ملتے ہیں یا نہیں؟ لاعلم اور بے شعور سامعین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ لیکن یہاں اس سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء کو یہ پاور آف آٹارنی یا حاجت روائی کے جملہ اختیارات دیا بھی ہے یا نہیں؟ اس کی دلیل کیا ہے؟ اللہ کو اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا وہ ہم اِنسانوں کی طرح

مجبور، کمزور ہے اور اسکی قدرتیں محدود ہیں؟ اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو پاور آف آٹارنی کن کن اسباب اور وجوہات کی بنا پر دیتا ہے؟ وہ اسباب اور مجبوریاں کیا اللہ تعالیٰ میں بھی پائی جاتی ہیں؟ افسوس کہ قبوری شریعت کے حاملین نے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اسکی قدرتوں کو نہیں جانا۔ جیسا کہ وہ حقیقت میں ہے! شرک کی نحوست سے بریلوی علماء کی عقل اس حدتک ماری گئی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ہماری طرح بشر تسلیم کرنا ہی نہیں چاہتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ہم انسانوں کی طرح کمزور سمجھتے ہیں جو لوگوں کو پاور آف اٹارنی تقسیم کرتا پھرتا ہے! اور ہاں رسول اللہ ﷺ تو دنیا میں ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر ہوتے ہیں۔ لیکن نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر نہیں ہے۔ اسی لئے تو وہ کسی اور کو پاور آف آٹارنی دیکر وہاں سے چلا جاتا ہے یا ایسا مصروف رہتا ہے کہ اسے اپنے کسی کام کے لئے اپنے کسی محبوب کو پاور دینے کی ضرورت اور مجبوری لاحق ہوتی ہے!!

توبہ قبول کرنا اور ہدایت دینا حضور ﷺ کے اختیار میں نہ تھا

(۲) قرآن میں ہے:

”اے نبی ﷺ آپ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ خدا چاہے تو ان کی توبہ قبول کرلے اور چاہے تو عذاب کردے، کیونکہ وہ ظالم ہیں،“ وہ جسے چاہے بخش دے۔ جسے چاہے عذاب دے“۔ (آل عمران۔۱۲۸)

رسول اللہ ﷺ کو دین دُنیا اور آخرت سے متعلقہ تمام اِختیارات (Power of Attorney) بریلوی علماء نے اپنے خیال وقلم سے کاغذ پر خود دئے ہیں اللہ تعالیٰ نے نہیں۔ جس کا تذکرہ سورہ آل عمران کی مذکورہ اور ذیل کی آیات میں کیا گیا ہے۔

(۳) ارشادِ الٰہی ہے:

''پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے آپؐ کو اُن کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا(۱)۔ آپ کا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے'' (شوریٰ۔۴۸)

اس آیت سے بھی نام نہاد پاور آف آٹارنی اور رسول اللہ ﷺ کی عطائی قدرتوں اور اِختیارات کی نفی ہوتی ہے۔

(۴) ''اگر آپؐ ان کے لیئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ ان کو نہ بخشے گا''۔ (توبہ۔۸۰)

(۵) ''اللہ نے آپ کو معاف کر دیا۔ آپ نے ان کو اجازت کیوں دی تھی۔ جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہوتے اور آپ جھوٹوں کو معلوم کر لیتے''۔ (توبہ:۴۳)

(۶) ارشادِ الٰہی ہے:

''اے پیغمبر! تم جس کو چاہو ہدایت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے''۔ (القصص۔۵۶)

(۷) اس آیت کی تفسیر میں قاری محمد عبدالباری فاضل و استاد عربی جامعہ نظامیہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا کام یہ ہے کہ لوگوں کو پیغامِ حق پہنچا دو اور راہِ حق دکھا دو۔ باقی رہا دل کو پھیرنا ایمان کی توفیق دینا اور سیدھے راستے پر چلانا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے''۔ (تفسیر قاری عبدالباری ص ۷۰۳)

مذکورہ تفسیر کے مطابق اس آیت میں توحید اور شرک کو سمجھنے کا ایک اہم نکتۂ ہدایت اور لمحہ فکر یہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا اولین اور اہم ترین مقصد اِنسانوں کو دعوت و تبلیغ کے ذریعہ راہِ حق اور صراطِ مستقیم پر لانے کی جدوجہد کرنا تھا۔ لیکن دل کو پھیرنے اور کافر کو مسلمان

---

(۱) یہ اور اس قسم کی دوسری آیات جو اسی باب میں موجود ہیں پڑھکر بریلوی علماء اللہ میاں پر (نعوذ باللہ) دانت پیستے ہوں گے کہ اس نے حضورؐ کے بارے میں ایسی باتیں کہہ دیں کہ وہابیوں کے سامنے ہماری زبان بند ہو جاتی ہے اور ہمیں تفسیر بالرائے اور علمی دھاندلی سے کام لینا پڑتا ہے!

بنا ہی دینے کی قدرت اور اِختیار آپ کو حاصل نہ تھا۔ دلوں کو پلٹنا اور صاحبِ ایمان بنانا صرف اللہ ہی کے اختیار میں ہے تو ایسی صورت میں دُنیاوی حاجت روائی اور مشکل کشائی کی قدرت اور اختیار اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو کیوں دے گا جبکہ اس کام کا مقصد بعثت اور فرائض رسالت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں پایا جاتا

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(۸) ''تمہارے ذمہ ان کو ہدایت دینا نہیں ہے بلکہ اللہ ہدایت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے''۔ (بقرہ۔۲۷۲)

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا تعلق ہدایت سے ہے۔ جب ہدایت کا دینا آپؐ کے اختیار میں نہ تھا۔ اس معاملہ میں حضورؐ مجبور اور بے بس تھے۔ جس کی مثال آپؐ کے عزیز چچا ابو طالب کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی شدید خواہش اور کوشش کے باوجود آپ ایمان نہیں لائے اور آبائی دین شرک پر وفات پائے۔ جب دین و آخرت اور رسالت سے متعلقہ ''ہدایت'' پر آپ کو قدرت اور اختیار حاصل نہ تھا تو دُنیاوی امور میں اللہ تعالیٰ پاورآف آٹارنی اور حاجت روائی کی تمام قدرتیں اور اختیارات کیوں عطا فرمائے گا؟ اسلام میں اہمیت دین اور آخرت کی ہے نا کہ دنیاوی حاجات، نوکری، اولاد اور مختلف قسم کی کامیابیاں وغیرہ۔

حضور اکرم ﷺ اپنی حیات طیبہ میں رسول، ہادی، مبلغ، معلم، مزکی، داعی، امام، قاضی، مجاہد اور حاکم تھے۔ لیکن وفات کے بعد صرف حاجت روا اور مشکل کشا؟ دینی اُمور میں اب آپؐ کا کوئی رول نہیں پایا جاتا۔ جبکہ حضورؐ کی بعثت کا اولین اور اہم ترین مقصد دینی ہے نا کہ دنیاوی۔ بریلوی دین و شریعت کی یہ بھی ایک عجیب بات ہے!

(۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: میں نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ کے لیئے استغفار کی اجازت مانگی تو نہ دی۔ (مسلم۔ابوداؤد)

ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے والدین دوزخ میں ہیں۔ جبکہ بریلوی عقیدہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بہت پہلے نبی تھے۔ اور آپؐ کے دُنیا میں تصرفات اور معجزات اُسی زمانے قدیم سے کارفرما ہیں!

(۱۰) علی بن عثمان ہجویریؒ (المعروف بہ داتا گنج بخش) متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

''تمام مخلوق میں سے کسی کے بس میں نہیں ہے کہ کسی شخص کو خدا کے حضور پہنچادے۔ رہنمائی لینے والے ابوطالب سے زیادہ سمجھ دار کون ہوگا اور رہنمائی کرنے والے محمدؐ سے بڑا کون ہوگا۔ لیکن آپؐ ابوطالب کے کام نہ آسکے (۱) (یعنی انہیں ہدایت نہ دے سکے)۔

(کشف المحجوب)

رسول اللہ ﷺ کو نافع وضار سمجھنا۔
آپ ﷺ کو اللہ کے برابر کرنا ہے

(۱۱) ایک حدیث میں ہے:

''ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہے اور آپؐ چاہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے اللہ کے ساتھ برابر کر دیا۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہے وہ واحد ہے''۔

(مسند احمد)

(۱۲) رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک منافق مسلمانوں کو بہت تکلیف دیا کرتا تھا۔

(۱) میں نے ایک نظامی عالم کو جمعہ کے خطبہ میں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کہتے سنا ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ کو دین ودنیا کے تمام اختیارات اور قدرتیں اور Power of Attorney حاصل ہیں۔ تو پھر ایسی صورت میں آپؐ اپنے محسن چچا کو حالت کفر میں کس طرح مرنے دیتے؟ اس لئے حضورؐ نے اپنے چچا کو اپنی قدرت سے مسلمان بنا دیا تھا۔ جبکہ چچا سے بڑا رشتہ باپ بیٹے اور بیوی کا ہے۔ حضرت ابراہیم نے اپنے والد حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے اور حضرت لوطؑ اپنی بیوی کو مسلمان نہ بنا سکے جبکہ اس کی قدرت اور اختیار بریلوی عقیدہ کے مطابق ان انبیاء میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے زیادہ ہونا چاہئے کہ انبیاء کا مرتبہ اولیاء سے بڑا ہوتا ہے!

پس بعض نے کہا چلو حضورؐ کے پاس جا کر اس کے بارے میں فریاد کریں (قوموا انا نستغیث برسول الله) حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے فریاد نہیں کی جاتی بلکہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کی جاتی ہے''۔ (طبرانی)

(۱۳) ''یوں نہ کہو کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہے اور محمدؐ چاہے۔ بلکہ یوں کہو کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہے وہ واحد ہے''۔ (ابن ماجہ۔ کنز العمال)

اگر اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو کن فیکون کی قدرت اور حاجت روائی کی صفات اور اختیارات یعنی Power of Attorney دے دیا ہوتا تو اس کا تذکرہ قرآن میں ضرور فرماتا۔ اور آپؐ سے دعا اور فریاد کا حکم دیتا۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس اور اُلٹی یہ ہے کہ مذکورہ احادیث میں اس عقیدہ کی مذمت اور مخالفت کی گئی ہے۔ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے لاعلمی کے سبب یہ کہہ دیا تھا کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہے اور آپؐ چاہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ صحابی حضورؐ کی بالذات قدرت کے قائل نہ تھے۔ بلکہ اسے بعطائے الٰہی ہی سمجھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود حضورؐ نے مذکورہ صحابی سے فرمایا کہ تم نے مجھے اللہ کے ساتھ برابر کر دیا!

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو صفات حاجت روائی سے متصف کرتے ہیں۔ انہیں یہ حدیث بھی یاد رکھنا چاہیئے:

(۱۴) ''میری طرف جھوٹ منسوب نہ کرنا جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے''۔ (بخاری ومسلم وغیرہ)

چونکہ حضورؐ کی طرف اس جھوٹ کا اِنتساب شرک سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیئے یہ جھوٹ بروز قیامت سب سے زیادہ شنیع اور بدتر قرار پائے گا۔

حضرت امجد حیدرآباد کے ایک مشہور صوفی شاعر تھے۔ آپ کے اثبات توحید اور نفی شرک سے متعلقہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو　　منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو　　بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

یہ خدا کی شان میں گستاخی کرنے والے

(۱۵) ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا:

"اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم"

یعنی عبادت صرف اپنے رب کی کیا کرو۔ (جس میں دُعا بھی بدرجہ اولیٰ طور پر شامل ہے) رہ گیا تمہارا بھائی (یعنی حضور اکرم ﷺ) اس کا صرف اکرام اور احترام کیا کرو"۔

(مسند احمد بن حنبل)

اس حدیث سے بھی شرک کی نفی اور توحید کا اثبات ہوتا ہے۔ دوسری احادیث میں جو گزر چکی ہیں۔ شرک کا سبب انبیاء اور بزرگوں کی شان اور عقیدت میں غلو اور افراط ہے۔ توحید وسنت کے داعی اور علمبردار علماء حق کا مذکورہ حدیث کے مطابق یہی موقف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں وہ مسلمان توہین کے مرتکب قرار نہیں دیئے جا سکتے جو آپؐ کا شرعی حدود میں احترام کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ سے نہیں بلکہ صرف اللہ ہی سے دُعا وفریاد کرو۔ رضا خانی علماء کے نزدیک وہ مسلمان گستاخ رسولؐ ہیں جو آپؐ کو حاجت روا اور مشکل کشا، عالم الغیب اور حاضر وناظر نہیں سمجھتے! لیکن انہیں پتہ نہیں کہ وہ ان مشرکانہ عقائد کے سبب بروز قیامت گستاخ خالق کائنات قرار پائینگے۔!

چند تاریخی حقائق اور بریلوی شریعت کے عجائب وغرائب

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے فوری بعد دو اہم مسئلے پیدا ہوئے تھے۔ ایک یہ کہ آپؐ کو کہاں دفنایا جائے؟ دوسرا خلافت کا مسئلہ کہ آپؐ کے بعد خلیفہ کس کو بنایا جائے؟ ان

دونوں مسائل کے بارے میں صحابہ کرام کے درمیان سوالات اُٹھے اور اختلاف رائے بھی واقع ہوا۔ جبکہ حضورؐ کا جسد مبارک حضرت عائشہؓ کے کمرہ میں موجود تھا۔لیکن آپؐ نے ان مسائل میں کچھ نہ کہا اور اُمت کی رہنمائی نہیں فرمائی۔ اور ان دو مسائل کو صحابہ کرامؓ نے ہی رائے مشورے سے طئے فرمایا۔ اگر رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد بھی زندہ ہوتے اور صحابہ کرام کی باتیں سننے اور رہنمائی کے موقف میں ہوتے تو ضرور بات کرتے اور رہنمائی فرماتے خود صحابہ کرام بھی یہی سمجھتے تھے کہ حضورؐ وفات کے بعد کچھ سننے، بولنے اور ہدایت اور رہنمائی کرنے کے قابل نہ رہے اس لئے اُنھوں نے حضورؐ سے کچھ نہ پوچھا۔ تھوڑی دیر کے لئے حضرت عمرؓ نے فرط غم میں کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی ہے۔ آپؐ زندہ ہیں۔لیکن مشہور واقعہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ کی وفات سے متعلقہ ایک آیت تلاوت کی تو آپ نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا یہ واقعہ اور آیت گزشتہ صفحات پر گزر چکی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے وفات کے بعد صحابہ کی مدد نہیں فرمائی

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد دور خلفاء راشدین میں متعدد اہم مسائل، جھگڑے، فتنے اور اختلافات پیدا ہوئے لیکن ایسے نازک موقعوں پر آپؐ نے قبر یا عالم برزخ سے صحابہ کرام کی کسی حیثیت سے بھی کوئی مدد یا رہنمائی نہیں فرمائی اور نہ ہی صحابہ کرامؓ اس سلسلہ میں قبر نبویؐ کی طرف متوجہ ہوئے اور مدد چاہی۔ اب اگر کوئی یہ بے پر کی اُڑائے کہ رسول اللہ ﷺ اُمت کی حاجت براری اور مشکل کشائی کرنے کی قدرت رکھتے ہیں تو یہ بات یا تو ہنسنے کی ہے یا رونے اور سر پیٹ لینے کی! لیکن تسلیم کرنے کی ہرگز نہیں ہوسکتی! ان تمام تاریخی واقعات اور حقائق کے باوجود یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ انسان نہ تھے۔ آپ کو موت نہیں آئی۔ یا وفات کے بعد بھی زندہ ہیں۔ اور یہ برزخی زندگی حیات دُنیوی سے زیادہ قدرتیں۔ اختیارات اور دُنیا

میں ہر قسم کے تصرفات رکھتی ہے۔ یہ سب باتیں درجہ اول کی جہالت اور گمراہی پر مبنی ہیں جس کا تعلق شیطان اور اس کی ذریت کی کامیابی سے ہے!

وہ لوگ جو بصیرت اور ہدایت سے محروم تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے تصرفات کے بارے میں بکثرت جھوٹے قصے کہانیاں گھڑ کر پھیلا دئے اور عقیدہ شرک کو تقویت پہنچائی کہ آپؐ نے ہاتھ باہر نکالا جس میں روٹی تھی۔ آپ نے فلاں سے مصافحہ کرنے کے لیئے اپنا دست مبارک قبر سے باہر لایا۔ کسی نے آپؐ سے دُعا اور فریاد کی تو آپ نے فوراً دُعا قبول فرما کر اس کے کھوئے ہوئے پیسے اور پاسپورٹ دلا دیا وغیرہ۔ لیکن آخر یہ کیا بات ہے کہ حضورؐ نے دور خلفاء راشدین میں علمی، دینی، ملی یا خلافتی اور جنگی اُمور اور مسائل میں کبھی مدد اور رہنمائی نہیں فرمائی اور مسلمان ہر معاملہ میں قرآن اور حدیث سے ہی رہنمائی لیتے رہے۔ اکابر صحابہ کے دل میں کبھی یہ بات نہیں آئی کہ فلاں معاملہ میں قبر نبویؐ سے رجوع کریں گے۔ جب حضورؐ قبر سے ہاتھ باہر نکال کر کسی کو روٹی دے سکتے تھے تو مسلمانوں کو نقصانات اور اختلافات سے بچانے کے لئے رہنمائی بھی فرما سکتے تھے۔ لیکن سیرت النبیؐ میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا کہ آپؐ نے روٹی کی طرح فی الفور خلفاء اور صحابہ کی برے وقتوں میں مدد اور رہنمائی کی ہو۔

ایک دوٹوک اور فیصلہ کن حدیث!

○ ''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا میں پریشان حال اور بھوکا ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے بعض ازواج مطہرات کو اطلاع دی کہ اگر کچھ کھانے کو موجود ہو تو بھیجیں۔ جواب ملا کہ گھر میں پانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپؐ نے یکے بعد دیگرے تمام ازواج مطہرات کے یہاں معلوم کیا۔ مگر ہر جگہ سے یہی جواب ملا کہ گھر میں پانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تو آپؐ نے اپنے

صحابہؓ سے فرمایا! کوئی ہے جو آج رات اسے اپنا مہمان بنالے؟ ایک انصاری نے کہا کہ میں اسے ساتھ لے جاتا ہوں''۔ (بخاری)

آخر یہ شخص بھی تو بھوکا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی طالب مدد ہوا تھا۔ لیکن چونکہ آپؐ اس کی مدد سے قاصر اور مجبور تھے۔ اس لیئے آپؐ نے اس کی حاجت ایک صحابی کے ذریعہ پوری کردی۔ جب زندگی میں حضورؐ حسب استطاعت اور بقدر قدرت ہی دوسروں کی مدد اور استعانت کے موقف میں تھے اس سے زیادہ اور ماوراء نہیں تو سوچا جاسکتا ہے کہ وفات کے بعد آپؐ متصرف کائنات کیسے ہوگئے؟ اور اہل دنیا کی ہر نوع وقسم کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں۔ مذکورہ حدیث بخاری کی ہے کسی قادری کا کہا ہوا قصہ کہانی نہیں۔!

اس واقعہ سے اس بات کا بھی پتہ چلتا اور یہ عقیدہ بنتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب بھی حاصل نہ تھا۔ ورنہ آپؐ ازواج مطہرات سے دریافت نہ فرماتے کہ سائل کو کھانے کے لیئے کچھ ہے؟ ایسی ہی ایک اور حدیث ہے جس کے مطالعہ کے بعد بریلوی اور نظامی علماء کا دماغ سیدھا ہو جانا چاہیئے۔

○ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپؐ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھ رہا ہوں۔ کیا آپؐ کسی تکلیف میں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: بھوک کے سبب کمزوری ہے، یہ سن کر میں رو پڑا''۔ (کنز العمال)

اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام انسانوں کی طرح ایک انسان تھے۔ اس لیئے تمام انسانوں کی طرح کھانا نہ کھانے سے آپ کمزور ہو گئے اور کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ اگر آپؐ کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کی تمام صفات اور قدرتیں حاصل ہوتیں تو آپ بھوک کی وجہ سے اس قدر کمزور نہ ہوتے نہ بخاری کی

مذکورہ حدیث کا واقعہ پیش آتا اور نہ کھانے کی اشیاء کی عدم موجودگی کے سبب بھوک اور کمزوری کا۔ تمام صحابہ کرام بھی یہی سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ میں حاجت روائی، مشکل کشائی اور اپنی اور اپنے اہل وعیال اور صحابہ کرام کی مدد واستعانت کی قدرت نہیں پائی جاتی تھی۔ آپؐ کی عمومی زندگی تمام انسانوں کی طرح تھی۔ مستقل طور پر آپ میں کوئی فوق الفطری قوت موجود نہ تھی۔ نہ زندگی میں اور نہ وفات کے بعد مذکورہ احادیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ جتنے مجبور اور بے قدرت تھے۔ وفات کے بعد اس سے زیادہ اور بدرجہ اولیٰ آپؐ میں حاجت روائی کی صفات اور اختیارات موجود نہ تھے!

زندگی میں رسول اللہ ﷺ نے بعض خاص موقعوں پر صحابہ کرام کی مدد فرمائی تھی اس قسم کے واقعات کا تعلق عمومی اور عادی زندگی سے نہیں بلکہ معجزات سے ہے جو کلیہ میں استثناء کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور معجزات پر رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ اور ہر معاملہ میں قدرت حاصل نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا حضورؐ سے معجزہ سرزد ہو جاتا اور جب نہ چاہتا آپؐ عام زندگی کی طرح مجبور اور بے اختیار ہوتے، جس طرح تمام انسان ہوتے ہیں۔ اس لیئے تصرفات انبیاء اور استعانت بالاولیاء کا مشرکانہ عقیدہ ثابت کرنے کے لیئے معجزات اور کرامات کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا۔

کس عقیدہ کے لئے نص قطعی درکار ہے

واضح رہے کہ توحید اور شرک کا مسئلہ بنیادی عقیدہ اور کلمہ طیبہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے تصرفات انبیاء اور استعانت بالاولیاء کے جواز اور تائید میں واقعات نہیں بلکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے صاف وصریح حکم کی ضرورت ہے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء کو حاجت روائی کی صفات اور اختیارات عطا فرما دیا ہے۔ اس لیئے خدا کے ان برگزیدہ اور مقرب بندوں

سے دُعا اور فریاد کرو۔ جیسا کہ قرآن کی بکثرت اور واضح المفہوم آیات میں خدا کی توحید، اس کی بے پناہ قدرتوں اور اختیارات کا ذکر اور اس سے دُعا اور فریاد کرنے کا بار بار حکم اور غیر اللہ سے دُعا و فریاد کی نفی موجود ہے، کوئی بھی بنیادی اور اہم عقیدہ واقعات منطق، اِستنباط اور قیاس سے ثابت نہیں کیا جا سکتا، فقہ کے کسی فروعی مسئلہ میں تو قیاس، گمان استنباط اور دورِ نبویؐ اور دورِ صحابہ کے کسی واقعہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے لیکن کوئی اہم عقیدہ ثابت کرنے کے لئے قرآن اور حدیث کی نص قطعی چاہئے۔ ورنہ کلمہ طیبہ اور عقیدہ توحید بازیچۂ اطفال بن جائے گا اور ایسا ہو بھی چکا ہے جس کے نتیجہ میں ہزاروں لاکھوں حاجت روا اور مشکل کشا یعنی ذیلی، ضمنی اور مجازی خدا گمراہ علماء اور مشائخ سوء کے دل و دماغ اور کاغذ اور قلم کے ذریعہ وجود میں آ گئے!

مسئلہ حیات النبی ﷺ

16 مئی ۲۰۰۸ء کے روزنامہ منصف حیدرآباد میں مسئلہ حیات النبیؐ کے موضوع پر ایک گمراہ مضمون شائع ہوا تھا جس کا میں نے دفتر منصف کو درجہ ذیل جواب ارسال کر دیا تھا۔

بسم الله الرحمن الرحیم

حیدرآباد

18-5-2008

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب منصف

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

16 مئی ۲۰۰۸ء (جمعہ ایڈیشن) کے منصف میں ایک مضمون ''حیات النبی ﷺ'' شائع ہوا ہے۔ جس میں آیات اور احادیث کا بالکل غلط اور غیر متعلقہ مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ نفس مسئلہ حیات النبیؐ سے تعارض کئے بغیر جس کے ہم اجمالی طور پر توحید کے حدود میں قائل ہیں۔ مضمون نگار شاہ محمد ذوالفقار محی الدین صدیقی کے دلائل کی غلطیوں کو آشکارا کرنا چاہتا ہوں۔

عجیب وغریب ترجمہ

اپنے مضمون کے آغاز میں سب سے پہلی آیت شاہ صاحب نے جو پیش کی ہے وہ یہ ہے: اِنكَ ميتٌ واِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ (الزمر) اس کا شاہ صاحب نے ترجمہ یوں فرمایا ہے: ''اے حبیب مکرم رسول محبوب نور مجسمؐ آپ تو فانی ہیں اور انہیں بھی چاہئے کہ فناء کا مظاہرہ کریں''۔

خط کشیدہ ترجمہ اور اس کا مفہوم عجیب وغریب ہے۔ پیدائش کی طرح موت بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کسی بندہ کے اختیار میں نہیں کہ وہ اس کا مظاہرہ کرے موت کا مظاہرہ خود سے صرف خودکشی کے ذریعہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ فطری موت کے لئے یہ ترجمہ غلط ہے۔ اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے: ''یقیناً خود آپ کو بھی موت کا مزہ چکھنا ہے اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں''۔ (زمر:۳۰)

اس آیت کے تحت محترم شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ انبیاء علیھم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ البتہ اختلاف آپ کی حیات کی نوعیت اور کیفیت میں ہے۔

ہم ان دو باتوں کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اگر شاہ صاحب اپنے مضمون میں اسی کو موضوع بحث بناتے تو ہمیں کوئی اعتراض نہ تھا۔ لیکن اُنھوں نے اپنے مضمون میں حیات النبیؐ سے متعلقہ غلط اور اختلافی اُمور کو بھی چھیڑا ہے۔ جبکہ وہ خود لکھ چکے ہیں کہ ''اختلاف آپؐ کی حیات کی نوعیت اور کیفیت میں ہے'' کہ رسول اللہ ﷺ قبر میں ہی زندہ نہیں بلکہ مسلمانوں کے اندر باحیات، حاضر و ناظر ہیں۔ اور خواب میں دکھائی دینے والوں کو بیداری کی حالت میں نظر آتے ہیں وغیرہ۔ اس سلسلہ میں شاہ صاحب کو آیات اور احادیث کا غلط مفہوم پیش کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

تفسیر بالرائے۔۱

حیات النبیؐ کے ثبوت میں حضرت شاہ صاحب نے یہ آیت پیش کی ہے: ''وتراھم

ینظرون الیك وھم لا یبصرون (سورہ اعراف) اے حبیب مکرم آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ وہ آپ کی حقیقت کا ادراک نہیں کررہے ہیں''۔آیت بالا کے مخاطب تو مشرکین ہیں، لیکن ہمارے لیئے اس میں سبق ہے کہ آقائے دو جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی دو جہتیں ہیں۔ایک جہت ظاہری ہے جس کا تعلق بصارت سے ہے۔جس میں ہر ایک نے آپ کو دیکھا، جو جہل سے دیکھا وہ ابوجہل اور اس کے متبع ہوئے۔ اور جو علم اور صداقت سے دیکھا وہ صحابی کے اوالعزم خطاب سے سرفراز فرمائے گئے اور ایک جہت باطنی ہے جس کو بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت سے پایا جاتا ہے''۔

شاہ صاحب نے سورہ اعراف کی مذکورہ آیت کی جو تفسیر بیان کی ہے وہ اس سے بالکلیہ طور پر غیر متعلق ہے۔یہ سورہ اعراف کی آیت ۱۹۸ ہے۔اس آیت کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیئے اس سے پہلے کی آیت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ان آیات میں تذکرہ مشرکین کے خود ساختہ بتوں کا ہورہا ہے نہ کہ مشرکین کا۔ملاحظہ ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''تم اللہ کے سوا جنھیں پکارتے ہو، وہ نہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں (آیت ۱۹۷) اس کے بعد کی آیت مذکور ۱۹۸ کا ترجمہ یہ ہے: ''اگر تم ان کو سیدھے راستہ کی طرف بلاؤ تو وہ کبھی تمہاری پکار کو نہ سنیں گے اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ (بظاہر) تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں۔مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے''۔

(سورہ اعراف:۹۸)

مذکورہ آیات کا ترجمہ قاری محمد عبدالباری نظامیؒ کا ہے۔وہ اپنی تفسیر میں اِن آیات کی تشریح یوں کرتے ہیں:

''رہے تمہارے یہ بت تو وہ بے چارے مجبور محض ہیں۔جب وہ اپنی ہی مدد نہیں کر سکتے تو تمہاری مدد کیا کریں گے۔ان (بتوں) کی مجبوری تو اس سے ظاہر ہے کہ جب تم ان کو

بلاؤ تو وہ سنتے ہی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ (بت) تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ (بت) کچھ نہیں دیکھتے''؟ (تفسیر قاری محمد عبدالباری نظامی ص ۳۱۴)

یہاں بات بتوں کے دیکھنے کی ہو رہی ہے نا کہ مشرکین کے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھنے اور ان کی فکر و نظر کی۔ اس لئے شاہ صاحب کی تفسیر پر تفسیر بالرائے کا اطلاق ہوگا جو بہت بڑا اور سنگین گناہ ہے۔

تفسیر بالرائے۔۲

مضمون نگار نے حیات النبی کو ثابت کرنے کے لیئے کہ حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کے درمیان ہر دور اور زمانے میں موجود ہوں گے اس لیئے کہ آپؐ زندہ اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں سورۃ الحجرات کی آدھی اور ادھوری آیت نمبر ۷ سے استدلال فرمایا ہے: واعلموا ان فیکم رسول اللہ (اور تم سب جان لو کہ بیشک تم میں اللہ کا رسول ہے) مطلق حکم ہے۔ صیغہ امر ہے''۔ (منصف مذکور)

جبکہ رسول اللہ ﷺ کی اس آیت میں جس موجودگی کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ اس کا تعلق اپنی حیات طیبہ میں صحابہ کرام کے زمانے کی حد تک محدود ہے، دائمی اور مستقل نہیں۔ اس غلط استدلال کی حقیقت اُس وقت واضح ہوگی جبکہ پوری آیت پیش نظر رہے۔ یہاں ہم مکمل آیت کا ترجمہ معہ تشریح قاری محمد عبدالباری نظامی کی تفسیر سے نقل کرتے ہیں:

''اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ'' (الحجرات: ۷) صحابہ کرام متعدد اُمور میں رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا کرتے تھے۔ اور بعض چاہتے تھے کہ ان کی رائے پر عمل کیا جائے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ صحابہ کرام کی ایک معاملہ میں رائے غلط واقع ہوئی تھی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ تم میں (یعنی صحابہ کرام میں) رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ اور وحی کا سلسلہ جاری ہے۔ اس لئے تم کو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں۔ اس آیت کے تحت قاری محمد عبدالباری نظامی فرماتے ہیں:

''اگر آنحضرتؐ تمہاری خبر یا تمہارے مشورہ اور رائے پر عمل نہ کریں تو اس پر بُرا نہ مانو۔ اور اس بات کی فکر نہ کرو کہ سارے معاملات میں تمہاری بات مانی جائے''۔

(تفسیر قاری محمد عبدالباری نظامیؒ ص ۹۲۶)

اس آیت کا صحیح مفہوم اور مراد سمجھنے میں سورہ توبہ کی درج ذیل آیت سے بھی مدد ملتی ہے:

''کہہ دیجئے کہ تم عمل کئے جاؤ۔ تمہارے عمل اللہ خود دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے (بھی دیکھ لیں گے''۔ (توبہ: ۱۰۵) اللہ اور اس کے بندوں کے دیکھنے کو یکساں نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اللہ ہر زمانے کے انسانوں کے اعمال کو دیکھ سکتا ہے۔ لیکن رسول خداؐ اور مسلمان صرف اپنے زمانے کے لوگوں کے اعمال کو دیکھ سکتے ہیں۔ وہ بھی جو ان کے اردگرد اور آس پاس ہوں نہ کہ بعید، اِلّا یہ کہ بعض باتوں سے اللہ تعالیٰ حضورؐ کو بطور معجزہ آگاہ فرمادے۔

ایک حدیث کا غلط مفہوم

اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب نے ایک حدیث سے بھی اِستدلال فرمایا ہے جس کا ترجمہ ان ہی کا کیا ہوا یہ ہے:

''یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میرا مثل اختیار نہیں کرسکتا''۔

شاہ صاحب نے حیات النبیؐ سے متعلقہ ایک باطل تصور کو ثابت کرنے اس حدیث کا غلط اور ناجائز استعمال فرمایا ہے۔ جبکہ اس معروف حدیث کا مُسلمہ مفہوم یہ ہے کہ جس نے مجھے

خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا۔ کسی اور کو نہیں۔ اس لئے کہ شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا نہ کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے بیداری میں دیکھے گا۔ اِس لحاظ سے بھی اس حدیث کا یہ ترجمہ اور مطلب غلط ہے کہ ہزاروں مسلم عوام اور خواص رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھ چکے ہیں لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ مٙیں نے خواب کے بعد حضورؐ کو دنیا میں بھی باحیات چلتے پھرتے دیکھا ہے!

محمد اشفاق حسین

چونکہ اخبارات میں طویل مراسلے نہیں چھاپے جاتے۔ اس لیئے میں نے مذکورہ مختصر جائزہ ارسال کیا تھا، جبکہ یہ جائزہ نامکمل تھا۔ لیکن بقیہ مضمون پر تبصرہ میں نے اس کتاب میں مکمل کر دیا ہے، جو یہ ہے۔

حیات النبی ﷺ کا ایک صحیح تصور

رسول اللہ ﷺ کی متعدد آیات اور احادیث کے مطابق موت واقع ہوگئی۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد یہ کہنا کہ حضورؐ قبر یا عالم برزخ میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح زمین پر موت سے پہلے باحیات تھے۔ یہ ایک خلاف قرآن اور متضاد بات ہے۔ ہم قبر یا برزخ کی ایسی زندگی کے قائل ہیں جو دنیاوی زندگی سے مختلف بھی ہوگی اور بہتر بھی۔ جس کا ہم ادراک نہیں کر سکتے اور نہ اس سلسلہ میں تفصیلات میں جانے کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ عالم برزخ کا نظام اس دنیا سے بالکل مختلف ہے۔ وہاں تو ایسے جسم سے بھی فرشتے بات چیت کر سکتے ہیں جس کی راکھ فضاء میں اُڑادی اور پانی میں بہادی گئی یا جسے مگرمچھ نے کھا کر ہضم کر لیا ہو۔ قرآن کے مطابق جس طرح روشنی اور تاریکی میں فرق عظیم پایا جاتا ہے۔ اس طرح مردے اور زندے برابر نہیں ہیں فرعون کی لاش جو ہمیں دکھائی دیتی ہے آگ کی سزا پارہی ہے۔ لیکن وہ ہمیں نظر نہیں آتی، قرآن میں رسول اللہ ﷺ کی موت کا متعدد بار ذکر ہے۔ لیکن وفات کے

بعد زندگی کا ایک بار بھی اشارے کنائے کی زبان میں بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ جبکہ شہداء کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ انہیں مردہ نہ کہو۔ وہ زندہ ہیں ان معنوں میں کہ وہ عالم برزخ میں نعمائے جنت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کو جہاد پر اُبھارنے کے لئے حیات شہداء کی بات کی گئی ہے۔ اس کا ایک عظیم دینی فائدہ ہے۔ لیکن حیات النبیؐ کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ ضروری اور مفید نہیں سمجھا (۱)۔ یہ اور بات ہے کہ احادیث کے مطابق حیات النبیؐ جس حیثیت اور نوعیت کی بھی ہو۔ وہ حیات شہداء سے افضل اور بہتر ہے۔ لیکن آپؐ کو ایسی حیات اور صفات حاصل نہیں کہ دنیا والوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرما سکیں۔ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اس سے بہتر حاجت روا اور کوئی نہیں ہے۔ دُعاؤں کو سننے اور قبول کرنے کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کو درمیان میں لانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بندوں کے لئے اللہ کافی ہے!

امام مالک کے قول کی غلط تعبیر

شاہ محمد ذوالفقار محی الدین صدیقی اپنے مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں:

"امام مالکؒ سے منقول ہے کہ وہ مکروہ جانتے تھے اس بات کو کہ کوئی شخص کہے کہ میں نے قبر میں نبی ﷺ کی زیارت کی (۲)۔ علامہ ابن رشد مالکیؒ کہتے ہیں کہ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ زیارت کا لفظ عام طور پر مردوں کے لیئے بولا جاتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کو اللہ رب العزت نے آپ کی وفات کے بعد آپ کو مکمل حیات بخشی ہے"۔ (وفاء الوفا حصہ دوم)

---

(۱) اگر اللہ تعالیٰ قرآن میں حیات النبیؐ کے اثبات میں ایک ہلکی اور معمولی بات بھی کہتا تو اس کو رائی کا پہاڑ بنا کر مشرکانہ تصورات کی ایک بلند و بالا عمارت بڑی آسانی سے کھڑی کر دی جاتی۔ قرآن میں حیات النبیؐ کا تذکرہ نہ ہونے کے باوجود آپ کو بے پناہ خدائی صفات اور اختیارات سے متصف کر دیا گیا ہے۔ اگر قرآن میں سرسری بھی حیات النبیؐ کا تذکرہ کیا جاتا تو حضورؐ کو مکمل خدا بلکہ خدا سے بڑا بنا دیا جاتا۔

(۲) اس کی وجہ خود امام مالکؒ نے بیان کی ہے۔ اسے چھوڑ کر اسکی وجہ علامہ ابن رشد مالکی کی زبانی بیان کرنا چہ معنی دارد؟ محض اس لئے کہ امام مالکؒ نے جو وجہ بتلائی ہے۔ اس سے بریلوی شریعت پر ضرب کاری پڑتی ہے؟ عاشقانِ رسولؐ کو کیا یہ علمی خیانت زیب دیتی ہے؟

امام مالک کا موحدانہ موقف

امام مالکؒ کے دوسرے بیانات کی روشنی میں آپ کی طرف مذکورہ عقیدہ کے انتساب میں متعدد غلطیاں، گمراہیاں اور علمی دھاندلیاں پائی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ کی پہلی بات تو یہ ہے کہ قبر نبویؐ کی زیارت سے متعلقہ جتنی احادیث اور آثار صحابہ ہیں اور جن علماء اور فقہاء نے قبر نبویؐ کی زیارت سے متعلقہ آداب اور احکام بتلائے ہیں۔ ان تمام روایات اور مسائل وغیرہ میں قبر نبویؐ کی زیارت کے سلسلہ میں لفظ زیارت کثرت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اور اس کے متبادل کوئی دوسرا لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ جب احادیث میں تک ''زارنی'' کا لفظ آیا ہے تو اس سے عام معنوں میں اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیئے امام مالکؒ کے مذکورہ خیال کو شرک، قبر پرستی اور حیات النبیؐ کے حق میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

امام مالکؒ چونکہ شرک کے سخت مخالف تھے۔ اور نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان قبر نبویؐ کے بارے میں ایسا کوئی فکر اور عمل اختیار کریں جو شرک کی طرف لے جانے والا ہو۔ اس لیئے آپ نے زیارت قبر نبویؐ کو کڑی شرطوں اور پابندیوں سے جکڑ دیا اور اس طرح سے حرام کا ذریعہ بننے والی چیزوں کو بھی فقہ کے ایک مسلمہ اصول کے مطابق حرام قرار دیکر شرک، قبر نبویؐ کو بت اور عید بننے کے تمام راستوں کو بند فرما دیا۔

شاہ صاحب مذکور نے امام مالکؒ کی طرف قبر نبویؐ کی زیارت کے بارے میں جو ادھورا اور نامکمل قول منسوب کیا ہے وہ اس حد تک تو صحیح ہے لیکن اس کی وجہ علامہ ابن رشد مالکیؒ کے حوالے سے جو بتلائی گئی ہے وہ غلط اور باطل ہے۔ جبکہ خود امام مالکؒ نے اپنے بیان میں اس کی وجہ بتلائی ہے۔ جو شاہ صاحب کی پیش کردہ مشرکانہ تعبیر کے بالکل برعکس سلفی مزاج سے مطابقت رکھتی ہے۔

امام مالکؒ کے قول کی صحیح تعبیر

امام مالکؒ نے: ''میں نے قبر نبویؐ کی زیارت کی''۔ کہنے کو کیوں مکروہ فرمایا۔ اس کی وجہ ان ہی کے بیان کے مطابق شاہ صاحب کے مشرکانہ اور بدعی مزاج کے بالکل برعکس ہے اور جس سے بریلوی عقیدہ شرک پر کاری ضرب پڑتی ہے۔

ابن تیمیہؒ لکھتے ہے:

امام مالکؒ اس قول تک کو برا اور مکروہ کہتے ہیں کہ:

''میں نے قبر نبویؐ کی زیارت کی''۔ اور یہ اس لئے کہ لفظ ''زیارت'' مجمل ہے۔ جس میں زیارت بدعیہ بھی داخل ہے، جو شرک کی قسم سے ہے۔ کیونکہ نبیوں اور مدفون بزرگوں کی قبروں کی زیارت۔ جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے۔ دو قسم کی ہے، شرعی زیارت اور بدعی زیارت۔ چونکہ لفظ زیارت مشتبہ و مجمل اور حق و باطل دونوں پر مشتمل ہے۔ اس لیئے امام مالکؒ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ اور ایسے الفاظ اختیار کیئے جن میں اس قسم کا اشتباہ نہیں مثلاً نبی کریم ﷺ پر سلام وغیرہ''۔ (کتاب الوسیلہ)

یہ وضاحت امام مالکؒ کے مجموعی مزاج اور ان کے معروف مسلک سے عین مطابقت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ آپ نے اُمت مسلمہ کو شرک سے بچانے اور قبر نبویؐ کو بت نہ بننے دینے کے لیئے ان روایتوں سے زیادہ سے زیادہ مدد لی جن میں آداب زیارت کو متعدد پابندیوں سے جکڑ دیا گیا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب قبر نبویؐ پر جاتے تو یہ کہہ کر فوراً ہٹ جاتے:

''اے رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام، اسے ابو بکرؓ آپ پر سلام، اے باپ آپ پر سلام''۔ (موطا۔ امام مالکؒ)

یعنی امام مالکؒ متعدد آثار صحابہ کے پیش نظر نہیں چاہتے تھے کہ کوئی قبر نبویؐ کے سامنے زیادہ دیر تک کھڑا رہے۔ چنانچہ قاضی عیاضؒ (مالکی) نے مبسوط میں امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ

''میرے نزدیک قبر نبویؐ پر کھڑے ہو کر دُعا نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ سلام کر کے ہٹ جانا چاہئے''۔

امام مالکؒ ہی نہیں بلکہ تمام ائمہ فقہ کی یہ رائے ہے کہ سلام پڑھتے وقت قبر نبویؐ کی طرف رُخ کرنا چاہئے اور جب اپنے لیئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا ہو تو قبلہ رُخ ہو جانا چاہئے۔

امام مالکؒ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے قبر نبویؐ پر آنے کی نذر مانی ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا:

''اگر قبر کا ارادہ ہے تو نہ آئے۔ لیکن اگر مسجد کا ارادہ ہے تو آئے۔ پھر حدیث لاتشدوا الرحال روایت کی۔ قاضی عیاض مالکیؒ نے اسے مبسوط میں ذکر کیا ہے''۔

جب زیارت قبر نبویؐ امام مالکؒ کے پاس اتنی کڑی شرطوں اور پابندیوں سے جکڑی ہوئی ہے۔ تو ایسی صورت میں آپ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ زیارت کا لفظ مُردوں کے لیئے بولا جاتا ہے۔ اس لیئے اسے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ جبکہ امام مالکؒ موحد تھے۔ آپ کے پاس بریلوی شرک کا شائبہ تک نہ تھا کہ ایسی قبر پرستانہ بات کہیں!

بریلوی علماء کی علمی خیانتیں

شاہ صاحب نے اپنے زیر تبصرہ مضمون میں رسول اللہ ﷺ کی حیات کے بارے میں لکھا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی وفات کے بعد آپ کو مکمل حیات بخشی ہے۔ قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں، باحیات ہیں''۔ اس سلسلہ میں اُنھوں نے پانچ، چھ علماء قدیم کے نام اور ان کی کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن اس معاملہ یعنی حیات النبیؐ کے مسئلہ کے بارے میں فلاں اور فلاں عالم نے اپنی فلاں اور فلاں کتابوں میں ایسا لکھا ہے۔ ہم ان کے اور دیگر بریلوی مکتب فکر کے عالموں کے حوالوں، ترجموں، تشریحات اور انتسابات پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ جو شخص آیات اور احادیث کا غلط مفہوم پیش کر سکتا ہے۔ اس پر علمی بھروسہ

نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے زیارت قبر نبویؐ کے بارے میں امام مالکؒ نے کیا فرمایا تھا اور کیا نہیں۔ اسے بھی واضح کر دیا اور شاہ صاحب کے جھوٹ کا پول کھول دیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حاملین توحید وسنت کے عقائد بالکلیہ طور پر قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اس لئے اثبات توحید اور رد شرک کے لیئے انھیں علمی دھاندلی اور مکر وفریب کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ چونکہ تصرفات انبیاء اور استعانت بالاولیاء کا عقیدہ قرآن اور حدیث کے خلاف سراسر مشرکانہ ہے۔ اور ائمہ فقہ، حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں بھی توحید خالص ہے۔ اس لیئے صدیقی صاحب کو قرآن کی تفسیر بالرائے، احادیث کی غلط اور من چاہی تشریح اور مشہور علماء کے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ہم نے اس باب میں جتنے علماء کے مضامین وغیرہ پر تنقید کی ہے۔ ان میں تفسیر بالرائے احادیث کی غلط تشریح اور علماء قدیم کی تحریروں کے ساتھ کھلواڑ یہ سب علمی خیانتیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

- عبادت سے پہلے عقیدہ کی اصلاح کیجئے
- عبادت سنت کے مطابق ادا کیجئے

باب (۹)

انبیاء کرام کی موحدانہ دُعائیں

○ وما قَدرُوا اللہ حق قَدرِہٖ

"ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اس کی قدر و منزلت کرنے کا حق ہے"۔ (الزمر۔۶۷)

○ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کسی کے لیئے مناسب نہیں کہ اللہ سے اس کے اسماء الحسنٰی کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے دُعا کرے۔ کیونکہ ماذون اور ماثور دُعاء کا طریقہ تو اللہ کے اس ارشاد سے واضح ہے: **ولله الاسماء الحسنٰی فادعوهُ بها** (الاعراف) اور اللہ کے نام اچھے ہیں۔ انہیں ناموں سے اس کو پکارو"۔ (در مختار جلد ۲ ص ۶۲)

یہ تو ہے محمدی شریعت کی بات اس کے برعکس بریلوی یا قبوری شریعت یہ کہتی ہے کہ اللہ اور اس کے ناموں کو چھوڑ و اور مصائب کے وقت یا رسول اللہ ﷺ، یا غوث یا خواجہ پکارو!

باب (۹)

انبیاء کرام کی موحدانہ دُعائیں

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا:

قرآن مجید میں پہلے انسان اور پہلے نبی کی پہلی دُعا یہ ہے:

''اے ہمارے رب، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے''۔ (الاعراف۔۲۳)

(۲) قرآن مجید کی پہلی دُعا:

قرآن مجید کی پہلی سورت الفاتحہ درحقیقت ایک دُعا ہے جس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی گئی۔ اس کے بعد اللہ کی صفات کے وسیلہ سے اللہ ہی سے دُعا مانگی گئی ہے جو ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے۔ ایک حدیث کے مطابق سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی اس عظیم الشان دُعا میں جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے اور اس کی تلاوت ہر نماز میں لازمی اور ضروری ہے، رسول اللہ ﷺ کے واسطے اور سفارش کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ سورہ فاتحہ میں خدا کی حمد وتعریف کے بعد جو دُعائیہ کلمات ہیں وہ یہ ہیں:

''ہم کو سیدھا راستہ چلا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے (اپنا) فضل وکرم کیا۔ نہ ان

لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور نہ ان لوگوں کا جو گمراہ ہوئے"۔ (الفاتحہ)

اِهدنا الصراط المستقيم کا پہلا اولین اور اہم ترین تعلق مدّعا اور مقصد "اياك نعبد وإياك نستعين" سے ہے۔ یعنی (اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"۔ اس اقرار اور اعتراف توحید کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اللہ ہی کی عبادت کریں گے۔ اللہ کے سوا کسی غیر اللہ کی عبادت نہیں کریں گے۔ اور یہ کہ ہم اللہ ہی سے دُعا کریں گے کسی اور سے دُعا اور فریاد نہیں کریں گے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اس آیت اور اپنے عہد، اقرار اور ایمان باللہ کے باوجود اللہ کے علاوہ غیر اللہ یعنی اس کے محبوب اور برگزیدہ بندوں۔ انبیاء اور اولیاء کی عبادت بھی کر رہی ہے اور ان سے دُعا اور فریاد بھی جبکہ اسلام کا اصل مقصد مغز اور جوہر یہی دو چیزیں عبادت اور دُعا ہے۔

مروجہ طریقہ فاتحہ

اس سلسلہ کی ایک اور اہم بات یہ ہے کہ بریلوی اور نظامی علماء اور ان کے زیر اثر مُسلمانوں نے سورہ فاتحہ کی ایک اہم ہدایت عظیم پیغام اور اسلام کی بنیاد، عقیدۂ توحید کو تو بری طرح چھوڑ دیا اور اس کے منافی عقیدۂ شرک کو قبول کر لیا۔ لیکن خود ساختہ مروجہ الفاتحہ کے لیئے ملت اسلامیہ میں عرصہ دراز سے انتشار اور خلفشار پھیلا رہے ہیں۔ مروجہ طریقہ فاتحہ کے مخالفین کو منکر سورہ فاتحہ قرار دیتے اور سوال کرتے ہیں کہ کیا قرآن میں سورہ فاتحہ نہیں ہے؟ جبکہ وہ خود اس اعتبار سے سورہ فاتحہ کے بڑے منکر اور اس سے دور اور بے تعلق ہیں کہ وہ امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نمازوں میں ایک بار بھی سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ حالانکہ ایک حدیث میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور اس کی بناء پر امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ تمام ائمہ فقہ اور سلفی حضرات ہر نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اہل بدعت اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ میں اس بات کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا منع ہے،

چونکہ ہم حنفی ہیں۔ اس لیئے ہم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ لیکن وہ اپنے اس مسلمہ اور اتباع فقہ کو مروجہ فاتحہ کے وقت بھول جاتے ہیں۔ جبکہ دُعا کے بعد حنفی فقہ میں مروجہ فاتحہ نہیں ہے۔ اور نہ اُس فاتحہ کا فقہ حنفی یا کسی اور فقہ میں کوئی اتا پتہ ہے جس کے مطابق ایصال ثواب کے لیئے کھانے کی اشیاء سامنے رکھ کر فاتحہ کے نام سے چند چیزیں پڑھی جاتی ہیں۔ اگر وہ یہ جواب دیں کہ یہ ایک بدعت حسنہ یا دین میں اچھا اِضافہ ہے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز با جماعت میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی بطور بدعت حسنہ کیوں تلاوت نہیں کی جاتی؟ اس کے علاوہ فقہ حنفی میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں ہے۔ جبکہ اہل حدیث کے پاس نماز جنازہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بغیر نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود ان کے بارے میں ''مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود کہا جاتا ہے''۔ حالاں کہ ان مخالفین کے مُردوں کی نماز جنازہ میں فاتحہ نہیں ہے۔ اہل حدیث یعنی غیر مقلدین کی نماز جنازہ میں فاتحہ بھی ہے اور درود بھی! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے تاکیدی حکم کو تو بری طرح چھوڑ دیا۔ لیکن فاتحہ کے نام سے اُس بدعت کو اختیار کر لیا جس کا تعلق نہ سنت سے ہے اور نہ جس کا حکم اور طریقہ کسی امام کی فقہ میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ سورہ فاتحہ کے حکم ایاك نعبد و ایاك نستعین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مشرک ہو گئے!

وہ الزام ہم کو دیتے تھے۔ قصور ان کا نکل آیا!

راقم الحروف جب نماز فجر اور عصر کی اجتماعی دُعا کے بعد امام صاحب الفاتحہ کہتے ہیں تو ہاتھوں کو نیچے کر لیتا ہے۔ ایک صاحب نے پوچھا اس کی آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ وہی دلیل جو آپ کے پاس امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی ہے۔ میں تو صرف دو بار سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا۔ جبکہ آپ حساب لگائیے کہ آپ پانچوں نمازوں میں امام کے پیچھے کتنی مرتبہ سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے اور خالی کھڑے رہتے ہیں؟ اگر آپ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ

پڑھتے تو آپ کا یہ عمل ایک حدیث اور تین ائمہ فقہ اور سلفی طریقہ کے مطابق سنت ہوتا۔لیکن آپ تو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ بطور بدعت حسنہ بھی پڑھنا نہیں چاہتے۔جبکہ یہ آپ کے پاس جائز اور مشروع ہے!

دیگر انبیاء کی دُعائیں

اب آیئے انبیاء کرام کی دوسری دُعاؤں کی طرف جن سے توحید کا اثبات اور شرک کی نفی ہوتی ہے:

(۳) حضرت نوح علیہ السلام کی دُعا:

''اور نوحؑ جب اس نے پکارا۔اس سے پہلے۔پھر قبول کر لی ہم نے اس کی دُعا''۔ (انبیاء۔۷۶)

(۴) حضرت ایوب علیہ السلام براہ راست اللہ تعالیٰ سے یوں دُعا کرتے ہیں:

''اور ایوب جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو مجھ پر پڑی ہے تکلیف اور تو ہے سب رحم والوں سے بڑھ کر رحم والا''۔ (الانبیاء۔۸۳)

(۵) حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں دُعا فرمائی تھی:

''جب پکارا اس نے اپنے رب کو اے رب! نہ چھوڑ مجھ کو اکیلا اور تو ہے سب سے بہتر (والی اور) وارث''۔ (الانبیاء۔۸۹)

رسول اللہ ﷺ کی دُعائیں:

(۶) ''اے ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والے۔اے مخلوقات کو قائم رکھنے والے۔ میں آپ سے آپ کی رحمت ہی کے ذریعہ مدد طلب کرتا ہوں۔آپ میرے تمام احوال درست فرما دیجئے''۔ (حاکم الترغیب والترہیب)

(۷) ''اے اللہ، آپ ہی میرے پالنہار ہیں۔آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

ہے۔آپ ہی نے مجھے پیدا کیا اور میں آپ کا حقیقی غلام ہوں۔آپ کی پناہ چاہتا ہوں''۔

(بخاری)

(۸) ''میں اللہ کی عظیم ذات کی پناہ مانگتا ہوں کہ جس سے کوئی چیز بڑی نہیں ہے۔اور پناہ مانگتا ہوں اللہ کے ان کامل التاثیر کلمات کی جن سے آگے نہیں بڑھتا ہے کوئی نیک اور نہ کوئی برا شخص اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے تمام اچھے ناموں کی جو مجھے معلوم ہیں اور جو مجھے معلوم نہیں ہیں''۔ (موطاء امام مالکؒ)

کچھ وسیلہ کے بارے میں

انبیاء کرام کی ان تمام دُعاؤں کے مطابق وہ صرف اللہ تعالیٰ سے کسی کے واسطہ وسیلہ اور سفارش کے بغیر مدد مانگتے تھے۔یہ حاصل مطالعہ ہمارا آزادانہ نہیں بلکہ ہم نے قرآن کو علمائے سلف اور فقہا قدیم کی آراء اور تحقیق کی روشنی میں سمجھا ہے۔چنانچہ:

(۹) حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ کسی کے لیئے مناسب نہیں کہ اللہ سے اس کے اسماء الحسنٰی کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے دُعا کرے کیونکہ ماذون اور ماثور دعاء کا طریقہ تو اللہ کے اس ارشاد سے واضح ہے:

''ولِلّٰہ الا سماء الحسنٰی فادعوہ بھا ''۔(الاعراف) اور اللہ کے نام اچھے ہیں۔انہیں ناموں سے اس کو پکارو''۔ (درمختار۔جلد۲ص۶۲)

(۱۰) ''اور یہ مکروہ ہے کہ آدمی اپنی دُعاء میں بحق فلاں، بحق انبیاء و رُسل کہے، کیوں کہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں''۔ (فتاوی عالمگیری۔عین الہدایہ)

(۱۱) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے براہ راست دُعا کرنے کا اور بیچ میں واسطہ ڈالے نہ رکھنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ اس کی قدرت کا پورا اظہار ہو کہ وہ اپنے بندوں کی ہر پکار و دُعا خود سنتا اور مدد کرتا

ہے(۱)۔ (غنیۃ الطالبین ص ۶۴۸)

(۱۲) امام فخر الدین رازیؒ :

''واذاسئلك عبادی عنی فانی قریب '' کے تحت لکھتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فقل انی قریب نہ فرمایا۔ اس لیئے فضیلت دُعا کے حسب ذیل ثبوت ہو سکتے ہیں۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ گویا یوں فرماتا ہے کہ میرے بندے دُعا کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں کسی ذریعہ اور واسطہ کا محتاج ہوتا ہے (مثلاً علم حاصل کرنے میں اُستاد کا) لیکن دُعا کے موقع پر میرے اور تیرے درمیان کوئی ذریعہ اور وسیلہ نہیں ہے۔

دوم اس امر پر دلالت ہے کہ بندہ خدا کے لیئے اور خدا بندے کے لیئے ہے۔

سوم اللہ نے یوں نہ فرمایا کہ بندہ مجھ سے قریب ہے بلکہ ارشاد ہوا کہ میں بندہ کے قریب ہوں''۔ (تفسیر کبیر)

خدا کے لئے وسیلہ لیکن اس کے اولیاء کے لئے نہیں !

علمائے قدیم کے مذکورہ بیانوں میں توحید خالص پیش کی گئی ہے۔

جب دُعا میں رسول اللہ ﷺ اور بزرگوں کا واسطہ، وسیلہ اور سفارش اور بحق فلاں اور بطفیل فلاں غیر مشروع ہے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خود انبیاء اور اولیاء سے دُعا اور فریاد کرنا شرک کیوں نہ ہوگا؟

ضلالت، جہالت اور گمراہی کی یہ انتہا اور غیر منطقی فکر و عمل بھی ملاحظہ ہو کہ اللہ سے دُعا اور فریاد کرتے وقت رسول اللہ ﷺ اور بزرگوں کا وسیلہ لینا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ اور کسی غوث اور خواجہ وغیرہ اللہ کے محبوب بندوں سے دُعا مانگی جاتی اور انہیں

---

(۱) حضرت جیلانیؒ کا جب دُعا میں وسیلہ کے بارے میں یہ خیال ہے جبکہ وسیلہ لینے والے اللہ ہی سے دُعا کرتے ہیں تو اندازہ لگایئے کہ اللہ کو چھوڑ کر اس کے اولیاء اور بزرگوں سے براہ راست دُعا و فریاد کرنے والوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہوگا؟

مصائب اور حاجات میں مدد کے لیئے پکارا جاتا ہے تو اس ندائے مشرکانہ میں کسی کا واسطہ اور وسیلہ نہیں لیا جاتا اور ان سے براہ راست دُعا اور فریاد کی جاتی ہے۔ ہم نے اس باب میں رسول اللہ ﷺ اور انبیاء کرام سے کی جانے والی متعدد دُعاؤں کو نقل کیا ہے۔ ان دُعاؤں میں وسیلہ نہیں ہے بلکہ بزرگوں سے وسیلہ کے بغیر براہ راست اللہ سے مانگا گیا ہے۔ اس طرح سے یہ کلمہ گو مشرکین۔ بریلوی، نظامی اور اشرفی علماء اپنی زبان قال سے نہیں تو زبان حال اور اپنی اس فکر و عمل سے یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور بزرگان دین اللہ تعالیٰ سے دُعاؤں کو سننے اور قبول کرنے کے معاملہ میں زیادہ افضل۔ بہتر، برتر اور زیادہ قُدرتوں کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو دُعائیں سننے اور قبول کرنے کے لیئے اس کے برگزیدہ بندوں کا واسطہ وسیلہ اور سفارش چاہیئے۔ لیکن اس کے بندوں اولیاء اور بزرگوں کو دُعائیں سننے اور حاجتیں پوری کرنے کیلیئے کسی کے واسطہ اور وسیلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ضلالت اور گمراہی کی آخری حد، عدم توازن اور تضاد اہل شرک و بدعت کو ہی مبارک ہو!

یہ شرک زدہ علماء گمراہی کے عمیق اور تاریک غار میں گرے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود توحید وسنت کے علمبرداروں اور مبلغوں کی مخالفت کو اُنہوں نے عشقِ رسولؐ اور محبت اولیاء کے خوبصورت پردوں کی آڑ میں اپنی زندگی کا مقصد بنالیا ہے۔ ان کی جارحیت قلمی اور لسانی ہی نہیں بلکہ مارنے پیٹنے، پتھراؤ کرنے اور گولی اور چاقو تک پہنچ چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے ساتھ مکہ اور طائف کے مشرکین کا ایسا ہی ظالمانہ اور پرتشدد رویہ تھا! چونکہ اہل توحید وسنت کا موقف علمی، مدلل اور برحق ہے اس لیئے اِن کا رویہ اپنے مخالفین کے تیئں پرامن اور سنجیدہ ہے۔ اہل بدعت کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے چند ہزار کے چھوٹے اور گھٹیا اجتماع میں اہل سنت کے خلاف چیختے اور چلاتے اور جاہل عوام کے سامنے ان پر جھوٹے الزامات عائد کرتے ہیں۔ جبکہ اہل سنت کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے کئی دنوں پر مشتمل لاکھوں کے اجتماع میں ان کلمہ گو مشرکین اور ان کی گمراہیوں اور مخالفتوں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہتے اور ان کے عظیم الشان اجتماعات

کے سارے پروگرام مثبت، باوقار اور تعمیری انداز سے چلتے ہیں!

اللہ کو مخلوق کے نزدیک سفارش بنانا جائز نہیں ہے

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی (بدو) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ''اے اللہ کے رسول! جانیں ضائع ہوگئیں، بچے بھوکے مر گئے اور کھیتیاں تباہ و برباد ہوگئیں، اس لیے آپ رب کی بارگاہ میں بارش کی دعا فرما دیجئے، ہم اللہ کو آپ کے پاس اور آپ کو اللہ کے ہاں سفارشی بناتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بار بار سبحان اللہ کہتے رہے، یہاں تک کہ اس کا اثر صحابۂ کرام کے چہروں پر ظاہر ہونے لگا، پھر آپ نے اس سے کہا: تیرا برا ہو، کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ کون ہے؟ اللہ کا مقام اس بات سے بہت بلند و بالا ہے، اسے کسی کے حضور سفارشی نہیں بنایا جا سکتا''۔ (سنن ابی داؤد)

غیر مقبول دُعاؤں کا اجر کون دیتا ہے؟

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: زمین پر جو بھی مسلمان اللہ تعالیٰ سے کوئی دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا کرتا ہے یا اس سے اس کی مثل کوئی برائی (تکلیف) دور کر دیتا ہے۔ جب تک کہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دُعا نہیں کرتا (یہ سن کر) لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: پھر تو ہم بہت زیادہ دُعائیں کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ بھی بہت زیادہ دینے والا اور (دعائیں) قبول کرنے والا ہے (ترمذی)۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے اس روایت میں اس قدر اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دُعا اُس کی آخرت کے لیئے ذخیرہ کر لیتا ہے۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ ایک اور روایت میں یہ اِضافہ بھی ہے کہ جب آخرت میں بندہ اپنی غیر مقبول دُعاؤں کا اجر دیکھے گا تو خواہش کرے گا کہ کاش دُنیا میں اُس کی کوئی دُعا قبول نہ ہوئی ہوتی۔ اور آج اُسے سارے کا سارا اجر مل جاتا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے بندے کے اُٹھے ہوئے ہاتھ خالی نہیں لوٹاتا۔ بندے کی دُعا کسی نہ کسی شکل میں ضرور قبول ہوتی ہے یا اُسے وہ چیز عطا کر دی جاتی ہے یا اُس سے کوئی مصیبت، تکلیف ٹال دی جاتی ہے۔ یا اُس کی یہ دُعا آخرت کے لیئے محفوظ کر دی جاتی ہے۔ جہاں وہ اپنی ان دُعاؤں کو پا کر خوش ہو جائے گا''۔

ایک اور حدیث میں ہے:

''اللہ کے نزدیک دُعا سے زیادہ پسندیدہ کوئی اور عمل نہیں ہے''۔ (سنن دارمی)

دُعا کی یہ اہمیت، عظمت اور فضیلت اس لیئے ہے کہ وہ خالق کائنات سے مانگی جاتی ہے۔ لیکن یہی دُعا اگر اللہ کی کسی مخلوق اور بندے، نبی یا ولی سے مانگی جائے تو وہ ندائے غیر اللہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل، شرک ہوگی۔ کسی بزرگ سے مانگی گئی دُعا وہ بزرگ قبول کر سکتے ہیں۔ نہ اس دُعا کا اجر وثواب دے سکتے ہیں اور نہ ہی عدم قبولیت کے سبب اس کا آخرت میں کوئی بدل دینے کے موقف میں ہوتے ہیں۔ یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ سب سے پہلی حقیقت تو یہ ہے کہ جو دُعا قبر میں مدفون کسی بزرگ سے کی جاتی ہے اس کی انھیں خبر ہی نہیں ہوتی۔ اور وہ کسی کی دُعا اور فریاد سنتے ہی نہیں۔

افسوس کہ بریلوی دین وشریعت والوں نے غیر اللہ سے بھی دُعا وفریاد کو جائز قرار دیکر دعا کی عظمت اور فائدوں سے مسلمانوں کو دور اور محروم کر دیا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو دُعا قبر میں مدفون کسی بزرگ سے مانگی جاتی ہے۔ اگر وہ دُعا قبول نہ کریں تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرح عدم قبولیت کے سبب وہ چیزیں دے سکتے ہیں جن کا تذکرہ مذکورہ احادیث میں آیا ہے۔ مثلاً آخرت میں بندہ کی غیر مقبول دُعاؤں کا اجر وثواب؟

باب (۱۰)

تصرفات اولیاء کا مشرکانہ عقیدہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لوگوں میں سب سے بدترین وہ لوگ ہوں گے جن پر قیامت قائم ہوگی۔ اور وہ جو قبروں کو سجدہ گا بنالیں''۔ (احمد۔ ابو حاتم)

ان قبروں میں بت نہیں بلکہ خدا کے برگزیدہ بندے مدفون ہوتے ہیں اور قبروں پر سجدہ کرنے والے مسلمان انہیں بالذات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی حاجت روا سمجھتے ہیں، جنھیں حدیث میں بدترین لوگ فرمایا گیا ہے۔

o ''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو (حاجت روائی کے لیئے) پکارتا ہے۔ جس کی اس کے پاس کوئی دلیل (یا سند) نہیں تو اس کا حساب اس کے پروردگار کے پاس ہوگا''۔

(المومنون۔۱۱۷)

o ''اللہ کے سوا کسی کو بھی مت پکارو۔ کیوں کہ یہ تجھ کو نہ رتّی برابر نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان''۔ (یونس:۱۰۶)

o ''کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟''

(زمر:۳۶)

کہ درگاہ بہ درگاہ کی ٹھوکریں کھاتے اور مجاوروں سے لٹتے پھرو!

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

باب (۱۰)

تصرفات اولیاء کا مشرکانہ عقیدہ

بریلوی اور نظامی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں یعنی اولیاء کرام کو مرنے کے بعد دُعاؤں کو سننے غیب کی باتیں جاننے اور حاجتوں کو پوری کرنے کی جملہ صفات، قدرتیں اور اختیارات یعنی Power of Attorney عطا فرما دیا ہے۔ اس لیئے قبر میں مدفون بزرگوں سے دُعائیں مانگی جاسکتی اور مصائب اور مشکلات میں انہیں مدد کے لیئے پکارا جاسکتا ہے۔ متعلقہ کثیر بیانات پچھلے ایک باب میں نقل کیئے جا چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں مغالطہ یہ دیا جاتا اور جاہل عوام کو یوں بیوقوف بنایا جاتا ہے کہ مشرکین عرب بتوں کو پوجتے اور ان سے دُعا اور فریاد کرتے تھے۔ جبکہ ہم بتوں کو نہیں بلکہ اللہ کے محبوب بندوں سے مدد طلب کرتے ہیں۔ نیز مشرکین اپنے معبودوں کو بالذات نافع وضار سمجھتے تھے۔ جبکہ ہم انبیاء اور اولیاء کو بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا یعنی من جانب اللہ سمیع الدعا اور حاجت روا سمجھتے ہیں۔ اب ہم یہاں بزرگوں کے تصرفات اور استعانت بالاولیاء کے بریلوی عقیدہ پر مفصل، مدلل اور فیصلہ کن گفتگو کرتے اور اسے شرک جلی ثابت کرتے ہیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے تصرفات اولیاء سے متعلقہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ایک بیان ملاحظہ فرمالیجئے:

فلا تجعلوا اللہِ انداداو انتم تعلمون (بقرہ) کی تفسیر میں شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''پیر پرست کہتے ہیں کہ بزرگ آدمی کثرتِ ریاضت اور مجاہدہ کی وجہ سے اس کی دُعائیں اور سفارش اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اس دُنیا سے رُخصت کے بعد اس کی صورت کو برزخ بنایا جائے یا اس کی نشست گاہ اور قبر پر عجز و انقیاد سے سجدہ کیا جائے۔ اس کی روح کو وسعت علم کی بناء اطلاع ہو جاتی ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کے حق میں سفارش کرتی ہے۔ اس قسم کی استمداد اور اِستعانت کو شاہ صاحب ندّ سمجھتے ہیں اور اسے شرک تصور فرماتے ہیں''۔ (ملاحظہ ہو تفسیر عزیزی جلد ا ص ۱۰۱)

تصرفات اولیاء کا یہ مشرکانہ عقیدہ قرآن میں نہیں بلکہ بریلوی اور نظامی علماء و مشائخ کے دماغ میں ہے۔

دلائل ہی دلائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کے تصرفات اور ان کے نافع و ضار ہونے کا عقیدہ بے بنیاد اور بے سند ہے:

(۱) ''کیا متفرق معبود بہتر ہیں یا اکیلا اللہ جو سب پر غالب ہے۔ اللہ کے سوا تم جن کی عبادت (دُعا اور فریاد) کرتے ہو وہ تو محض نام ہی نام ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں۔ اللہ نے ان (کے معبود، اور مشکل کشا) ہونے کی کوئی سند نہیں اُتاری ہے''۔ (یوسف۔۴۰)

یعنی تصرفات اولیاء کا عقیدہ بے دلیل اور اٹکل پچو ہے !

(۲) ''اور جو کوئی بھی پکارتا ہے اللہ کے ساتھ دوسرے کو جس کے کارساز ہونے پر اُس کے پاس کوئی دلیل (یا سند) نہیں ہے''۔ (المومنون۔۱۱۷)

یہاں اللہ کے ساتھ کے الفاظ قابل غور وفکر ہیں۔

(۳) ''ان مشرکین نے اللہ کے ساتھ ان ہستیوں کو بھی شریک ٹھہرایا ہے جن کے (معبود اور مشکل کشا ہونے کی) اس نے کوئی سند نہیں اُتاری(۱)''۔ (آل عمران۔۱۵۱)

یعنی یہ بات غلط اور جھوٹی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء کو پاور آف آٹارنی دے دیا ہے۔ اس لیئے وہ انہیں پکارنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

(۴) ''اے نبیؐ! ان سے کہو کبھی تم نے اپنے ان شریکوں کے بارے میں غور بھی کیا ہے۔ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ کہئے بتاؤ اُنھوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں ان کی کیا شرکت ہے؟ کیا ہم نے انھیں کوئی تحریر لکھ دی ہے جس کی بناء پر یہ کوئی کھلی سند رکھتے ہوں'' (فاطر۔۴۰)

یعنی انبیاء اور اولیاء کے تصرفات اور ان کے نافع وضار ہونے کا عقیدہ باطل، بے سند اور فرضی ہے۔

(۵) ''ان کے پاس اس سلسلہ میں کوئی علم نہیں ہے وہ صرف تیر تکے چلا رہے ہیں۔ کیا ہم نے ان کو اس قرآن سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ یہ اس سے استدلال پیش کرتے ہیں''۔ (الزخرف ۲۰۔۲۱)

(۶) ''کہہ دو! کیا تمہارے پاس (اس شرک کی) کوئی علمی سند ہے؟ ہے تو ہمیں نکال کر دکھاؤ! نہیں تم صرف وہم وخیال کی پیروی کر رہے ہو۔ تم اٹکل پچو تیر چلا رہے ہو''۔

(الانعام۔۱۴۸)

---

(۱) یہ بات ثابت کی جاچکی ہے کہ مشرکین کے معبود اور حاجت روا انبیاء اور بزرگان دین تھے۔ جنہیں وہ بالذات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی نافع وضار اور متصرف کائنات سمجھتے تھے۔ اس لئے اس باب میں جتنی آیات درج کی گئی ہیں۔ ان میں روئے سخن انبیاء، اولیا، اور خدا کے مقرب بندوں کی طرف ہے لکڑی اور پتھر کی بے جان مورتیوں کی طرف نہیں

برزخی تصرفات کا ردّ ایک حدیث سے

انسان کے امتحان اور آزمائش کی مدت اسکی دنیاوی اور زمین کے اوپر کی زندگی تک محدود ہے۔ جب آنکھ ہمیشہ کے لیئے بند ہو جاتی ہے تو اس کا اعمال نامہ بھی لپیٹ دیا جاتا ہے۔ لیکن بریلوی دین وشریعت میں اس کی برزخی زندگی تک توسیع کردی گئی ہے۔ کیا قبر میں بھی میت کے ساتھ منکر نکیر موجود ہوتے ہیں؟ کیا مرنے کے بعد بھی ولی اللہ کے ساتھ نفس اور شیطان لگا رہتا ہے اور اعمال نامہ لکھا جاتا ہے؟ اس بارے میں نہ جانے بریلوی شریعت کیا کہتی ہے؟ جبکہ قبر یا عالم برزخ کے نام نہاد فرضی اور خودساختہ تصورات اس حدیث سے غلط قرار پاتے ہیں:

(۷) ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو تین کاموں کے علاوہ اس کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے:

(۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں (۳) نیک اولاد جو اس (مرنے والے کے) حق میں دُعا کرے''۔ (مسلم، احمد، ابوداوٗد)

لیکن اس فہرست میں اولیاء اللہ کے برزخی اعمال اور تصرفات سے متعلقہ جو اہل دنیا سے تعلق رکھتے ہیں سرگرمیوں اور اس کے اجر وثواب کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ شریعت محمدیؐ کی فہرست تین اُمور پر ختم ہوتی ہے تو بریلوی شریعت کی فہرست کا آغاز چوتھے سے شروع ہوتا ہے جس کا نام تصرف اولیاء ہے!

اِستعانت بالاولیاء کا عقیدہ بے سند اور مشرکانہ ہے

(۸) قرآن میں ہے:

''اللہ کے سوا کسی کو بھی مت پکارو۔ کیوں کہ یہ تجھ کو نہ رتّی برابر نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اور نہ نقصان''۔ (یونس۔۱۰۶)

یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ مع اللہ اور من دون اللہ میں انبیاء اور اولیاء شامل ہیں۔

مشرکین بتوں کو پوجتے تھے جو انبیاء اولیاء کے تھے۔شرک زدہ مسلمان قبر کی پرستش نہیں کرتے بلکہ اس ولی کو اپنا معبود اور مشکل کشا سمجھتے ہیں جس کی وہ قبر ہے۔اگر انبیاء اور مرحوم صالحین کو اللہ تعالیٰ نافع وضار بنادیا ہوتا تو ان سے مدد مانگنے سے منع نہ فرماتا:

(۹) ''مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود (مشکل کشا اور فریاد رس) کو''۔(الشعراء:۲۱۳)

(۱۰) ''اللہ کے سوا کسی دوسرے کو مت پکارو''۔ (جن۔۱۸)

اس لئے کہ:

(۱۱) ''اللہ کے سوا جن کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گھٹلی کے اوپر کی جھلی کے برابر بھی کسی اختیار وقدرت کے مالک نہیں ہیں''۔ (فاطر۔۱۳)

اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں کو حاجت روائی کی قدرتیں اور اِختیارات عطا کرتا تو ان سے دُعا وفریاد کرنے اور انھیں مدد کے لیئے پکارنے سے منع نہ فرماتا،ان آیتوں میں نفس شرک کی تردید کی گئی ہے۔کسی ایک آیت میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ انبیاء اور اولیاء کو بالذّات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی نافع وضار سمجھو۔اور نہ اس کی ضرورت تھی۔اس لئے کہ مشرکین عرب اپنے معبودوں کو بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطاء سے ہی حاجت روا اور فریاد رس سمجھتے تھے۔اور ان کے معبود بت نہیں بلکہ انبیاء اور خدا کے نیک اور مقرب بندے تھے۔یہ حقیقت بریلوی،نظامی اور اشرفی علماء کے کثیر بیانات اور دلائل سے ثابت کی جاچکی ہے۔ اور سنئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱۲) ''جو دوسروں کو اللہ کے سوا اپنا کارساز بنالیتے ہیں۔ان کی مثال مکڑی کی ہے۔جو اپنا گھر بناتی ہے اور سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے''۔ (العنکبوت۔۴۱)

تصرفات اولیاء کا عقیدہ اتنا ہی کمزور اور بے سند ہے جتنا کہ کھجور کی گھٹلی کے اوپر کی جھلی اور مکڑی کا جالا۔

(۱۳) اس کے سوا لوگوں کا کوئی کارساز نہیں۔اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا''۔
(کہف۔۲۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱۴) ''اس کے اقتدار میں کوئی شریک نہیں ہے (نہ بالذات اور نہ ہی بعطائے الٰہی) نہ وہ کمزور ہے کہ اس کا کوئی دستگیر (معاون اور مددگار) ہو''۔ (اسراء۔۱۱۱)

کہ اسے اپنے مقرب بندوں کو پاور آف اٹارنی دینے کی ضرورت پیش آئے!

(۱۵) ''(اس لئے) تم لوگ اللہ کے لئے (بادشاہوں اور کلکٹروں کی) مثالیں نہ گھڑو''۔ (النمل۔۷۴)

(۱۶) ''(اور اس لئے بھی کہ) اللہ تعالیٰ جیسی کوئی چیز نہیں ہے''۔ (شوریٰ۔۱۱)

اللہ تعالیٰ انسان سے دور نہیں بلکہ اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب اور حاضر و ناظر، سمیع و بصیر اور عالم الغیب والشہادہ ہے۔ اور وہ بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کسی کی سعی و سفارش کے بغیر اپنی رحمانیت و رحیمیت اور اپنے فضل و کرم فرماتا ہے۔ سیڑھی اور سفارش دُنیاوی آفیسروں کی کمزوری اور اخلاقی خرابی ہے۔ وہ اپنے ماتحتوں کی مدد کے بغیر نہیں جانتے کہ درخواست گزار کا مطالبہ کیا ہے۔ اور وہ قانونی ہے یا غیر قانونی اور ان میں سے بعض بُرے عہدہ دار ایسے بھی ہوتے ہیں جو یا تو درخواست گزار کی مُراد رشوت سے پوری کرتے ہیں یا ان سے کسی بڑے عہدہ دار اور منسٹر وغیرہ کی سفارش سے لیکن اللہ تعالیٰ میں یہ برائیاں اور کمزوریاں نہیں پائی جاتیں۔ وہ سائل اور دُعا کرنے والے کی حاجت کو کسی درمیانی واسطے اور وسیلے کے بغیر براہ راست جانتا ہے۔ اور کسی کی سفارش کے بغیر رحمان اور رحیم ہونے کی بنا پر دُعا کو قبول فرماتا ہے۔ بریلوی علماء نے اللہ تعالیٰ کو معقولیت پسند عہدہ داروں سے بھی نعوذ باللہ بدتر بنا دیا ہے۔ جو سفارش لانے والوں سے شکایتاً اور محبت سے کہتے ہیں کہ اس کی کیا ضرورت تھی؟ میں تو کسی سفارش کے بغیر ہی لوگوں کا کام معقولیت کی بنیاد پر کر دیتا ہوں!

بریلوی علماء کی مسلمانی پر ایک سوالیہ نشان

وہ علماء، خواص اور عامۃ المسلمین جو قرآن پڑھنے کے باوجود اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر اور جاہل رہے کہ مشرکین کے معبود خدا کے محبوب اور مقرب بندے تھے اور وہ انہیں بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا سے نافع وضار سمجھتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں وہ شرک، بزرگ پرستی اور قبر پرستی میں بری طرح مبتلا ہو گئے۔ ایسے لوگوں کے اسلام ایمان اور مسلمانی پر ایک گہرا سوالیہ نشان کا پڑنا ایک لازمی بات ہے۔ جس کا ان شرک زدہ علماء کے پاس کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ ان کا شرک دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ وہ اسلام اور ایمان کس کام کا جبکہ عقیدہ توحید ہی کلمہ طیبہ کے مطابق صحیح اور دُرست نہ ہو!

پاور آف اٹارنی Power of Attorney

(۱۷) شرک اور نام نہاد پاور آف آٹارنی کے خود ساختہ عقیدہ کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کیا مختلف ومتفرق بہت سے مالک وآقا بہتر ہیں یا اللہ جو واحد معبود (اور مشکل کشا) ہے۔ اور ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے''۔ (یوسف۔۳۹)

تصرفات اولیاء کا مشرکانہ عقیدہ ایک مسلمان کو ذہنی اور فکری اِنتشار میں مبتلا کر دیتا اور دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر آمادہ کرتا ہے۔ اِسی تصور کو ایک دوسرے انداز سے اللہ تعالیٰ اس طرح سے اُجاگر فرماتا ہے:

(۱۸) ''کیا اللہ اپنے بندے کے لیئے کافی نہیں ہے؟'' (زمر۔۳۶)

کہ بندہ اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیئے درگاہ بہ درگاہ مارے مارے پھرے، جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیئے ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے کافی ہے۔ اور وہ سب سے

اچھا اور بہتر سمیع الدُعا اور مشکل کشا ہے۔ اور حاجت روائی کے لیئے کہیں جانے اور بھاگ دوڑ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ ایک مسلمان اپنے گھر میں یا مسجد میں بیٹھ کر اور وہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے دُعا اور فریاد کر سکتا ہے تو پھر ایسی صورت میں اللہ سے دُعا کرنا عقل وفطرت کے مطابق ہے یا خود ساختہ حاجت رواؤں سے دُعا کرنا؟

ایک مشرک اور موحد کے درمیان فرق

(۱۹) ارشادِ الٰہی ہے:

''خدا ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک شخص ہے جس میں کئی آدمی شریک ہیں۔ مختلف المزاج اور بدخواہ اور ایک آدمی خاص ایک شخص کا غلام ہے۔ بھلا دونوں کی حالت برابر ہے؟ نہیں الحمدللہ، بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے''۔ (الزمر۔۲۹)

''یہ مثال ایک مشرک اور موحد کے درمیان فرق واضح کرنے کے لیئے بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک ایسا غلام جس کے کئی آقا ہوں اور وہ بھی بداخلاق اور بدسلوکی کرنے والے ہوں۔ اور وہ ہمیشہ حیران و پریشان رہتا ہو کہ کس کی بات مانے اور کس کی نافرمانی کرے۔ اور کس طرح سب کو راضی رکھے۔ ایسا غلام اس غلام کے مانند نہیں ہوسکتا جس کا ایک ہی آقا ہو۔ اسی کے اشاروں پر عمل کرتا ہو اور اطمینان بھری زندگی گزارتا ہو۔ یہی حال مشرک و موحد کا ہے۔ مشرک مختلف معبودوں کے درمیان حیران و پریشان رہتا ہے۔ اور موحد رب العالمین کی عبادت کرتا ہے۔ اور اس کا دل سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ مشرک کی اسی حیرانی اور موحد کے اسی سکون و اطمینان کی طرف یوسف علیہ السلام نے اشارہ کیا تھا۔ جب قرآن کی زبان میں انہوں نے جیل کے ساتھیوں سے کہا تھا أَرْبَابٌ متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار (سورہ یوسف۔۳۹) بھانت بھانت کے بہت سارے معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جو صاحب قہر و جبروت ہے''۔ (تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن)

دورُخی گمراہی۔شرک در شرک

اس سلسلہ کی ایک اور اہم بات یہ بھی ہے کہ کسی غیر اللہ، نبی یا ولی سے دُعا اور فریاد کرنا گویا اس کی عبادت کرنا ہے۔اور غیر اللہ کی عبادت کرنا بھی شرک ہے۔اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ہیں:

الدُعاء هو العباده۔دُعا ہی عبادت ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ وغیرہ)

الدُعا مُخ العباده ۔دُعا عبادت کا جوہر ہے۔ (ترمذی ونسائی وغیرہ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی عبادت افضل ہے فرمایا: انسان کا اپنے لیئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا افضل عبادت ہے۔

(الادب المفرد۔امام بخاری)

چونکہ غیر اللہ سے دُعا کرنا شرک ہے۔اور دُعا عبادت ہے اس لیئے انبیاء اور اولیاء کو سمیع الدُعا اور کارساز قرار دیکر ان سے دُعا مانگنے والے ان کی عبادت کرنے والے بھی قرار پائیں گے اور اس طرح سے وہ شرک در شرک کے مرتکب ہوں گے!

ایک محتاج بندہ اللہ سے دُعا کے وقت اس کے آگے ہاتھ پھیلاتا، بڑے خشوع وخضوع اور آہ وزاری اور آنسوؤں کے جلو میں تڑپ تڑپ کر دُعا اور فریاد کرتا اور والہانہ طور پر سجدہ میں گر جاتا ہے۔اس دُعا کے وقت بندہ خدا سے اور خدا بندہ سے انتہائی قریب ہو جاتا ہے۔وہ لوگ جو بزرگوں سے دُعا کرتے ہیں لذّت توحید اور قُرب خداوندی کی روحانی چاشنی سے نا آشنا اور محروم ہوتے ہیں۔ اِنہیں خدا سے گڑگڑا کر دُعا وفریاد کرنے کی توفیق اور سعادت حاصل نہیں ہوتی۔اور ان کا اللہ سے تعلق سطحی، اُوپری اور برائے نام ہوتا ہے۔جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی متعدد آیات میں کر چکا ہے۔جو گزر چکی ہیں۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شرک زدہ

لوگوں کو خدا کی وحدانیت، اس کی عظمت اور کبریائی، اس کے سمیع الدعا اور نافع وضار ہونے اور بے پایاں قدرتوں کا تذکرہ گراں گزرتا ہے۔ اور جب انبیاء کے معجزات اور اولیاء کے جھوٹے سچے کرامات اور ان کی حاجت روائی اور مُشکل کشائی کے فرضی اور من گھڑت واقعات سنائے جاتے ہیں تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ اور وہ آہ واہ کے نعرے لگاتے ہیں!

ڈاکٹر میر ولی الدین کا ایک شرک شکن اور ایمان افروز بیان

ڈاکٹر میر ولی الدین جو تصوف سے بڑا شغف و تعلق رکھتے اور حیدر آباد کے علماء اور مشائخ میں مشہور اور معروف تھے۔ شرک کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایصال ثواب! ہاں یہ جائز ہے۔ لیکن یہاں نیت کی تصحیح سخت ضروری ہے۔ غور کرو، تمہیں خود اپنی نجات کی فکر کرنی چاہئے۔ خود کمانے پر مائل ہونا چاہیے۔ اس کو چھوڑ کر تمہیں دوسروں کو ثواب پہنچانے کی فکر زیادہ دامن گیر معلوم ہوتی ہے اور تمہارے آباء واجداد اس امر کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم انہیں ثواب پہنچاؤ۔ اس کا تم کو زیادہ خیال نہیں ہوتا۔ پیروں اور شہیدوں کی نیاز اور فاتحہ التزام کے ساتھ کرتے ہو۔ ذرا اپنے قلب کی طرف ایمان کی روشنی میں دیکھو کیا تمہاری غرض یہ تو نہیں کہ ایسا کرنے سے تمہارے مال میں زیادتی اور برکت ہوگی۔ بال بچے تندرست اور عافیت سے رہیں گے، تجارت میں خسارہ نہ ہوگا۔ زمانے کے لکد کوب سے نجات ملے گی۔ اگر تم اس غرض سے نذر و نیاز بزرگوں کی کیا کرتے ہو۔ (مثلاً حضرت پیر کی گیارہویں یا کنڈوری دسترخوان یا سہ منی) تو مشرکین کی طرح تم ان بزرگوں کو اپنا معبود بنا رہے ہو۔ انھیں نفع وضر کا مالک سمجھ رہے ہو۔ اور یہ کھلا شرک ہے۔ اس کی تشریح قرآن اور حدیث سے اوپر تفصیل کے ساتھ کی گئی ہے۔ (قرآن اور تعمیر سیرت)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن اور حدیث سے اثبات توحید اور نفی شرک سے

متعلقہ مذکورہ جن قیمتی اور صحت پر مبنی نکات کو ڈاکٹر میر ولی الدین نے پایا ہے جو عالم فاضل تھے۔ بریلوی نظامی اور اشرفی علماء اور مشائخ کو ان حقائق تک رسائی کیوں نہیں ہوتی؟ جبکہ ڈاکٹر میر ولی الدین جامعہ نظامیہ اور حیدر آباد کے علماء و مشائخ میں رہ چکے ہیں۔

صاحب مدارج السالکین فرماتے ہیں:

عبادت نام ہے ایسے اعتقاد و شعور کا جس میں کسی معبود کے لئے غیبی طاقت مانتے ہوئے ایسا گمان کرنا کہ وہ اپنی اس غیبی طاقت کے ذریعہ نفع ونقصان پر قدرت رکھتا ہے۔ لہذا غیبی طاقت کے ایسے اعتقاد و شعور کے ساتھ جس کی تعریف وتوصیف بیان کی جائے۔ اس کو پکارا جائے یا اس کی تعظیم کی جائے۔ وہ معبود کہلائے گا اور یہ دُعا و پکار، تعظیم وحمد وثنا عبادت کہلائے گی۔

اس عبارت کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ کسی مخلوق کے بارے میں نفع کی قدرت رکھنے دور ونزدیک سے سننے اور کسی کی فریاد کو پہنچنے کا اعتقاد رکھ کر پکارنا عبادت ہے۔ (مدارج السالکین ج ۱ ص ۴۰)
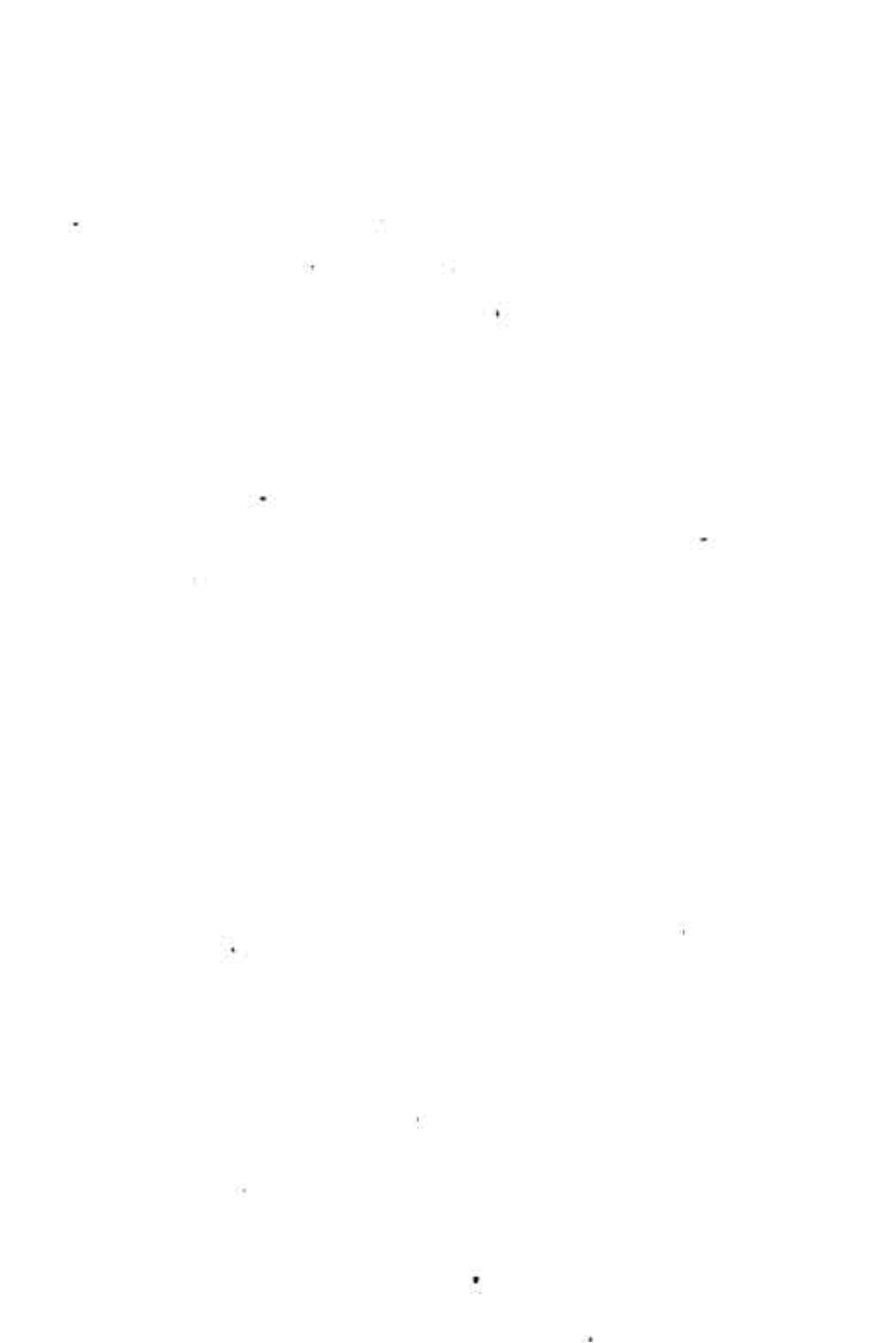
باب(۱۱)

شرک کے ردّ میں چند ایجابی اور سلبی دلائل

1	انسان کمزور ہے
2	شرک کے تدریجی مراحل
3	مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب کا فرق
4	ایجابی دلائل
5	دُعا سے متعلقہ ایک عظیم حقیقت
6	سلبی دلائل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

O دُعا ہی عبادت ہے۔(مشکوۃ)

O دُعا عبادت کا مغز ہے۔(ترمذی)

اسباب کے تحت کسی سے مانگنے اور مدد طلب کرنے پر دُعا کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ اس مانگنے اور طالب مدد ہونے پر دُعا یا عبادت کا اطلاق ہوتا ہے جس کا تعلق غیبی، فوق الفطری اور ماوراء الاسباب سے ہو۔

○ ”سچے ایمان والے تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سُن کر لرز جاتے ہیں۔اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔اور وہ اپنے رب پر پوری طرح توکل اور اعتماد کرتے ہیں“۔ (الانفال:۲)

اہل قبور سے مدد مانگنا ایمان باللہ اور توکل علی اللہ کے منافی ہے!

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

○ ”اللہ تعالیٰ نے براہ راست دُعا کرنے کا اور بیچ میں واسطہ ڈالے نہ رکھنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ اس کی قدرت کا پورا اظہار ہو کہ وہ اپنے بندوں کی ہر پکار و دُعا خود سنتا اور مدد کرتا ہے“۔ (غنیۃ الطالبین ص ۶۴۸)

جب دُعا میں رسول اللہ ﷺ اور بزرگوں کا واسطہ وسیلہ منع ہے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خدا کے ان مقرب بندوں اور دُعا میں واسطہ وسیلہ سے منع کرنے والے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہی سے دُعا اور فریاد کرنا اور آپ کے نام کا وظیفہ پڑھنا کس قدر گمراہی ہوگی؟

باب (۱۱)

شرک کے ردّ میں چند ایجابی اور سلبی دلائل

انسان کمزور ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وخلق الانسان ضعیفا۔ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ (نساء۔۲۷)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اِمتحان اور آزمائش کے لیئے پیدا فرمایا ہے اور اِسی لحاظ سے اور اسی مقصد کے تحت اسے چند مخصوص اور محدود قدرتیں اور اختیارات دیئے گئے ہیں۔ مثلاً انسان کو جو سننے کی صلاحیت حاصل ہے وہ تھوڑے سے فاصلہ تک محدود ہے۔ وہ بیک وقت متعدد انسانوں سے بات کرسکتا ہے نہ ایک سے زیادہ انسانوں کی آوازوں کو سمجھ سکتا ہے۔ اس میں بیماریوں، آفات ارضی وسماوی اور اتفاقی حادثات اور تکالیف سے بچنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اسے غیب کا علم بھی نہیں دیا گیا کہ وہ اس کی بدولت آنے والے مصائب اور نقصانات سے قبل از وقت آگاہی کے سبب بچ جائے۔ وہ دوسروں کی اسباب کے تحت اتنی ہی مدد کرسکتا ہے جتنی کہ اسے قدرت اور اِستطاعت حاصل ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ اگر اس کے پاس ہزار روپیہ ہیں تو کسی کے ایک لاکھ کے مطالبہ کو پورا نہیں کرسکتا۔ اگر وہ ڈاکٹر نہیں ہے تو وہ اپنا علاج خود کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور نہ ڈاکٹر کے ہاتھ میں شفاء اور زندگی ہے۔ کسی بھی اِنسان کو مستقلاً کوئی غیبی اور فوق الفطری قوت حاصل نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنی یا دوسروں کی مدد

کر سکے۔ اور جب ایک انسان اپنی آخری عمر کو پہنچ کر بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کی تمام صلاحیتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ اور جب اس کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی رہی سہی قدرتیں اور حواس خمسہ سب ختم کر دیئے جاتے اور وہ قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ اب وہ قبر یا عالم برزخ میں نہ بات کر سکتا ہے اور نہ بات سن سکتا ہے اور نہ ہی اپنی یا دوسروں کی اتنی مدد کر سکتا ہے جو دُنیا میں عالم اسباب کے تحت کرنے کے قابل تھا۔ قرآن میں ایسی ایک بھی آیت نہیں ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور مقرب بندوں، انبیاء، اولیاء اور بزرگوں کو دُعائیں سننے، دُعائیں قبول کرنے اور دُنیا والوں کی حاجتیں پوری کرنے کی تمام قدرتیں اور اِختیارات بقول ایک نظامی عالم، پاور آف اٹارنی عطا فرما دیا ہے۔ اگر قرآن میں تصرفات انبیاء اور اِستعانت بالاولیاء کے جواز اور تائید میں کوئی آیت ہوتی تو اس سے صحابہ کرام بریلوی اور اشرفی علماء سے پہلے اور بدرجہ اولیٰ طور پر واقف ہوتے، دور صحابہ میں ہی رسول اللہ ﷺ کو سمیع الدُعا اور حاجت روا قرار دیکر آپؐ سے دُعا و فریاد کا سلسلہ چل پڑتا۔ اور صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، عشرۂ مبشرہ اور شہدائے بدر و احد وغیرہ کی قبروں پر جا کر ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے لیکن ایسا عملاً نہیں ہوا۔ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کو نافع و ضار اور متصرف کائنات نہیں سمجھتے تھے۔

شرک کے تدریجی مراحل

مروجہ شرک اور تصرفات اولیاء کا عقیدہ جو اپنی آخری شکل میں بتدریج مکمل ہوا۔ اس کا اُمت محمدیہ میں آغاز یوں ہوا کہ دُعاؤں میں پہلے رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ لیا گیا۔ کہا گیا کہ ہم حضورؐ سے براہ راست تو دُعا نہیں کر رہے ہیں۔ بلا شبہ یہ شرک ہے، لیکن صرف آپ کا وسیلہ لے رہے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ رسول اللہ ﷺ اور مرحوم بزرگوں کی قبروں پر جا کر ان سے خدا کے حضور میں دُعا کرنے کی درخواست کی جانے لگی کہ آپ خدا کے محبوب اور مقرب بندے

ہیں خدا آپ کی سنتا ہے فلاں معاملے میں آپ اللہ سے دُعا کیجئے۔ جبکہ نہ اہل قبور ہماری یہ خواہش اور اِستدعا سن سکتے ہیں اور نہ قبر سے دُعا مانگنے کی قدرت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔ قرآن وسنت میں اس کے لئے کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔قرآن کے مطابق مشرکین عرب کی ایک قسم ایسی بھی تھی جو اللہ کے نیک اور مقرب بندوں کو خدا کے دربار میں اپنا واسط، وسیلہ اور سفارشی سمجھتے تھے:

- ''یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں''۔ (یونس۔۱۸)
- ''ہم ان (بزرگوں اور اللہ کے محبوب بندوں کی) عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں''۔ (الزمر۔۳)

یہ فکر اور عمل بھی دور صحابہ میں موجود نہ تھا۔

اب یہ عالم ہے،نوبت بہ ایں جارسید کہ وسیلہ اور درخواست دُعا بریلوی دین وشریعت میں چھوٹی اور معمولی چیزیں ہوکر رہ گئی ہیں،موجودہ پرفتن زمانے میں دھڑلّے سے اہل قبور کو مدد کے لیئے پکارا جارہا اور یارسول اللہ اور یاغوث کے مشرکانہ نعرے لگائے جارہے ہیں۔ بریلوی مشرکانہ عقائد ایک باب میں نقل کردئے گئے ہیں۔وہ انسان جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ کمزور ہے،لیکن مرنے کے بعد اسے بریلوی اور نظامی علماء نے خدا کی طرح طاقتور بنادیا ہے۔زندگی میں وہ دوسروں کی ایک محدود دائرہ میں مدد کرسکتا تھا۔مرنے کے بعد وہ دُنیا کے ہر انسان کی تمام حاجتیں پوری کرنے کی قدرتِ کاملہ رکھتا ہے!

مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب کا فرق

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ''۔

(ترمذی)

یعنی انسان کو جب ایسی کسی چیز کی حاجت ہو جو ظاہری اسباب سے پوری ہونے والی نہ ہو یا اس کی دسترس سے باہر ہو تو اِنسان وہ چیز صرف اللہ سے مانگے۔ اسی سے دُعاو اِلتجا کرے۔اس لیئے کہ مافوق الاسباب طریقے سے دُعاؤں کا سننے والا اور اسباب کے بغیر کسی کی حاجت پوری کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اس کے سوا کسی کے اندر یہ قوت و طاقت نہیں ہے۔ اسباب کے ماتحت تو انسان ایک دوسرے کی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔اس لیئے اسباب کی حد تک ان سے سوال کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے کسی زندہ اِنسان سے ایک شخص کوئی چیز مانگے تو وہ سننے پر بھی اوراس کی حاجت پوری کرنے پر بھی قادر ہے"۔ یہیں پر ایک بات کہنے کی یہ بھی ہے کہ انسان قریب کی آواز سن سکتا ہے دور کی نہیں۔ اور وہ نزدیک کی آواز بھی نہیں سن سکتا جو ساونڈ پروف جگہ سے ہو۔اور یہ کہ انسان ہر حاجت بھی پوری کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اتنی ہی مدد کرسکتا ہے جتنی اس کے بس اور اختیار میں ہے اس سے زیادہ نہیں.

غرض کہ انبیاء علیہم السلام سمیت تمام انسان ظاہری اسباب کی حد تک ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور ایک دوسرے کے تعاون کے بغیر زندگی گزار ہی نہیں سکتے، اس لیئے اسباب کے ماتحت ایک دوسرے سے سوال کرنا۔ ایک دوسرے سے مدد مانگنا اور چیز ہے اور ماورائے اسباب طریقے سے سوال کرنا اور مدد مانگنا اور چیز ہے۔ پہلی صورت نہ صرف جائز ہے بلکہ ناگزیر ہے، جبکہ دوسری صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے۔کوئی انسان بھی ماورائے اسباب طریقے سے نہ کسی کی بات سن سکتا ہے اور نہ مدد کرسکتا ہے یہ صفات صرف اللہ کے لئے مخصوص ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی ان صفات کا حامل نہیں۔ حدیث مذکورہ الصدر میں پہلی صورت کا نہیں۔ بلکہ دوسری صورت کا ذکر ہے۔ یعنی ماورائے اسباب طریق سے سوال کرنا ہو تو صرف اللہ سے کرو۔ مدد مانگنی ہو تو صرف اللہ سے مانگو، کیونکہ دور اور نزدیک سے ہر ایک کی فریاد صرف وہی سن سکتا ہے اور وہی ہر ایک کی مدد کرسکتا ہے۔ فوت شدہ افراد کسی کی فریاد سُن سکتے ہیں نہ مدد کر سکتے ہیں۔

عقیدہ شرک کی قرآن اور حدیث میں مختلف انداز اور طریقوں سے تردید اور مخالفت

کی گئی ہے۔ان میں سے ایک انداز مثبت ہے۔جس کے بارے میں علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں:
''کسی چیز کا حکم دینا (درحقیقت) اس کی ضد سے منع کرنا ہے''۔ (تفسیر مدارک ج ۴)
دوسرا انداز سلبی، منفی، کفر بالطاغوت اور نہی عن المنکر کا ہے۔اب ہم یہاں شرک کے ردّ میں پہلے ایجابی اور مثبت اور اس کے بعد منفی دلائل پیش کرتے ہیں۔

ایجابی دلائل

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
''اپنے رب سے دُعا مانگو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے''۔ (اعراف۔۵۵)
(۲) ''اللہ سے دُعا مانگو، اُس سے ڈر کر اور اس کی رحمت کی اُمید کر کے، یقیناً اللہ کی رحمت نیک اور مخلص بندوں کے قریب ہے''۔ (الاعراف۔۵۶)
(۳) ''ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ہم اُس کے دل کے خیالات تک کو جانتے ہیں۔ہم شہہ رگ سے زیادہ اس سے قریب ہیں''۔ (ق۔۱۶)

''مشرکین اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے دُعا و فریاد کرتے تھے۔جن میں انبیاء اور اولیاء بھی بدرجہ اولیٰ شامل تھے جنھیں وہ بالذّات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی حاجت روا اور نافع وضار سمجھتے تھے۔اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرماتا ہے کہ وہ اپنے خود ساختہ معبودانِ باطل کو چھوڑ کر صرف اللہ ہی کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھو اور صرف اسی سے دُعا و فریاد کرو۔اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اتنے قریب تر ہیں کہ اس سے زیادہ قریب دوسرا کوئی نہیں ہے وہ اتنا زیادہ مہربان ہے کہ اس سے زیادہ اور اس سے بہتر کوئی اور مہربان نہیں ہے۔حاجت روائی اور مشکل کشائی کی طاقت اور قدرت اس سے زیادہ کسی اور کے پاس نہیں ہے۔اسی طرح متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ مشرکین کے معبودوں کے مقابلہ میں بتاتا ہے کہ وہ ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے ان سے بہتر، فوق اور برتر ہے۔اس لئے اسی کو مصائب اور مشکلات میں مدد کے لیئے پکارو۔

ارشادِ الٰہی ہے:

(۴) ''جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں معلوم کریں تو بتادیجئے کہ میں قریب ہوں، دُعا کرنے والا جب دُعا کرتا ہے تو میں اس کی دُعا قبول کرتا ہوں''۔ (بقرہ۔۱۸۶)

مذکورہ آیات میں مثبت انداز سے رضاخانی شرک کا ابطال کیا گیا ہے اللہ سے دُعا مانگو، مصائب اور مشکلات میں مدد کے لئے صرف اللہ کو پکارو کے حکم کا مطلب، مراد اور منشائے الٰہی یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ غیر اللہ یعنی انبیاء اور اولیاء سے دُعا اور فریاد نہ کرو۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی محبوب اور مقرب بندے کو صفات حاجت روائی اور پاور آف آٹارنی دے دیا ہوتا تو قرآن کی کم از کم ایک آیت میں تو فرماتا کہ انبیاء اور بزرگوں سے بھی دُعا اور فریاد کی جاسکتی ہے۔ ایسا صریح حکم قرآن میں کہیں نہیں ہے اور عقیدہ کو واقعات، اِستنباط، معجزات، کرامات اور آیات متشابہات سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لیئے واضح الفاظ میں دلیل، حکم اور نص قطعی چاہیئے۔ اب اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیے:

(۵) ''جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ''۔
(ترمذی، احمد)

(۶) ''ہر کسی کو چاہیئے کہ اپنی ساری حاجتیں اپنے پروردگار ہی سے مانگے، یہاں تک کہ نمک بھی اُسی سے مانگے اور جوتی کا تسمہ بھی اگر ٹوٹ جائے۔'' (ترمذی)

(۷) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دُعا عین عبادت ہے پھر آپ نے آیت: وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔ اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دُعا مانگو، میں تمہاری دُعا پوری کروں گا''۔
(المومن۔۶۰، حدیث ترمذی، ابوداوٗد، نسائی، احمد)

(۸) ''اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اُسی پر میں نے بھروسہ کیا۔ اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے''۔ (ابوداوٗد)

(۹) ''دُعا عبادت کا مغز ہے''۔ (ترمذی)

(۱۰) ''دُعا ہی عبادت ہے''۔ (مشکوۃ)

(۱۱) 'اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دُعاء سے زیادہ قابل تکریم نہیں۔ (ترمذی)

(۱۲) حدیث قدسی ہے:

''اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، سوائے اس کے کہ جس کو میں کھلاؤں، لہٰذا کھانا مجھ سے مانگا کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو، سوائے اس کے کہ جس کو میں کپڑے پہناؤں لہٰذا کپڑے مجھ سے مانگا کرو میں تمہیں کپڑے پہناؤں گا''۔ (مسلم)

دُعا سے متعلقہ ایک عظیم حقیقت

(۱۳) ''دُرمختار میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ کسی کے لیئے مناسب نہیں کہ اللہ سے اس کے اسماء الحسنیٰ کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے دُعا کرے کیونکہ مسنون اور ماثور دُعاء کا طریقہ تو اللہ کے اس ارشاد سے واضح ہے: وللّٰہِ الاسماء الحسنی فاد عو ہ بھا (الاعراف۔۱۸۰) اور اللہ کے نام اچھے ہیں۔ انہیں ناموں سے اس کو پکارو''۔ (درمختار جلد۲)

(۱۴) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے براہ راست دُعا کرنے کا اور بیچ میں واسطہ ڈالے نہ رکھنے کا حکم اس لیئے دیا ہے کہ اس کی قدرت کا پورا اظہار ہو کہ وہ اپنے بندوں کی ہر پکار و دُعا خود سنتا اور مدد کرتا ہے''۔ (غنیۃ الطالبین ص ۶۴۸)

بریلوی مسلک نہ سنت کے مطابق ہے اور نہ تقلید کے اور نہ ہی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تعلیم اور ہدایت کے۔ دیکھیئے حضرت جیلانیؒ کا مذکورہ بیان کس قدر توحید خالص پر مبنی ہے۔ اُنھوں نے دُعاؤں میں واسطہ، وسیلہ اور سفارش سے تک منع فرما دیا ہے لیکن شیخ جیلانیؒ کے نام نہاد عاشقوں نے انہیں ہی اپنا معبود اور مشکل کشا بنا ڈالا۔!

دُعاؤں سے متعلقہ چند مزید احادیث ملاحظہ ہوں:

(۱۵) رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کرام کو بہت بلند آواز میں دُعا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: ''تم اپنے اوپر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ اللہ کو پکار رہے ہو جو بہت سننے والا اور قریب ہے''۔ (بخاری)

انبیاء اور اولیاء جن سے گمراہ علماء اور مشائخ دُعا اور فریاد کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ ہماری دُعا اور پکار نہیں سنتے اور وہ ہم سے دور بھی ہیں۔ اس لئے ان سے دُعا نہیں مانگی جا سکتی!

ایک حدیث قدسی میں ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں، جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے۔ جس وقت وہ مجھ سے دُعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں''۔ (مسلم)

بریلوی اور نظامی علماء کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت ساری بدگمانیاں اور غلط فہمیاں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اور قریب نہیں بلکہ دور ہے۔ اس لئے اُنھوں نے اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ یعنی اولیاء کرام وغیرہ کا دامن تھام لیا اور ان سے دُعا اور فریاد کرنے لگے، ورنہ ہمیں یہ شرک زدہ حضرات بتلائیں کہ اللہ کو چھوڑ کر اس کے مقرب اور برگزیدہ بندوں سے دُعا اور فریاد کرنے کا کیا سبب ہے؟ اگر وہ یہ جواب دیں کہ ہم نے اللہ کو چھوڑا نہیں ہے بلکہ اس سے بھی دُعا کرتے ہیں تو ہمارا جواب الجواب یہ ہوگا کہ شرک یہی تو ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور غیر اللہ کی بھی اور اللہ سے دُعا مانگی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ اولیاء اللہ سے بھی۔ ورنہ مشرک نہیں کافر کہلاتے۔

سلبی دلائل

یہ تو تھے قرآن وحدیث کے مثبت دلائل جس میں صرف اللہ سے مانگنے کی تلقین اور غیر اللہ سے مانگنے کی تردید کی گئی ہے۔ اب آیئے منفی دلائل کی طرف جن میں واضح الفاظ میں منفی

انداز سے غیر اللہ سے دُعا اور فریاد کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

''اے قید خانہ کے میرے دو رفیقو! کیا متفرق معبود بہتر ہیں یا اکیلا اللہ جو سب پر غالب ہے۔تم اللہ کے سوا جن چیزوں کی پرستش کرتے ہو۔وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم اور تمہارے باپ دادا نے اپنے دل سے گھڑ رکھے ہیں۔اللہ نے تو ان کے معبود ہونے کی کوئی سند نہیں بھیجی''۔ (سورہ یوسف۔۳۹۔۴۰)

وہابی ایک اللہ سے دُعا و فریاد کرتے ہیں۔جبکہ بریلوی متعدد اور متفرق معبودوں اور حاجت رواؤں سے جن کے سمیع الدُعا اور متصرف کائنات ہونے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں اُتاری۔رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور خواجہ بندہ نوازؒ وغیرہ یہ صرف نام ہی نام ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انھیں حاجت روائی کے لئے (Power of Attorney) عطا ہی نہیں فرمایا۔ان کے ہاتھ خالی ہیں اس لئے ان بزرگوں سے دُعا اور فریاد نہیں کرنا چاہئے۔ان کی حاجت روائی کا مشرکانہ عقیدہ اور متعلقہ قصے کہانیاں قرآن اور حدیث میں نہیں ہیں۔یہ سب باتیں باپ دادا سے چلی آ رہی ہیں۔

(۲) ''اور اگر اللہ تمہیں کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو اللہ کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں۔اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے''۔

(الانعام:۱۷)

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو اس حالت میں مرے گا کہ خدا کے سوا کسی اور کو بھی (مدد کے لئے) پکارتا (اور ان سے دُعا اور فریاد کرتا ہے) وہ دوزخ میں جائے گا'' (بخاری۔مسلم)

خدا کے سوا میں ہر نوع و قسم کے تمام معبود اور حاجت روا آ جاتے ہیں جنھیں لوگوں نے

اپنے معبود اور حاجت روا ٹھیرائے ہیں جن میں انبیاء اور اولیاء بھی شامل ہیں۔

(۴) ''جو اللہ سے نہیں مانگتا۔ اللہ اس سے غضب ناک ہوتا ہے''۔ (ترمذی)

بکثرت آیات اور احادیث میں صرف اللہ ہی کو حاجت روا سمجھنے۔ اِسی سے دُعا اور فریاد کرنے اور اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا نہ سمجھنے اور اس کے سوا کسی کو مدد کے لیئے نہ پکارنے کا جو حکم دیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت، افادیت اور مقصد حقیقی اُس وقت فوت ہو جاتا اور وہ بے معنیٰ اور لایعنی قرار پاتا ہے جبکہ انبیاء اور بزرگوں سے بھی دُعا اور فریاد کی جائے۔

''ان کی ساری کوشش دنیا ہی میں برباد ہو گئیں۔ پھر بھی وہ اس خام خیال میں مبتلا ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں ٹھیک ہے''۔ (الکہف:۱۰۴)

اس آیت میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو شرک و بدعت کے حامل ہیں اور دوسری منافیٔ توحید سرگرمیوں میں مبتلا ہیں۔ خواہ ان کا تعلق کسی بھی دین اور مذہب سے تعلق ہو۔ اس لئے اس آیت کے مصداق پیدائشی اور خاندانی مسلمان بھی ہو سکتے ہیں۔ گمراہی خواہ وہ کہیں بھی ہو بحرحال گمراہی ہی رہے گی!

باب (۱۲)

شرک اور قبر پرستی کے رد میں جلیل القدر علماء کرام کے بیانات

1	امام فخر الدین رازیؒ
2	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
3	قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ
4	علی بن عثمان ہجویریؒ
5	شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ
6	ڈاکٹر میر ولی الدین
7	مولانا عبد اسلام رحمانی
8	راشٹریہ سہارا کو مبارک باد!
9	پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی قادری
10	سید شاہ محمد ظہور الحق بخاری
11	کرامات کا غیر متوازن اور نامعقول تصور
12	اس انٹرویو کی قابل توجہ باتیں
13	روزنامہ رہنمائے دکن اور مسئلہ توحید و شرک
14	حقیقت ولایت اور علامات ولی

○ امام فخر الدین رازیؒ المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

''شرک یہ ہے کہ خدا کی مخصوص صفات کو اُس کے سوا کسی اور کے لیئے ثابت کیا جائے، مثلاً وہ تصرف جو صرف ارادے سے کیا جاتا ہو جسے کن فیکون سے تعبیر کیا جاتا ہے''۔ (الفوز الکبیر فی اصول التفسیر)

○ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''جو لوگ کلیر و اجمیر جاتے ہیں تا کہ ان کی مُرادیں پوری ہوں اور مُشکلات حل ہوں۔ وہ زنا و قتل سے بھی بُرا گناہ کرتے ہیں''۔

(تفہیمات الالٰہیہ)

حیدرآباد کے مشہور صوفی ڈاکٹر میر ولی الدین رقمطراز ہیں:

"درد و مصیبت کے وقت اولیاء اللہ کو اس عقیدے سے پکارنا کہ یہ ہر جگہ سے ہماری ندائے درد کو سُن سکتے ہیں اور ہماری اعانت کرسکتے ہیں۔ یہ قطعاً اشتراک فی العلم اور اشتراک فی التصرف ہے تمام فقہا نے اس کی نکیر کی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویؐ سے اس کا تفصیلی ثبوت ملتا ہے۔ (قرآن اور تعمیر سیرت۔ مقالہ توحید اُلوہیت)

باب (۱۲)

شرک اور قبر پرستی کے رد میں جلیل القدر علمائے کرام کے بیانات

کوئی اور کیا کہیں خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بار بار یہ فرمایا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی حاجت روائی کا عقیدہ باطِل، خودساختہ اور بے سند ہے۔ ہم نے اپنے محبوب اور مقرب بندوں کو حاجت روائی، مدد اور استعانت کی کوئی قدرت اور اختیار دیا ہی نہیں اور جلیل القدر علمائے سلف کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

(۱) امام فخر الدین رازیؒ جن کی علمی عظمت اور بزرگی کے بریلوی علماء بھی معترف ہیں۔ لکھتے ہیں:

''شرک یہ ہے کہ خدا کی مخصوص صفات کو اُس کے سوا کسی اور کے لیئے ثابت کیا جائے مثلاً وہ تصرف جو صرف ارادے سے کیا جاتا ہو جسے کُن فیکون سے تعبیر کیا جاتا ہے''۔
(الفوز الکبیر فی اصول التفسیر)

بریلوی علماء و مشائخ اس صفت کو رسول اللہ ﷺ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور دیگر اولیاء کرام میں تسلیم کرتے ہیں۔ یہ حضرات اپنی قبر یا عالم برزخ سے دنیا والوں کی مدد اور استعانت

اسباب کے تحت تو کرنے سے رہے۔اور جو کام ماوراء الاسباب اور فوق الفطری طور پر ہوتا ہے۔ اس کا تعلق ارادے اور کہہ دینے سے ہے۔کن فیکون کی یہ صفت اور قدرت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یہ صفت کسی بھی غیر اللہ میں خواہ کسی بھی طور اور نیت سے تسلیم کی جائے اس عقیدہ کا حامل مشرک ہو جائے گا۔ اگر چہ کہ وہ نام نہاد کلمہ گو ہو۔ اس صفت اور قدرت سے رضا خانی علماء رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام جیسے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ وغیرہ کو منسوب کرتے اور اس معاملہ میں وہ اللہ تعالیٰ اور اولیاء کرام کو برابر سمجھتے ہیں۔ اگر چہ کہ ان کا یہ خیال ہو کہ یہ صفت کن فیکون ان کی ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ مشرکین عرب بھی اپنے معبودوں کو بالذّات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی سمیع الدُعاء اور نافع وضار سمجھے تھے۔ اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ خدا ایک نہیں دو ہیں۔ اور دوسرا خدا بالذات نہیں بلکہ پہلے خدا کا بنایا ہوا ہے تو وہ اس عطائی کے ٹیکے اور حیلے سے جو بے دلیل ہے مشرک اور ملحد ہی رہے گا موحد نہیں۔ ورنہ جھوٹے نبی مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو بھی نعوذ باللہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ اس کا یہ دعویٰ اور عقیدہ تھا کہ میں بالذّات نبی نہیں ہوں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے نبی بنایا ہے۔ میں حضورؐ کی مہر تصدیق، مرضی اور اجازت سے نبی ہوں جس طرح یہ دعویٰ اور دلیل خلافِ قرآن ، باطل اور عقیدہ رسالت پر کاری ضرب ہے۔ اسی طرح یہ عقیدہ کہ رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام بالذّات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا اور مرضی سے حاجت روا اور مشکل کشا ہیں۔ توحید کے منافی اور مشرکانہ ہے!

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''سچ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ ضعیف الایمان مسلمان دیکھے ہیں جنھوں نے علماء کو ارباب من دون اللہ بنالیا۔ اور یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا رکھا ہے''۔ (التفہیمات الالٰہیہ ج۲)

(۳) حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ جو دیو بندی تھے اور نہ وہابی، لکھتے ہیں:

''جولوگ کلیر و اجمیر جاتے ہیں تا کہ ان کی مرادیں پوری ہوں اور مشکلات حل ہوں۔ وہ زنا و قتل سے بھی بُرا گناہ کرتے ہیں''۔ (تفہیمات الالٰہیہ جلد۲ ص ۴۵)

(۴) **شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:**

''اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا کہ: میری قبر کو عید نہ بنالینا'' اس میں تحریف کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ اور انہیں حج کی طرح عید اور موسم بنالیا تھا''۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

(۵) **حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:**

''واضح رہے کہ مُردوں سے یہ جانتے ہوئے اپنی حاجتیں طلب کرنا کہ وہ حاجات پوری کرنے کا سبب ہیں۔ خالص کفر ہے۔ اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ اور اس بات کو یہ کلمہ (کلمہ شہادت) حرام قرار دیتا ہے۔ مگر بیشتر لوگ اس فعل میں مبتلا ہیں''۔ (الخیر الکثیر ص ۱۰۵)

(۶) **قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ** جو عربی مدارس میں پڑھائی جانے والی درس نظامی کے کورس میں داخل کتاب ''مالابد منہ'' کے مصنف ہیں۔ وہ اپنی کتاب ''ارشاد الطالبین'' میں لکھتے ہیں:

''مثلاً وہ الفاظ جو جاہل لوگ پکارتے ہیں جیسے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا یوں کہتے ہیں کہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ۔ کہنا جائز نہیں بلکہ شرک اور کفر ہے''۔

(ارشاد الطالبین ص ۲۱)

(۷) **علی بن عثمان ہجویریؒ لکھتے ہیں:**

''جس کو خدا کی راہ معلوم ہے وہ مخلوق کی راہ نہیں دیکھتا، مخلوق سے حاجتیں طلب کرنا خدا کی معرفت سے دوری کا نشان ہے۔ بندہ کو اگر علم ہے کہ اللہ تعالیٰ قاضی الحاجات ہے تو اپنی جیسی مخلوق سے کیوں سوال کرے، کیونکہ مخلوق کا مخلوق سے مانگنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قیدی کا کسی دوسرے قیدی سے رہائی مانگنا''۔ (کشف المحجوب)

(۸) **شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ** فرزند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''اور وہ (مشرکین) انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے لیئے صِفاتِ اُلوہیت ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً علم غیب، دور ونزدیک سے ہر کسی کی فریاد سننا اور تمام کاموں پر قدرت کا حاصل ہونا''۔ (تفسیر عزیزی ص۵۲)

(۹) شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ مشرکین کی بت پرستی کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''جاہل مسلمانوں میں سے جو بھی بزرگوں کے مزاروں پر اس قسم کے اعمال بجالاتا ہے فوراً کافر ہو جاتا ہے اور اسلام سے نکل جاتا ہے''۔ (فتاوی عزیزی)

(۱۰) ڈاکٹر میر ولی الدین کا ایک شرک شکن اور ایمان افروز بیان:

ڈاکٹر میر ولی الدین جو تصوف سے بڑا شغف وتعلق رکھتے اور حیدرآباد کے علماء اور مشائخ میں مشہور اور معروف تھے۔ شرک کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایصال ثواب! ہاں یہ جائز ہے۔ لیکن یہاں نیت کی تصحیح سخت ضروری ہے۔ غور کرو، تمہیں خود اپنی نجات کی فکر کرنی چاہئے۔ خود کمانے پر مائل ہونا چاہیے۔ اس کو چھوڑ کر تمہیں دوسروں کو ثواب پہنچانے کی فکر زیادہ دامن دیگر معلوم ہوتی ہے اور تمہارے آباء واجداد اس امر کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم انہیں ثواب پہنچاؤ۔ اس کا تم کو زیادہ خیال نہیں ہوتا۔ پیروں اور شہیدوں کی نیاز اور فاتحہ التزام کے ساتھ کرتے ہو۔ ذرا اپنے قلب کی طرف ایمان کی روشنی میں دیکھو کیا تمہاری غرض یہ تو نہیں کہ ایسا کرنے سے تمہارے مال میں زیادتی اور برکت ہوگی۔ بال بچے تندرست اور عافیت سے رہیں گے، تجارت میں خسارہ نہ ہوگا۔ زمانے کے لکدکوب سے نجات ملے گی۔ اگر تم اس غرض سے نذر ونیاز بزرگوں کی کیا کرتے ہو۔ (مثلاً حضرت پیر کی گیارہویں یا کندوری دسترخوان یا سہ منی) تو مشرکین کی طرح تم ان بزرگوں کو اپنا معبود بنا رہے ہو۔ انھیں نفع وضرر کا مالک سمجھ رہے ہو۔ اور یہ کھلا شرک ہے۔ اس کی تشریح قرآن اور حدیث سے اوپر تفصیل کے ساتھ کی گئی ہے۔ (قرآن اور تعمیر سیرت)

(۱۱) لاتشرک باللہ شیئاً۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ:

مذکورہ عنوان سے روزنامہ راشٹریہ سہارا حیدرآباد میں مولانا عبدالسلام رحمانی کا ایک قیمتی مضمون شائع ہوا تھا جسے ہم یہاں چند باتوں کو حذف کر کے نقل کر رہے ہیں۔

''بڑے گناہوں میں بعض گناہ ایسے بھی ہیں جنھیں بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، اور ان بہت بڑے گناہوں میں نمبر ایک پر سرفہرست شرک ہے۔ اس دنیا میں ایک سے ایک بڑے اور بدترین گناہ پائے جاتے ہیں مگر شرک ان سب سے زیادہ بڑا اور سب سے زیادہ بدترین گناہ ہے، گویا جو شخص شرک کرتا ہے وہ دنیا کا سب سے بڑا گنہگار اور سب سے بدترین انسان ہے۔ اس لئے ہر شخص کو شرک کے معاملہ میں بہت زیادہ حساس ہونا چاہئے اور شرک کے ہر شائبہ سے بہت دور رہنا چاہئے کیونکہ اگر توبہ کے بغیر وہ مرگیا اور شرک پہ اس کی موت ہوئی تو اس کے لئے بخشش کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

سورۂ نساء کی یہ چند آیتیں ملاحظہ کیجئے:

(۱) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا۔ (آیت:۴۸)

''اللہ تعالیٰ شرک کو قطعاً معاف نہ کرے گا۔ شرک کے علاوہ دوسرے گناہ جس کے لئے چاہے گا معاف کر دے گا۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا''۔ نیز فرمایا:

(۲) وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا۔ (آیت:۱۱۶)

''اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا''۔

سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ نے کئی نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

(۳) وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ (آیت:۸۸)

''اگر ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان سب کا کیا کرایا غارت ہو جاتا''۔

(۴) وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ج لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔(زمر:٦٥)

''اے نبی !تمہاری طرف اورتم سے پہلے گزرے ہوئے تمام نبیوں کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو یقیناً تمہارا عمل سب برباد ہو جائے گا اور تم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے''۔

گویا کسی نے خواہ کتنے بھی بڑے بڑے نیک کام کر ڈالے ہوں لیکن اگر شرک کا ارتکاب اس سے ہو گیا تو اس کے سارے نیک کام برباد ہو کر رہ جائیں گے۔

سورۂ مائدہ میں فرمایا:

(۵) اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ ط وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔(آیت:۷۲)

''بیشک جو بھی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے''۔

مسند احمد میں یہ حدیث بھی ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا:

لاَ تُشرک بِاللّٰه شیئاً وَان قُتلتَ وَحُرِقتَ۔(مشکوۃ باب الکبائر)

''اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہ بنانا اگرچہ قتل کر دیئے جاؤ اور جلا دئے جاؤ''۔

توحید تمام انبیاء کی بنیادی تعلیم تھی اور شرک کے وجود کے بعد سارے انبیاء نے اپنی امتوں کو شرک سے بچنے کی شدید تاکید فرمائی، لیکن جس طرح تمام انبیاء کی رحلت پر کچھ مدت گزرنے کے بعد ان کی امتیں عقائد واعمال کی خرابیوں اور شرک میں مبتلا ہوتی گئیں، اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی امت میں بھی آپ کے بعد عقائد واعمال کی خرابیاں پیدا ہوتی گئیں۔حتیٰ کہ اسی امت محمدیہ ﷺ کی ایک خاصی تعداد اس بری طرح شرک میں مبتلا ہو چکی ہے کہ اگر ان کے شرکیہ عقائد واعمال کو اُن مشرکین مکہ کے شرکیہ عقائد واعمال سے موازنہ کیا جائے جن کا

ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے تو شاید اِن کا شرک اُن سے کچھ بڑھ کر ہی نکلے۔

مشرکین مکہ کے شرکیہ عقائد و اعمال کا ذکر تفصیل سے قرآن میں موجود ہے، اسے پڑھئے اور آج کل قبروں اور مزاروں پر جو کچھ ہو رہا ہے اور صرف گزرے ہوئے اولیاء کرام و بزرگانِ دین ہی کے بارے میں نہیں اس دَور کے نئے نئے ''ولیوں'' اور ''قلندروں'' کے بارے میں جس طرح کے عقائد و عقیدت کا اظہار ہو رہا ہے اور جو چڑھاوے بجاوے جس انداز میں اور جس پیمانے پر ہو رہے ہیں، آپ انھیں سامنے رکھیں تو آپ کو اِن کے مقابلہ میں مشرکین مکہ ہلکے نظر آئیں گے۔ لیکن نہایت ہی افسوس ناک صورتِ حال اور عظیم ترین المیہ ہے کہ ایسے ایسے واضح اور صریح شرکیہ عقائد و اعمال میں انھیں کوئی مضائقہ نظر نہیں آتا اور وہ یہ سب کام اسلام اور شریعت محمدیہ کے کام سمجھتے ہیں۔

خدا ہی بہتر جانے ہمارے ان کلمۂ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے قائل مسلمان بھائیوں کو جو کہ اپنے آپ ہی کو حقیقت میں مسلمان سمجھتے ہیں اور نام محمد ﷺ پر جان دیتے ہیں کیوں کبھی یہ سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام، امامانِ دین اور اولیاء کرام نے مزاروں، عرسوں اور میلوں ٹھیلوں کا یہ سلسلہ جاری کیا تھا یا نہیں اور جو کچھ مزاروں پر اور عرسوں میں ہو رہا ہے وہ بھی یہ سب کرتے تھے یا نہیں۔ اگر یہ سب دین کے کام ہوتے تو وہ ہم سب سے زیادہ دیندار لوگ تھے۔ یقیناً ہم سب سے زیادہ یہ کام کرتے مگر ان کی زندگیوں میں تو ان کاموں کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا، البتہ مشرکین مکہ وغیرہ کی زندگی میں ان کاموں کا ثبوت ملتا ہے''۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا۔ حیدرآباد ۱۳؍جولائی ۲۰۰۷ء)

راشٹریہ سہارا کو مبارکباد!

روزنامہ راشٹریہ سہارا کا ادارہ انتہائی مبارکبادی کا مستحق ہے کہ اس نے انتہائی جرأت مندانہ قدم اُٹھا کر مسلمانوں کے شرک اور قبر پرستی کے رد میں ایک عمدہ، مفید اور موثر مضمون چھاپ

کر اپنا ایک اہم فرض ادا کر دیا۔ جس سے ہزاروں مسلمانوں کی اصلاح ہوئی ہوگی۔ یہ حقیقت ہے کہ موجودہ زمانے کے کلمہ گو مشرکین کا شرک دورِ نبویؐ کے مشرکین سے بدتر اور چار قدم آگے ہے۔ وہ شدید مصائب اور مشکلات میں اپنے خود ساختہ معبودوں اور حاجت رواؤں کو چھوڑ کر خالق کائنات کو پکارتے تھے لیکن یہ نام نہاد عاشقان رسول اور محبان اولیاء اپنی شدید حاجتوں اور سخت مشکلات میں بھی اللہ کو چھوڑ کر غوثوں اور خواجاؤں سے دُعا اور فریاد کرتے ہیں۔

(۱۲) پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی قادری ملتانی کا تصور توحید۔

ہفتہ روزہ گواہ حیدر آباد میں پروفیسر مذکور جو مجلس تعمیر ملت کے یوم رحمت اللعالمینؐ ۲۰۰۸ء کے پاکستان سے بلائے ہوئے مہمان خصوصی تھے۔ سورہ فاتحہ کی ایک نفیس تفسیر شائع ہوئی ہے۔ ہم یہاں وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس کا تعلق ''ایاک نعبد وایاک نستعین'' سے ہے۔ جس میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہی دُعا اور فریاد کرنے کی تلقین کی گئی ہے کسی اور سے نہیں۔ آپ کا تعلیمی تعلق جامعہ نظامیہ سے ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس تفسیر میں بریلوی شرک کی تردید پائی جاتی ہے۔

''عبادت انتہائی تعظیم و محبت کے ساتھ انتہائی عجز و انکسار اور اظہار کمتری کا نام ہے۔ جب بندے کے اندر یہ احساس عبدیت اور تقاضائے عبادت ابھرتا ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے ایاک نعبد میں صرف اور صرف تیری بندگی کرتا ہوں، صرف تیرا ہی طوق غلامی اپنے گردن میں ڈالتا ہوں۔ تیرے آگے ہی اپنا سر عبودیت اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ اور جب بندہ اپنی عبدیت کے ساتھ ساتھ عبادت کو بھی اسی کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے تو اپنی طبیعت کے اقتضاء سے فوراً پکار اٹھتا ہے۔ میرا حاجت روا بھی تو ہی ہے۔ میں کسی اور کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا، مجھے جو کچھ مانگنا ہے تجھ ہی سے مانگتا ہوں ایاک نستعین اپنے ہر کام میں مدد صرف اور صرف تجھ ہی سے چاہتا ہوں تو ہی میرا کارساز ہے۔ میں اپنی ہر حاجت تیرے ہی سامنے رکھتا ہوں''۔

(ہفتہ وار گواہ ۲۸/مارچ ۲۰۰۸ء)

پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی قادری بھی ہیں اور نظامی بھی لیکن اس کے باوجود ان کے پاس شرک نہیں پایا جاتا۔ حیدرآباد کے علماء، صوفیاء اور مشائخ ایاک نعبد وایاک نستعین کی ایسی تفسیر نہیں کر سکتے جو توحید خالص پر مبنی اور شرک سے پاک ہو، یہاں بھی کسی نہ کسی انداز اور طریقے سے واسطہ، وسیلہ، سفارش اور استعانت بالاولیاء کے شرکیات اور خرافات کو گھسانے کی ضرور کوشش کر تے اور عقیدہ توحید کو شرک کی نجاست سے ملوث کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ماضی قریب کے مشہور حیدرآبادی عالم بحر العلوم مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت نے ایاک نعبدو ایاک نستعین ہی کی تفسیر میں بزرگوں سے دُعا وفریاد کرنے کا جواز ثابت کیا ہے جبکہ اس آیت سے تصرفات انبیاء اور استعانت بالاولیاء کے رضاخانی مشرکانہ عقیدہ کی نفی اور تردید ہوتی ہے!

(۱۳) <u>سید شاہ محمد ظہور الحق بخاری</u> مولوی کامل جامعہ نظامیہ کا بریلویت شکن انٹرویو:

ہفتہ روزہ گواہ حیدرآباد میں الحاج ڈاکٹر سید شاہ محمد ظہور الحق حسینی بخاری مخدومی جاوید جیبی مولوی کامل (تفسیر) ومولوی کامل الحدیث وایم اے عربی جامعہ عثمانیہ وغیرہ کا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا۔ اس میں اثبات توحید وسنت اور نفی شرک وبدعت کے بارے میں حیدرآباد کے مشہور علماء ومشائخ کے علی الرغم چند قابل ذکر ارشادات پائے جاتے ہیں۔

اس انٹرویو کی قیمتی سرخی یہ ہے:

<u>''انسان کی سب سے بڑی کرامت اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی۔ تعلیمات نبویؐ پر عمل آوری کیساتھ زندگی گزارنا ہے''۔</u>

انٹرویو کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

''ہم کسی کی بزرگی کو تسلیم کرنے کے لیئے اس سے ظہور کرامات کے طلب گار ہوتے ہیں۔ حالاں کہ انسان کی سب سے بڑی کرامت ہے اللہ کی رضاجوئی کے لیئے اور سنت نبویؐ کے مطابق اپنی ساری زندگی صرف کر دینا۔ اس سے بڑی کرامت اور کوئی نہیں ہوسکتی''۔

اس انٹرویو میں: <u>ملی اتحاد وقت کی اہم ضرورت</u> کے تحت مولانا سید شاہ ظہور الحسینی کے

خیالات کو اس طرح پیش کیا گیا ہے:

''دُنیا کی ہر قوم مسلمان کے خلاف ہے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو جتنا نقصان خود مسلمان ہی سے پہنچ رہا ہے۔ آپسی اختلافات، غیر ضروری مسائل پر ہم ایک دوسرے سے اُلجھ کر اپنی توانائیوں کو ضائع کر رہے ہیں۔ اسلام کے بنیادی ارکان سے کسی بھی مسلمان کو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ اللہ کی وحدانیت، سرورِ کونین ﷺ کی رسالت اور آپؐ کے خاتم النبین ہونے میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ روزہ، زکوۃ اور حج کی فرضیت سے کسی کو اِنکار نہیں ہوسکتا۔ مسلمان ہونے کے لیئے یہی بنیادی عقائد ہیں۔ دوسرے مسائل پر اختلافات ہیں بھی تو وہ ملت کے اجتماعی مفاد کی خاطر ختم کیئے جاسکتے ہیں''۔

اس انٹرویو کا ایک عنوان یہ بھی ہے: ''اولیائے کرام کی کرامات سے زیادہ تعلیمات کو عام کرنے کی ضرورت'' انسانیت کے جذبوں کو عام کرنے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لیئے اولیائے کرام کی تعلیمات کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اکثر کرامات کی تبلیغ کرتے ہیں۔ کرامات اپنی جگہ حق ہیں۔ انسان کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ وہ اپنی زندگی اللہ کی رضا جوئی اور سنت نبویؐ کے مطابق گزارے حضرت خواجہ بندہ نواز (ا) گیسودرازؒ کے پاس ایک شخص اپنے دل میں یہ ارادہ لے کر آیا کہ وہ آج حضرت کی کوئی کرامت دیکھے۔ حضرت روشن ضمیر تھے، اُنھوں نے اس کی قلبی کیفیت کو بھانپ لیا، دورانِ گفتگو آپ نے کرامت کے متعلق جس کی عام طور سے توقع کی جاتی ہے فرمایا کہ انسان ہوا میں اُڑنے لگے یا پانی میں چلنے لگے تو اسے کرامات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہوا میں اڑنا پرندہ کی اور پانی میں چلنا آبی جانوروں کی صفات ہیں۔ انسان سب سے افضل واشرف ہے، آدمی اپنے مرتبہ سے کم ہوکر پرندہ یا دیگر جانداروں کی صفات اختیار کرتے ہیں تو لوگ اس کو کرامات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے انسان کا تابع بنایا ہے۔

(ا) آپ اپنی زندگی میں انسانوں کی مدد فرماتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس ایک شخص آیا۔ ان کے ساتھ قیام کیا اس کی خواہش تھی کہ غوث الثقلین کی کوئی کرامت دیکھے۔ ایک عرصہ تک قیام کے بعد رخصت ہوتے ہوئے اس نے کہا کہ اس کی خواہش کی تکمیل نہیں ہوئی۔ وہ کوئی کرامت نہیں دیکھ سکے۔ حضرت غوث اعظم دستگیرؒ (۱) نے فرمایا کہ دوران قیام کیا اس نے حضرت کا کوئی بھی عمل خلاف سنت دیکھا؟ اس نے نفی میں جواب دیا تو آپؒ نے فرمایا کہ اس سے بڑی اور کیا کرامت ہوسکتی ہے بزرگان دین کرامات کو حیض الرجال کہا کرتے تھے اور اُسے چھپایا جاتا تھا''۔

(ہفتہ روزہ گواہ حیدرآباد ۲۰/ڈسمبر ۲۰۰۷ء)

کرامات کا غیر متوازن اور نامعقول تصور

لیکن اس کے برخلاف اہل بدعت اور حاملین قبوری شریعت کے ہاں سب سے زیادہ اہمیت معجزات اور کرامات کو دی جاتی ہے جو توحید سے ٹکراتی اور شرک کے دائرہ میں داخل کر دیتی ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور اولیاء کرام کا تذکرہ تحریر یا تقریر میں کیا جاتا ہے تو زیادہ تذکرہ معجزات اور کرامات کا ہی کیا جاتا ہے۔ جبکہ خود صاحب کرامات اولیاء اور بزرگوں کے ہاں اہمیت کرامات کی نہیں بلکہ سیرت و کردار اور کتاب و سنت پر عمل کی ہے۔ مشہور اولیاء اور بزرگوں کی طرف سچی اور جھوٹی کثیر تعداد میں کرامات منسوب کردی گئی ہیں۔ لیکن خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ، اہل بیت رسولؐ اور شہداء بدر و احد، ائمہ حدیث اور فقہ کی زندگیاں زیادہ تر کرامات سے خالی ہیں۔ اس کے علاوہ دور اول کے اِن نفوس قدسیہ کو بھی شرک زدہ علماء نے سمیع الدعا، عالم الغیب اور متصرف کائنات نہیں بنایا۔ جبکہ ہر ولی اور بزرگ کو صفات حاجت روائی سے بقلم خود متصف کر دیا گیا ہے، مذکورہ مسلمہ بزرگوں کے مقابلہ میں بعد کے زمانے کے اولیاء کرام کے مقام اور مرتبہ میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ایک

---

(۱) آپ اپنی زندگی میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی دستگیری فرماتے تھے۔

صحابی رسولؐ حضرت معاویہؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا مرتبہ اور بزرگی حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کے سم میں لگی ہوئی گرد کے بھی برابر نہیں ہے۔ لیکن تاریخ کی کتابوں میں حضرت معاویہؓ کی ایک بھی کرامت مرقوم نہیں ہے۔ جبکہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف بلحاظ کمیت اور کیفیت اتنی زیادہ، غالی اور مشرکانہ کرامات گھڑ کر منسوب کر دی گئی ہیں کہ آپ کو خدا اور رسولؐ سے بھی بڑھا دیا گیا ہے۔

اس انٹرویو کی قابل توجہ باتیں

اس اِنٹرویو کی متعدد باتیں قیمتی اور قابل غور اور لائق عمل ہیں جس سے مسلمانوں کے کئی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ جو نکتہ لمحہ فکریہ رکھتا ہے۔ اس کا تعلق اختلافی اور نزاعی اُمور سے ہے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ اسلام میں داخل ہونے اور اسلام پر قائم رہنے کے لیئے جو بنیادی عقائد اور تصورات اور ایمانیات ہیں اسے تمام مسلمان تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن جو اختلافی اور اختراعی عقائد اور اعمال ہیں انہیں اتحاد ملت کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس لیئے کہ ان کے ترک کرنے سے مسلمان اسلام کے دائرہ میں قائم رہتا ہے۔ پھر کیوں نہ اسلام اور مسلمانوں کے وسیع تر مفاد کے لیئے ان اختراعی اضافی، غیر مشروع اور نئے عقائد اور اعمال چھوڑ دیئے جائیں اور اتنے اسلام کو مضبوطی سے پکڑ لیا جائے جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے اور جو دور نبویؐ اور دور خلفاء راشدین میں موجود تھا؟ تعلق باللہ اور مقصد زندگی کو پانے اور اسلامی زندگی بسر کرنے کے لیئے مشروع عبادتیں اور مسنون اوراد و وظائف کافی اور شافی ہیں۔ اس لیئے ان نئی عبادتوں کو ترک کر دینا چاہیئے جو دور صحابہ کے بعد بدعت حسنہ کے نام سے دین میں اختراع اور اضافہ کر لی گئی ہیں۔ ان کے ترک اور اخراج سے وہی مکمل اسلام باقی رہتا ہے جو دور صحابہ میں کارفرما تھا بزرگوں کے تصرفات کے نام سے جو مشرکانہ فکر وعمل اِیجاد کر لیا گیا ہے۔ جس کے مطابق انبیاء اور اولیاء سے دُعا اور فریاد کی جاتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہماری ہر دُعا وفریاد سننے اور حاجتیں اور مرادیں پوری کرنے کے لئے بالکل کافی ہے۔ اگر انبیاء اور اولیاء سے دُعا وفریاد کرنا

ترک کر دیا جائے تو اس سے اسلام اور ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت میں رمق برابر حرج نہ ہوگا اور اگر استعانت بالا ولیاء کے عقیدہ کو چھوڑ دیا جائے تو اصل اسلام باقی رہے گا اور اتحاد ملت بھی لوٹ کر آئے گا۔ اسلام اور عقل کا یہ تقاضہ ہے کہ اتحاد اور مسلمانوں کے وسیع مفاد کے لیئے ان چیزوں کو چھوڑ دیا جائے جن کے چھوڑنے سے کوئی حرج اور نقصان ہوتا ہے اور نہ اس سلسلہ میں کوئی امر مانع ہے اِسلام تو بدعات کو چھوڑنے کا حکم دیتا ہے۔ بدعات اسلام سے خارج کرنے کے بعد جو اسلام باقی بچے گا وہ وہی کامل اور خالص اسلام ہوگا جو دور صحابہ میں موجود تھا۔

جو مسلمان اللہ سے دُعا و فریاد نہیں کرتے، قرآن و حدیث میں ان کی مذمت اور مخالفت کی گئی ہے۔ لیکن کیا کوئی ایک آیت یا حدیث ایسی بتلائی جاسکتی ہے کہ جس میں انبیاء اور اولیاء کو سمیع الدُعا اور حاجت روانہ سمجھنے اور ان سے دُعا و فریاد نہ کرنے والوں کی نکیر کی گئی ہے؟

روزنامہ رہنمائے دکن اور مسئلہ توحید و شرک

(۱۴) رہنمائے دکن حیدر آباد کا ایک قدیم اور مشہور اخبار ہے۔ لیکن یہ اخبار اسلام کے اہم اور بنیادی عقائد کے معاملہ میں فکری تضاد اور عدم استحکام کا شکار ہے۔ اس میں ٹھیٹ توحید وسنت کے مطابق ''وہابی'' مسلک کے عقائد بھی شائع ہوتے ہیں اور شرک و بدعت کے مطابق ''بریلوی'' مکتبہ فکر کے عقائد باطلہ بھی۔ توحید خالص بھی اور شرک جلی بھی۔ حتٰی کہ رہنمائے دکن میں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے جواز اور رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کامل کی تائید اور حمایت میں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ رہنمائے دکن کا مزاج اور مجموعی طور پر جھکاؤ شرک و بدعت پر مبنی بریلوی اور نظامی مسلک کی طرف ہے۔ ہم یہاں رہنمائے دکن کے ان مضامین کے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں جن میں شرک کی نفی اور مخالفت کی گئی ہے۔

حقیقت ولایت اور علامات ولی

O مولانا الحاج مفتی ابوالناصر لکھتے ہیں:

''بزرگان ملت! جس طرح دنیوی سلاطین کے ملازمین اپنے بادشاہوں کی خدمت واطاعت کرتے کرتے ان کے مقرب اور خاص بن جاتے ہیں اسی طرح جب بندہ احکم الحاکمین کی بندگی واطاعت میں مجاہدات کرتا ہے تو اللہ کے خاص بندوں میں سے ہوجاتا ہے اور ایسے شخص کو ولی کہا جاتا ہے بعض ولیوں کی ذات سے بطور اعزاز کے اللہ تعالیٰ ایسے کام ظاہر کرادیتا ہے جن کو عام لوگ نہیں کرسکتے اولیاء سے صادر شدہ ایسے کاموں کو کرامت کہتے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کے نزدیک اولیاء کرام سے کرامت صادر ہوجانا حق ہے لیکن ہر ولی سے کرامت صادر ہونا ضروری نہیں اللہ تعالیٰ اپنے جس ولی سے صادر کرانا چاہتے ہیں کرادیتے ہیں اور جس سے نہیں چاہتے ان سے کرامت واقع نہیں ہوتی حالانکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بڑے مخصوص بندوں میں سے ہوتے ہیں اکثر عوام اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اتنے بڑے بزرگ تھے کہ باقی امت کا کوئی بڑے سے بڑا قطب وغوث وغیرہ بھی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا حالانکہ صحابہؓ سے بہت ہی کم کرامتیں صادر ہوئیں اور بعض سے تو بالکل ایک کرامت بھی منقول نہیں اسی طرح حضرت امام اعظم، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ اللہ تعالیٰ کے بہت مقبول اور برگزیدہ بندے تھے اور ان حضرات سے امت محمدیہ کو اس قدر فائدہ پہنچا کہ کسی غوث وقطب سے اتنا عظیم الشان اور عام فائدہ نہیں ہوا اس کے باوجود ان حضرات کی کرامتیں زیادہ منقول نہیں اگر ہیں بھی تو بہت کم ہیں پس یاد رکھئے کہ عرف عام میں جن باتوں کو کرامت سمجھا جاتا ہے انکا صادر ہونا نہ تو ولی کی علامت ہے اور نہ ہر ولی سے کرامت واقع ہونا ضروری ہے اور کرامت حقیقیہ یعنی خلاف عادت بغیر اسباب ظاہری ومخفی کے کوئی بات صادر ہونا یہ یقیناً مقبولیت کی دلیل ہے جو صرف عبد صالح سے ظہور میں آتی ہے لیکن کرامت حقیقیہ اور استدراج میں فرق سمجھ لینا عوام کا کام نہیں ہے اس لئے اکثر عوام استدراج کو کرامت سمجھ لیتے ہیں اور کسی نااہل کے فریب میں مبتلا ہوجاتے ہیں پھر اولیاء سے کرامت صادر ہونا تو حق ہے لیکن وہ کرامت دکھانے پر بذات خود قادر ومختار نہیں ہوتے کہ

جب چاہیں اور جیسی چاہیں کرامت دکھا سکیں جس کو چاہیں اولاد و مراد دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں بلکہ ظہور کرامت کیلئے وہ صرف درمیانی واسطہ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کا واسطہ بنا لیتے ہیں جیسے کہ وہ رزاق ہیں مگر رزق دینے کیلئے بندوں کو وسیلہ بنا لیتے ہیں وہ کام جن کو اللہ تعالیٰ اسباب کے ذریعہ کرنا چاہتے ہیں ان میں عام انسانوں اور مخلوقات کو درمیانی وسیلہ بناتے ہیں اور وہ کام جن کو بغیر ظاہری اسباب کے کرنا چاہتے ہیں ان میں صرف اپنے خاص بندوں ہی کو وسیلہ بناتے ہیں کیونکہ دوسروں میں وہ صلاحیت نہیں ہوتی۔ پس اولیاء اظہار قدرت کا ایک درمیانی وسیلہ ہیں وہ خود کچھ نہیں کرتے ہیں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے کئے سے ہوتا ہے۔ اولیاء بذات خود بلا اسباب ظاہری کے نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ لا نافع و لا ضار الا ھو، یعنی نفع ونقصان کا مالک صرف خدا ہے عمدہ تلوار خود کچھ نہیں کرتی ہاں استعمال کرنے سے کام دیتی ہے اور قاتل، تلوار نہیں بلکہ اس کا استعمال کرنے والا ہے اسی طرح کرامات میں اصل موثر اولیاء نہیں ہوتے بلکہ وہ قادر مطلق ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض اوقات اولیاء سے کرامت صادر ہو جاتی ہے اور ان کو خبر بھی نہیں ہوتی بعض دفعہ وہ چاہتے ہیں کہ فلاں بات میرے ذریعہ سے ہو جائے مگر نہیں ہوتی چنانچہ خود ہمارے آقا ﷺ نے بعض خاص کفار کیلئے چاہا کہ وہ مسلمان ہو جائیں مگر وہ اسلام نہ لائے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے فرمایا کہ انك لا تھدی من احببت یعنی جس کو آپؐ چاہیں اس کو ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ جس کو چاہے صراط مستقیم تک پہنچا دیتا ہے اسی طرح باوجود یہ کہ آپؐ سے کئی ہزار معجزات صادر ہو چکے تھے مگر پھر بھی جب بعض کفار نے چند مخصوص معجزات کی فرمائش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان مصلحتوں کی وجہ سے جن کو وہی جانتا ہے کفار کا یہ مطالبہ پورا کرنا مناسب نہ سمجھا تو کفار اس پر اڑ گئے اور فرمائش نہ پوری ہونے کا بہانہ لے کر کفر پر ہی قائم رہے ان کا اسلام سے یہ اعراض آپؐ کے قلب مبارک پر بڑا ناگوار گذرا اور اتمام حجت کیلئے آپؐ نے چاہا کہ ان کی یہ فرمائش بھی پوری ہو جائے اس پر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وان کان کبر علیك اعراضھم

یعنی اگر آپ کو ان کا اعتراض بڑا شاق گزرتا ہے تو (ہم تو ان کی فرمائش پوری نہ کریں گے اگر آپؐ اپنی ذاتی طاقت سے کر سکتے ہیں تو کر یئے) پس اولیاء کرام کو قادر و مختار سمجھنا شرک ہے اور ان سے غائبانہ بلا اسباب ظاہری کے مدد چاہنا غلط ہے لیکن ان سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے (۱) اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقرب بندوں کا ادب و تعظیم کرنا ہر عقلمند مسلمان کیلئے نہایت ضروری ہے اور ان کی شان میں گستاخی کرنا بے ادبی کرنا بڑی محرومی اور بدبختی ہے اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کی عظمت اور شان خود قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے ان کی دعائیں لینا اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہونا بڑی خوش قسمتی کی بات ہے لیکن کسی کو ولی سمجھ کر اس کی صحبت اختیار کرنے اور بیعت کرنے سے پہلے ہمیں یہ جانچ لینا ضروری ہے وہ حقیقتاً مقرب خدا ہے یا نہیں ہے۔ حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ''کیا میں تم کو تم میں سے بہترین شخص کو نہ بتلا دوں؟ عرض کیا گیا کہ ضرور فرمایئے۔ ارشاد فرمایا تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن پر نظر پڑنے سے اللہ کی یاد آئے (ابن ماجہ) (روزنامہ رہنمائے دکن ۵ مئی ۲۰۰۶ء)

تدبیر اول توحید کامل

○ حضرت مولانا الحاج مفتی ابوالناصر فرماتے ہیں:

''برادران ملت اسلامیہ طریقہ زندگی گذارنے کیلئے مسلمان کو ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کی اصلاح کرے کیونکہ جب تک دل درست نہ ہوا اعمال درست نہیں ہو سکتے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جسم (انسانی) میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوا تو تمام جسم درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہوا تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ وہ دل ہے (مشکوٰۃ) پس ہماری تندرستی کیلئے دل کی بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے لہٰذا اب دل کی بیماریوں اور ان کا عمدہ بیان کیا جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ دل کے مریضوں میں سب سے بڑا مرض شرک ہے جو آدمی کی عاقبت

(۱) ان کی زندگی میں ہی نہ کہ مرنے کے بعد!

کو اس قدر تباہ کر دیتا ہے کہ پھر کوئی جائے پناہ نہیں مل سکتی کیونکہ قرآن کا صاف اور صریح قانون ہے کہ مشرک کی بخشش نہ ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس مرض سے اپنے قلب کو اس قدر دور رکھیں کہ کسی معمولی درجہ کے شرک میں بھی مبتلا نہ ہو سکے۔ بزرگو! شروع میں اولاد آدم علیہ السلام سب موحد تھی۔ ان میں شرک شروع ہونے کا واقعہ بہ روایت کعب قرضی اس طرح پیش آیا کہ ود، سواع، یغوث اور نسر بڑے نیک لوگ تھے جو حضرت آدمؑ و حضرت نوحؑ کے درمیانی زمانے میں گذرے ہیں ان کی وفات کے بعد شیطان نے ان کے معتقدین کو بہکایا کہ اپنے بزرگوں کی تصویریں قائم کرلو جس سے غم ہجر میں کمی آکر دل میں تسلی نشاط اور خدا کی عبادت میں لطف آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، پھر بعد کی نسلوں کو اس طرح بہکایا کہ تمہارے بڑے ان بزرگوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور اپنی حاجات ان سے طلب کرتے اور پاتے تھے انھیں کے ذریعہ خدا تک رسائی ہوسکتی ہے اور خدا کی بارگاہ میں انکی سفارش سے تمہاری حاجات پوری ہوسکتی ہیں لہذا خدا کی عبادت کے ساتھ ان کی پوجا بھی کرتے رہو تاکہ یہ تم سے خوش رہیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ان کے بعد والی نسلوں نے ان بزرگوں کو بھی چھوڑ دیا اور صرف مورتیوں کی ہی عبادت کرنے لگے۔ ستارہ پرستوں کو شیطان نے ستاروں کی تاثیرات دکھا کر اول دلوں میں عظمت پیدا کی اور پھر ان کے سامنے جھکنے اور عاجزی کرنے پر آمادہ کیا۔ دن کو ستارے غائب ہوجاتے ہیں اس لئے ان کی تصویر بنانے پر آمادہ کیا اس طرح ستاروں کی مورتی کی پوجا ہونے لگی۔ نصاریٰ کو حضرت عیسیٰؑ کی بے باپ پیدائش اور ان کے معجزات کو آڑ بنا کر ان میں خدائی طاقت کا خیال شیطان نے پیدا کر کے گمراہ کیا کہ ایسے کام انسان سے نہیں ہوسکتے لہٰذا ان میں ضرور خدائی طاقت ہے اسی طرح اس نے دیگر قوموں کو بھی گمراہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے نبی اور رسول بھیجے، جنہوں نے ان کو توحید کی تعلیم دی اور شرک و کفر سے روکا ہمارے حضور اکرم ﷺ چونکہ آخری نبی ہیں، اس لئے آپ کے دین میں شرک و کفر کی تمام باریک رگوں کو بھی کاٹ دیا گیا اور آپ نے توحید کی مکمل تعلیم دی اور ہر ایسی بات سے منع فرمایا جس سے ذرا

بھی شرک وکفر پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔

اب اس مرض شرک کا علاج سنئے کہ اس کا علاج توحید ہے اور یہی اسلامی تعلیم کا جوہر، خلاصہ اور بنیاد عمل ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک کا سب سے زیادہ حصہ اور قرآن کریم کا اکثر حصہ شرک کو مٹانے اور اصول توحید ذاتی، وہ یہ کہ خدا کی ذات کو واحد یقین کرے اور اس میں کسی کو شریک نہ بنائے۔ دوسرے توحید صفاتی یعنی خدا کو اسکی صفات میں یکتا سمجھے اور کسی کو ان میں شریک نہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں ایک وہ جو خدا کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے قدیم ہونا، واجب الوجود ہونا ایسی صفات کا غیر اللہ کیلئے ماننا شرک ہے اور ان کو صرف خدا کیلئے ماننا توحید ہے دوسرے خدا کی وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کیلئے خاص نہیں بلکہ اس نے ان صفات کا کچھ حصہ اپنی مخلوق کو بھی عطا کیا ہے۔ مثلاً سننا، دیکھنا وغیرہ ایسی صفات کو ذاتی طور پر کسی اور کیلئے ماننا شرک اور صرف خدا کیلئے ماننا توحید ہے، اور ایسی صفات کو عطائی طور پر غیر اللہ کیلئے اس طرح ماننا کہ خدا کے برابر یہ صفتیں کسی اور میں ہیں شرک ہے اور عطائی طور پر ایسی صفات کسی کیلئے خدا کے برابر نہ ماننا بلکہ خدا کی صفات کو مخلوق کی عطائی صفات سے بڑھ کر جاننا توحید ہے۔

دوستو! توحید کی ایک قسم ''توحید فی العبادۃ'' ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ کو نفع و نقصان دینے والا سمجھ کر جن جن طریقوں سے انسان اس کے سامنے عاجزی اور ذلت ظاہر کرتا ہے ان طریقوں کو کسی اور کیلئے نہ برتے مثلاً سجدہ و رکوع وغیرہ کسی اور کے لئے نہ کرے اگر نافع وضار سمجھ کر کسی کو سجدہ وغیرہ کرے گا تو شرک فی العبادۃ ہوگا اور اگر بلا اعتقاد نفع وضرر صرف تعظیم کے لئے سجدہ کرنا یا تصویر کی طرح کھڑا ہونا وغیرہ حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ کئی بار بعض صحابہ نے حضور اکرم کیلئے (تعظیمی) سجدہ کی اجازت چاہی لیکن حضور اکرم ﷺ نے ہر بار یہی جواب ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی غیر اللہ کیلئے سجدہ کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے (جمع الفوائد)

(رہنمائے دکن ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

حقیقت شرک۔ایک نظر میں

(۱۵) روزنامہ راشٹریہ سہارا حیدرآباد میں جناب محمد اسعد عزیز (علیگ) بعنوان ''شرک دائمی ہلاکت کا سبب'' ایک قیمتی مضمون شائع ہوا تھا اس کے چند اجزاء ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

''شرک سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں شروع ہوا حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو جب توحید کی دعوت دی تو اُنہوں نے صاف اِنکار کردیا اور اپنے شرکیہ اعمال پر ڈٹے رہے اور حضرت نوحؑ سے اُنہوں نے کہا جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے:

''اور کہا انہوں نے کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو'' (سورہ نوح:۲۳) یہ نوح کی قوم کے پنجتن پاک تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے''۔ ''یہ پانچوں قوم نوحؑ کے نیک آدمیوں کے نام تھے۔ جب یہ مرگئے تو شیطان نے ان کے عقیدت مندوں کو کہا کہ ان کی تصویریں بنا کر تم اپنے گھروں اور دوکانوں میں رکھو تا کہ ان کی یاد تازہ رہے۔ جب یہ تصویریں بنا کر رکھنے والے فوت ہوگئے تو شیطان نے ان کی نسلوں کو یہ کہہ کر شرک میں ملوث کردیا کہ تمہارے آباء تو ان کی عبادت کرتے تھے جن کی تصویریں تمہارے گھروں میں لٹک رہی ہیں چنانچہ انہوں نے ان کی پوجا شروع کردی۔''

(صحیح بخاری تفسیر سورہ نوحؑ)

شرک کی مشہور و معروف تین اقسام

محمد اسعد عزیز آگے لکھتے ہیں:

(۱) شرک اکبر: جو ایمان کے سراسر منافی ہے۔ ☆ اس کا مطلب ہے اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا ☆ اور غیراللہ کی نذر وغیرہ ☆ غیراللہ کو اللہ رب العالمین کے برابر قرار دینا ☆ غیراللہ سے ایسے ڈرنا جیسے اللہ سے ڈرتے ہیں ☆ غیراللہ سے اِلتجا کرنا۔ فریاد کرنا، اسے پکارنا ☆ اس کی رغبت رکھنا ☆ غیراللہ پر توکل کرنا ☆ اللہ کی مرضی کو ٹھکرا کر

اس کی اِطاعت کرنا ☆ غیر اللہ کو مشکل کشا سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا۔ اللہ اس پر بہشت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا''۔ (المائدہ۔۷۲)

شرک سے بندہ کلی طور پر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ اس کا اِعلان کرے یا اندر اس کو چھپائے رکھے''

شرک فی العلم

(۲) یعنی اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی جیسے نبی۔ ولی، پیر اللہ جیسا علم رکھتے ہیں۔ اور اللہ جیسا علم جس میں علم غیب بھی شامل ہے۔ یا اللہ جیسی صفات مثلاً ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا، ہر چیز جاننا دور اور نزدیک سے برابر سننا، دِلوں کا حال جاننا وغیرہ، جو سب اللہ کی شان ہے۔ ان ہی صفات کو دوسروں کے اندر ماننا یا ثابت کرنا وغیرہ۔

شرک فی العبادت

یعنی عادتاً جو کام اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیئے کیئے جاتے ہیں وہ غیر اللہ کے لیئے کیئے جائیں۔ مثلاً اُٹھتے بیٹھتے اللہ کا نام لینے کے بجائے کسی غیر اللہ کا نام لینا یا اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا وغیرہ''۔ (راشٹریہ سہارا، حیدر آباد۔ ۱۱ ڈسمبر ۲۰۰۶ء)

شرک کی ایک جامع تعریف Defination

''اللہ تعالیٰ نے کسی زندہ یا مردہ ہستی کو۔۔۔ خواہ وہ خدا کی کتنی ہی محبوب، مقرب اور برگزیدہ ہو۔ ایسی صفات، قدرتیں اور اختیارات کلی، دائمی اور ہمہ گیر طور پر عطا نہیں فرمایا ہے کہ: جن کے ذریعہ وہ دنیا کے سلسلہ اسباب کے بغیر، غیبی، باطنی اور مافوق الفطری طور پر کسی کو ہمیشہ، ہر جگہ اور ہر معاملہ میں نفع یا نقصان پہنچا سکیں۔ انبیاء اور اولیاء وغیرہ نے دنیاوی اسباب کے بغیر

مافوق الفطری اورغیبی طور پر بعض اوقات نفع یا نقصان پہنچایا ہے جو کہ قاعدہ کلیہ اور قانون الٰہی کی ایک استثنائی، عارضی اور وقتیہ صورت ہے۔اور چونکہ انبیاء کرام کو معجزات اور اولیاء اللہ کو کرامات پر کاملاً اور مستقلاً قدرت اور اختیار حاصل نہ تھا۔اس لیئے وہ ہمیشہ، ہر جگہ اور ہر معاملہ میں نہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے موقف میں ہیں۔

ایک جملہ میں مختصر طور پر شرک کی جو تعریف ہو سکتی ہے وہ یہ کہ کسی مخلوق یا بندہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اسے غیبی، باطنی اور فوق الفطری ایسی قدرت حاصل ہے کہ وہ ظاہری اسباب کے بغیر ہماری ہر دُعا و پکار سن سکتا اور نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔

(۱۶) امام ابن تیمیہؒ نے بھی تو یہی فرمایا تھا:

کلمہ گو مشرکین کے شرک اور قبر پرستانہ سرگرمیوں کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ نے بھی وہی فرمایا تھا جو ان سے پہلے اور بعد کے صحیح العقیدہ موحد علماء کا قرآن وسنت اور اجماع اُمت کے مطابق موقف ہے وہ یہ کہ:

''اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور وہ اس غرض سے آتے ہیں کہ انہیں پکاریں اور ان سے سوال کریں یا ان کی عبادت کی غرض سے آتے ہیں۔وہ مُشرک ہیں''۔ (الرد علی الاخنائی ص ۵۲)

باب (۱۳)

شرک اور قبر پرستی کی حقیقت سمجھنے چند متفرق باتیں

''حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مشرک سرداروں نے دعوت توحید کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے اندھے مقلدین کو ورغلایا تھا کہ وہ اپنے معبودوں ''ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو بھی ہرگز نہ چھوڑنا'' (نوح:۲۳)

یہ چیز شرک زدہ مسلمانوں کے اندر آج بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ وہ اپنے زیر اثر جاہل اور ناواقف مسلمانوں کو یہ کہتے ہوئے گمراہ کرتے ہیں کہ ''وہابیوں'' کی بات ہرگز نہ ماننا اور غوث، خواجہ، غریب نواز اور بندہ نواز کے دامن کو قطعی نہ چھوڑنا۔ یہ ہمارے مددگار اور مشکل کشا ہیں۔ کل کے ودّ اور سواع وغیرہ کی جگہ جو خدا کے نیک اور برگزیدہ بندے تھے موجودہ زمانے میں غوث اور خواجہ وغیرہ اولیاء اللہ نے لے لی ہے''۔

باب (۱۴)

شرک اور قبر پرستی کی حقیقت سمجھنے،
چند متفرق باتیں

(۱) کیا خلفائے راشدین اولیاء اللہ نہیں؟

قبوری شریعت سے تعلق رکھنے والی ایک اہم بات یہ ہے کہ بریلوی علماء رسول اللہ ﷺ کی حاجت روائی کے خودساختہ عقیدہ کے بعد شرک کی ایک لمبی چھلانگ لگاتے اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو نافع و ضار سمجھتے ہیں۔ لیکن مرتبہ میں آپ سے بڑے سیدنا ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ و امام مسلمؒ وغیرہ میں سے کسی کو بھی سمیع الدعا، عالم الغیب اور نافع و ضار قرار دیکر ان حضرات سے دُعا اور فریاد کرتے ہیں نہ ان کے چھلے وغیرہ بناتے ہیں اور نہ ان کی نیاز اور فاتحہ کرتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کے نام کے جھنڈے وغیرہ کھڑا کرتے ہیں۔ یہ تصوف اور طریقت کا کوئی سینہ بہ سینہ راز ہوگا! حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ صحابی تھے نہ تابعی، آپ امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد یعنی حنبلی تھے۔ یہ عجیب بات اور لمحہ فکر یہ ہے کہ حضرت جیلانیؒ کے امام کو تو پوری طرح چھوڑ دیا اور نظر انداز کر دیا گیا۔ لیکن آپ کے مقلد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو مددگار اور مشکل کشا بنا دیا گیا۔ جبکہ امام احمد بن حنبلؒ

مقام اور مرتبہ میں ہر لحاظ سے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بہت بڑے تھے! لیکن قبوری شریعت میں وہ شیخ جیلانیؒ سے چھوٹے نظر آتے ہیں!

ان کے ہاں فرق مراتب کا اس قدر فقدان، افراط وتفریط اور عدم توازن ہے کہ وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی نیاز یعنی ''گیارہویں شریف'' میں تو اعلیٰ درجہ کا پکوان اور اہتمام کرتے اور بریانی پکاتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی نیاز ''بارہویں شریف'' میں بگھارا کھانا اور دالچہ بناتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبوری شریعت میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حاجت روائی اور نفع و ضرر کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قدرتیں اور اختیارات رکھنے کے سبب فوق اور برتر ہیں۔ نعوذ باللہ حضرت جیلانیؒ نے تو عرش پر اللہ میاں کے ساتھ سیر کرتے ہوئے اللہ میاں کی مدد کی تھی۔ جبکہ وہ گر رہے تھے! یہی وجہ ہے کہ بریلوی مکتبہ فکر کے گھروں پر شیخ جیلانیؒ کا ہر اجھنڈا لہراتا ہے۔ اور جگہ جگہ آپ ہی کے چھلے بنائے جاتے ہیں کسی اور کے نہیں، رسول اللہ ﷺ کے نام کا نہ جھنڈا ہوتا ہے اور نہ چھلہ اور نہ ہی آپؐ کے نام کا کوئی وظیفہ اور دُعا۔ صلوٰۃ غوثیہ ہے، لیکن صلوٰۃ محمدی نہیں جو مسجد میں فرض نماز کے بعد مدینہ کی طرف رخ کرکے ادا کی جائے جیسا کہ عراق کی طرف منہ کرکے صلوٰۃ غوثیہ کا عمل کیا جاتا ہے، ملکہ مسجد میں یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ شیئاً للہ کی تختی نصب ہے۔ مصائب اور مشکلات میں گمراہ علماء ومشائخ مسلمانوں کو مذکورہ دُعا کی تلقین کرتے ہیں۔ حیدرآباد میں ایک غوث بھگت ایسے بھی ہیں جو لوگوں سے بڑی گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے۔ ''یاغوث'' کا نعرہ لگاتے ہیں۔ یہ چند ظاہری باتیں ہیں نہ جانے سری، باطنی اور سینہ بہ سینہ اور اندرون خانہ گمراہیاں کتنی اور کیسی کیسی ہیں۔ ان کا علم ان کے خواص کو ہے۔

(۲) پیران پیر کے شان میں احادیث؟

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی عقیدت اور شان میں غلو اپنی آخری حد کو بھی پار کرلیا ہے۔ اور

آپ کی محبت میں انتہائی گمراہ روایتیں اختراع کرلی گئی ہیں۔ جنھیں دیکھ کر شیطان بھی شرماتا ہوگا کہ ''غوث بھگت'' مجھ سے بھی گمراہی میں دو ہاتھ آگے نکل گئے ہیں۔ اب آپ پیران پیر سے متعلقہ یہ من گھڑنت اور خودساختہ ''احادیث'' دل تھام کر پڑھیے:

☆ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت پیران پیرؒ نے عرش معلیٰ پر اپنا کاندھا دے کر اوپر جانے میں مدد کی تھی(۱)۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد نبی ہوتا تو پیران پیر ہوتے(۲)۔

☆ زنبیل ارواح کی عزرائیل علیہ السلام سے حضرت پیران پیر نے چھین لی تھی۔

☆ حضرت عائشہؓ نے حضرت پیران پیرؒ کی روح کو دودھ پلایا ہے(۳)۔ لا حول ولا قوة الا باللہ ۔

اس پر دسیوں سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ یہ روح کو دودھ پلانا کس بلا کا نام ہے؟ رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی یا ولی کی روح کو کس نے دودھ پلایا تھا؟ حضرت عائشہؓ کو تو اولاد نہ ہوئی تھی۔ پھر آپ کو دودھ کیسے اور کہاں سے آ گیا؟ کیا روح کی بھی پرورش ہوتی اور

---

(۱) رسول اللہ ﷺ تو آسمان تک معراج یعنی میڑھی کے ذریعہ بلائے گئے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت خاص سے لے گیا تھا۔ لیکن پیران پیرؒ وہاں تک کس کے بلانے سے اور کیسے پہنچے؟ اور بغداد میں پیدائش سے پہلے دورِ نبویؐ میں آپ کا زندہ اور جسمانی وجود کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا آپ بھی اُس وقت سے ولی تھے جبکہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی تھے؟ وہ لوگ جو مذکورہ احادیث اور من مانی لکھ سکتے ہیں ان کا شرک، قبر پرستی اور بزرگ پرستی کی اشاعت کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔!

(۲) قبوری یا بریلوی شریعت کی ہر بات کا شریعت محمدی یا اسلام کے خلاف اور متضاد ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک مشہور حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے (بخاری) اور رضا خانی شریعت کی حدیث ہے: میرے بعد نبی ہوتا تو پیران پیر ہوتے! جبکہ حضرت جیلانیؒ کا تعلق خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین سے ہے۔ نہ تبع تابعین سے نہ آئمہ حدیث سے ہے اور نہ ہی آئمہ فقہ سے آپ امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد تھے۔ لیکن مذکورہ تمام حضرات سے فوق اور برتر بنادئے گئے ہیں: گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی!

(۳) اگر روح سے متعلقہ فرمان الٰہی (بنی اسرائیل ۸۵) کو ملحوظ رکھا جاتا تو ایسی بے ہودہ اور احمقانہ بات کسی کے قلم سے نہ نکلتی۔ باطل تصوف اور شرک کا ایک اہم سبب روح کے بارے میں ایسے ہی خیالی اور ہوائی اوہام اور تصورات ہیں۔

اسے دودھ کی ضرورت پڑتی ہے؟ یہ ایسی ہی رکیک، جھوٹی اور ناقابل یقین بات ہے جیسا کہ جھوٹے نبی قادیانی کا یہ کہنا کہ مجھے حیض آتا ہے! ایسی ہی احمقانہ اور جاہلانہ باتوں سے بریلوی شریعت بھری ہوئی ہے!

☆ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مقام اور مرتبہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بڑھے ہوئے ہیں۔

اب پیران پیرؒ کی شان میں لکھے گئے چند مشرکانہ اشعار بھی ملاحظہ فرمالیں:

ہماری لاج کس کے ہاتھ ہے بغداد والے کے
بلائیں ٹال دینا کام کس کا، غوث اعظم کا
جہاز تاجراں گرداب سے فوراً نکل آیا
وظیفہ جب انہوں نے پڑھ لیا یا غوث اعظم کا

(ماہ نامہ ''رضائے مصطفےٰ'' گوجرانوالہ مئی ۱۹۷۳ء)

حضرت شیخ جیلانیؒ کی حاجت روائی کا ایک من گھڑت قصہ

مذکورہ مشرکانہ عقائد و تصورات کے بطن سے درج ذیل فرضی واقعہ تولد ہوا۔ ایسی بیشمار کہانیاں گمراہ علماء اور مشائخ کے درمیان پھیلی ہوئی ہیں جو اپنے جاہل سامعین کو سناتے رہتے ہیں:

O ''حضور پرنور سیدنا غوث اعظمؒ کے مدرسہ کے طلبہ کہتے ہیں کہ حضور ہمیں درس دے رہے تھے کہ یکا یک آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا، دست اقدس اپنی چادر میں پوشیدہ فرمالیا۔ تھوڑی دیر میں دست اقدس نکالا تو آستین سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اور ہاتھ تر ہے ہم بوجہ جلال و ہیبت کے دریافت نہ کرسکے۔ مگر وہ دِن اور تاریخ اپنے پاس لکھ لیا۔ دو ماہ بعد کچھ سوداگر حاضر ہوئے اور نذر و تحائف پیش کیئے۔ حضور نے ہمارے آگاہ ہونے کیلئے اُن سے کیفیت پوچھی تو اُنہوں نے عرض کیا کہ یہاں سے دو ماہ کے فاصلہ پر ہمارا جہاز ڈوبنے لگا تھا اور ہم نے ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی المدد'' کا نعرہ لگایا۔ اسی وقت دریا میں سے ایک ہاتھ برآمد ہوا۔ جس نے

ہمارے جہاز کو کنارے لگا دیا۔ تاریخ و دن ملایا تو صحیح و مطابق پایا"۔ (برکات قادریت: ص ۳۵)

اس واقعہ میں حضور پر نور، حضور، چہرہ مبارک اور دست اقدس، کے الفاظ بھی قابل غور ہیں جو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے لیئے استعمال کیئے گئے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، امام بخاریؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے لئے بھی استعمال نہیں کیئے جاتے۔ جو حضرت جیلانیؒ سے لاکھوں درجہ بڑے اور افضل ہیں۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ اس لئے کہ بریلوی عقیدہ کے مطابق حضرت جیلانیؒ تقریباً خدا ہیں، نفع وضرر کی قدرتیں رکھتے ہیں کہ اگر مذکورہ احترامی القاب وآداب استعمال نہ کیئے جائینگے تو کہیں نقصان نہ پہنچا دیں۔ رہے صحابہ اور ائمہ حدیث اور فقہ تو ان بیچاروں کے ہاتھ میں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ پھر ان سے کیوں ڈرا جائے؟

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی زندگی میں کہیں یہ لکھا اور نہ فرمایا کہ مجھے حاجت روائی کی جملہ قدرتیں حاصل ہیں اس لیئے تم لوگ مجھے مدد کے لیئے پکارو، اور نہ ہی جن لوگوں نے آپ کو نفع وضرر کی صفات سے متصف کیا اور ان سے دُعا اور فریاد کی ان باتوں کا آپ کو علم تھا۔ قیامت کے روز میدان حشر میں حضرت جیلانیؒ نام نہاد قادریوں کی پرزور طور پر مذمت اور مخالفت کریں گے۔ جیسا کہ لکھا ہے۔ مذکورہ مشرکانہ واقعہ حضرت جیلانیؒ کی زندگی میں واقع ہوا۔ لیکن یہ اس لیئے ناممکن اور فرضی ہے کہ حضرت نے کسی بھی مشرکانہ عقیدہ کی تعلیم نہیں دی تھی۔ پھر یہ کیسے وقوع میں آتا؟ عموماً کسی نبی یا ولی کو ان کی زندگی میں معبود اور مشکل کشا نہیں بنایا گیا بلکہ ایک عرصہ بعد ان کے ساتھ مشرکانہ ربط و تعلق قائم کیا گیا جن سمندری مسافروں نے مصیبت کے وقت شیخ جیلانیؒ کو پکارا تھا ان کا خدا پر ایمان مشرکین عرب سے کمتر اور عقیدہ شرک ان سے بدتر تھا۔ جبکہ ان مشرکین عرب کی کشتی طوفان سے دوچار ہوتی تو وہ اپنے خودساختہ معبودوں کو چھوڑ کر صرف خدائے واحد کو مدد کے لیئے پکارتے تھے۔!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"جب یہ مشرکین دریائی سفر میں کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو (خطرے کے وقت)

خالص اعتقاد کرتے ہوئے اللہ ہی کو پکارتے ہیں''۔ (العنکبوت:٦٥)

لیکن اس کے برخلاف شیخ جیلانیؒ کے نام نہاد معتقدین نے اللہ کو چھوڑ کر ان کو مدد کے لیئے پکارا تھا۔ یہی بدتر شرک موجودہ زمانے کے بریلوی، اشرفی، نظامی اور قادری علماء ومشائخ اور ان کے معتقدین میں پایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود وہ حق پر ہیں اور موحدین گمراہ، خدا کی شان میں شرک کے ذریعہ گستاخی کرنے والے توحید خالص کے داعیوں اور حامیوں پر گستاخ اولیاء کا احمقانہ اور جاہلانہ الزام عائد کرتے اور گویا شیشے کے گھر میں بیٹھ کر آہنی دیواروں پر پتھراؤ کرتے ہیں!

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ ہر وہ مشرک جو شدید مصیبت کے وقت اپنے خود ساختہ معبودوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کو مدد کے لیئے پکارتا ہے۔ وہ اپنے معبود کی حاجت روائی کو خدا سے بے نیاز، بالذات، آزاد اور خود مختار ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ وہ لازماً اپنے معبودوں کی حاجت روائی کے تار اللہ تعالیٰ سے جوڑے گا اور یہ عقیدہ رکھے گا کہ اللہ تعالیٰ کی دین وعطا سے ہمارے یہ معبود یعنی انبیاء اولیاء اور مرحوم صالحین حاجت روائی کی صفات اور قدرتیں رکھتے ہیں۔ یہ قطعاً ناممکن ہے کہ کوئی کسی بزرگ کو خدا کا مقرب بھی سمجھے اور اس کی حاجت روائی کی صفات اور اختیارات کو خدا سے بے نیاز اور بے تعلق قرار دے نبی اور ان کی مشرک قوم کے درمیان اصل اور اہم اختلاف یہی تھا کہ مشرک قوم خدا کی عبادت اور اس سے دُعا اور استعانت کے ساتھ غیر اللہ یعنی انبیاء اور اولیاء کو بھی خدا کی دین وعطا سے نافع وضار سمجھتی اور ان کے آگے مراسم عبودیت یعنی دُعا وفریاد اور سجدہ وطواف ادا کرتی تھی۔ ایسا ہی جیسا کہ موجودہ زمانے کے شرک زدہ حضرات اولیاء کرام کے ساتھ عقیدہ وعمل رکھتے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت یہ تھی کہ غیر اللہ کو چھوڑ کر صرف اللہ ہی سے دُعا وفریاد کرو۔ اس نے اپنی کسی مخلوق اور بندے کو حاجت روائی کی صفات اور اختیارات عطا ہی نہیں فرمائی ہے۔

جن مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام سے دُعا وفریاد کرنا نہیں چھوڑا گویا

اُنھوں نے دین اسلام کو چھوڑ دیا اور دائرہ اسلام سے نکل گئے۔ وہ کلمہ پڑھکر اسلام میں داخل ہوئے اور انبیاء اور اولیاء کو نافع وضار قرار دیکر اسلام سے نکل گئے۔ اللہ نے تصرفات اولیاء کے مشرکانہ عقیدہ کو ماننے والوں کو اسلام سے ایسا ہی نکال کر پھینک دیا جیسا کہ ہم دودھ میں گری ہوئی مکھی کو نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ اس لیئے اسلام میں خاتمہ بالخیر کی بڑی اہمیت ہے۔ گناہوں سے پاکی کی حالت میں مرنا ہی خیر نہیں بلکہ شرک وبدعت سے محفوظ رہنا بھی اس سے بڑا اور اہم خیر ہے۔ جن لوگوں کو مسلمانی مفت میں بطور وراثت ملتی ہے ان میں شرک کا گراف کافی اُونچا ہے۔ لیکن جو لوگ قرآن کا تحقیقی مطالعہ کر کے اسلام لاتے ہیں۔ ان میں شرک نہیں پایا جاتا۔ الا یہ کہ بدقسمتی سے وہ کسی شرک زدہ عالم کے ہتھے چڑھ جائیں۔!

(۳) اولیائے کرام کے بارے میں ایک باطل تصور

مولانا سید احمد عروج قادریؒ اولیاء کرام کے بارے میں ایک غلط تصور کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ کا ایک خاص طبقہ بنالیا گیا اور اولیاء اللہ کی اصطلاح اسی طبقہ کے لیئے مخصوص کر دی گئی اب اولیاء اللہ کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو عام طور سے ذہن حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی، حضرت جنید بغدادی، حضرت عبدالقادر جیلانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور اسی طرح طبقہ صوفیہ کے دوسرے بزرگان دین کی طرف جاتا ہے اور انہیں کو ''اولیاء اللہ'' سمجھا جاتا ہے۔ باقی رہے وہ لوگ جو اس طبقے میں داخل نہیں ہیں۔ وہ اپنی جگہ خواہ کتنے ہی متقی، مومن ہوں اور چاہے کتنے ہی متبع سنت ہوں۔ انہیں اولیاء اللہ میں شمار نہیں کیا جاتا اور نہ عام طور سے کوئی شخص ''اللہ کا ولی'' سمجھتا ہے۔ متاخرین صوفیہ نے تصوف کی جو کتابیں لکھی ہیں ان میں صوفیہ اور اولیاء کے گروہ میں ائمہ اربعہ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد رحمہم اللہ کو بھی داخل کیا ہے۔ لیکن اب بھی یہ بات صرف چند کتابوں ہی تک ہے۔ عوام کے

سامنے اولیاء اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کا ذہن امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعی کی طرف بھی نہیں جاتا۔ (اولیاء اللہ ص ۴۵)

(۴) اولیاء اللہ سے متعلقہ ایک اور گمراہ خیال

قرآن میں متقی اور پرہیز گار مسلمانوں کی فضیلت کے بارے میں ایک آیت ہے۔ جس میں اولیاء اللہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اہل بدعت اور حاملین قبوری شریعت کی اعراس اور اولیاء اللہ کے فیضان وغیرہ کے موضوع پر جو تقاریر ہوتی ہیں ان میں اس آیت کو ہاتھ اوپر اُٹھا کر جھوم جھوم کر پڑھا جاتا ہے۔ ایک عرس میں ایک قادری مقرر نے الا کو آسمان تک کھینچ کر پڑھا اور پھر ولی اللہ کو فرش سے اُٹھا کر عرش پر بٹھا دیا۔ اور کھینچ تان کر اس میں بیان کردہ تعریف کے ڈانڈے تصرفات اولیاء سے ملا دئے کہ اولیاء اللہ سمیع الدُعاء، عالم الغیب اور نافع وضار ہوتے ہیں وغیرہ جب بریلوی علماء اپنے جاہل سامعین کے مجمع میں یہ آیت پڑھتے ہیں تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں لیکن شرک کے لیئے یہ آیت ان کے کچھ بھی مفید مطلب نہیں ہوسکتی پوری آیت یہ ہے: الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم و لا هم یَحْزَنُوْنَ ۔ اور یاد رکھو کہ اللہ کے دوستوں کے لیئے نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (یہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے"۔ (یونس: ۶۱-۶۲)

اس خوف اور غم کا تعلق دنیا سے نہیں بلکہ آخرت سے ہے یہ کوئی مخصوص طبقہ کے لیئے خاص بات نہیں بلکہ تمام مسلمانوں سے متعلقہ عام بات ہے کہ ہر وہ کلمہ گو جو اس دنیا میں تقوی اور خوف خدا کے تحت زندگی بسر کرے گا اسے آخرت میں کسی قسم کا کوئی خوف اور اندیشہ نہ ہوگا۔ اور وہ جنت میں جائے گا۔ اس آیت کے مخاطب اول صحابہ کرام تھے۔ کوئی اِصطلاحی اور فنی سکہ بند اولیاء اللہ نہیں۔

یہ آیت خاص نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لئے عام ہے

اس قسم کی آیتیں قرآن میں متعدد مقامات پر آئی ہیں۔ جن میں اولیاء اللہ کے الفاظ

کے بغیر عام مسلمانوں کو تقویٰ اور پرہیز گاری کی ترغیب دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہاں دو آیات کا ترجمہ مولانا قاری محمد عبد الباری نظامیؒ کی تفسیر سے پیش کرتے ہیں:

(۱) ''(اور دیکھو) اے اولاد آدم! اگر تم ہی میں سے تمہارے پاس پیغمبر آئیں (اور) میرے احکام تم کو پڑھ کر سنائیں تو (ان پر ایمان لانا) جو لوگ (ایمان لاکر) پرہیز گاری اختیار کریں گے اور اپنی حالت درست رکھیں گے تو (قیامت کے دن) ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ان پر نہ تو کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔ (اعراف:۳۵)

(۲) (لیکن ان سے کہہ دیا گیا کہ) جنت میں داخل ہو جاؤ لا خوف علیکم ولا انتم تحزنون۔ تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے''۔ (اعراف:۴۹)

ان آیتوں میں مسلمانوں اور تمام انسانوں سے ایک عام بات کہی گئی ہے۔ اس کا تعلق مسلمانوں کے نہ کسی خاص طبقہ سے ہے اور نہ کسی مخصوص بات سے۔ قرآن کے نزول اور بعثت انبیاء کا حقیقی مقصد ہی یہی ہے کہ اولاد آدم میں خوف خدا اور فکر آخرت پیدا ہو اور وہ جنت میں جائیں اور وہاں بغیر کسی خوف و غم کے رہیں گے۔

اس آیت کا تعلق اہل قبور سے بھی نہیں

اس آیت میں جس خوف اور غم کی نفی کی گئی ہے اس کا تعلق یا تو زندگی سے ہے یا موت کے بعد میدان حشر سے، قبر یا عالم برزخ سے نہیں۔ عام طور پر بریلوی حضرات زندہ ولی کو متصرف کائنات نہیں سمجھتے۔ وہ اعلیٰ مسلمان جو میدان حشر یا جنت میں جائینگے ان سے بھی دُعا کرنے اور مدد مانگنے کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ مسلمان اُن بزرگوں سے دُعا و فریاد کرتے ہیں جو قبر میں مدفون ہوتے ہیں۔ اس خوف، اور تحزنون کے ڈانڈے قبر میں مدفون بزرگوں کے تصرفات اور استعانت بالاولیاء سے نہیں ملائے جاسکتے کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ حاجت روائی اور مشکل کشائی کی مکمل صفات اور اختیارات عطا فرما دیتا ہے۔ جبکہ کتنے ہی مسلمان جو عام طور پر اولیاء

اللہ کے زمرے میں شامل نہیں کیئے جاتے۔ جن کی درگاہ بنتی ہے اور نہ عرس ہوتا ہے۔ وہ خدا کے پاس ولی ہوں گے جنھیں خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جس آیت میں ایمان باللہ اور تقوی اور پرہیزگاری کی طرف مسلمانوں کو راغب کیا گیا ہے۔ اس آیت سے بریلوی علماء گلا پھاڑ پھاڑ کر شرک کی تعلیم اور تلقین کرتے اور استعانت بالاولیاء کا مشرکانہ عقیدہ نکالتے ہیں!

اس سلسلہ کی چند مزید آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

O "ہم نے تمام رسولوں کو صرف خوشخبری سنانے والا یا صرف ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے۔ پھر جو ایمان لائے اور نیک کام کیئے تو ان کو (فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون) کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی رنج و غم"۔ (الانعام:۴۸)

O "جو شخص اللہ پر، یوم قیامت پر یقین رکھتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے تو ان سب کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے"۔ (مائدہ:۶۹)

(۵) اہل سنت کا ایک مسلمہ عقیدہ

مسلمانوں میں یہ گمراہی بھی در آئی ہے کہ وہ جس کی عالیشان درگاہ بنالی گئی اور جس کا سالانہ عرس ہوتا ہے ولی اللہ اور لازمی طور پر جنتی سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ یہ سوچ غلط ہے۔ ہر مسلمان کے لیئے یہ حسن ظن رکھا جاسکتا ہے کہ وہ جنتی ہوگا۔ لیکن حتمی طور پر کسی کے بارے میں یہ رائے نہیں رکھی جاسکتی۔ اہل سنت والجماعت کا یہ ایک مسلمہ اور متفقہ عقیدہ ہے کہ صرف اُن مسلمانوں کے یقینی طور پر جنتی ہونے کا عقیدہ رکھا جاسکتا ہے جس کی اس دنیا میں کسی نہ کسی انداز سے جنتی ہونے کی بشارت اور خوشخبری دے دی گئی ہو۔ بقیہ مسلمانوں کے لیئے حسن ظن رکھا جاسکتا ہے۔ یقینی طور پر کسی کو جنتی نہیں کہا جاسکتا جن اہل قبور کے بارے میں یہ سمجھا جاتا اور عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حاجت روا اور نافع وضار بنا دیا ہے۔ اور اس بنیاد پر ان سے دُعا اور فریاد کی جاتی ہے۔ اس لئے یقینی طور پر ان کے جنتی ہونے کا عقیدہ لازماً پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ اللہ

تعالیٰ کسی غیر ولی، غیر جنتی یا معمولی مسلمان کو اپنی صفات حاجت روائی کیوں دے گا"۔

شرک یا استعانت بالاولیاء کا طاغوتی فلسفہ یہ ہے کہ جب ایک مسلمان کثرت سے عبادت اور ریاضت کرتا ہے تو وہ اللہ کا محبوب، مقرب اور ولی بن جاتا ہے۔ اس میں روحانی بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔ اسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ اپنے اس برگزیدہ بندے کو حاجت روائی کی صفات اور اختیارات عطا فرما دیتا ہے۔ اگر چہ کہ یہ فکر خود ساختہ اور من گھڑت ہے۔ لیکن کون ولی ہے اور کون نہیں اس کی اللہ تعالیٰ نے حتمی علامت نہیں بتلائی کہ فلاں کو یقینی ولی اللہ سمجھا اور اس سے دُعا اور فریاد کی جائے۔ ہم جسے ولی اللہ سمجھ کر اس سے دُعا اور فریاد کر رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ ولی اللہ نہ ہو اور اس کے ہاتھ خالی ہوں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی صفات حاجت روائی میں کسی قسم کا کوئی شک اور شبہ نہیں پایا جاتا۔ کسی کو ہم روایتاً ولی اللہ سمجھتے ہیں جبکہ خدا کی خدائی آفاق اور انفس میں دن رات عیاں ہے۔

مشہور حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض معروف عالموں، بزرگوں، شہیدوں اور سخیوں کو جہنم میں ڈال دیگا یہ کہتے ہوئے کہ تم دنیا میں اپنے علم، بہادری اور سخاوت کی شہرت اور عزت چاہتے تھے۔ جو تمہیں عوام میں مل چکی۔ اب جہنم میں جاؤ۔ یعنی ہم جنہیں عالم اور بزرگ سمجھتے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ ریاکار ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کی علمیت اور بزرگی کو مسترد کر دے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ جو گمراہ مسلمان جس حضرت کو ولی اللہ سمجھ کر ان کی قبر پر سجدہ وطواف، نذر و نیاز اور دُعا و فریاد کرتے تھے۔ وہ خدا کے پاس میدان حشر میں غیر مخلص اور ریاکار قرار پائیں اس لیئے کہ ہم دلوں کا حال نہیں جانتے صرف اللہ ہی عالم الغیب ہے۔

حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا تو ایک شخص نے اس کی اچھے انداز میں مدح شروع کر دی۔ نبیؐ نے فرمایا۔ بربادی ہو! تو نے اپنے ساتھی (جس کی مدح کی جارہی ہے) کی گردن کاٹ ڈالی۔ اگر تم میں سے کوئی بھی شخص کسی کی مدح وثنا کرنا چاہے تو یوں کہے، میرے خیال میں فلاں شخص ایسا ایسا ہے (اگر وہ واقعتاً ایسا ہی ہو) جبکہ اس

کے حال سے اللہ تعالیٰ ہی بہتر باخبر ہے اور اللہ کے سامنے کسی کی صفائی مت پیش کرے"۔
(متفق علیہ)

لیکن مذکورہ حدیث میں مُردوں (یا اہل قبور) کے بارے میں جو ہدایت دی گئی اور اُصولی بات بتلائی گئی ہے وہ بریلوی شریعت میں نا قابل قبول ہے۔ بھلا قیاس اور گمان پر کسی "ولی اللہ" کے سمیع الدعا اور حاجت روا ہونے کا محکم عقیدہ رکھا جا سکتا ہے؟ اس کے لئے تو معبود اور مشکل کشا کا قطعی طور پر جنتی اور وہ بھی اعلیٰ قسم کا جنتی ہونا لازمی ہے۔ اس طرح سے کلمہ گو مشرکین اور نام نہاد عاشقانِ اولیاء مذکورہ حدیث اور اس میں بیان کردہ عقیدہ کو مسترد کر دیتے ہیں۔

○ ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے ایک انصاری بچے کے جنازے کے لیئے درخواست کی گئی تو میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! جنت کے پرندوں میں سے اس پرندے کو مبارک ہو کہ اس نے کوئی برائی کی نہ اسے بھلائی کا علم ہے۔ آپ نے فرمایا عائشہ ہو سکتا ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہو۔ (مسلم)

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: شائد نبی ﷺ کا مقصد حضرت عائشہؓ کو اس بات سے روکنا تھا کہ بغیر کسی قطعی ثبوت کے جلدی سے کسی کے حق میں (جنتی یا جہنمی ہونے کا) فیصلہ نہ کیا جائے۔ جیسا کہ آپ نے سعد بن ابی وقاصؓ کی بات پر انکار کیا تھا۔ جب اُنہوں نے مال کی تقسیم کے وقت ایک شخص کے بارے میں کہا تھا (اے اللہ کے رسول ﷺ) اسے بھی دیجئے۔ میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ محض مسلمان ہو"؟
(شرح مسلم ۱۶/۲۰۷)

مرنے کے بعد وہی مسلمان شرک زدہ علماء کے عقیدہ کے مطابق حاجت روا اور نافع و ضار ہو سکتا ہے جو قطعی طور پر خدا کا پسندیدہ اور جنتی ہو۔ جو خدا کا ناپسندیدہ اور جہنمی ہو۔ اس کے بارے میں یہ عقیدہ نہیں رکھا جاتا کہ وہ نافع وضار ہیں۔ جبکہ مذکورہ احادیث میں عام صحابہ کرام تک کے بارے میں ان کے حتمی اور قطعی جنتی اور خدا کے برگزیدہ ہونے کا فیصلہ کرنے سے منع

کیا گیا ہے تو بعد کے مسلمانوں کے بارے میں بدرجہ اولیٰ جنتی ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن موجودہ زمانے میں کثیر بزرگوں کے بارے میں یہ تصور قائم کر لیا گیا ہے کہ وہ قطعی طور پر جنتی ہیں۔ ورنہ کسی جہنمی کو اللہ تعالیٰ حاجت روائی کی صفات اور اختیارات کیوں دے گا؟ اس کا مطلب کم از کم یہ تو ہوا کہ اولیاء کے تصرفات اور بزرگوں کے سمیع الدعا اور نافع وضار ہونے کا مشرکانہ عقیدہ قیاس وگمان پر قائم ہے۔ اس کی کوئی مضبوط اور محکم بنیاد نہیں پائی جاتی اور وہم و گمان کی بنیاد پر ایمان باللہ اور عقیدہ توحید کو پامال نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ تنہا اللہ تعالیٰ ہماری دُعائیں سننے اور حاجتیں پوری کرنے کیلئے بلا شک وشبہ قطعی طور پر کافی ہیں

(٦) ترک دنیا اور رہبانیت

بعض اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے بارے میں مشہور ہے کہ اُنھوں تزکیہ نفس، تطہیر قلب اور ذکر الٰہی کے لیئے دنیا گھر بار اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل کی راہ لی اور وہاں ایک عرصہ دراز تک رہبانیت کی زندگی بسر کی جبکہ اسلام میں ترک دنیا اور رہبانیت حرام ہے۔ خدا کی یاد اور تزکیہ نفس کے لیئے جنگل میں رہنا یہ عیسائی راہبوں، ہندو جوگیوں، سادھوؤں اور سنیاسیوں کا طریقہ ہے۔ اسلام کا نہیں جنگل میں دس بیس سال رہنے سے تو ایک دن بیوی بچوں کے ساتھ رہنا اور مسجد جا کر نماز با جماعت ادا کرنا افضل ہے۔ رہبانیت اور ترک دنیا سے حق اللہ اور حقوق العباد دونوں بری طرح متاثر ہوتے ہیں، مرنے کے بعد یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے ترک دنیا کر کے جنگل میں میری عبادت اور ریاضت کی یا نہیں؟ بلکہ یہ ضرور سوال ہوگا کہ تم نے نماز با جماعت کیوں ترک کی؟ اسلام میں رہبانیت اور ترک دنیا کے مقابلہ میں یہ چیز پسندیدہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے اہل وعیال میں رہے، محلّہ والوں کی دینی اور دُنیاوی خدمت کرے۔ اور دعوت اور تبلیغ کا فرض انجام دے! اسلام میں دُنیا اور اہل دنیا سے الگ تھلگ رہنے سے منع کیا گیا اور ایسے مسلمانوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو انسانوں میں رہے اور ان کی ڈالی ہوئی

تکالیف پر صبر کرے۔اسلام میں متقی کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ ایسا مسلمان جو دنیا کے جھمیلوں اور فتنوں میں رہے اور گناہوں اور نافرمانیوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی نے بھی عبادت، تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کی خاطر ترک دنیا کر کے جنگل کی راہ نہیں لی! تزکیہ نفس کا مفید اور بہترین طریقہ شریعت کی پابندی ہے۔ رہبانیت اور ترک دنیا تزکیہ نفس کا غیر شرعی بدعی اور غیر مستند طریقہ ہے۔ایک حدیث میں دور فتن میں اپنے ایمان کو بچانے کے لیئے آبادی چھوڑ کر جنگل میں بسنے کا حکم دیا گیا ہے۔لیکن اس کا تعلق تزکیہ نفس سے نہیں ہے۔ایسے حالات میں فرد واحد نہیں بلکہ کثیر لوگ جائینگے اور وہاں نماز باجماعت اور تعلیم اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رہے گا۔ جب اولیاء اللہ اور ان کے اعمال اور سرگرمیوں کے بارے میں قرآن اور حدیث پر مبنی شرعی طرز فکر اور زاویہ نظر بدل جاتا ہے تو شرک بڑی آسانی سے داخل ہو جاتا ہے۔یہ ایسی ہی بات ہے کہ صحت مند جسم پر بیماریوں کا حملہ ناکام ہوتا ہے۔لیکن کمزور جسم جلد بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(۷) رہبانیت کا ایک واقعہ

الجمعیۃ ویکلی میں تاریخ تصوف کا ایک ورق کے زیر عنوان شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پر ایک مضمون شائع ہوا تھا۔اس کا ایک حصہ یہ ہے:

’’ہر سال کے شروع میں کوئی شخص مجھے صوف کا ایک جبہ لا دیتا اور صرف وہی پہن لیا کرتا تھا۔ لوگ مجھے دیوانہ کہتے، میں جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاتا، برہنہ بدن کانٹوں پر لیٹتا، شور کرتا، تمام بدن سے خون جاری ہو جاتا، لوگ میری مرہم پٹی کرتے، مگر میری حالت اور خراب ہو جاتی یہاں تک کہ مردے کی طرح پڑا رہتا، لوگ کفن لاتے اور مجھے نہلانے کے لیے تختہ پر رکھ دیتے، لیکن پھر اچانک میری حالت درست ہو جاتی‘‘۔

(الجمعیۃ ویکلی ۲۵ جولائی ۲۰۰۸ء)

اس کی اجازت نہ قرآن اور حدیث میں ہے اور نہ حصول تقویٰ، تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کے لیئے صحابہ کرام نے اس طریقہ کو اختیار فرمایا تھا۔ قرآن وسنت اور آثار صحابہ کے مد مقابل کسی بڑے سے بڑے عالم اور بزرگ کا قول وعمل کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ رسول خداؐ کے سوا کوئی معیار حق ہے اور نہ تنقید سے بالاتر!

(۸) مجذوبیت اور برہنگی

چونکہ عرصہ دراز سے اسلام، توحید وشرک کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان قرآن اور حدیث کے مطابق صحیح تصورات مفقود ہیں۔ اس لیئے اولیاء اللہ کے بارے میں بھی سوچ اور طرز فکر غلط اور گمراہ ہوگئی ہے۔ خصوصاً حیدرآباد کے اخبارات میں کسی مقامی یا ملک گیر شہرت رکھنے والے بزرگ کے عرس کے موقع پر ان کے حالات زندگی شائع ہوتے ہیں تو اس میں کرامات اور فوق الفطری واقعات ہی واقعات کی بھر مار ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساری زندگی بس کرامات ہی بتلاتے رہے کہ اُنہوں نے نوکری دی، لڑکا دیا، ان کے طفیل خزانہ ملا اور کرامت سے فلاں نے تخت وتاج کھویا تو فلاں نے حکومت دوبارہ حاصل کرلی وغیرہ۔ مثال کے طور پر حضرت صوفی سید خواجہ حسن برہنہ شاہ ولی کے عرس کے موقع پر رہنمائے دکن میں آپ کے حالات زندگی شائع ہوئے جس کی ابتداء یوں ہوتی ہے:

''سید خواجہ حسن نام اور برہنہ شاہ لقب تھا۔ اس لئے ظاہری لباس سے مستثنیٰ اور بے نیاز تھے۔ آپ ابتداء میں سالک اور بعد کو جب بہ پیروی حضرت صوفی سرمد جذب کی کیفیت پیدا ہوئی تو پیر موصوف کی طرح نہ صرف مجذوب بلکہ سرتاپا برہنہ ہوگئے''۔

(رہنمائے دکن ۲۲ مئی ۲۰۰۸ء)

اس مضمون میں آگے لکھا ہے کہ حضرت سید خواجہ حسن برہنہ شاہ صاحب قبلہ عہد عالمگیر میں دربار سرمدیؒ میں پہنچے جو مرجع خلائق تھا۔ جہاں پہونچ کر آپ نے بعد نیاز مندی

جب مرید ہونے کی تمنا ظاہر کی تو فوراً حضرت صوفی سرمدؒ نے اپنی مریدی میں آپ کو داخل فرمالیا اور مرشد کی طرح آپ بھی سر سے پاؤں تک برہنہ ہوکر عام طور پر لوگوں میں برہنہ شاہ کے نام سے پکارے جانے لگے۔ مرشد اور مرید دونوں ایک ہوگئے کچھ عرصہ دہلی میں مرشد کی خدمت و صحبت سے فیضیاب ہوکر آپ نے بحیثیت مامور من اللہ شمالی ہند سے جنوب کا رخ کیا اور بظاہر مرشد کے حکم پر بہ باطن غیبی اشارہ دہلی چھوڑ دیا۔ (ملاحظہ ہو روز نامہ رہنمائے دکن مذکور)

(۹) خرد کا نام جنوں رکھ دیا۔ جنوں کا خرد

حضرت برہنہ شاہ غیبی اشارہ اور مامور من اللہ کے تحت حیدرآباد تشریف آوری کے بعد آپ کے اس مضمون میں جتنے فیضان اور تصرفات کا ذکر کیا گیا ہے وہ سات آٹھ واقعات پر مشتمل ہے۔ ان سبھوں کا تعلق دنیاوی اُمور اور معاملات سے ہے۔ اس پوری سوانح حیات میں دینی تعلیم و تربیت، دعوت و تبلیغ، اصلاح فرد، اصلاح معاشرہ، درس قرآن اور درس حدیث نام کی رمق برابر بھی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ کیا مامور من اللہ کی سرگرمیاں دینی نہیں دنیاوی ہوتی ہیں؟ اور ایک مادرزاد برہنہ تعلیمی اور اِصلاحی کام کیا خاک کر پائے گا؟ کیا اللہ میاں کسی مادرزاد برہنہ کو اسلام کی تعلیم و تبلیغ کے لئے مامور کرتا ہے؟ اس منظر کا تصور کیجئے جب سید خواجہ حسن مرید اور ان کے مرشد صوفی سرمد ایک ساتھ ننگے اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے تھے۔ ایک طرف تو یہ مادرزاد برہنگی ہے اور دوسری طرف اسلام بھی۔ دیکھنا اسلام کا حلیہ ان لوگوں نے کس قدر بگاڑ دیا ہے۔ اس تصوف اور طریقت کے کیا کہنے جس کے مطابق مادرزاد برہنگی بھی تعریف اور تحسین کی مستحق ہو جائے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

یہاں ایک بات یاد آئی وہ یہ کہ جو بریلوی مکتبہ فکر کے حضرات خود کو عاشقان اولیاء اور

بزرگوں کے عقیدت مند کہتے ہیں وہ دراصل بزرگوں کی توہین اور تذلیل کرنے والے ہیں۔ جو ان حضرات کو عجیب وغریب اور غیر شرعی القاب سے موسوم کرتے ہیں۔ جیسے برہنہ شاہ، لنگوٹ شاہ، دھوتی شاہ اور چیونٹی شاہ وغیرہ۔ ان ناموں کی حیدرآباد میں درگاہیں ہیں۔ یہ کوئی عزت دار، باوقار، متین اور سنجیدہ نام نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں توہین کا پہلو واضح طور پر جھلک رہا ہے۔ اور طرفہ تماشہ یہ بھی ہے کہ ان حضرات کے اعراس کے موقعوں پر اخبارات میں ان کے حالات زندگی نمک مرچ لگا کر شائع کئے جاتے ہیں اور ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں!

زیر تبصرہ مضمون میں مادرزاد برہنگی کو ایک خوبی کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ ظاہر باطن کا آئینہ دار ہوتا ہے! باطل تصوف اور صوفیاء سوء نے اسلام کا حلیہ اور مسلمانوں کا شرعی مزاج اور طرز فکر بدل دیا ہے۔ اس لیئے اب انہیں ہر فکری اور عملی برائی اور گمراہی کو جب شریعت کی نہیں بلکہ تصوف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو وہ اچھائی نظر آتی ہے ننگا رہنا وہ بھی کھلے عام برائی در برائی ہے۔ اس مادرزاد برہنہ کو نہ صرف مرد بلکہ عقیدت اور محبت کے تحت عورتیں بھی دیکھتی ہیں۔ اور اسے برا نہیں بلکہ اچھا اور باعث خیر و برکت سمجھا جاتا ہے۔ وہ اسلام جس کی تعلیم یہ ہے کہ مرد کو چاہئے کہ وہ بند حمام میں بھی برہنہ غسل نہ کرے کہ انسان نہیں تو اسے فرشتے تو دیکھتے ہیں۔ اسے چاہئے کہ فرشتوں سے شرم کرے۔ مادرزاد برہنگی کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے۔

(۱۰) تبلیغ اسلام معہ مادرزاد برہنگی!

تصوف کی زبان میں مجذوب مرفوع القلم کہلاتا ہے۔ یعنی اس کے عمل کا کوئی حساب کتاب نہیں رکھا جاتا۔ جیسا کہ ایک مجنون کے لیئے اسلام فرض نہیں ہے۔ اسی طرح ایک مجذوب کے لیئے بھی پاگل پن کے سبب وہ عقل کا معذور سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اسلام عاقل بالغ پر فرض ہے۔ جس طرح ایک پاگل دُنیا کے لیئے ناکارہ ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مجذوب دین و

شریعت کے کسی کام کا نہیں رہتا۔اب دیکھئے کہ مذکورہ خواجہ حسن بغداد سے ہندوستان آتے اور ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر اسلام اور آخرت کی فلاح کی خاطر مرید ہوتے ہیں جو مادرزاد برہنہ رہتا ہے۔نماز نہیں پڑھتا اور دوسرے شرعی احکام کی بھی پابندی نہیں کرتا وہ اس قابل ہے کہ برہنہ رہنے کے سبب ہمیشہ اسے لوگوں سے دور ایک کمرہ میں بند کر دیا جائے۔عضو مخصوص کو دیکھنا اور دکھانا حرام ہے۔لیکن باطل تصوف میں اسے دیکھنا اور دکھانا افضل ہو گیا ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک باہوش وحواس مسلمان نے ایک برہنہ شخص کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی؟ جو مرفوع القلم ہے اور نماز نہیں پڑھتا، کسی مسلمان کا کسی پیر ومرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور مرید ہونے کا اولین اور اہم ترین مقصد اسلام سے قربت اور پابند شریعت ہونا ہے جو مرشد پابند شریعت نہ ہو بلکہ اس پر اسلام ہی فرض نہیں ہے تو ایسا مرشد کسی مسلمان کو خدا اور شریعت کے قریب کس طرح لاسکتا ہے؟

کسی مسلمان پر جذب کی کیفیت طاری ہونے کا سبب خدا اور اسلام سے قربت نہیں بلکہ کوئی اور چیز ہے ورنہ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار میں مجذوبوں اور برہنہ لوگوں کی کثرت ہوتی۔لیکن اسلام کے درخشاں دور اول میں ایک بھی مجذوب نہیں تھا جو برہنہ رہتا ہو۔ اگر دور فاروقی میں ایسا کوئی مجذوب ہوتا تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے؟ جو شخص اسلام میں جذب ہو جاتا ہے وہ شریعت کی زیادہ پابندی کرنے لگتا ہے نہ کہ لباس اور شریعت سے اتنا دور اور بے تعلق ہو جائے کہ برہنہ رہے اور نماز نہ پڑھے، جو مسلمان مسجد جا کر نماز باجماعت ادا کرنے کے موقف میں نہ ہو وہ اسلام اور مسلمانوں کے کسی کام کا نہیں ہوسکتا چہ جائکہ کہ وہ ولی اللہ ہو!

مجذوب کے بارے میں فاضل بریلوی کا فتویٰ

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی مجذوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"بعض مجذوبین قدست سراہم نے جو کچھ بحال جذب کیا وہ سند نہیں ہو سکتا۔ مجذوب عقل و ہوش دُنیا نہیں رکھتا اوس کے افعال اوس کے ارادہ واختیار صالح میں نہیں ہوتے وہ معذور ہے"۔ (فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۹۱)

کوئی برائی اور گمراہی تنہا نہیں ہوتی اس کے ساتھ مزید گمراہیاں لگی رہتی ہیں برہنہ شاہ صاحب کے پیرومرشد صوفی سرمد میں جو اورنگ زیب کے ہمعصر تھے صرف برہنہ رہنے کی برائی نہ تھی بلکہ جیسا کہ آگے اسکی تفصیل آرہی ہے۔ ان کا یہ موقف تھا کہ جب تک خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لوں۔ اس کے وجود کی شہادت نہیں دوں گا۔ ورنہ جھوٹا ہو جاؤں گا، دیکھنا بریلوی شریعت اور باطل تصوف میں کیسے کیسے اسلامی عجائب وغرائب پائے جاتے ہیں!

(۱۱) شاہ دھوتی

حیدرآباد میں حضرت سید مراد شاہ دھوتی کی درگاہ ہے۔ شاہ صاحب کے سالانہ عرس کے موقع پر ان کے بارے میں ایک مضمون اخبارات میں شائع ہوا۔ اس مضمون کے مطابق آپ لنگی کے بجائے دھوتی پہنتے تھے اور ماتھے پر ٹیکہ بھی لگاتے اور ہندو سادھو وغیرہ جس طرح مالا گلے میں ڈالتے ہیں آپ تسبیح گلے میں پہنتے تھے۔ اورنگ زیب جو شریعت اسلامیہ کا علم رکھتا تھا۔ آپ کو دھوتی نہ پہننے کا حکم دیا اور جب اس کا حکم نہ مانا گیا تو شاہ دھوتی ہی کے کہنے پر اورنگ زیب نے دھوتی اُتارنے کی کوشش کی مگر وہ نہیں اُتری۔

(ملاحظہ ہو رہنمائے دکن ۱۵ رجون ۲۰۰۸ء)

احادیث میں تشبہ کفار سے منع کر دیا گیا ہے کہ مسلمان غیر مسلموں کے کلچر اور شعائر کو اختیار نہ کریں اور اس معاملہ میں اپنا منفرد تشخص قائم رکھیں کہ مسلم اور غیر مسلم میں بآسانی تمیز بھی کی جاسکے، لیکن مذکورہ بزرگ نے علانیہ طور پر اس حکم کی خلاف ورزی کی اور ہندوؤں کی طرح دھوتی پہنی اور ماتھے پر ٹیکہ لگایا اور گلے میں تسبیح ڈال لی۔ ایک غیر شرعی لباس جسم سے

بجا طور پر اُتارنے کی کوشش میں ناکامی کا تعلق کرامت سے نہیں ہوسکتا۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو کام اللہ نہ چاہے اور وہ ولی چاہے اور غیر شرعی امر میں اللہ تعالیٰ بطور کرامت ان کی مدد اور ہمت افزائی فرمائے؟ چونکہ اسلام اور اولیاء کرام کا موجودہ زمانے میں صحیح تصور باقی نہ رہا۔ اس لیئے مسلم معاشرہ میں اولیاء اور ان کی کرامات کے بارے میں فرضی قصے کہانیاں کثرت کے ساتھ پھیل گئی ہیں۔ اور ان کرامات کی بنیاد پر عقیدہ شرک وجود میں آیا کہ ہر ولی صاحب کرامات ہوتا ہے اور ہر صاحب کرامات نافع وضار اور متصرف کائنات!

(۱۲) اعراس کی فتنہ سامانیاں

حیدرآباد میں درگاہوں کی بہتات ہے جن کا سالانہ عرس اہتمام سے ہوتا ہے۔ اس موقع پر صاحب مزار کے حالات زندگی اخبارات میں شائع ہوتے ہیں۔ مضمون نگار عموماً درگاہ کے متولی یا سجادہ نشین ہوتے ہیں۔ بزرگ کی سوانح حیات درحقیقت عرس کا اشتہار ہوتا ہے۔ اس مین لازمی طور پر بزرگ کی کرامات کا نمک مرچ لگا کر تذکرہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان عرس میں شریک ہوں اور جتنے زیادہ شرکاء یا زائرین ہوں گے متولی یا سجادہ نشین کو اتنی ہی زیادہ آمدنی ہوگی۔ اس طرح سے درگاہوں کے ذمہ دار اور منتظم جاہل مسلمانوں کے ایمان اور جیب دونوں پر ڈاکہ ڈالتے اور ان کی دینی، دُنیاوی، اخلاقی اور اُخروی بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں!

(۱۳) توحید و شرک کا مسئلہ جزوی اور فروعی نہیں

تقریباً دیڑھ سال پہلے راشٹریہ سہارا حیدرآباد میں ایک بھولا بھالا اور معصومانہ مراسلہ: ''جزوی مسائل سے دستبرداری اتحاد کے لئے ضروری ہے''۔ شائع ہوا تھا۔ جس کا ایک حصہ یہ ہے:

چنانچہ دشمنان اسلام کی دریدہ دہنی، خفیہ سازشوں اور خفیہ تدبیروں کے مدنظر دیوبندی

اور بریلوی حضرات کو ایک دوسرے میں ضم کر دینا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں آغاز تو دیوبندی حضرات کو ہی کرنا ہوگا اور وہ تمام عبارتیں جن سے بریلوی حضرات کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس میں پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں تنقیص ہے اپنی کتابوں سے واپس لینا ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ بریلوی مکتبہ فکر کے حضرات کو مزارات پر حاضری، تعزیہ داری اور بدعات کے اشوز پر دیوبندی حضرات کی بات ماننا ہوگی۔ دونوں مکتبہ فکر کو پیچھے ہٹنا ہوگا۔ اور پیچھے ہٹ کر ہاتھ اور دل ملانا ہوگا اور دشمنان اسلام کو صاف اور واضح طور پر یہ پیغام دینا ہوگا کہ اسلام اور مسلمان کوئی لقمۂ تر نہیں کہ جس کی جب مرضی آیا دو باتیں سنا کر چلا گیا۔ عباس علی، ریلوے اسٹیشن، سکندر آباد''۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، حیدر آباد ۷ نومبر ۲۰۰۶ء)

عرض ہے کہ اکابر دیوبند کی کتابوں میں بریلوی علماء کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی شان میں جو گمراہ اور گستاخانہ باتیں ہیں۔ ان کا دیوبندی معروف، مستند اور عمومی فکر سے کوئی تعلق نہیں پایا جاتا اور نہ ان علماء کی وہ گہری، مستقل اور سنجیدہ فکر ہے۔ اور نہ ہی اُنہوں نے اور دوسرے دیوبندی علماء نے ان عقائد پر مصرہ کران کی تبلیغ اور اشاعت کی، ان قابل اعتراض یا نزاعی تحریروں کو صرف علمی اور قلمی وفقیہ موشگافی، بے احتیاطی اور ایک دو علماء کا ذاتی معاملہ اور ان کے تفرد پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ خود ان علماء کی دوسری کتابوں میں ان کے برعکس تصورات پائے جاتے ہیں جب ان علماء سے ان قابل اِعتراض تحریروں کی وضاحت طلب کی گئی تو اُنھوں نے اپنی صفائی میں جو کچھ فرمایا وہ تشفی بخش ہے۔ ان کا وہ عقیدہ نہیں جو بریلوی علماء ان کے بیانوں سے نچوڑتے ہیں، چونکہ علمائے دیوبند کے یہ عقائد عام نہیں ہیں۔ اس لیئے بعض علماء دیوبند نے ان پر تنقید کی اور سخت ناراضگی اور بیزارگی کا اِظہار کیا تھا۔ علمائے دیوبند کا عقیدۂ رسالت اِجماع امت کے مطابق بالکل صحیح ہے۔ ان علماء کی سیرت النبیؐ پر بیشمار چھوٹی بڑی کتابیں اور مضامین ہیں ان میں ایسا کوئی قابل اعتراض عقیدہ نہیں پایا جاتا۔

جبکہ مولانا احمد رضا خاں اور دیگر چھوٹے بڑے تمام بریلوی علماء کے علم غیب، سمع موتی

اور انبیاء اور اولیاء کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے بارے میں جو مشرکانہ بلکہ ملحدانہ عقائد ہیں وہ ان میں عام ہیں۔ ان مشرکانہ تصورات کی تصدیق تائید اور تبلیغ واشاعت تحریروں اور تقریروں سے کی جارہی ہے۔ بریلوی طبقہ میں اس سلسلہ میں کثیر کتابیں اور رسالے بھی ہیں۔ اور وہ ببانگ دہل کہتے ہیں کہ ہاں ہم انبیاء اور بزرگوں کو عالم الغیب، حاضروناظر سمیع الدعا اور متصرف کائنات سمجھتے اور ان سے دُعا اور فریاد کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں دیوبند کے دو علماء کی تقصیرات اور وقتیہ موشگافیوں اور بریلوی مشرکانہ فکر اور عمل بلکہ قبوری شریعت کے مابین کوئی مقابلہ اور موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ ان دونوں میں عارضی اور مستقل، خاص اور عام اور محدُود اور لامحدود کی نسبت ہے۔ ایک دو دیوبندی علماء کی قابل اعتراض تحریریں کتابوں میں دفن ہوکر قصہ پارینہ بن چکی ہیں۔ جبکہ بریلوی مشرکانہ فکروعمل اور جهد وجهد کے اثرات جہلا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلتے جارہے اور چاروں طرف ایمان اور عقیدہ توحید کو جلا کر راکھ کر رہے ہیں بریلوی حضرات کو چاہیئے کہ وہ اپنے مشرکانہ فکروعمل کو چھوڑ کر توحید وسنت کو اختیار کرلیں۔ یہ اسلام کا مستقل بالذات تقاضہ اور بنیادی مطالبہ ہے۔ اسے علماء دیوبند کی گمراہیوں سے منتھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ توہین رسالت سے متعلقہ گمراہ تحریروں کو اپنی کتابوں سے نکال دیں گے تو ہم شرک و بدعت کو چھوڑدیں گے۔ انہیں تو ہر حال اور ہر صورت میں غیر مشروط طور پر شرک و بدعت کی حقیقت کو علمی بنیاد پر سمجھنا اور پھر انہیں ترک کرنا ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ انبیاء اور بزرگوں کے تصرفات مراسلہ نگار وغیرہ کے نزدیک جزوی اور فروعی ہیں۔ جبکہ یہ بات غلط ہے۔ بریلوی علماء کے عقائد براہ راست عقیدہ توحید اور ایمان باللہ اور کلمہ طیبہ سے ٹکراتے اور مشرکانہ قرار پاتے ہیں۔ جبکہ مشرکین عرب کے اپنے معبودوں کے بارے میں وہی عقائد تھے جو انبیاء اور اولیاء کے بارے میں بریلوی علماء کے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ مراسلہ بھی قابل ملاحظہ ہے:

علماء کرام سے گذارش

مکرمی!

عالمی طور پر باطل قومیں متحد ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر ممکن کوشش کر رہی ہیں کہ اسلام اور اس کے ماننے والے دنیا سے ختم ہو جائیں۔ مگر آج تک انہیں کامیابی نہیں مل سکی۔ مگر شیطان کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتا ہے۔ کہیں کہیں مسلک کی لڑائی کرا دیتا ہے جس میں ایک مسلک والا عالم دوسرے مسلک کی صرف خرابی اور کمی بیان کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو متنفر کر دیتا ہے۔ عوام اندھی عقیدت کی وجہ سے ان کی باتوں پر مکمل طور پر عمل کرتے ہیں جس سے مسلمان ایک دوسرے سے سلام وغیرہ بھی ترک کر دیتے ہیں۔ ویسے ہم اپنے کو ایک دوسرے سے اچھا سمجھتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ ہر مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ مگر افسوس ہے ان عالموں پر جو مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے رہتے ہیں۔ اپنی شعلہ بیان تقریر سے اپنے ماننے والوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ ہر مسلک میں معدودے علماء ہیں جو صرف اختلافی باتیں کر کے نذرانہ وصول کرتے ہیں۔ میری ان عالموں سے گذارش ہے کہ اصلاحی تقریریں کریں۔ سرکار مدینہ ﷺ کی سیرت، نماز کی اہمیت بزرگوں کے حالات بیان کریں جس پر عمل کر کے عوام دیندار بنیں اور دنیا میں کامیابی کے ساتھ آخرت میں نمایاں مقام حاصل کریں"۔

مجیب بستوی (صدر انجمن افکار ادب)
سمریاواں، سنت کبیر نگر (یوپی)
(راشٹریہ سہارا ۱۷/۱۰ اکتوبر ۲۰۰۸ء)

(۱۱) معصومانہ جذبہ کا مشرکانہ جواب

مذکورہ مراسلہ میں جس معصومانہ جذبہ اور خواہش کا اظہار اور مفاہمت کا جو نسخہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کا جاہلانہ اور جارحانہ جواب درج ذیل بیان میں آ گیا ہے جو راشٹریہ سہارا میں ہی

شائع ہوا تھا۔

اتحاد واتفاق کے نام پر مسلک کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا

عیدگاہ قدوس صاحب میں منعقدہ جشن غریب نواز سے حضور تاج الشریعہ کا خطاب

بنگلور، 12 جولائی (ایس این بی) ان خیالات کا اظہار معروف صوفی بزرگ اور صاحب نسبت عالم دین، تاج الشریعہ حضور اختر رضا خاں قبلہ نے کہا جو امام اعظم ابوحنیفہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام عیدگاہ قدوس صاحب میں منعقدہ جشن غریب نواز کے موقع پر فرزندان توحید کے ایک جم غفیر سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت نے حب رسول ﷺ کا جو راستہ دکھایا ہے اسی راستہ پر چل کر نجات وفلاح اور کامیابی وکامرانی مل سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج اتحاد و اتفاق کے نام پر مسلک اور ایمان وعقیدہ کا سودا کیا جا رہا ہے۔ لوگوں کو بہکانے کیلئے سوداگر نئی نئی لبھاؤنی جماعتوں کے نام سے ایمان وعقائد اور مسلک سے برگشتہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہیں علماء کونسل کا قیام ہو رہا ہے تو کہیں کسی اور کونسل کا قیام عمل میں آ رہا ہے۔ دعوت وتبلیغ کے نام پر اتحاد واتفاق کے نام پر مسلک ومشرب کو ختم کیا جا رہا ہے۔ ان دعوتوں سے ہوشیار رہیں اور یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مسلک نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ مسلک سے الگ ہوئے تو ایمان کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ حق وصداقت، مسلک اعلیٰ حضرت کے فلک شگاف نعرے آپ یونہی لگا رہے ہیں بلکہ یہ مسلک کی حقانیت ہے کہ اللہ آپ سے کہلوا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکمت ومصلحت اور اتحاد واتفاق کی خاطر مسلک کا سودا نہیں کیا جا سکتا۔ تصویر کشی کے سلسلہ میں تاج الشریعہ نے کہا کہ ٹی وی، موبائیل کیمرہ ہو یا دیگر آلات، اسلام میں تصویر کشی بالکل حرام ہے، اس میں کسی قیل وقال کی گنجائش نہیں''۔ (راشٹریہ سہارا۔ حیدرآباد ۱۳ جولائی ۲۰۰۸ء)

فرما رہے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق کے لئے بریلوی مسلک سے

متعلقہ شرک و بدعت کو نہیں چھوڑ سکتے بلکہ شرک و بدعت پر برابر قائم رہینگے ۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ قوم نوح کے مشرکین نے اپنے معبودوں اور شریکوں یعنی اللہ کے نیک اور محبوب بندوں کے بارے میں عوام سے کہا تھا کہ یغوث، یعوق اور نسر وغیرہ اپنے بزرگوں کا دامن ہرگز نہ چھوڑنا یہ ہمارے معبود اور مشکل کشا ہیں۔

بریلوی مسلک کی سب سے بڑی اور سنگین گمراہی وہی شرک ہے جسے قرآن میں ناقابل بخشش گناہ اور ظلم عظیم فرمایا گیا ہے۔ اس کے مطابق انبیاء اور اولیاء کو حاجت روائی کی فوق الفطری طور پر جملہ صفات اور قدرتیں حاصل ہیں۔ اور وہ سمیع الدعا، نافع وضار اور متصرف کائنات ہیں۔ اس لئے ان حضرات سے دُعا وفریاد کرنا مشروع مقبول اور محبوب عمل ہے۔ اب ہم یہاں اس شرک جلی کا کیا رد کریں۔ اس پوری کتاب میں یہی کام تو کیا گیا اور تفصیل سے سمجھایا گیا ہیکہ مشرکین عرب کے معبود بُت نہیں بلکہ انبیاء، اولیاء اور خدا کے نیک بندے تھے۔ جنھیں مشرکین بالذات نہیں بلکہ خدا کی دین وعطا سے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔ اور یہی شرک بریلوی شریعت کا طرۂ امتیاز، آن، بان اور شان ہے جسے وہ چھوڑنا نہیں چاہتے!

(۱۳) دین وشریعت

دین کیا ہے اور شریعت کیا ہے۔ اور ان دونوں میں جو فرق پایا جاتا ہے اس سے تمام مکتب فکر کے علماء اتفاق رکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آخری نبی ﷺ تک تمام پیغمبروں کا دین ایک تھا جو ناقابل تبدیل ہے۔ اس میں نہ اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ کمی اس کا تعلق بنیادی عقائد اور ایمانیات سے ہے۔ جیسے توحید، رسالت اور آخرت وغیرہ لیکن شریعت یا قانون اور ارکان اربعہ، نکاح، طلاق اور وراثت سے متعلقہ مسائل اور مختلف گناہوں اور نافرمانیوں کی سزائیں وغیرہ، وہ بدلتے رہے۔ شریعت کے مسائل میں اجتہاد، استنباط اور قیاس کی گنجائش ہے اور اس کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ لیکن دین اور اس کے عقائد اور ایمانیات

میں نہیں۔ یہ اٹل اور نا قابل تبدیل ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ناجائز طور پر قیاس اور استنباط سے بریلوی علماء نے اسلام اور مسلمانوں میں عقیدۂ شرک کو داخل کر دیا۔

اسلام میں دین یعنی بنیادی عقائد اور ایمانیات کو اولین اور شریعت کو ثانوی اہمیت حاصل ہے۔ اگر کسی کے ''الدین'' یعنی ایمان باللہ یا عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت اور عقیدہ آخرت میں خرابی پیدا ہوگئی تو اس کے بعد اگر کوئی شریعت کا پہلوان بھی ہو تو اس کی کوئی اہمیت نہ ہوگی۔ بریلوی اور نظامی علماء کا دین بری طرح گمراہ اور ان کا ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت مکمل طور پر برباد ہو گیا ہے۔ ایمان باللہ کی جگہ ان کے ہاں شرک یعنی تصرفات انبیاء اور استعانت بالاولیاء کے عقیدہ نے لے لی۔ ان کا ایمان بالرسالت اس طرح تباہ ہو چکا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بشریت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اُنھوں نے خاکی بشر کو نوری بنا دیا۔ بعض کا تو یہ عقیدہ ہے کہ اللہ میاں اس دنیا میں رسول اللہ ﷺ کے روپ میں نازل ہوا ہے۔ محمد ﷺ انسان نہیں بلکہ انسان کی شکل میں خدا ہیں۔ اس کے علاوہ بریلوی علماء حضورؐ کو سمیع الدعا، عالم الغیب، حاضر و ناظر اور نافع و ضار سمجھتے ہیں اور بریلوی علماء کا ایمان بالآخرت جو اسلامی اور اخلاقی زندگی بسر کرنے کیلئے مفید تھا اسے رسول اللہ ﷺ اور ہزاروں اولیاء کرام کے شفاعت سے متعلقہ باطل عقیدہ نے غیر مفید بنا دیا۔ جب ایرے غیرے نتھو خیرے اور گلی کوچوں کے صوفیاء اور مشائخ اپنے اپنے مریدوں اور نام لیواؤں کو چٹکی بجاتے بخشوائینگے تو ایسی صورت میں آخرت کی باز پرس کے تصور کی اہمیت اور اثر انگیزی باقی نہ رہے گی۔ اس طرح سے دین کی بربادی کے بعد اگر کوئی عالم عربی خوب جانتا ہے اور طہارت، وضو، نماز، زکوٰۃ، نکاح و طلاق اور وراثت کے مسائل کا بڑا ماہر ہے تو عقائد کی تباہی کے بعد ان مسائل اور معلومات کی زیادتی کی خدا کے پاس کوئی اہمیت نہ ہوگی۔ اسلامی قانون اور فقہی مسائل کو تو ایک غیر مسلم بھی رٹ کر یاد کر لے سکتا ہے۔ اور دُنیا میں بکثرت غیر مسلم ایسے پائے جاتے ہیں جو عربی زبان کے ایکسپرٹ ہیں۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ کو قابلیت نہیں بلکہ ہدایت اور فقہی معلومات نہیں بلکہ الٰہی معرفت مطلوب

ہے۔ اگر کسی عالم کا دین گمراہ عقائد و تصورات کے تحت برباد ہو چکا تو اس کمی کو بڑی سے بڑی صلاحیت اور قابلیت پر نہیں کر سکتی۔ ایک ایسا عالم جو عربی میں تقریر اور شاعری کر سکتا ہے جو حافظ قرآن، عمدہ قاری اور مفتی ہے۔ جو چاروں فقہی مسالک کے تمام مسائل کا ماہر ہے۔ لیکن ان صلاحیتوں کے ساتھ اس کے پاس شرک کی گمراہی پائی جاتی ہے کہ وہ انبیاء اور اولیاء کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتا ہے ایسے قابل عالم کے مقابل میں وہ حامل توحید و سنت اور صحیح العقیدہ مسلمان اچھا ہے جو اُردو بھی پوری طرح لکھنا پڑھنا نہیں جانتا!

بریلوی علماء کے شیخ الشیوخ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی بعض صحیح الفکر علماء نے تعریف کی ہے۔ لیکن اس تعریف اور اعتراف علمیت کا تعلق فقہی اور فروعی مسائل سے ہے۔ بنیادی عقائد اور ایمانیات سے نہیں۔ ورنہ ان کے پاس توحید کی جگہ شرک اور سنت کی جگہ بدعت نے لے لی تھی۔ کاش کہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔ وہ فقہ (شریعت) میں کمزور ہوتے اور غلطیاں کرتے لیکن ان کا ''الدین'' ایمان باللہ اور عقیدہ توحید شرک سے پاک قرآن اور حدیث کے مطابق مبنی برحق ہوتا!

(۱۴) گڑ کھانا لیکن گلگلوں سے پرہیز کرنا

روزنامہ رہنمائے دکن میں ایک سوال اور اس کا جواب بعنوان اجمیر شریف کا ڈورا شائع ہوا تھا۔ جواب دینے والے مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی (معتمد ادارہ تحقیقات علمیہ) ہیں۔

سوال: بعض مسلمان بزرگوں کی بارگاہوں سے بالخصوص اجمیر شریف سے زیارت کے بعد لال رنگ کے ڈورے لا کر اپنے دوست احباب، عزیز و اقارب کے ہاتھ اور گلے میں باندھنے کیلئے تقسیم کرتے ہیں۔ اس عمل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے اس عمل کو بے اصل بتایا ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد دھم)

علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی نے اس بابت ایک فتوے کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''مسلمانوں کو یہ عمل جائز نہیں کہ دھاگہ ہاتھ میں باندھیں۔ اس میں مشرکین کے ساتھ تشبیہ ہے''۔ (روزنامہ رہنمائے دکن ۷ اپریل ۲۰۰۸ء)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی اولیاء کرام کو سمیع الدعا اور حاجت روا سمجھتے اور ان سے دُعا وفریاد کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس شرک جلی کی مسلمانوں کو اجازت دینا۔ لیکن اس کے ایک مظہر ناڑا باندھنے کو مشرکین کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے ناجائز کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ گڑ کھانا۔ لیکن گلگلوں سے پرہیز کرنا اور اونٹ نگلنا لیکن مچھروں کو چھاننا! مشرکین کا سب سے بڑا گناہ اور ظلم عظیم اپنے خودساختہ معبودوں یعنی انبیاء، اولیاء اور بزرگوں کو نافع وضار جان کر ان سے دُعا اور فریاد کرنا ہے۔ اس لیئے مسلمانوں کا اولیاء اللہ سے دُعا اور فریاد کرنا گویا مشرکین کے عقیدہ اور عمل میں مشابہت پیدا کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ اس ناقابل بخشش گناہ اور تقالی کو نظر انداز کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قاتل کو چھوڑ نا لیکن تھپّڑ مارنے والے کو گرفتار کرنا، ڈورا باندھنا دراصل استعانت بالا ولیاء کے مشرکانہ عقیدہ وعمل کی پیداوار ہے، بزرگوں سے دُعا اور ان کے فیضان اور تصرفات کو جائز سمجھتے ہوئے ڈورے کو ناجائز قرار دینا عقل اور منطق کے خلاف ایک متضاد بات ہے۔!

(۱۵) تاریخ پلٹ کر آتی ہے

دورِ نبویؐ میں اہل توحید اور مشرکین کے درمیان جو معرکہ پیش آیا تھا وہ موجودہ زمانے میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ مشرکین مکہ کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا:

''واللہ کسی نے اپنی قوم کو ایسی مصیبت میں نہیں ڈالا ہوگا جو مصیبت تم نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے۔ تم ہمارے باپ داداؤں کو گالیاں دیتے ہو، ہمارے دین کو برا کہتے ہو۔ ہمارے بزرگوں کو بے وقوف بتلاتے ہو۔ ہمارے معبوذوں کو برا بھلا کہتے ہو۔ تم نے ہم میں تفریق ڈال

دی، لڑائیاں کھڑی کر دیں۔ واللہ ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی''۔

(ابن ہشام، طبری، تفسیر ابن کثیر، سورہ بنی اسرائیل)

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ چنانچہ آج بھی یہی غلط اور جھوٹے الزامات ان صحیح العقیدہ علماء اور مسلمانوں پر لگائے جاتے ہیں جو مشرکانہ اور قبر پرستانہ فکر و عمل کی مخالفت کرتے اور توحید خالص کی دعوت دیتے ہیں۔ مشرکین کے باطل فکر و عمل کی مخالفت کرنا مشرکین کے نزدیک گویا ان کو گالیاں دینا تھا۔ ان کے دین شرک کی مخالفت کرنا۔ ان کے دین کو برا کہنے کے مترادف تھا انھیں بزرگوں کی اندھی تقلید سے روکنا ان کے بزرگوں کو بے وقوف بتلانا تھا۔ اور ان کے معبودوں اور خود ساختہ کارسازوں کے عالم الغیب، حاضر و ناظر، سمیع الدعا اور مشکل کشا ہونے کے مشرکانہ عقائد کی نفی اور تردید کرنا گویا بزرگوں کو برا کہنا اور ان کی توہین اور تحقیر کے مرتکب ہونا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ میں توحید کی دعوت پیش کی اور مشرکانہ فکر و عمل کا ابطال فرمایا تو اس کے ردعمل کے طور پر ہر گھر اور ہر خاندان کے چند سعید افراد نے دعوت توحید کو قبول کرلیا۔ اس کے بعد ہر گھر میں کوئی توحید خالص کا علمبردار تھا تو کوئی شرک جلی کا حامی، جس کے لازمی اور فطری نتیجہ کے طور پر ہر خاندان اور ہر گھر میں نظریاتی اختلاف کی بناء پر تفریق واقع ہوئی اور یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے مدمقابل میدان جنگ میں صف آرا ہو گئے ان ہی اُمور کے پیش نظر مشرکین نے رسول اللہ ﷺ پر یہ الزام عائد کیا تھا کہ:

''تم نے ہم میں تفریق ڈال دی اور لڑائیاں کھڑی کر دیں''، وہ گمراہ علماء اور نادان مسلمان جو انبیاء اور بزرگوں کے بارے میں غالی، مشرکانہ اور خلاف قرآن فکر و عمل میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ توحید خالص کے علمبرداروں پر مذکورہ تمام الزامات عائد کرتے ہیں اس لئے کہ ان کی فکر اور عمل مشرکین سے میل کھاتے اور مطابقت رکھتے ہیں!

(۱۶) حقیقی اہل سنت والجماعت کون؟

بریلوی اور نظامی علماء اور ان کے تحت عامتہ المسلمین خود کو اہل سنت والجماعت کہتے

ہیں۔جبکہ اہل سنت سے ان کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں پایا جاتا۔اہل سنت کی اولین اوراہم ترین پہچان توحید خالص پر ایمان اور شرک سے اجتناب ہے۔جبکہ بریلوی اور نظامی حضرات سرتاپا شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ان کے ہاں اہل سنت والجماعت وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کو عالم الغیب، سمیع الدعا اور نافع وضار سمجھیں، اولیاء اللہ اور بزرگان دین سے متعلقہ من گھڑت کرامات اور جھوٹے واقعات پر بے چوں وچرا ایمان لائیں، عرس، فاتحہ، نذرونیاز، قوالی اور جھنڈے کنڈے وغیرہ بریلوی شریعت پر عمل کریں۔اور یارسول اللہ اور یاغوث کے مشرکانہ نعرے لگائیں اپنے گھر پر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا جھنڈا لہرائیں۔آپ کے نام کے چھلے بنائیں اور اپنے پیرومرشد کے نام کا وظیفہ پڑھیں وغیرہ۔جو مسلمان مذکورہ مشرکانہ فکروعمل کے قائل نہیں۔وہ ان کے نزدیک اہل سنت سے خارج ہیں جبکہ اہل سنت کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ وہ ناجی فرقہ جو رسول اللہ ﷺ اور جماعت صحابہ کے اسوہ اور طریقہ پر چلے۔حدیث ہے:

○ ''میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ایک گروہ کے سوا تمام فرقے جہنمی ہوں گے۔صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ وہ گروہ کون ہوگا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:ماانا علیہ و اصحابی، جو میری اور میرے صحابہ کی سنت پر عمل پیرا ہوگا''۔ (ترمذی)

بریلوی دین وشریعت نہ سنت رسول اللہ ﷺ سے مطابقت رکھتی ہے اور نہ اسوہ صحابہ سے۔اس دین میں توحید کی جگہ شرک اور سنت کی جگہ بدعت نے لے لی ہے۔اس طرح سے اُنھوں نے اسلام میں بڑے پیمانہ پر فساد اور بگاڑ پیدا کر کے مسلمانوں کو گمراہی کے عمیق اور تاریک غار میں گرادیا!

پوری تحقیق کے بعد پتہ چلے گا کہ دور نبویؐ اور دور صحابہؓ میں مشرکانہ اوہام وخرافات کا دور دور تک وجود نہ تھا۔مثلاً رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی قبروں پر سالانہ عرس، چراغاں، قوالی، صندل مالی، غلاف چڑھانا، جلوس نکالنا، کسی کے نام کا وظیفہ پڑھنا وغیرہ۔رہے ان کے دلائل وہ قادیانیوں اور منکرین حدیث کے پاس بھی ہیں۔دلیل کے نام پر اُردو قواعد کے

مطابق کچھ لکھ دینا اس پر شرعی اور صحیح دلیل کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ دلیل، عمل، مثال اور نمونہ سنت رسول اللہ اور سنت خلفاء راشدین سے ہونا چاہئے تب ہی وہ عقیدہ اور عمل مشروع اور مطابق اہل سنت ہوگا۔ ورنہ اس پر شرک وبدعت اور قبوری یا بریلوی شریعت کا اطلاق ہوگا۔

(۱۷) بزرگوں کی شان میں گستاخی کا مسئلہ

آپ نے دیکھا کہ قرآن اور حدیث، قدیم وجدید، حیدرآباد اور بیرون حیدرآباد کے جلیل القدر علماء رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کے سمیع الدعا، عالم الغیب اور نافع وضار ہونے کے عقیدہ کو مشرکانہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن بریلوی اور نظامی علماء ومشائخ حیدرآباد میں توحید وسنت کے علمبردار حقیقی اہل سنت والجماعت کے خلاف عرصہ دراز سے شور وشر مچائے ہوئے ہیں۔ مساجد، جمعہ کے خطبوں اور عام جلسوں وغیرہ میں اہل حق کے خلاف جاہل سامعین کے سامنے زہر اُگلا جارہا ہے اور لفظی جارحیت کے علاوہ بنڈے بازی بھی کی جارہی ہے (۱)۔ جبکہ خود ہی پرلے درجہ کے گمراہ اور اللہ تعالیٰ کی شان میں شرک کے ذریعہ گستاخیاں کررہے ہیں۔ اس کے باوجود اُلٹا دوسروں پر رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کی شان میں گستاخی اور توہین کا جھوٹا، جاہلانہ اور احمقانہ اِلزام عائد کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں رسول اکرم ﷺ اور بزرگان دین کا حقیقی عقیدت مند وہ ہے جو انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھے۔ لیکن خدا کے محبوب اور برگزیدہ بندوں کو ان کا جائز اور حقیقی مقام اور مرتبہ دیتے ہوئے ان سے نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے دُعا اور فریاد کرنے والے رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کی شان میں گستاخی کرنے والے سمجھے جاتے ہیں۔

---

(۱) تاریخ اپنے آپ کو دہرارہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں توحید کی دعوت وتبلیغ اور شرک کی نفی وتردید کا فرض انجام دینے کی پاداش میں مشرکین پتھر پھینکتے۔ راستے میں کانٹے بچھاتے اور مارا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو طرح طرح کی تکالیف دیتے تھے، یہی سب کچھ کلمہ گو مشرکین کی طرف سے اہل توحید وسنت پر ہورہا ہے۔

(۱۸) یہ خدا کی شان میں توہین کرنے والے

یہاں یہ مسئلہ بھی صاف سمجھ میں آجائے اور غلط فہمی دور ہو جائے کہ توحید کے علمبرداروں میں جو حقیقی اہل سنت ہیں۔ انبیاء اولیاء اور بزرگوں کی شان میں توہین اور گستاخی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ سوائے ان چند مغرب زدہ ملحد مسلمانوں کے جن کی تمام مکاتب فکر کے علماء اور مسلمان مخالفت کرتے ہیں جیسے سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین وغیرہ۔ ہم حقیقی اہل سنت اور حاملین توحید خالص، انبیاء اور اولیاء کو وہی جائز مرتبہ اور عزت دیتے ہیں جن کا شریعت مطالبہ کرتی ہے۔ ان حضرات کو بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ اس لیئے حاصل ہوا کہ ان کے ہاں شریعت کا کثیر علم تھا۔ وہ عالم باعمل تھے، تقویٰ کی پاکیزہ زندگی تھی۔ وہ ہمیشہ اسلام کی دعوت اور تبلیغ میں مشغول رہتے تھے۔ ان کا اخلاق اور کردار اعلیٰ تھا۔ لیکن شرک زدہ مسلمانوں کے لیئے انبیاء اور اولیاء میں یہ خوبیاں تسلیم کرنا کافی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک خدا کے محبوب اور مقرب بندوں کا کوئی مسلمان سچا اور حقیقی عقیدت مند اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ خدا کے ان برگزیدہ بندوں۔ انبیاء اور اولیاء کو سمیع الدعا، عالم الغیب، حاجت روا، مشکل کشا اور متصرف کائنات نہ سمجھے اور ان میں نفع وضرر کی تمام قدرتیں اور اختیارات تسلیم نہ کرے۔!

لیکن بریلوی علماء اور ان کے جاہل معتقدین کو اس بات کا شعور اور احساس نہیں ہے کہ ہم اولیاء کی تحقیر نہیں بلکہ وہ اللہ کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں جو اس کی صفات، اختیارات اور حقوق غیر اللہ کو دیتے اور اللہ کو چھوڑ کر انبیاء اور بزرگوں کو مدد کے لیئے پکارتے اور ان کی قبروں کے آگے مراسم عبودیت جیسے سجدہ وطواف۔ دُعا وفریاد۔ نذر ونیاز اور قربانیاں وغیرہ ادا کرتے ہیں۔ مرنیکے بعد میدان حشر میں پتہ چل جائے گا کہ انبیاء اور بزرگوں کے واقعی، حقیقی اور سچے عقیدت مند کون تھے؟ بریلوی یا وہابی! ہر مشرک، خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو وہ انبیاء اور اولیاء اور بزرگوں سے قریب لیکن خدا سے دور ہو جاتا ہے۔

O اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ھود کو بھیجا۔ ہود نے کہا اے میری قوم، اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تم (شرک کر کے) اللہ پر بہتان باندھتے ہو (مفترون) (ھود۔۵۰)

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں، انبیاء اور اولیاء اللہ کو صفات حاجت روائی یا power of attorney دے دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایک جھوٹی بات کا انتساب اور افترا پردازی ہے۔ جس کی مخالفت مذکورہ آیت میں کی گئی ہے۔ اس طرح سے بریلوی اور نظامی علماء اللہ تعالیٰ کی شان میں بہت بڑی توہین اور گستاخی کرنے والے قرار پاتے ہیں۔

(۱۹) دلیل شرعی درکار ہے

کسی عقیدہ کو قصوں، کہانیوں سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لیئے تو نص قطعی اور محکم آیات درکار ہیں۔ جن میں واضح اور غیر مبہم طور پر اس کا حکم دیا گیا ہو۔ کسی واقعہ، اشارے کنائے استنباطی یا ظنی اور منطقی دلیل یا آیات متشابہات سے توحید کے منافی شرک یا کسی اور عقیدہ باطلہ کو ثابت اور مشروع نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن بریلوی دین وشریعت کے تمام عقائد، اعمال اور مشرکانہ سرگرمیوں کی عمارت غیر شرعی، خودساختہ اور من گھڑت دلائل پر کھڑی ہے۔

معجزات اور کرامات کے ذریعہ کسی نبی یا ولی سے وقتیہ طور پر جو فوق الفطری اور خارق العادت واقعہ ظہور میں آتا ہے۔ اس کا تعلق مستقل قدرت اور اختیار سے نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک عارضی، غیر مستقل وقتیہ اور استثنائی صورت حال ہوتی ہے۔ ایک نبی بطور معجزہ جو غیر معمولی کام انجام دیتا ہے۔ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس سے عاجز اور مجبور ہوتا ہے۔ اس لئے معجزات اور کرامات سے کوئی ایسا عقیدہ ثابت نہیں کیا جاسکتا جو منافی توحید اور مشرکانہ ہو!

(۲۰) قبوری شریعت میں نفی کے معنی اثبات کے ہیں

قرآن مجید کی بکثرت واضح المطلب آیات میں انبیاء اور اولیاء کے سمیع الدعا، عالم الغیب اور حاجت روا ہونے کی متعدد انداز اور طریقوں سے نفی، تردید، انکار اور مخالفت ہی مخالفت کی گئی ہے۔ لیکن چونکہ عقیدہ توحید کے معاملہ میں ان کا دل سیاہ اور سخت ہو چکا ہے اور حق بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اس لئے نفی کی جگہ اثبات، تردید کے بجائے تائید اور مخالفت کے معنٰی حمایت سمجھ میں آ رہے ہیں اور انبیاء اور اولیاء کی جگہ بت دکھائی دے رہے ہیں اور وہ ہر چیز کا شرک اور قبر پرستی کے جواز کو ثابت کرنے الٹا مفہوم لے رہے ہیں۔ ان کی حالت اُن دو نادانوں اور بیوقوفوں جیسی ہے جو گلاس خریدنے کے لیئے دکان پر پہنچے۔ دکان میں گلاس اُلٹے رکھے ہوئے تھے پہلے نے کہا ارے یار یہ گلاس تو اوپر سے بند ہیں دوسرے نے کہا: ''اور ان کے پیندے بھی پھوٹے ہوئے ہیں''۔ جبکہ گلاس نہ اوپر سے بند تھے اور نہ اُن کے پیندے پھوٹے ہوئے تھے۔ بلکہ ان کا زاویہ نظر بدلہ ہوا تھا۔ چونکہ شرک زدہ علماء کے دل و دماغ میں شرک اور بزرگ پرستی کا غلبہ اور تسلط ہے۔ اس لیئے وہ قرآنی آیات کا اُلٹا مفہوم لے رہے ہیں، بریلوی عقائد اور دلائل زبان حال سے اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کو کوئی بات سمجھانے اور اپنا مُدّعا پیش کرنے کا طریقہ نہیں آتا، جبکہ وہ کہتا ہے کہ غیب کی کنجیاں اور دُنیا کے خزانے صرف اسی کے پاس ہیں۔ وہ کسی کو پاور آف اٹارنی عطا نہیں فرمایا۔ اس لئے صرف اسی سے دُعا اور فریاد کرو۔ اور صرف اسی کو مدد کے لیے پکارو۔ لیکن بریلوی علماء ان آیات سے اُلٹا اور احمقانہ یہ مطلب نچوڑتے ہیں کہ ان آیات میں بتوں کو مخاطب کیا گیا اور ان کے بالذّات نافع و ضار ہونے کی نفی کی گئی ہے! جبکہ باجماع امت ان کی یہ تاویلات ازروئے قرآن و حدیث اور اسوہ صحابہ باطل بے بنیاد اور مشرکانہ ہیں قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہم گزشتہ ابواب میں کثیر اور ناقابل تردید دلائل سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ مشرکین کے

معبود اور نافع وضار بت نہیں بلکہ درحقیقت انبیاء اور اولیاء تھے۔ اور وہ خدا کے ان مقرب اور برگزیدہ بندوں کو بالذّات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی حاجت روا سمجھتے تھے۔

دلیل شرعی قرآن وسنت ہے نا کہ بزرگوں کا علم وعمل

شرک اور قبر پرستی کا ایک اہم سبب علماء اور مشائخ کی اندھی تقلید اور ذہنی غلامی اور ان کے قول وعمل کی بلا دلیل شرعی بے چوں وچرا اتباع کرنا ہے۔ جبکہ حق وباطل کا معیار اور دلیل شرعی قرآن وسنت اور اجماع امت ہے۔ اس سلسلہ میں ہم یہاں مولانا سید محمد علی حسینی مولوی کامل جامعہ نظامیہ کا ایک قیمتی مضمون ''اکابر پرستی'' ان کی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ اگر اس مضمون کی ہدایت کو ملحوظ رکھا جائے تو کوئی مسلمان شرک وبدعت کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ اور جو اس گمراہی کا شکار ہوچکے ہیں۔ وہ اس ہدایت کی روشنی میں بریلوی شریعت سے نجات پا سکتے ہیں۔

اکابر پرستی

اولیاء پرستی کے عنوان کے بعد ''اکابر پرستی'' کا عنوان بظاہر غیر ضروری معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اولیاء پرستی اور اکابر پرستی میں واضح فرق ہے اور اولیاء پرستی کی طرح اکابر پرستی بھی گمراہی کا ایک مستقل کھلا دروازہ ہے۔ ہم اکثر سنتے ہیں: ہمارے اکابر نے یوں فرمایا، ہمارے اکابر نے یوں کیا، ہمارے اکابر کا یہ طریقہ ہے، اس طرح ہر بات میں ''ہمارے اکابر'' کی چٹان سدِّ راہ ہوتی ہے۔ اکابر پرستی بھی واضح طور پر شرک ہی ہے۔ قدیم زمانے کے مشرکین کو بھی قبول حق سے اکابر پرستی ہی نے روکا تھا۔ ملاحظہ ہو آیات سورہ انبیاء آیت ۵۳، سورہ شعراء آیت ۷۴، ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے جواب دیا کہ ہمارے اکابر یہ کام کرتے آرہے ہیں لہذا ہم یہ کام (بت پرستی) کیوں چھوڑیں۔ ہم نے اپنے اکابر کو اسی طریقہ پر پایا ہے۔ کفار ومشرکین کو اس بات پر اصرار تھا کہ ہم نے اپنے اکابر کو جس طریقہ پر پایا ہم اسی طریقہ پر چلیں گے اور اس کے خلاف (انبیاء علیہم السلام کی بات) نہیں مانیں گے۔

(سورہ زخرف آیت ۲۳،۲۴)۔ کفار اور منکرین حق ہمیشہ ہی اکابر پرستی پر اڑے رہے (سورہ بقرہ آیت ۱۷۰، سورہ مائدہ آیت ۱۰۴، سورہ لقمان آیت ۲۱)۔

اسلام میں اکابر پرستی پر کافی قدغن لگائی گئی۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے مہر پر کچھ تحدید عائد کرنی چاہی تو ایک خاتون نے قرآن مجید کی ایک آیت کا حوالہ دیتے ہوئے آپ کو ٹوکا۔ آپ چاہتے تو اس خاتون کو ڈانٹ کر فرما سکتے تھے کہ کیا تو قرآن کو مجھ سے زیادہ جانتی ہے۔ میں تو وہ ہوں کہ کئی احکام میری رائے کے موافق قرآن میں نازل ہوئے۔ میرے ہی بارے میں فرمایا گیا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب نبی ہوتے۔ اگر آپ ایسا کچھ فرماتے تو بالکل حق بجانب تھا لیکن یہ کہ اس سے دین میں اکابر پرستی کا دروازہ کھل جاتا تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا: **کل الناس افقه من عمر حتی ربات الحجال** ۔ سب لوگ عمر سے زیادہ سمجھ دار ہیں حتی کہ پردہ میں بیٹھنے والیاں۔ یہ فرما کر آپ نے اکابر پرستی کا قلع قمع کر دیا۔

ایک موقعہ پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نہایت برہمی کے عالم میں فرمایا: **یوشک أن ینزل علیکم حجارة من السماء اقول قال رسول الله ﷺ وتقولون قال ابوبکر قال عمر** ۔ تم پر آسمان سے پتھر برسیں گے۔ میں کہہ رہا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور تم کہہ رہے ہو ابوبکر نے یہ کہا، عمر نے یہ کہا...... اس ارشاد کا واضح مطلب یہی کہ اللہ اور رسول کے حکم کے ہوتے ہوئے ابوبکر و عمر جو بالاتفاق ''اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ'' اور بلاشبہ ''اکابر امت'' ہیں ان کا قول بھی درمیان میں لانا اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کو دعوت دینا ہے کہ آسمان سے پتھر برس پڑیں۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ جن کی امت کی عظیم اکثریت مقلد اور پیرو ہے۔ ان بزرگوں نے بھی واضح انداز میں اپنی شخصی تقلید اور اندھی پیروی سے منع فرمایا۔ اور فرمایا: جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے، حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو میرے قول کو دیوار پر پھینک مارو۔ امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے جو آپ نے فرمایا: کسی کے لئے جائز نہیں کہ میرے قول پر فتوی دے جب تک یہ معلوم نہ کر لے کہ میں نے کس بنیاد پر کہا ہے۔

اسی طرح امام مالک کا یہ ارشاد بھی ہے جو انہوں نے قبر رسول کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہر شخص کا قول لیا اور چھوڑا جا سکتا ہے سوائے اس قبر کے صاحب کے قول کے۔

بہر حال امت کے اکابر نے تو پوری پوری کوشش فرمائی کہ امت میں ''اکابر پرستی'' کی ایک رمق بھی باقی نہ رہے اور امت ہمیشہ ہی اللہ اور رسول کے احکام کی روشنی میں حق و ہدایت کے راستہ پر گامزن رہے۔ لیکن اس بات پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے کہ امت میں پھر ''اکابر پرستی'' نے سر اٹھایا''۔ (دین تصوف و طریقت ص ۱۲۱۔۱۲۲)

جس کے لازمی نتیجہ کے طور پر مسلمانوں کے اندر شرک اور قبر پرستی وجود میں آئی۔!

(۲۱) باطل ہی نہیں۔ادھورا اور غیر متوازن عقیدہ

آپ نے آبادیوں کے اندر اور باہر وسیع اور عریض قبرستانوں کو دیکھا ہوگا۔ جن میں عامۃ المسلمین بھی مدفون ہوتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ اور بزرگان دین بھی۔ اور آپ نے یہ حدیث بھی پڑھی ہوگی کہ دور کے لوگوں کے مقابلہ میں قریب کے پڑوسیوں کے حقوق زیادہ ہوتے ہیں۔ جس طرح اہل دنیا مصائب اور مشکلات کا شکار ہوتے ہیں۔ اسی طرح اہل قبور بھی متعدد مسائل سے دوچار ہوتے اور قبر میں چھوٹے بڑے گناہوں اور نافرمانیوں کے لئے سزائیں پاتے رہتے ہیں۔ کیا ان اُمور میں عام مردے اپنے بزرگ پڑوسیوں سے مدد مانگا کرتے ہیں؟ جبکہ اللہ نے انھیں بریلویوں کے عقیدہ کے مطابق ہر قسم کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کی تمام صفات اور اختیارات عطا فرما دیا ہے۔ کیا یہ مدد صرف دُنیاوی اُمور میں ہی ہے یا دینی اور اُخروی معاملات میں بھی؟ اولیاء اللہ اپنی زندگی میں دینی سرگرمیوں میں مشغول رہتے اور مسلمان بھی ان سے علمی اور دینی اُمور میں ہی رجوع کرتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے نام لیوا ان سے دینی مسائل میں ربط و تعلق پیدا نہیں کرتے اور ان سے صرف اولاد، صحت، نوکری اور مقدمہ میں کامیابی وغیرہ طلب کرتے رہتے ہیں؟ نہ زندے دینی مسائل میں اولیاء اور بزرگوں سے رجوع کرتے ہیں اور نہ ہی پڑوسی مردے ان سے مدد طلب کرتے ہیں کہ

وہ ہمارے عذاب کو روک دیں یا اس میں تخفیف کر دیں؟ جبکہ دنیاوی حاجتوں کے مقابلہ میں دینی اور اُخروی حاجتیں اہم ہوتی ہیں۔ بریلوی علماء کے بیانات جو گزر چکے ہیں۔ ان کے مطابق انبیاء اور بزرگوں کو دینی اُخروی اور دنیاوی ہر معاملہ میں زندوں اور مردوں کی مدد اور استعانت کی مکمل قدرت اور اختیار حاصل ہے!

(۲۲) نافع وضار کے لئے قدرت ہی نہیں تقوی بھی چاہیئے

حاجت روائی کے لیئے صرف قدرت اور اختیار ہی کی نہیں بلکہ اخلاق، کردار اور قلب سلیم بھی چاہیئے کہ فلاں کو نفع پہچانا چاہیئے یا نہیں۔ یا کس آدمی کو نفع نہیں بلکہ نقصان پہچانا چاہیئے۔ اس فیصلہ کا تعلق بھی امتحان اور آزمائش سے ہے۔ لیکن اصحاب قبور کی مدت امتحان ختم ہوگئی۔ ان کا اعمال نامہ بند کر دیا گیا۔ اور کوئی نیکی اور بدی ان کے اعمال نامہ میں شامل نہیں ہوسکتی۔ کیا قبر یا عالم برزخ میں خدا کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ منکر اور نکیر یہ دو فرشتے بھی رہتے ہیں یا ہٹا دئے جاتے ہیں؟ پھر وہ بریلوی عقیدہ کے مطابق بالفرض محال جو عمل بھی کریں گے۔ اس کا کیا بنے گا؟ اس عمل کا بھی اجر و ثواب اور جزائے خیر دی جائے گی؟ انبیاء کرام تو معصوم ہیں۔ وہ کوئی غلط کام نہیں کریں گے۔ لیکن کیا اولیاء اللہ اور بزرگان دین جو معصوم نہیں ہوتے۔ قبر یا عالم برزخ میں معصوم ہو جائیں گے؟ غلط فیصلے نہ کریں گے؟ اور بلا جواز کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچائینگے؟ حقیقت یہ ہے کہ تصرفات انبیاء اور استعانت بالاولیاء کا عقیدہ غیر منطقی، باطل اور مشرکانہ ہے۔ اس بارے میں جتنے سوالات پیدا ہوتے اور دلائل درکار ہیں۔ شرک زدہ مسلمان ان کا حق کبھی ادا نہیں کر سکتے۔ شرک کے جواز اور تائید میں ان کی جو دلیل بھی ہوگی وہ غلط اور ان کے اپنے مسلمات کے خلاف اور متضاد ہوگی۔

(۲۳) گمراہ کون؟

لمحۂ فکریہ اور قابل غور بات ایک یہ بھی ہے کہ گمراہ وہ ہیں جو مسلمانوں کے تعلق باللہ اور

عقیدہ توحید کو مضبوط کرنا اور انھیں پابند اسلام بنانا چاہتے ہیں۔ یا وہ جنھوں نے انبیاء اور اولیاء کو مفروضہ اور بے سند طور پر اپنا حاجت روا اور مشکل کشا بنا کر ان سے مسلمانوں کو قریب اور خدا، اس کی محبت، تعلیمات اور شریعت کی پابندی سے دور کر دیا ہے۔ شیطان اپنی اس کامیابی پر بہت خوش ہو رہا ہوگا کہ میں نے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کی غالی عقیدت اور مشرکانہ محبت کے خوبصورت پردوں کی آڑ میں شرک اور قبر پرستی کے عمیق اور تاریک غار میں ڈھکیل کر ان کی آخرت کو برباد کر دیا ہے!

O اللہ تعالیٰ مشرک معاشرہ اور شرک کے علمبرداروں کی ایک صفت کے بارے میں فرماتا ہے:

''تم نے دنیا کی زندگی میں تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو (جن میں بلاشبہ انبیاء اور اولیاء کی قبریں متعدد احادیث کے مطابق شامل ہیں)۔ اپنے درمیان محبت کا ذریعہ بنالیا ہے۔ مگر قیامت کے روز تم ایک دوسرے کا اِنکار اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے'' (العنکبوت۔۲۵)

گمراہ علماء و مشائخ اور قبوری معاشرہ میں بھی یہ برائی واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے کہ ان میں آپسی محبت کا اولین اور اہم ترین تعلق عقیدہ توحید و سنت اور اسلام کی دعوت اور تبلیغ نہیں بلکہ اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی جھوٹی سچی کرامات، ان کے تصرفات اور قدرتوں کے مشرکانہ عقائد اور متعلقہ قصے کہانیاں، درگاہوں، آستانوں، وہاں کے اعراس اور مشرکانہ آداب اور مراسم، قوالیاں، نیاز اور فاتحہ کی قیمتی دعوتیں اور قادریہ، چشتیہ وغیرہ سلسلوں کے رشتے ہیں۔ ان میں بعض صوفیاء سو، ایسے بھی ہیں جو آپسمیں ''یا غوث'' کے نعرہ کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں جیسے ہندو ملتے ہیں تو جئے رام جی کی کہتے ہیں! لیکن مرنے کے بعد یہ حقیقت ان کے سامنے آئے گی کہ یہ سب گمراہیاں تھیں۔ جن کا تعلق شرک، ظلم عظیم اور نا قابل بخشش گناہ سے ہے۔ تو یہ دوستی دشمنی میں بدل جائے گی۔ اور میدان حشر میں ''وہابی'' شدت کے ساتھ یاد آئینگے کہ ان ہی کے عقائد صحیح تھے۔ کاش ہم نے ان کی دعوت توحید و سنت کو قبول کر کے شرک و بدعت کو چھوڑ دیا ہوتا!

O حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مشرک سرداروں نے دعوت توحید کی مخالفت

کرتے ہوئے اپنے اندھے مقلدین کو ورغلایا تھا کہ وہ اپنے معبودوں: ”ود اور سواع، یغوث اور یعوق اور نسر کو بھی ہرگز نہ چھوڑنا“۔ (نوح۔۲۳)

یہ چیز شرک زدہ مسلمانوں کے اندر آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ وہ اپنے زیر اثر جاہل اور ناواقف مسلمانوں کو یہ کہتے ہوئے گمراہ کرتے ہیں کہ وہابیوں کی بات نہ ماننا اور غوث، خواجہ، غریب نواز اور بندہ نواز کے در کو نہ چھوڑنا۔ یہ ہمارے مددگار اور مشکل کشا ہیں، کل کے ودّ اور سواع وغیرہ کی جگہ موجودہ زمانے میں غوث اور بندہ نواز وغیرہ نے لے لی ہے!

O مشرکین نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا تھا:

”کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہم سے یہ کہو کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور اپنے اور اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں؟“ (ہود۔٦٢)

یہی بات بریلوی عوام توحید و سنت کے علمبرداروں سے کہتے ہیں۔ قرآن میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ قصۂ پارینہ نہیں ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ آج بھی ایسی شکایتیں، مکالمے اور نوک جھونک توحید کے داعیوں اور شرک زدہ مسلمانوں کے درمیان ہوتی رہتی ہیں۔

(۲۴) اُلٹا عمل

استعانت بالاولیاء کے مشرکانہ عقیدہ کے حوالہ سے حاجت روائی اور مشکل کشائی کے جو قصے کہانیاں چل پڑی ہیں ان کے مطابق اولیاء اللہ سے صرف دنیاوی چیزیں نوکری، صحت اور اولاد وغیرہ ہی مانگی جاتی ہیں۔ ایمان، اخلاق اور ہدایت نہیں جبکہ اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں ان کی توجہ اور جدوجہد کا مرکز اور محور اسلام کی دعوت و تبلیغ، اِصلاح وہدایت اور تعلیم اور تربیت تھا، بزرگوں کی خانقاہوں میں ہمیشہ دین اور آخرت کی باتیں ہوتی تھیں۔ لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کی قبروں پر دُنیاوی حاجات، مسائل اور مشکلات حل کرنے کے لیئے عرضیاں لٹکائی جاتی ہیں جن میں صاحبِ قبر سے صحت، نوکری، اولاد اور مقدمہ میں کامیابی وغیرہ طلب کی جاتی ہے۔

(۲۵) شرک کی حقیقت سمجھنے کے لیئے دس فکر انگیز سوالات

گمراہ علماء ومشائخ کے انبیاء اور اولیاء سے متعلقہ مشرکانہ عقائد، جن کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔ سمجھنے اور سمجھانے کے لیئے مولانا مسعودالدین عثمانیؒ نے ایک دس نکاتی سوالنامہ مرتب کیا ہے۔ یہ سوالنامہ شرک کو سمجھنے کے لئے ایک فارمولہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان سوالات کے صحیح جوابات سے شرک کے تمام راستے اور دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ ان سوالات کی یہ خوبی ہے کہ ہر انسان کسی بھی سوال کا غلط جواب نہیں دے سکتا اور وہ صحیح جواب دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ایک سوال کا غلط جواب دے گا تو آگے اٹک جائے گا اور اس کا عقیدہ شرک متزلزل ہو جائے گا۔ ان سوالات کا ہر جواب رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کی حاجت روائی، مشکل کشائی اور پاور آف اٹارنی کے مشرکانہ عقیدہ پر ایک ضرب کاری کی حیثیت رکھتا ہے۔

کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟

اس ایک سوال کی دس شکلیں

۱۔ اگر اللہ کے سوا اور کوئی ہستی مشکل حل کر سکتی ہے تو بتایئے کہ سائل اور مشکل کشا کے درمیان ہزاروں میل کی دوری پر وہ زندگی میں یا زندگی کے بعد قبر میں آواز سن سکتا ہے؟

۲۔ بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اتنے فاصلہ پر آواز سن سکتا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہے یا نہیں (مثلاً سرائیکی والا سرائیکی میں مشکل پیش کردے گا اسی طرح جرمن زبان میں، انگریزی زبان میں اور پٹھان پشتو زبان میں آواز دے گا)۔

۳۔ اگر یہ بات بھی ثابت کردی جائے کہ وہ ہستی ہر زبان سے واقف ہے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ اگر ایک لمحہ میں سینکڑوں یا ہزاروں لوگ اپنی مشکل اس کے سامنے پیش کریں تو کیا وہ ان سب کی مشکلات اسی لمحہ سن اور سمجھ لے گا یا اس کیلئے قطار بنانے کی ضرورت پیش آئے گی؟

۴۔ کیا اس ہستی کو کبھی نیند بھی آتی ہے؟ یا وہ ہمیشہ جاگتا رہتا ہے اگر کبھی نیند آتی ہے تو پھر

ہمارے پاس ایک نظام الاوقات ہونا چاہئے کہ کب اس کو نیند آتی ہے اور وہ کب جاگ رہا ہوتا ہے تا کہ اپنی مشکل صرف اسی وقت پیش کریں جب کہ وہ سو نہ رہا ہو یا وہ نیند میں بھی سنتا ہے؟

۵۔ ایک شخص بولنے سے قاصر ہے وہ ایسی مشکل میں ہے کہ اس کا گلا بند ہو چکا ہے اگر وہ دل ہی دل میں اپنی مشکل پیش کرے تو کیا وہ اس کی دلی فریاد بھی سن سکتا ہے؟

۶۔ انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک چھوٹی بڑی تمام مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، اگر وہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ حل کرسکتا ہے تو پھر غیر کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر غیر اللہ مشکل کشا تمام مشکلات حل کرنے پر قادر ہے تو پھر اللہ کی کیا حاجت؟

۷۔ اگر غیر اللہ مشکل کشا تمام مشکلات کو حل کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا ہے کہ کچھ مشکلات حل کرنے کا بیڑا اللہ نے اُٹھایا ہو اور کچھ مشکلات حل کرنے کے اختیارات کسی غیر کو دے رکھے ہوں ایسی صورت میں تو ہمارے پاس یہ فہرست ہونی چاہئے کہ کونسی مشکل اللہ تعالیٰ حل کرنے پر قادر ہے اور کونسی مشکلات غیر حل کرسکتا ہے تا کہ سائل اپنی مشکل اسی کے سامنے پیش کرسکے جو اس کے حل کرنے پر قادر ہو؟

۸۔ کیا اللہ کے سوا جو ہستی مشکل نکال سکتی ہے وہ مشکل ڈال بھی سکتی ہے یا اس کی ڈیوٹی صرف حل کرنے پر ہے؟ اگر وہ مشکل حل کرسکتی ہے تو پھر ڈالنے والا کون ہے؟

۹۔ بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ مشکلات میں ڈالنے والا ہے اور غیر اللہ مشکل حل کرنے والا، بالفرض ایک ہستی مشکل میں ڈالنے پر مصر ہو اور دوسری مشکل حل کرنے پر تو دونوں میں سے کونسی ہستی اپنا فیصلہ واپس لے گی؟

۱۰۔ کسی بھی برگزیدہ یا گناہگار ہستی کا جنازہ پڑھنا ہو تو اس کی بخشش کیلئے اللہ کو آواز دی جائے یا مشکل کشا کو؟ (فلاح کا راستہ ص ۱۱)

(۲۶) مسلمانوں کے شرک کو سمجھنے مزید دو سوالات

میں ان دس سوالات میں اپنی طرف سے دو مزید سوالات کا اضافہ کرتا ہوں۔ اگر

بریلوی علماء قرآن وحدیث کی روشنی میں ان سوالات کے صحیح جوابات پالیں تو ان میں مذکورہ دس سوالات کے جوابات موجود ہوں گے اور اس طرح سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ قرآن کے مخاطب مشرکین عرب کا شرک اور موجودہ زمانے کے بھٹکے ہوئے بریلوی اور نظامی علماء اور ان کے اندھے مقلدین کا شرک یکساں مذموم ہے جس کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے جدوجہد فرمائی تھی۔ ان دو سوالات کا براہ راست تعلق شرک، بت پرستی اور قبر پرستی سے ہے

O دو سوالات یہ ہیں:

۱۔ مشرکین عرب کے معبود کون تھے؟ کیا ان کے معبودوں میں انبیاء اور اولیاء شامل تھے؟

۲۔ مشرکین عرب کے شرک کی نوعیت کیسی تھی؟ کیا مشرکین اپنے معبودوں کو بالذات نافع وضار سمجھتے تھے یا خدا کی دین وعطا سے؟

ان دو سوالات کے صحیح قرآنی جوابات سے بھی مسلمانوں میں مروجہ شرک، بزرگ پرستی اور قبر پرستی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ: مَن مّات وهو لا يدعُوُ من دُونِ اللهِ نِدًّ ادخل الجنة

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے سوا دوسرے کسی کو بھی دُعا میں نہیں پکارتا تھا وہ جنت میں داخل ہوگا"۔

"من مّات و هُويدعُوُ من دونِ الله نِدًّا ادخل النار"

جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے سوا دوسروں سے دُعا کرتا تھا وہ جہنم میں جائے گا

(مسلم شریف ج ۱ کتاب الایمان)

اس حدیث میں مثبت اور منفی انداز سے غیر اللہ سے دُعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہاں عطائی اور مجازی والی ڈھال مسلمانوں کو شرک سے نہیں بچا سکتی، اور من دون اللہ میں انبیاء اور اولیاء بدرجہ اولیٰ طور پر شامل ہیں۔

باب (۱۴)
عقیدہ شرک کے نقصانات

''مشرکین عرب جو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے اولین مخاطب تھے، شدید مصائب اور مشکلات کے وقت اپنے معبودوں کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دُعا اور فریاد کرتے تھے لیکن آج کے شرک زدہ مسلمان اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ یعنی اولیاء اور مرحوم صالحین کو مدد کے لیئے پکارتے ہیں۔ اللہ اولاد دیتا ہے لیکن یہ بچہ پیدا ہونے کے بعد اسے کسی مزار پر لے جاتے اور وہاں صاحب مزار کو خوش کرنے نیاز اور فاتحہ کرتے ہیں۔ اللہ اپنے فضل سے کئی منزلہ خوبصورت عمارت دیتا ہے لیکن اس پر غیر اللہ یعنی پیران پیرؒ کا جھنڈا لہرا دیا جاتا ہے۔ جس پر اللہ کو سب سے زیادہ ناراض کرنے والا مشرکانہ کلمہ المدد یا غوث اعظم دستگیر لکھا ہوتا ہے''۔

باب (۱۴)

عقیدہ شرک کے نقصانات

یہ شرکیات، کفریات، اوہام وخرافات!

شرک زدہ گمراہ علماء ومشائخ اور بریلوی طبقہ کے ذریعہ جو اہل سنت والجماعت سے علیحدہ ایک فرقہ یا تو بن چکا ہے یا تیزی سے اس طرف دوڑ رہا ہے۔ اسلام، ایمان اور مسلمانوں کی سب سے زیادہ بربادی عمل میں آرہی ہے اور مسلمانوں کے اندر سنگین گمراہیاں پھیل رہی ہیں۔ شیطان اور اس کی ذُرّیت نے عشقِ رسولؐ اور محبت اولیاء کے خوبصورت پردوں کی آڑ میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کا رشتہ رب العالمین اور توحید وسنت سے کاٹ کر غیر اللہ، شرک و بدعت اور قبوری شریعت سے جوڑ دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں مسلمان مساجد سے دور اور مزاروں سے قریب ہو گئے۔ ان کا دل نمازوں اور قرآن میں نہیں لگتا۔ بلکہ درگاہوں، عرسوں، قوالیوں اور سلسلہ والوں کی خانقاہوں میں اٹکا رہتا ہے جہاں اسلام کے اہم عقائد وتصورات اور شریعت محمدیؐ کی دھجیاں اُڑائی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شرک وبدعت کے حاملین کی مساجد میں نمازیوں کی تعداد کم، لیکن توحید وسنت کے علمبرداروں کی مساجد میں نمازیوں کی تعداد ان کی تعلیم وتربیت، دعوت وتبلیغ اور اصلاح معاشرہ وغیرہ سے متعلقہ تعمیری اور مثبت سرگرمیاں زیادہ ہوتی ہیں۔

قبوری شریعت

- ان ظالموں نے اللہ کی نماز کی جگہ صلوٰۃ غوثیہ تک ایجاد کرلی
- اور مسلمانوں کا قبلہ وکعبہ بھی اس طرح سے تبدیل کردیا۔
- اب بعض رضاخانی مسلمان مسجد میں نماز کے بعد دائیں جانب رخ کر کے کچھ پڑھتے ہیں۔اس طرف دو قدم آگے بڑھتے اور یوں قبلہ سے ہٹ کر دائیں جانب مڑ کر سجدہ بھی کیا جارہا ہے۔
- درود شریف میں شیخ عبدالقادر جیلانی کا نام بھی شامل کردیا گیا ہے۔
- بعض مشائخ ایسے بھی ہیں، جو اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنے اور اپنے پیرومرشد کے نام کا وظیفہ اپنے مریدوں سے پڑھواتے ہیں۔
- زندہ اور مردہ پیروں کو سجدہ اور قبروں کا طواف کیا جاتا ہے۔
- بعض صوفیاء کے ہاں تصور شیخ کا عمل پایا جاتا ہے۔مرید کو تلقین کی جاتی ہے کہ آنکھیں بند کر کے اپنے شیخ کی صورت کا تصور کریں
- اور مصائب اور مشکلات میں ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ'' کا ورد کرایا جاتا ہے۔
- ہر حاجت کے لیئے ایک ولی اللہ کی درگاہ مقرر کرلی گئی ہے کہ فلاں ولی کے قبر سے اولاد ملتی ہے۔فلاں بزرگ کے آستانہ سے نوکری اور فلاں ولی کی مزار سے صحت۔
- بعض درگاہوں کی طرف ان سے حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیئے والہانہ انداز سے ننگے پیر میلوں چل کر جاتے ہیں۔
- وہاں صاحبِ مزار کو خوش کرنے جانور کاٹے جاتے ہیں۔
- یہاں تک کہ بعض درگاہوں پر انسانوں کی بھی قربانی دی جاتی ہے۔مشہور ہے کہ فلاں بزرگ بکرا قبول کرتے ہیں تو فلاں مرغ تو فلاں صرف گائے۔

- مزاروں پر بچوں کے بال کاٹے جاتے اور ان کے نام پر لڑکوں کے سر پر چوٹیاں چھوڑی جاتی ہیں۔
- بعض رضا خانی علماء سوء کی گمراہی توحید خالص سے دُشمنی اور شرک زدگی کا یہ عالم ہے کہ وہ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ جب تم حج اور عمرہ کو جائیں تو مکہ اور مدینہ کی مسجدوں میں وہاں کے ائمہ کے پیچھے نماز با جماعت ادا نہ کریں۔ سعودی ائمہ مساجد وہابی اور گمراہ ہوتے ہیں۔ جبکہ علامہ خمینی نے شیعہ برادری کو نصیحت فرمائی تھی کہ وہ مسجد حرام اور مسجد نبویؐ میں سعودی ائمہ کی اقتداء میں نماز با جماعت ادا کریں، علیحدہ نماز نہ پڑھیں۔ رضا خانی علماء اپنی جہالت اور گمراہی سے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی سعادت سے محروم کرنے کے بھی گناہ عظیم میں مبتلا ہیں۔ جبکہ سعودی علماء کے عقائد قرآن وسنت کے عین مطابق ہیں۔
- شیطان نے عشق رسولؐ کے نام پر رضا خانی علماء کو بھٹکا کر توحید وسنت سے دور اور شرک و بدعت کے قریب تر کر دیا ہے!

اولیاء پسندی یا اولیاء پرستی؟

قبر پرست معاشرہ کا نقشہ مشہور مفسر قرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ نے اپنے ایک مضمون میں اس طرح کھینچا ہے:

''جاہل پیروں فقیروں نے عرس قوالی باجے گاجے ڈھول تاشے رنڈیوں اور ہجڑوں کے ناچ کے ساتھ ہی خدا کے نیک بندوں کے مزارات پر سجدے کرنا۔ ان کی قبروں کا طواف، بزرگوں کے نام کے بکرے کاٹنا۔ منتیں ماننا ناریل پھوڑنا۔ نیاز کی دیگیں چڑھانا، بچوں کی چوٹیاں رکھنا، بالیاں پہننا، پیر کے نام کے ہاتھوں میں کڑے ڈالنا یہاں تک کہ بعض عمر رسیدہ لوگوں نے بزرگ کے نام پر اپنے آپ کو ''سدا سہاگن'' بنالیا۔ مثلاً داڑھی بہت لمبی اور ساڑی بھی پہن لی پاؤں میں پازیب گھنگھرو، ہاتھوں میں چوڑیاں ناک میں نتھنی کانوں میں بالیاں پورا

لباس زنانہ اور استغفر اللہ! استغفر اللہ! استغفر اللہ داڑھی مردانہ پھر بزرگان دین کے عرس میں ایسے ہجڑوں کی سڑکوں سڑکوں پر نمائش"۔ (دعوت وعزیمت مئی ۲۰۰۶ء)

یہ سب تصرفات اولیاء کے مشرکانہ عقیدہ، بزرگوں کی جھوٹی کرامات اور قدرتوں کے من گھڑت قصوں اور کہانیوں، اور پختہ قبور اور عالی شان گنبدوں کی کوکھ سے جنم لینے والی گمراہیاں ہیں۔

جعلی اہل سنت کی علامات

چند سالوں سے بریلوی مکتبہ فکر کے علماء اور عوام میں یہ گمراہی شر اور فتنہ پردازی بھی در آگئی ہے کہ جن مساجد میں انھیں اقتدار حاصل ہے۔ ان کے صدر دروازے کی پیشانی پر ""مسجد اہل سنت والجماعت"" لکھتے ہیں۔ جبکہ توحید وسنت کے حامل راسخ العقیدہ اور صحیح الفکر حضرات اپنے زیرانتظام مساجد پر ایسا نہیں لکھتے۔ اس کی ضرورت صرف اُسی وقت محسوس کی جاسکتی ہے جبکہ سنی مساجد کو شیعہ اور مہدوی مساجد سے ممیّز کیا جانا مقصود ہو۔ لیکن اسکی حاجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ سُنی مسلمان اپنی مساجد سے عرصہ دراز سے بخوبی واقف ہیں۔ مذکورہ تحریر لکھنے کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ اس مسجد کے لوگ انبیاء اور بزرگوں کو سمیع الدعا، عالم الغیب اور نافع وضار سمجھتے ہیں۔ یہاں فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد درس قرآن اور درس حدیث وغیرہ نہیں ہوتا بلکہ مروجہ الفاتحہ اور سلام بالقیام بالجہر جیسی بدعات کا لزوم ہے۔ قبوری شریعت جعلی، بے سند اور من گھڑت اُمور پر قائم ہے۔ اس میں شرک وبدعت کو موضوع احادیث سے ثابت کیا جاتا ہے۔ (اور جعلی موئے مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے اور اس سے خاموشی کے ساتھ اعراض کرنے والوں کی اس طرح مذمت کی جاتی ہے گویا کہ وہ اصلی اور حقیقی موئے مبارک کی زیارت اور احترام کے مخالف ہیں)۔ اور ان نام نہاد اہل سنت والجماعت کی مسجدوں میں عرس، فاتحہ، نذرونیاز، جھنڈوں، کنڈوں اور چھلوں وغیرہ کے حاملین کا غلبہ اور تسلط ہوتا ہے۔ ان کی

مساجد میں جو مسجد ضرار بنتی جارہی ہیں۔ جمعہ کے خطبوں اور تقاریر وغیرہ میں فرد اور معاشرہ کی اِصلاح کے مثبت اور تعمیری موضوعات پر کم لیکن شرک و بدعت سے متعلقہ منفی اور گمراہ موضوعات پر چیخ چیخ کر زیادہ بولا جاتا اور حاملین توحید وسنت کی مذمت اور مخالفت کی جاتی ہے۔ جبکہ حقیقی اہل سنت والجماعت وہ ہیں جو مذکورہ خرافات کے قائل نہیں ہوتے بلکہ شرک و بدعت کے مخالف اور توحید وسنت کے داعی اور علمبردار ہیں۔ اہل سنت والجماعت دراصل حدیث ما أنا علیه و أصحابی (ابن ماجہ) یعنی وہ طریقہ جو رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابۂ کرام کا ہے پر چلتے ہیں۔

اگر اس کسوٹی پر قبوری شریعت کی خودساختہ عبادتوں کو پرکھا جائے تو ان میں سے ایک بھی کھری یعنی مطابق سنتِ رسول اللہؐ اور طریقہ صحابہؓ ثابت نہیں ہوتی مشکوۃ شریف میں اسی طرح کی ایک اور حدیث ہے کہ مسلمان اگر میرے اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی روش پر چلیں گے تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔ لیکن قبوری شریعت اس پابندی اور حصار سے آزاد اور خودمختار ہے بریلوی اور نظامی علماء کا یہ کہنا ہے کہ ذکر وعبادت کے طریقوں کو بنانے اور بتلانے کا حق اور اختیار صرف خدا اور رسولؐ ہی کو نہیں بلکہ صوفیاء اور مشائخ کو بھی حاصل ہے۔ اس لیئے ہم اسلام میں ذکر وعبادت کے نئے نئے طریقوں کا اختراع اور اِضافہ کر سکتے ہیں!

شرک۔ بدعت اور حرام کا ایک بدترین مجموعہ

ہم یہاں ایک اشتہار نقل کر رہے ہیں اس پر آپ جتنا زیادہ غور وفکر کریں گے۔ آپ کو اتنی ہی زیادہ شرک اور اس کے حاملین نام نہاد اہل سنت والجماعت کی حقیقت سمجھ میں آئے گی ملاحظہ ہو کہ وہ اِشتہار یہ ہے جس میں اسلام، توحید اور حقیقی اہل سنت کی دھجیاں اُڑائی گئی ہیں۔ اس اشتہار میں جس پروگرام اور نظام العمل کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں اس خودساختہ بریلوی شریعت کی ایک چھوٹی سی جھلک نظر آتی ہے۔ جس کی تاریکی میں حقیقی اور خالص اسلام تیزی

سے ڈوبتا جا رہا ہے:

آج قدیم، روایتی، تاریخی سالانہ مرکزی ہاتھی جلوس نشان مبارک

حضور پیران پیر سیدنا غوث اعظم دستگیرؒ

زیر نگرانی: موسیٰ خان متولی چھلہ مبارک و آرگنائزر جلوس

3/مئی 2008 بروز ہفتہ بعد نماز مغرب بمقام چھلہ محبوب سبحانی، ایرانی گلی، گلزار حوض پنجہ شاہ روڈ، حیدرآباد سے ایک بجے سجائے ہاتھی پر مرکزی جلوس نشان مبارک، عالیشان پیمانہ پر روانہ ہوگا۔ جو مختلف راستوں سے ہوتا ہوا چار مینار، پھر چھلہ مبارک پہنچے گا۔ ڈی سی پی ساؤتھ زون جناب اتل سنگھ، جناب ممتاز احمد خاں ایم ایل اے، جناب احمد بلعلہ سابق کونسلر نشان مبارک کو سہرا باندھ کر جلوس کا افتتاح کریں گے۔ تمام عاشقان غوث اعظمؒ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت کر کے سنی اتحاد کا ثبوت دیں۔ راستہ تمام تبرک کا اہتمام رہے گا۔

نوٹ: دوسرے دن صبح تناول طعام، خاص و عام (روزنامہ اعتماد، حیدرآباد ۳ مئی ۲۰۰۸ء)

جو شرک زدہ مسلمان بڑے زور و شور سے اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ کیا کتاب و سنت اور جماعت (صحابہؓ) کے مطابق رسول اللہ ﷺ یا خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، شہدائے بدر و احد یا اہل بیت رسولؐ میں سے کسی کا ''نشان مبارک'' بنا کر کھڑا کیا گیا؟ اس کا سالانہ جلوس نکالا جاتا تھا۔ نشان مبارک کو سہرا باندھا جاتا تھا؟ راستہ میں ''تبرکات'' تقسیم کئے جاتے اور زائرین و حاضرین کے لیئے تناول طعام خاص و عام کا انتظام کیا جاتا تھا؟ اور یہ تبرکات کیا ہیں؟ یہ چھلہ اور اس کے متولی کے فقہ کی کتابوں میں کیا احکام بیان کئے گئے ہیں؟ کیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ بلا دلیل و ثبوت جو دل میں آئے کرتے چلے جاؤ؟ جبکہ صحابہ کرام ہم سے زیادہ اپنے بڑوں اور بزرگوں یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ وغیرہ سے عقیدت اور محبت کرتے اور اس کے عملی تقاضوں سے

بدرجہ اولیٰ واقف تھے۔ ان کے دل و دماغ میں بھی چھلہ اور جھنڈا کا خیال آسکتا اور وہ اونٹ پر جلوس جھنڈا نکال سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا جس میں کوئی امر مانع بھی نہ تھا۔ اس لئے ہمارے اہل سنت والجماعت ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم وہ کام نہ کریں جسے بزرگوں کی عقیدت اور محبت کے نام سے صحابہ کرام نے انجام نہ دیا تھا۔ اگر مذکورہ عمل کا تعلق شرک و بدعت اور خرافات سے نہیں ہے تو پھر یہ شرک و بدعت کیا کسی چڑیا کا نام ہے؟ اور وہ گمراہی کہاں ہے جس کی احادیث میں مسلمانوں کے اندر وقوع میں آنے کی پیشن گوئی کی گئی ہے؟

حق اور باطل کی ایک کسوٹی

اس اشتہار میں جن اعمال اور سرگرمیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ حق ہے یا باطل، سنت ہے یا بدعت جاننے کا بالکل آسان اور عام فہم طریقہ یہ ہے کہ شرکاء جلوس ''نشان مبارک'' میں سے کتنے لوگ مغرب کی اور عشاء کی نماز پڑھتے ہیں؟ نماز کے وقت کسی بھی بڑے سے بڑے دینی عمل کی نماز سے زیادہ اہمیت نہیں ہوسکتی، نفل عبادت فرض کی تکمیل کے بغیر قبول نہیں ہوتی، کسی نفل اور زائد عبادت اگرچہ کہ وہ مشروع اور مطابق سنت ہو اس کے لئے فرض کو ضائع یا مؤخر نہیں کیا جاسکتا مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ یہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے نشان مبارک کے جلوس میں شرکت کی تھی یا نہیں؟ بلکہ یہ ضرور پوچھے گا کہ تم نے فلاں وقت کی نماز باجماعت ضائع کیوں کی؟ آپ ملاحظہ فرمائینگے کہ مذکورہ جلوس ہو یا اس قسم کے دوسرے جلوس، جو نماز کے دوران جاری رہتے ہیں۔ شرکاء میں سے جلوس چھوڑ کر ایک شخص بھی مسجد کا رخ اختیار نہیں کرتا۔

اس سلسلہ کی ایک اور اہم بات یہ ہے کہ نشان مبارک کے تمام جلوسوں میں باجہ لازماً ہوتا ہے۔ باجہ کے بغیر اس جلوس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ باجے کے سخت خلاف تھے۔ آپ کی مشہور کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں موسیقی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہی موقف مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور جامعہ نظامیہ کے علماء کا ہے۔ حضرت عبداللہ شاہ

صاحبؒ نے ''نورالمصابیح'' میں احادیث سے ثابت کیا ہے کہ دف بھی حرام ہے۔ جس جلوس کے شرکاء نماز نہ پڑھیں اُدھر مسجد میں فرض نماز ادا کی جارہی ہے اور اِدھر نشان کا جلوس چلتا رہے وہ بھی باجہ جیسی شے حرام کے ساتھ تو فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ اس جلوس کی اسلامی حیثیت کیا ہوگی؟ ایک حدیث میں ہے جہاں آلات موسیقی ہوں۔ وہاں رحمت کے فرشتے نہیں ہوتے۔ اس جلوس میں شرک بھی ہے، بدعت بھی ہے اور شئے حرام بھی۔ اور شرکاء جلوس کا وقت پر نماز با جماعت ادا نہ کرنا کریلہ نیم چڑھا کے مصداق حرام در حرام! نماز با جماعت پر ایسے لاکھوں جلوس قربان کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن ایسے لاکھوں جلوس پر ایک نماز بھی قربان نہیں کی جاسکتی!

اہل شرک کی پہچان اور چند بری صفات

ان مسلمانوں کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام سے دُعا وفریاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ اُنھوں نے اللہ کو نہیں پہچانا اور اس کی قدر و منزلت نہیں کی (جیسا کہ اس کا حق ہے) (حج۔۷۴)

۲۔ ''بعض لوگ جو خدا کے علاوہ کسی کو شریک ٹھیراتے ہیں۔ وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی خدا سے کرنی چاہئے۔ اور جو لوگ مومن ہیں وہ تو قوی محبت صرف اللہ تعالیٰ ہی سے رکھتے ہیں۔ (بقرہ۔۱۶۵)

ایسے لوگوں کی جو انبیاء اور اولیاء کی غالی اور مشرکانہ محبت میں گرفتار ہیں۔ یہ بری حالت ہوتی ہے کہ:

۳۔ ''جب تنہا خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان کے دل کڑھنے لگتے ہیں۔ (کہ یہ شخص اللہ ہی اللہ کی رٹ لگائے جارہا ہے۔ آخر ہمارے بزرگوں کی ہمہ دانی، حاجت روائی، فیضان اور تصرفات بھی تو کوئی چیز ہے)۔ اور جب اللہ کے سوا

اوروں (یعنی انبیاء اور بزرگوں کی حاجت روائی وغیرہ) کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں''۔ (زمر۔۴۵)

یہ سب مشرکانہ برائیاں ان مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو نافع وضار سمجھتے ہیں۔ وہ اللہ سے کم اور اس کے اولیاء سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ اور اس طرح سے:

''گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی''

کے مرتکب ہوتے ہیں!

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدا کے محبوب اور برگزیدہ بندوں کی غالی اور مشرکانہ عقیدت میں اپنے ایمان اور اسلام کو بری طرح برباد کرلیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے دور اور بے خوف ہوگئے۔ ان کا اللہ تعالیٰ اور قرآن سے تعلق برائے نام، رسمی اور سطحی ہے، جبکہ انبیاء اور اولیاء کے مفروضہ کمالات، کرامات، تصرفات اور اختیارات سے عقیدت، دلچسپی اور محبت انتہائی وسیع اور عمیق ہے!

اللہ سے دوری اور اس کے اولیاء سے قربت

ان نام نہاد اہل سنت والجماعت نے انبیاء اور اولیاء کو اپنے دل ودماغ سے سمیع الدعا، عالم الغیب، حاضر وناظر اور نافع وضار بنالیا ہے۔ مشرکین عرب جو قرآن اور رسول اکرم ﷺ کے اولین مخاطب تھے۔ شدید مصائب اور مشکلات کے وقت اپنے معبودوں کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دعا اور فریاد کرتے تھے لیکن آج کے شرک زدہ مسلمان اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ یعنی اولیاء اور مرحوم صالحین کو مدد کے لیئے پکارتے ہیں۔ اللہ اولاد دیتا ہے۔ لیکن بچہ پیدا ہونے کے بعد اسے کسی مزار پر لے جاتے اور وہاں صاحب مزار کو خوش کرنے نیاز وفاتحہ کرتے ہیں۔ اللہ اپنے فضل سے کئی منزلہ خوبصورت عمارت دیتا ہے۔ لیکن اس پر غیر اللہ یعنی پیران پیرؒ کا جھنڈا لہرادیا جاتا ہے جس پر اللہ کو سب سے زیادہ ناراض کرنے والا مشرکانہ کلمہ: المدد یا غوث اعظم

دستگیر' لکھا ہوتا ہے۔ یہاں مجھے بے ساختہ طور پر رب العالمین کا بے پایاں صبر و تحمل، عفو اور درگزر یاد آتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ایسے ناشکروں، نمک حراموں، بے ایمانوں اور اللہ تعالیٰ کے ناقدروں کو فوراً نیست و نابود کر دیتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ سب باغیانہ اور مشرکانہ سرگرمیوں کو برداشت کرتا ہوا شرک کرنے والوں کو مہلت دے رہا ہے۔ اصل بدلہ اور اِنتقام تو ان نام کے مسلمانوں کو مرنے کے بعد ملنے والا ہے۔ وہاں کوئی غوث اور خواجہ ان کے کام نہ آئیں گے۔ اور ان سے صاف کہہ دیں گے کہ ہمارے بارے میں تمہارے مشرکانہ عقائد اور اعمال ہماری ہدایت، تعلیمات اور کتابوں کے خلاف تھے۔ اب ہمارے قریب بھی نہ آنا، نہ تمہاری ہم دنیا میں مدد کرنے کے قابل تھے اور نہ اب یہاں میدان حشر میں تمہارے کچھ کام آئینگے اس برے وقت ان نام نہاد عاشقانِ رسول کو اللہ کے بعد ''وہابی'' یاد آئینگے جو انہیں شرک و بدعت سے نکال کر توحید و سنت کی طرف لانے کوشاں تھے۔ لیکن وہ ان کی طرح طرح سے مذمت اور مخالفت کرتے تھے۔ اُس وقت وہ محسوس کرئیں گے کہ حقیقت میں انبیاء اور اولیاء کو چاہنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہم نہیں بلکہ وہ تھے!

نقل نویس را عقل نہ باشد

قرآن اور حدیث کے مطابق توحید و سنت میں بڑی خیر و برکت اور عملی افادیت اور شرک و بدعت میں بڑی نحوست اور نقصانات ہیں موجودہ زمانہ میں بھی بفضل تعالیٰ دُنیا میں چاروں طرف اہل توحید و سنت کا غلبہ، تسلط اور اثرات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان ہی کو لیجئے حقیقی اہل سنت والجماعت کے دینی مدارس علماء رسائل و اخبارات کتابوں اور مکتبوں وغیرہ کی کثرت ہے۔ اسی مسلک کی قدیم اور عظیم دینی جماعتیں مثلاً جمعیت العلماء، تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی وغیرہ ہیں۔ لیکن اہل بدعت کے ہاں ایسی کوئی دعوت و تبلیغ کی اجتماعیت نہیں پائی جاتی اب بطور نقالی اور دیکھا دیکھی تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی جیسی ان میں جماعتیں

بنالی گئی ہیں۔لیکن ان کا وجود عدم کے برابر ہے۔اہل حق کی جماعتوں کے اجتماعات میں شرکاء کی تعداد کثیر ہوتی ہے۔حتیٰ کہ بعض اجتماعات میں بیس تا تیس لاکھ مسلمان شرکت کرتے ہیں۔ ان کے ہاں دینی اجتماعات مقامی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بار بار ہوتے رہتے ہیں جنھیں روکنے اور سبوتاژ کرنے کی شرک زدہ علماء کی طرف سے پوری کوشش کی جاتی ہے۔لیکن ہر بار وہ منہ کی کھاتے ہیں۔

بریلویت کا تشدد اور جارحیت

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ کے مشرک معاشرہ میں توحید کی دعوت اور شرک کے ابطال اور تردید کا آغاز فرمایا تو مشرکین نے جن کے ہاتھ میں کعبۃ اللہ کی کنجی اور انتظام تھا رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابۂ کرامؓ کی شدید مخالفت شروع کردی جو زبانی بھی تھی اور عملی تشدد اور مار پیٹ پر مبنی بھی۔جیسا کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔بعینہ وہی حالات موجودہ زمانے میں داعیان توحید وسنت اور حاملین شرک و بدعت المعروف بریلویت کے درمیان پیش آرہے ہیں اس معرکہ حق و باطل میں حق پرستوں کا موقف اور رویہ علمی، سنجیدہ شریفانہ پرامن اور عدم تشدد پر مبنی ہے۔جیسا کہ اہل توحید وسنت اللہ تعالیٰ کے چاہنے والوں اور صحیح معنوں میں عاشقانِ رسولؐ اور محبان اولیاء کرام کا ہونا چاہئے۔جبکہ بریلوی یا قبوری مسلک سے وابستہ لوگ حقیقی اہل سنت والجماعت کے خلاف ہر قسم کی جارحیت کو اپنائے ہوئے ہیں۔جیسا کہ ہر زمانے کے مشرکین کا یہ شیوہ رہا ہے۔وہ اہل حق کو مسجدوں سے زبردستی نکالتے ان کے جلسے نہیں ہونے دیتے یا جلسوں میں پتھر پھینکتے ہیں یہاں تک کہ اُنھوں نے اس سلسلہ میں بموں اور چاقوؤں کا بھی استعمال کیا۔جب اہل حق کی کسی کتاب، تقریر یا اخباری مضمون وغیرہ میں معمولی سہو یا قابل تاویل غلطی ہوتی ہے تو آسمان سر پر اُٹھالیتے۔کفر کے فتوے داگتے اور کثرت کے ساتھ احتجاجی جلسے کرتے ہیں۔جبکہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں سب سے بڑی اور

نا قابل بخشش گمراہی شرک جلی موجود ہے۔ وہ مسلمانوں میں شرک و بدعت پھیلاتے ہیں۔ جس سے خدا کی بھی توہین ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بھی اور اولیاء کرام کی بھی جنھیں معبود اور مشکل کشا قرار دیکر مدد کے لئے ان کی تعلیم کے خلاف پکارا جاتا ہے ایک روزنامہ میں ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے وظیفہ اور ندائے مشرکانہ کے جواز اور تائید میں کئی بار بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ طویل مضامین شائع کئے گئے۔ جن میں شرک جلی بھرا ہوا ہے وہ شرک جسے ختم کرنے اس دنیا میں رسول اللہ ﷺ اور قرآن کو نازل فرمایا گیا تھا۔ لیکن حاملین توحید نے اس کے خلاف کچھ نہیں کیا اس کا سبب نام نہاد عاشقانِ رسولؐ کے پر تشدد اور جارحانہ جوابی ردعمل کا خوف ہے۔ تاہم یہ چشم پوشی اور خاموشی بحرحال مجرمانہ اور قابل مواخذہ ہے۔ بریلوی علماء کے ان مشرکانہ مضامین اور سرگرمیوں کے خلاف پرامن قلمی جہاد تو ہونا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ آپؐ نے مشرکین کے تشدد اور شدید مظالم کے باوجود اِثبات توحید اور نفی شرک کا فرض پرامن طور پر برابر جاری رکھا۔

اس سلسلہ کی ایک اور اہم بات یہ ہے کہ حیدرآباد کی سب سے بڑی جامع مسجد میں جس کو مرکزی اہمیت حاصل ہے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا معنوی بت اور مشرکانہ دُعا کی تختی ایک دیوار میں نصب کی گئی ہے۔ جیسا کہ کعبۃ اللہ کے اندر حضرت ابراھیم، حضرت اسمٰعیل اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے (مجسمے) بت تھے۔ اس گمراھی کا تو بریلوی اور نظامی علماء و مشائخ میں کوئی شعور اور احساس تک نہیں پایا جاتا۔ جبکہ اس کا تعلق شرک جلی سے ہے۔ یہ نام نہاد عاشقانِ رسولؐ مساجد میں مروجہ الفاتحہ کے لئے لڑتے جھگڑتے اور اختلاف کرتے رہتے ہیں۔ جبکہ خود کا اپنا یہ عالم ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ واضح طور پر ایک مشرکانہ دُعا، وظیفہ، ندا، اور کلمہ ہے۔ جس میں اللہ سے نہیں بلکہ حضرت جیلانیؒ سے دُعا کی گئی اور کوئی چیز مانگی گئی ہے۔ اس دُعا میں جو سراسر غیر اللہ سے مانگی گئی ہے اصل دینے والے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔ اور واسطہ، وسیلہ اور سفارش اللہ میاں کو بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ گلی کوچوں

میں فقیر پکارتا ہے: ''اللہ کے نام پر کچھ دے دو بابا'' اس میں مانگا گیا ہے لوگوں سے اور دہائی دی گئی ہے اللہ کی کہ اگر آپ فقیر کو کچھ دیں گے تو اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

یہاں کوئی شرک زدہ بریلوی اور نظامی عالم یہ نہ کہنے پائے کہ جب فقیر کا لوگوں سے اللہ کے نام پر مانگنا شرک نہیں ہے تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اللہ کے نام پر مانگنا شرک کیسے ہوگیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زندہ اور مردہ، دور اور نزدیک سننے اور نہ سننے اور استطاعت اور عدم استطاعت اور اسباب اور بدوں اسباب میں عظیم فرق پایا جاتا ہے۔ فقیر جس سے مانگتا ہے وہ سنتا ہے اور حسب استطاعت خیرات کرتا ہے۔ جبکہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ دور قبر میں مدفون ہیں اور آپ میں کسی کی مدد اور استعانت کی فوق الفطری اور غیبی کوئی قدرت اور اختیار نہیں پایا جاتا۔ ہر انسان کو خواہ وہ نبی ہو یا ولی اپنی زندگی میں جتنی محدود صفات، قدرتیں اختیارات اور استطاعت حاصل ہوتی ہے وہ مرنے اور قبر میں دفن کردئے جانے کے بعد اتنی بھی باقی نہیں رہتیں۔ وہ ختم کردی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ ان کی نہ اہل قبور کو ضرورت ہے اور نہ اہل دنیا کو۔ مخلوق کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے اللہ تعالیٰ تنہا بالکل کافی ہے۔

احساسِ زیاں۔ اجتماعیت کا فقدان

بریلوی فرقہ شرک و بدعت اور قبر پرستی کی نحوست کے سبب شروع سے ہی جامد اور ساکت ہے۔ پہلے تو وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ اس کی کوئی اجتماعیت اور مرکزیت تھی نہ ہفتہ وار اجتماعات نہ کوئی ماہ نامہ اور نہ ہی لٹریچر۔ چند سالوں سے اس میں اہل حق کی تقلید میں یہ سب باتیں آئی ہیں لیکن ترقی کی رفتار انتہائی سست ہے۔ اس سلسلہ میں ہم ان ہی کے علماء وغیرہ کے چند بیانات اور اعتراف انحطاط پیش کرتے ہیں:

علامہ ارشد القادری نے لکھا ہے:

اہل سنت کے درمیان تنظیمی لامرکزیت اور دستوری قیادت کے فقدان کا ماتم ایک

عرصہ دراز سے کیا جا رہا ہے یہاں تک کہ اب ہمارے سنجیدہ محفلوں کا موضوع سخن ہی یہ بن گیا ہے۔ جہاں تک جماعتی شیرازہ بندی کے لئے کوشش کا تعلق ہے ہمارے اکابر نے متعدد بار اس کے لئے کوشش فرمائی۔ ملک کے طول و عرض سے جماعت کے ذمہ دار رہنما بھی جمع ہوئے، پر جوش امنگوں کے سائے میں کل ہند سطح پر جماعتوں کے تنظیمی ڈھانچے بھی تیار کئے گئے لیکن ساری جدوجہد کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ یکے بعد دیگرے کل ہند سطح کی کئی تنظیمیں ہمارے یہاں وجود میں آگئیں اور تماشہ یہ ہوا کہ کوئی تنظیم بھی اپنے لیٹر پیڈ اپنے سائن بورڈ یا اپنے مخصوص حلقے سے آگے نہ بڑھ سکے۔

اس عجیب و غریب صورت حال کی اگر آپ وجہ دریافت کریں تو میں عرض کروں گا کہ ایک نہیں اس کی متعدد وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ مسلمان کہلانے والے دوسرے فرقوں کی طرح ہم حال کے پیداوار نہیں ہیں بلکہ اسلام کی ڈیڑھ ہزار سالہ متوارث اور مسلسل روایات نے ہمیں آج کے دور میں منتقل کیا ہے۔ اس لئے اپنے حریفوں کی طرح ہمیں اس امر کی کبھی ضرورت نہیں محسوس ہوئی کہ ہم مسلمانوں کو کسی نئے مذہب فکر سے منسلک کرنے کے لئے تحریک کے طور پر کوئی تبلیغی مشن چلائیں یا افراد کو مربوط رکھنے کے لئے کسی دستوری سطح کے جماعتی نظام کا سہارا لیں بلکہ باہمی ارتباط اور اجتماعی رشتے کے لئے ہم نے ہمیشہ عقیدہ و عمل کی اس وحدت پر اعتماد کیا جو قدر مشترک کے طور پر کروڑوں افراد کے درمیان اسلاف سے وراثتاً منتقل ہوئی تھی۔ جیسا کہ عہد حاضر سے پیش تر ماضی کے تمام ادوار میں دستوری سطح کے کسی جماعتی نظام کے بجائے صرف اعتقاد و عمل کی وحدت ہی کروڑوں مسلمانوں کے درمیان ارتباط و اجتماع کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ برخلاف ہماری حریف جماعتوں کے جنہوں نے الحاد کے بطن سے جنم لیا ہے کیونکہ ماضی میں ان کا کچھ نہیں ہے اس لئے انہیں مذہب سے لے کر لٹریچر تک اور قائد سے لے کر جماعت تک ہر چیز کا انتظام از سر نو خود کرنا پڑا۔ جب کہ ہمیں اس کی ضرورت کبھی نہیں پیش آئی کیونکہ ہمارے پاس جو

کچھ ہے وہ ہمارے اسلاف کا دیا ہوا ہے اور وہ ہمارے لئے بہت کافی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کروڑوں افراد پر مشتمل کسی ملک گیر تنظیم کو چلانے کے لئے جن سیاسی وسائل اور وافر سرمایہ کی ضرورت ہے وہ ہمارے یہاں مفقود ہے۔ سیاسی وسائل کا مرحلہ تو اس لئے مشکل ہے کہ یہ میدان ضمیر، دیانت اور مذہبی احساسات کی قربانی چاہتا ہے اور یہ ایک برملا حقیقت ہے کہ ہمارا جماعتی مزاج اس طرح کی ایمان سوز قربانی کا قطعاً متحمل نہیں (۱) ہے کیونکہ ہم دین کو قربان کر کے دین کی خدمت کا قطعاً کوئی تصور نہیں رکھتے۔ اب رہ گیا سرمایہ کا سوال تو آج کے دور میں اس کی فراہمی کے دو ہی راستے ہیں۔ پہلا راستہ تو سیاسی منڈیوں کے ہاتھ ''خود فروشی'' کا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ ہمارے یہاں قابل فروخت کوئی جنس نہیں ہے جس کے تبادلے میں ہم امریکہ کا ڈالر، یورپ کا پاؤنڈ اور سعودی عرب کا ریال حاصل کر سکیں۔

اب لے دے کے ہمارے لئے صرف عوامی تعاون کا ایک راستہ ہے جو اب تک کھلا ہوا ہے لیکن بدقسمتی سے اب تک ہم اس طرح کی خدمت کے لئے اپنے عوام کا ذہن ہی نہیں بنا سکے۔ (۲) (جام نور۔ جولائی ۲۰۰۸ء)

بریلوی فرقہ کی کوئی فعال تنظیم نہیں

علامہ ارشد القادری آگے لکھتے ہیں:

ان حالات میں تنظیمی لامرکزیت اور جماعتی زبوں حالی کے اسباب کا اندازہ لگانا اب کسی کے لئے بھی مشکل نہیں ہے۔

---

(۱) لیکن مشرکانہ فکر وعمل، قبر پرستی، قبروں کے ذریعہ کمانا اور پیسہ بٹورنا اور وقف کی املاک اور پیسہ میں بے جا تغلب اور تصرف، ان کاموں کا بریلوی فرقہ متحمل ہوسکتا ہے؟! جو خود فروشی سے بڑے اور نا قابل بخشش گناہ ہیں۔

(۲) پھر کیا کیا آپ حضرات نے؟ مشرکانہ عقائد کو مزین کر کے پیش کیا۔ استعانت بالاولیاء کے قبر پرستانہ عقیدہ کے حوالہ سے عرس میں بھیڑ جمع کی تاکہ زائرین کی تعداد کے بقدر عرس کی آمدنی میں اور اس لحاظ سے بینک بیلنس میں اضافہ ہو؟

لیکن پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ پر ہے کہ ان ساری رکاوٹوں اور دشواریوں کے باوجود دستوری سطح کے کسی ملک گیر جماعتی نظام کی تشکیل کا مرحلہ کیا ہمارے لئے قطعاً ناممکن ہے اور کیا ہندوستان جیسے جمہوری اور سیکولر ملک میں کوئی جماعت بھی بغیر تنظیم کے اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے؟ یہ صحیح ہے کہ کسی فعال اور متحرک تنظیم کو چلانے کے لئے متعدد قسم کے وسائل کی ضرورت ہے اور وہ آج ہمارے پاس موجود نہیں ہیں لیکن اخلاص و ایثار اور نصرت خداوندی (۱) کے بھروسے پر اگر ہمارے علماء اٹھ کھڑے ہوں تو کیا مشکلات کی یہ زنجیر ٹوٹ نہیں سکتی؟

سچ پوچھئے تو اغیار کی بہ نسبت ہمارے لئے جماعتی تنظیم کا کام بہت آسان ہے (۲)۔ کیونکہ کروڑوں اکائیوں میں ہمارے افراد پہلے ہی سے موجود ہیں صرف انہیں ایک رشتے میں منسلک کرنا ہے۔ تنظیم نہ ہونے کے باعث ہم اجتماعی زندگی کے مسائل سے فرار کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہم قوم سے دن بدن دور ہوتے جا رہے ہیں۔ عوام کے ساتھ ہمارا رشتہ صرف اسٹیج ہی تک رہ گیا ہے اور اسٹیج پر بھی ہم دینی رہنما کے بجائے ایک چرب زبان خطیب، ایک پیشہ ور واعظ اور ایک فن کار مقرر کی حیثیت میں زیادہ نمایاں ہو تے جا رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جو قوم ہمارے اسلاف کے قدموں کے نیچے اپنا دل بچھاتی تھی آج وہ ہمارے ساتھ ایک فنکار کی طرح سلوک کر رہی ہے نہ ہی ہماری اپیلوں کا کوئی بھرم باقی ہے اور نہ ہی ہماری آواز میں کوئی کشش رہ گئی ہے۔ تنظیم کے بغیر ملک کے طول و عرض میں کروڑوں افراد کی بھیڑ رکھتے ہوئے ہماری تنہائی اور بے بسی کا ایک عبرتناک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

---

(۱) یا نصرت غوث اعظم دستگیر اور دیگر ہزاروں اولیاء اللہ!

(۲) تو پھر یہ کام ابتک کیوں نہ انجام دیا گیا؟ اس کا جواب شرک و بدعت کی تبلیغ اور اہل حق کی معاندانہ مخالفت کی نحوست اور بے برکتی ہے۔ جب تک اہل توحید و سنت کو "اغیار" سمجھا جائے گا اللہ کی نظر میں بریلوی طبقہ "اغیار" ہی رہے گا!

۲۶/مئی ۱۹۷۹ء الٰہ آباد میں حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ نے انسداد فسادات کے موضوع پر غور وخوض کرنے کے لئے ملک کے اصحاب رائے کی ایک مجلس مشاورت طلب فرمائی۔ اس مجلس میں سلطان المتکلمین حضرت علامہ شاہ مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ امین شریعت بھی تشریف فرما تھے۔

''حضرت مجاہد ملت کے حکم پر میں بھی حاضر ہوا۔ حضرت نے بحث کے دوران انسداد فسادات کے سلسلے میں اپنا ایک فارمولا مجلس کے سامنے پیش کیا جس کا متن یہ تھا.........''

(ماہ نامہ جام نور جولائی ۲۰۰۸ء ص ۵ بحوالہ ماہ نامہ پاسبان الٰہ آباد ستمبر ۱۹۷۹ء)

بھلا بریلوی فرقہ کو ''انسداد فسادات'' یا دہشت گردی کے مسئلہ سے کیا تعلق؟ کیوں اس مفید موضوع پر خواہ مخواہ سر کھپاتے ہو؟ آپ حضرات کے پاس شرک و بدعت سے متعلقہ سرگرمیوں کے بعد اتنا وقت ہی کہاں بچتا ہے کہ ان مفید اور تعمیری اُمور میں دلچسپی لیں؟

اور تم خوار ہوئے تارک توحید ہو کر!

ماہ نامہ جام نور جولائی ۲۰۰۸ء کے شمارہ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے پروفیسر ڈاکٹر مشاہد عالم رضوی کا انٹرویو شائع ہوا تھا۔ اس کا ایک سوال جواب یہ ہے:

سوال (۷): اہل سنت و جماعت کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے آپ اپنی جماعت کی سرگرمیوں میں دوسری جماعتوں کی سرگرمیوں کی بہ نسبت کس طرح کی خوبیاں یا خامیاں پاتے ہیں؟

جواب: اہل سنت و جماعت نے دراصل اب اپنی تمام تر سرگرمیوں کو آپسی رسہ کشی و چپقلش تک محدود کر لیا ہے۔ یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے۔ جہاں دوسرے گروہ اپنی تمام تر کاوشوں کے ذریعے اپنے حلقہ اثر کو بڑھانے میں شب و روز کوشاں ہیں اور طرح طرح کے ذرائع ابلاغ کا سہارا لے رہے ہیں وہیں ہم خاموش تماشائی ہیں۔ اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے محسن مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تمام تر کتابوں کی اشاعت تقریباً ایک صدی

گزر جانے کے بعد بھی نہیں کر سکے۔ ہم پر شخصیت پرستی کا الزام لگایا جاتا ہے جب کہ صورت حال یہ ہے کہ ہم اپنے تمام اکابر کا صحیح تعارف بھی نہیں کرا سکے۔ ہمارے اختلافات کبھی اشرفی رضوی تو کبھی اہل سنت و بریلوی جیسی غیر ضروری اور مہمل تفریق کی شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ ہمارا زیادہ تر وقت اور ہماری انرجی انہی بے جا امور میں صرف ہو جاتے ہیں، ان تکلیف دہ باتوں کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر شعر آتا ہے کہ:

یاران تیز گام نے منزل کو جالیا
ہم محو نالۂ جرسِ کارواں رہے

(جام نور ص ۴۰)

اس جواب میں نام نہاد، مصنوعی اور خود ساختہ اہل سنت و جماعت کی کمزوریوں اور آپسی چپقلش کا اظہار اور اعترافؐ تو ہے ہی لیکن پروفیسر صاحب کی یہ بات بھی یہاں قابل نوٹس ہے کہ: ''ہم پر شخصیت پرستی کا الزام لگایا جاتا ہے''۔

عرض ہے کہ شخصیت پرستی کا الزام تو بہت چھوٹا اور ہلکا ہے۔ بریلوی فرقہ میں اس سے بہت بڑی گمراہی قبر پرستی موجود ہے۔ عہد ماضی کے مشرکین انبیاء اور اولیاء کے بتوں کو پوجتے تھے تو بریلوی بزرگوں کی قبروں کو پوجتے اور ان پر سجدہ وطواف، نذر و نیاز، قربانیاں اور دُعا اور فریاد جیسے مراسم عبودیت ادا کرتے ہیں۔ اہل قبور سے دُعا و فریاد کرنا گویا ان کو پوجنا اور اپنا معبود بنانا ہے۔ ماہ نامہ جام نور کے متعدد شماروں میں میں نے دیکھا ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا کسی نہ کسی انداز سے پورے شمارہ میں تذکرہ چھایا رہتا ہے۔ جبکہ ان کے مغضوب اور معتوب علماء، جماعتوں اور مدرسوں کے رسائل واخبارات میں ان کے بانیوں اور بزرگوں کا مہینوں نام ونشان نہیں ملتا اور بعض وقت بہت کم ان کا نام آتا ہے۔

سُنیت اور بریلویت میں بعد المشرقین ہے

بریلوی علماء کی جلد از جلد یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہئے کہ وہ اہل سنت والجماعت ہیں۔

جس کا وہ خوب پروپگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔اس طرح سے وہ مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر رہے ہیں۔جبکہ ان کا تعلق سنت رسول اللہ سے ہے اور نہ اسوہ صحابہ سے۔ان دو عناصر سے اہل سنت والجماعت کی اہم اصطلاح بنتی ہے۔جس کے اندر صحیح اسلام اور عقیدہ توحید و سنت محصور ہے۔بریلوی علماء بار بار "سنت" کا بھی ذکر کرتے ہیں۔جبکہ اس لفظ سے بھی ان کا دور دور تک کوئی ربط و تعلق نہیں ہوسکتا۔انبیاء اور اولیاء کے سمیع الدعا اور نافع ہونے کا عقیدہ، اس بنیاد پر اہل قبور سے دُعا و فریاد کرنا اور انھیں مدد کے لیئے پکارنا، ان کے نام کا وظیفہ پڑھنا، انبیاء اور بزرگوں کو سمیع الدعا، عالم الغیب، حاضر و ناظر اور متصرف کائنات سمجھنا، فجر اور عصر کی نماز کے بعد کی الفاتحہ، بزرگوں کی قبروں پر سالانہ عرس اور قوالیاں، قبر کو پختہ کرنے اس پر گنبد بنانے، اور فجر کی نماز کے بعد مسجد میں اجتماعی طور پر سلام بالقیام بالجہر ان چیزوں کو قرآن، سنت اور اسوہ صحابہ سے دُنیا کا بڑے سے بڑے دماغ اور طاقتور ترین قلم جواز ثابت نہیں کرسکتا۔ بریلوی علماء جب ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں بدعت جائز ہے اور علماء کو اس بات کا اختیار کہ وہ ذکر و عبادت کے نئے نئے طریقوں کا اختراع اور اضافہ کریں۔ایسی صورت میں وہ اہل بدعت ہوں گے نہ کہ اہل سنت، اہل سنت حقیقت میں وہ ہوں گے جو حضور اکرم ﷺ کی سچی عقیدت اور محبت میں، ذکر و عبادت کے مسنون اور منقول بیشمار طریقوں کو کافی اور شافی سمجھیں اور اسلام میں اپنے دل و دماغ کے ذریعہ مزید عبادتوں کو ایجاد کرنے کی مخالفت کریں جو عالم رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو ناکافی سمجھ کر اسلام میں ذکر و عبادت کے نئے طریقوں کا اختراع اور اضافہ کرے۔وہ عاشق رسول ﷺ نہیں بلکہ شاتم رسولؐ اور ہادم اسلام ہے۔اور جو اسلام میں بھی فساد اور بگاڑ پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں کے درمیان بھی۔!

اسی مضمون میں علامہ ارشد القادری فرقہ وارانہ فسادات کے حوالہ سے ایک مجلس مشاورت؟ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مجلس ختم ہوگئی اور اجمیر مقدس کے ارادے سے دوسرے دن ہم لوگ دہلی پہنچے،

وہاں حضرت مجاہد ملت کی ہمرکابی میں سلیم پور نئی دہلی کے مولانا شاکر، باڑہ ہندوراؤ کے حاجی سلیمان اور یہ خادم مولانا امداد صابری سے ملے اور انسداد فسادات کے سلسلے میں موصوف کو الہ آباد کی قرارداد سے باخبر کرتے ہوئے ان کا مشورہ طلب کیا۔ موصوف نے اس تجویز کی پر جوش انداز میں حمایت کی اور مشورہ دیا کہ تحریک شروع کرنے سے قبل سرگرم رضا کاران کی ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے پورے ملک میں مسلم رائے عامہ کو بیدار کرے۔ کیونکہ پندرہ کروڑ مسلمانوں کے بنیادی تحفظ کے لئے جو تحریک چلائی جائے اگر ایک لاکھ مسلمان بھی اس میں شریک نہ ہوں تو حکومت کی نظر میں اس تحریک کا وزن ہی کیا رہے گا؟ یہ انقلاب انگیز تحریک اب تک کیوں نہیں شروع ہوئی اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا دیا جاسکتا ہے کہ ہمارے یہاں کوئی فعال تنظیم نہیں ہے، چند مخلص قائدین ہیں تو ان کی زندگی اتنی رواں دواں اور مصروف ہے کہ اس طرح کی مہم کو چلانے کے لئے جتنی ہمہ گیر تیاریوں کی ضرورت ہے اس کے لئے ان کے پاس وقت نہیں ہے۔

اسی موقع پر جب کہ انسداد فساد کے متعلق کارروائی ختم ہوگئی تو میں نے اہلسنت کی تنظیمی لامرکزیت کی طرف اپنے اکابر کی توجہ مبذول کراتے ہوئے یہ عرض داشت پیش کی کہ اگر آپ حضرات کی زندگی میں کسی ایک جماعتی نظام پر ہم متحد نہیں ہوئے تو آنے والی نسلوں کا بس خدا ہی حافظ ہے۔ (ماہنامہ پاسبان، الہ آباد، ستمبر ۱۹۷۹ء) (ماہ نامہ جام نور بحوالہ بالا)

بھلا بریلوی فرقہ کو فسادات، مسلم پرسنل لاء، مسئلہ بابری مسجد اور فساد زدہ مسلمانوں کی مدد اور دیگر ملّی اور ملکی مسائل سے کیا سروکار؟ وہ اس سلسلہ میں اپنے طور پر کبھی حرکت میں نہیں آئے اور پہل نہیں کی، ہمیشہ ان مسائل کے لیئے حاملین توحید وسنت نے ہی مسلمانوں کے مختلف فرقوں، مکاتب فکر وعلماء اور جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور اجتماعیت تشکیل دی۔ جیسے مسلم مجلس مشاورت، ملّی کونسل، بابری مسجد ایکشن کمیٹی اور مسلم پرسنل لابورڈ وغیرہ۔ بریلوی علماء کو انفرادی حیثیت سے اس اجتماعیت میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ اور اُنھوں نے اس کا حصہ

بننے میں بہت بڑا اعزاز اور فخر سمجھا! عرس میں لاکھوں افراد کا کئی دنوں تک شرکت کرنا، لیکن ان کا ملک اور ملت کے لیئے منظّم اور مجتمع نہ ہونا۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا عشقِ اولیاء اور محبت رسول ﷺ کا دعویٰ جھوٹا، کھوکلا، سطحی، بے جان، لایعنی اور بے معنٰی ہے اور اعراس اور بزرگوں کے فیضان اور تصرفات کا عقیدہ باطل ہے۔ ان بدعات اور رسومات سے مسلمانوں کا رشتہ اسلام سے مضبوط نہیں بلکہ کمزور ہوتا ہے۔ وہ اولیاء کرام سے قریب ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے دوری کی قیمت پر قرآن میں مشرکین کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ سے کم لیکن اس کے مقرب بندوں سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ جب اللہ کی قدرت، صفات، اس کے اختیارات اور کمالات کا تذکرہ ہوتا ہے تو ان کے دل بیٹھ جاتے ہیں۔ اور جب اولیاء اور بزرگوں کی کرامات اور تصرفات اور ان کے سمیع الدعا اور نافع وضار ہونے کے قصے کہانیاں سنائی جاتی ہیں تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ بریلوی فرقہ اولیاء سے قریب لیکن اللہ سے دور ہے!

بریلوی فرقہ میں اسلام کی دعوت، تبلیغ اور اصلاح کے لئے کوئی اجتماعیت نہیں پائی جاتی۔ شیطان نے انہیں شرک اور قبر پرستی کی بنیاد پر آپسمیں جوڑا ہے۔ جبکہ شرک کا رشتہ مضبوط نہیں بلکہ مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہے۔ عقیدہ توحید میں اتنی جان اور کشش ہے کہ اس کے حوالہ سے مضبوط اجتماعیت پیدا ہوتی ہے اور کسی نیک کام کے لیئے مسلمان جان و مال کی قربانیاں ادا کرنے آمادہ ہوتا ہے۔ جبکہ عقیدہ شرک میں کوئی جان اور کشش نہیں پائی جاتی ورنہ بریلوی فرقہ اس طرح غیر منظّم، جامد اور ساکت نہ رہتا۔ وہ ایک بے فیض عقیدہ ہے۔ اس لئے اہل بدعت کسی تعمیری اور نیک مقصد کے لئے منظّم اور مجتمع نہ ہو سکے ان میں حاملین توحید وسنت کی طرح کے بڑے دینی مدارس، دینی جماعتیں، دینی ماہ نامے، اور دینی مکتبے نہیں پائے جاتے اور نہ ان میں ملک گیر شہرت اور اہمیت کا حامل کوئی عالم ہے۔ ان میں دو تین ایسے ''بڑے'' عالم ہیں جو ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ کو جاتے اور وہاں شرک وبدعت پر مشتمل تقاریر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کسی کام کے نہیں ہوتے۔ وہ کنویں کے مینڈک بنے ہوئے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی

مسجد میں بیٹھ کر اہل حق کو کوستے، شرعی گالیاں دیتے اور ان پر شاتم رسول اور دشمن اولیاء کے جھوٹے، جاہلانہ اور احمقانہ الزامات عائد کرتے ہیں۔ جبکہ وہ خود مشرکانہ فکر و عمل کے سبب شاتم رب العالمین ہیں۔ جنھوں نے زمین کو خود ساختہ خداؤں اور حاجت رواؤں سے بھر کر اللہ کی توہین اور تذلیل کی۔ کبیر کو صغیر اور متعدد کمزوریوں کا حامل بنا دیا اور یہاں تک کہ اللہ میاں کو یہ کہتے ہوئے دیوار سے لگا دیا کہ:

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے!

اور یہ کہ اللہ کے بندے ہونے سے بہتر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بندے ہوں۔ اس لئے کہ اللہ کے پاس جنت بھی ہے اور دوزخ بھی جبکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف جنت ہے۔ دوزخ نہیں ہے! یہ سب باتیں بریلویوں کی کتابوں میں نثر اور نظم میں موجود ہیں جنھیں ہم نے تفصیل کے ساتھ اس کتاب کے پہلے باب میں نقل کر دیا ہے۔

جب بتوں نے دکھ دیا تو خدا یاد آیا!

اس اعتراف حق سے بہت پہلے میں اس کتاب میں اپنے ذاتی مشاہدات کی روشنی میں لکھ چکا ہوں کہ بریلوی کسی بھی معاملہ میں اہل حق سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتے۔ وہ ہمیشہ رو بہ زوال ہی رہیں گے۔ اس لئے کہ وہ شرک و بدعت کے قائل ہیں۔ جس میں کسی قسم کی خیر و برکت اور ''فیضان'' نہیں پایا جاتا۔ شرک کے گناہ اور نحوست سے قرآن کے مطابق متعدد قومیں زمینی اور آسمانی عذابوں کے ذریعہ ملیا میٹ کر دی گئیں اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں شکست کھائیں۔ عقیدہ شرک میں اتنی جان اور کشش نہیں پائی جاتی کہ اس کے جھنڈے تلے کسی مشن کے لیئے آدمی قربانی کی سطح پر خود کو وقف کر دے۔ عرسوں اور قوالیوں والوں سے کسی بڑے اور اہم کام کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اب ملاحظہ ہو کہ بریلوی فرقہ کا ہی ایک اہم فرد ان کے ہی ماہ

نامہ میں ان حقائق کا کھل کر اعتراف کیا اور عوام کو اپنا گرویدہ بنانے کے لیئے اہل حق کے نقش قدم پر چلنے اور منافقت اختیار کرنے کی تلقین کرر ہا ہے۔لیکن بریلوی فرقہ اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتا جوتک کہ وہ شرک و بدعت نہ چھوڑ دے۔

ماہ نامہ جام نور میں درج ذیل ایک مراسلہ بعنوان ''تحفظ سنیت کے لئے عملی پیش رفت ضروری ہے'' شائع ہوا تھا:

اہل سنت اور اہل بدعت کا فرق

''اب ہم لحہ فکر یہ کہہ کر جان نہیں چھڑا سکتے بلکہ تحفظ سنیت کے لیے عملی پیش رفت بہت ہی ضروری ہے۔اب حالات یہ ہیں کہ ہر سنی علاقے میں ان کی ایک اچھی خاصی تعداد آپ کو ضرور ملے گی۔سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ آخر سنی عوام اس سلسلے میں ان سے متاثر کیوں ہورہے ہیں اور ہماری بات یا ہمارے فتوے کا ان پر اثر کیوں نہیں ہوتا؟ میرے نزدیک چند اسباب ہیں جنہیں ذیل میں درج کرر ہا ہوں:۔

(۱) دیوبندی مولوی یا عوام کبھی کھلے عام ہم سنیوں کو برا نہیں کہتے اور نہ ہی وہ یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوگی بلکہ وہ نماز پڑھ بھی لیتے ہیں،وہ اختلاف کے تخم ریزی کے باوجود اپنی اس منافقانہ پالیسی سے عوامی طور پر یہ باور کرادیتے ہیں کہ ہم اختلاف نہیں چاہتے۔

(۲) ان کے ہاں جو اجتماع یا جلسہ یا کوئی پروگرام ہوتا ہے اس میں نماز کی ادائیگی کا باقاعدہ اہتمام کرتے ہیں جبکہ ہمارے اجتماعات عموماً اس اہتمام سے خالی ہوتے ہیں۔ان کے مقررین نماز کی اہمیت، اصلاح معاشرہ، اور تبلیغ دین وغیرہ کو اپنی تقریروں کا عنوان بناتے ہیں اور تقریروں میں قرآنی آیات واحادیث سناتے ہیں لہذا ان کی تقریر کے اثرات پائیدار ہوتے ہیں جبکہ ہمارے مقررین کا طریقہ شعلہ باری اور وقتی طور پر عوامی جوش وخروش پیدا کرنا ہوتا ہے خواہ اس کا فائدہ ہو یا نہ ہو۔

(۳) وہ لوگ ہم سنیوں کے گھر شادی کرنے سے بھی منع نہیں کرتے بلکہ وہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے بد مذہبوں کے امیر لڑکے غریب سنی گھرانوں میں کم جہیز ملنے کے باوجود شادی کر لیتے ہیں جس کے نتیجہ میں وہ غریب سنی گھرانہ بھی متاثر ہو کر ان کا ہم خیال ہو جاتا ہے۔

(۴) ہم سنیوں کی کتابیں، رسائل و جرائد شہروں تک ہی محدود ہیں اور ان کا لسانی معیار بھی بلند ہوتا ہے، اس کے برعکس ان کے کتب و رسائل کی رسائی قصبوں اور دیہاتوں تک بھی ہے اور زبان بھی آسان ہوتی ہے جس کو ہر طبقہ کے لوگ پڑھ لیتے ہیں اس پر مستزاد یہ کہ دیوبندیوں نے جو ہمارے خلاف مطالعہ بریلویت لکھی ہے تبلیغی جماعت کے ذریعہ یہ کتاب گاؤں گاؤں تک پہنچی ہوئی ہے جسے وہ لوگ عشاء کی نماز کے بعد فضائل اعمال کے ساتھ سناتے ہیں۔

(۵) کہیں بھی اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے کوئی حادثہ پیش آئے تو ان کے علماء و قائدین فوراً وہاں پہنچتے ہیں اور ہر طرح کی مدد کرتے ہیں۔ اس کی تازہ مثال یہ ہے کہ چند ماہ پہلے بہار میں آئے سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی مدد کے لیے ان کے علماء قائدین پہنچے اور گیارہ لاکھ روپے سے ان کی مدد کی (۱)۔ اس کے برعکس ہمارا نہ کوئی وفد وہاں پہنچا اور نہ کوئی قائد اور نہ کوئی مالی امداد جب کہ یہ مسئلہ ہے کہ انسان احسانات کا غلام ہوتا ہے۔ الانسان عبد الاحسان ۔ میرے نزدیک یہ چند اسباب ہیں جن کی وجہ سے بھولے سنی عوام ان کے ہم نوا و ہم خیال ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے سد باب کے لیے کوئی تنظیم بنائی جائے جس کا مقصد یہ ہو کہ اس کے اراکین عوام سے رابطہ بنائیں اور عقیدہ و عمل کی اصلاح کے لیے ہلکی پھلکی کتابیں ان تک پہنچائیں۔ وقتاً فوقتاً مختلف علاقوں میں ایسے پروگرام کیے جائیں جس میں عام فہم زبان میں اہمیت نماز، اصلاح

---

(۱) یہ حقیقت ہے کہ ملک میں ہزاروں مسلم کش فسادات ہو گئے لیکن بریلوی فساد زدہ علاقوں اور فساد میں لٹے پٹے مسلمانوں سے ہمیشہ دور اور بے تعلق رہے۔ اس لئے کہ ان کا استعانت بالاولیاء اور عشق رسول ﷺ بے جان اور بے فیض ہے۔

معاشرہ اور دیگر عصری عنوانات پر بیانات ہوں، نماز پر خوب زور دیا جائے علماء کے پاس جو لوگ اٹھتے بیٹھتے ہیں وہ ان کو بد مذہبوں کی سازش سے آگاہ کرنے کی کوشش کریں اور جب بھی کوئی عام افتاد پیش آئے تنظیم متاثرین کی خبر گیری کرے اور حتی الوسع مالی امداد بھی کرے"۔

(ماہ نامہ جام نور جنوری ۲۰۰۹ء)

بریلوی جو اپنے آپ کو سنی کہتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ سنت کا احیاء کر رہے ہیں۔ ایسا لکھ کر وہ خود کو اور مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ جبکہ وہ خدا کو تو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ حالاں کہ وہ سنی نہیں، بلکہ واضح طور پر بدعتی ہیں۔ بریلوی اپنے مخالف جن علماء اور مدرسوں وغیرہ کو غیر سنی اور گمراہ سمجھتے ہیں۔ وہ ذکر و عبادت کے ان تمام طریقوں کو جو قرآن و سنت اور اسوہ صحابہؓ میں ہیں۔ اور جن کی تصدیق اور تائید ائمہ اربعہ کی فقہ سے ہوتی ہے۔ اور جو مسنون اور منقول ہیں۔ ان سب کو تسلیم کرتے اور جہاں تک ہو سکے ان پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن بریلوی علماء عرس، مختلف قسم کی فاتحاؤں، قوالیوں، پختہ قبور اور ان پر گنبدوں، چراغوں، غلافوں اور پھولوں، جھیلوں اور خوشبوؤں، قبروں کے پاس لٹکی ڈوریوں اور عرضیوں، فجر کی نماز کے بعد کا اجتماعی سلام وغیرہ ان خودساختہ رسموں اور ذکر و عبادت کے اختراعی طریقوں کو مسنون اور مشروع ثابت نہیں کر سکتے۔ ان کا دور صحابہ و تابعین میں دور دور تک وجود نہ تھا۔ جب یہ سنت نہیں، بدعت ہیں تو حاملین بدعت بدعتی ہوں گے نہ کہ سنی۔ جبکہ اصولی طور پر بھی وہ ذکر و عبادت کے نئے طریقوں کے اختراع اور اضافہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ کوئی بریلوی عالم یہ بات بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ حدیثِ اور فقہ کی قدیم کتابوں میں ذکر و عبادت کے جو مسنون اور مشروع اعمال ہیں۔ حاملین توحید و سنت انہیں تسلیم نہیں کرتے۔

عاشقانِ رسول ﷺ کا ذوق نماز؟

ذکر و عبادت کے مذکورہ طریقوں کا تعلق تو صرف بدعت سے ہے۔ جبکہ بریلوی علماء

اس سے بھی آگے کی اور سب سے بڑی گمراہی، شرک جلی میں مبتلا ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کو سمیع الدعا اور نافع وضار سمجھتے اور ان حضرات سے دُعا وفریاد کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن، حدیث اور اِجماع اُمت کے مطابق یہ ایک واضح شرک ہے۔ تمام فقہا نے اسے شرک قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے بھی وہ اسلام اور اہل سنت سے کافی دور ہو کر غیر مشرکین کی فہرست میں داخل ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ اعتراف حق کی خط کشیدہ باتیں بھی لمحۂ فکر یہ رکھتی ہیں۔ اگر بریلوی شرک نہیں توحید کے قائل ہوتے تو ان میں توحید کے اولین اور اہم ترین مظہر نماز کا ضرور اہتمام پایا جاتا، لیکن اُنھوں نے صاف لکھا ہے کہ بریلویوں کے اجتماعات میں نہ نمازوں کا اہتمام ہوتا ہے اور نہ نماز، تبلیغ دین اور اِصلاح معاشرہ پر زور دیا جاتا ہے۔ البتہ بریلوی مقررین گلا پھاڑ کر شرک و بدعت کی حمایت اور حاملین توحید وسنت کی مخالفت میں منہ سے جھاگ اُڑاتے ہوئے تقاریر کرتے ہیں۔ اور سامعین کو اُلو بنا کر اپنا اُلو سیدھا کرتے ہیں۔ ان کی دال صرف جہلا میں گلتی ہے۔ جبکہ ان کے بڑے علماء حقیقی اہل سنت سے مناظرہ میں متعدد بار شکست فاش کھا چکے ہیں! وہ لوگ جن کے پاس نماز کی اہمیت اور اہتمام کا فقدان ہے۔ ان کی حیثیت خدا کی نظر میں دو کوڑی کی بھی نہیں۔ جس فرقہ کے پاس نہ توحید وسنت کا پاس ولحاظ ہو نہ نماز کی اہمیت۔ وہ راسخ العقیدہ علماء، مدرسوں اور جماعتوں کے مدمقابل کھڑا ہے۔!

اہل بدعت کی منفی اور تخریبی سرگرمیاں

ایک سال پہلے حیدر آباد میں تبلیغی جماعت کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا تھا جسے یہاں کے علماء ومشائخ سوء نے روکنے اور ناکام کرنے کی سرتوڑ کوشش کی، اس کے باوجود یہ اجتماع مکمل طور پر کامیاب اور بامراد رہا، لیکن لاکھوں کے اس اجتماع میں تبلیغی جماعت والوں نے ان کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا اور نہ ہی ان کی قبر پرستی اور گمراہیوں پر تنقید کی جبکہ اہل بدعت کی پستی

اور گھٹیا پن کا یہ عالم ہے کہ جب اہل حق ختم نبوت کے مسئلہ پر جلسہ کرتے ہیں تو اس جلسہ سے تھوڑے فاصلہ پر وہ بھی جلسہ کرتے ہیں۔ جماعت اسلامی نے خواتین کا اجتماع کیا تھا۔ اسے بھی ناکام بنانے کے لیئے حیدر آباد کے علماء و مشائخ نے بڑے گندے پاپڑ بیلے، پولیس کے ذریعہ روکنا چاہا۔ اور اس کی نقالی میں ان ہی دنوں اپنی طرف سے خواتین کا اجتماع رکھا گیا جس کا مقصد جماعت اسلامی کے جلسہ کو ناکام بنانا تھا۔ لیکن نتیجہ اُلٹا نکلا، اخبارات اور سنجیدہ علماء نے اس کی مذمت کی، حیدر آباد میں تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، مجلس تعمیر ملت، قرآن فاونڈیشن اور اہل حدیث کے دفاتر اور دیگر دینی مراکز میں برسوں سے اجتماعات ہورہے ہیں۔ ان کے علاوہ مسجد عالیہ، مسجد عزیزیہ، مسجد ملے پلی اور دیگر مساجد اور مراکز میں مثبت اور تعمیری موضوعات پر سنجیدہ اور باوقار اجتماعات ہوتے ہیں۔ جن میں اختلافی موضوعات، عقائد اور مسائل کو نہیں چھیڑا جاتا، جبکہ بریلوی مکتب فکر کی نومولود جماعتوں وغیرہ کے بھی اجتماعات ہوتے ہیں لیکن وہاں کی سرگرمیاں اور پروگرام زیادہ تر منفی، مخالفانہ اور تنقیدی ہوتے ہیں۔ جن میں اہل حق کو کوستے اور گالیاں دیتے ہوئے شرک و بدعت کے موضوع پر ہی اشتعال انگیز اور دل آزار تقاریر کی جاتی ہیں۔ صرف مسجد افضل گنج اور مسجد عالیہ کے پروگراموں، سرگرمیوں اور تقاریر کا موازنہ اور مقابلہ کیا جائے تو جو حقائق سامنے آئینگے وہ سنجیدہ اور تعمیری مزاج والوں کو اپیل کرنے والے ہوں گے، حقیقی اہل سنت والجماعت کے دینی مدارس اور ان میں تعلیم پانے والے طلباء بھی بریلوی اور نظامی مسلک کے مدارس اور طلباء کی تعداد سے بہت زیادہ ہیں۔ ایک طرف تو اہل توحید و سنت میں دعوت و تبلیغ کی بڑی بڑی جماعتیں ہیں تو دوسری طرف دعوت و تبلیغ کی انفرادی جد و جہد کرنے والوں میں ڈاکٹر ذاکر نائک، ڈاکٹر اسرار احمد، مولانا کلیم صدیقی اور مولانا طارق وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن ایسا اہل بدعت میں ایک بھی عالم نہیں پایا جاتا۔ ڈاکٹر طاہر القادری ان کا ایک عدد لائق آدمی ہے۔ لیکن اس نے اپنی ساری صلاحیتوں کو شرک و بدعت کی اشاعت میں جھونک دیا ہے!

ٹی۔وی کے دو مذہبی چینلوں کا بھی مقابلہ اور موازنہ کر کے دیکھ لیجئے۔ان میں ایک اہل سنت کا ہے اور دوسرا اہل بدعت کا۔لیکن کیوٹی وی کے مقابلہ میں پیس ٹی وی زیادہ مثبت، تعمیری اور مفید ہے۔جبکہ کیوٹی وی میں متعدد باتیں خلاف اسلام اور مشرکانہ ہوتی ہیں !

مثبت اور تعمیری مزاج کا فقدان

ملی، قومی، ملکی اور بین الاقوامی مسائل سے اہل بدعت کو کوئی لگاؤ اور دلچسپی نہیں ہوتی اور نہ وہ ان موضوعات پر لکھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ملی مسائل حل کرنے کے لیئے ہمیشہ حقیقی اہل سنت والجماعت ہی پیش پیش رہتے ہیں۔چنانچہ اس سلسلہ میں ان میں مسلم مجلس مشاورت، ملی کونسل، بابری مسجد ایکشن کمیٹی اور مسلم پرسنل لا بورڈ وغیرہ جیسے مشترکہ پلیٹ فارم بنائے گئے۔لیکن ایسی کوئی اجتماعیت اہل بدعت نے آج تک تشکیل نہ دی، اس لئے کہ ان میں اس کام کا کوئی شعور، احساس، سیادت، قیادت اور صلاحیت نہیں پائی جاتی، وہ شرک و بدعت پھیلانا اور حق پرستوں کو اپنے جلسوں میں گالیاں دینا جانتے ہیں یا پھر بالمقابل اُسی نام کی کوئی نام نہاد جماعت یا ادارہ قائم کر کے حقیقی اوپر بیان کردہ اداروں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔

شرک نے غالب نکما کر دیا ۔ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے!

دعوت و تبلیغ سے دوری

اہل بدعت اور نام نہاد عاشقانِ رسولؐ اور محبان اولیاء اللہ کے ہاں غیر مسلموں کے اندر اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کوئی شعور ہے اور نہ عملی کام۔اس سلسلہ میں ان کے پاس انگریزی اور مقامی زبانوں میں کوئی لٹریچر نہیں پایا جاتا۔ایک واقعہ یہ ہے کہ دعوتی اغراض اور مقاصد کے لیئے انگریزی اور دیگر زبانوں میں کتابیں حاصل کرنے کے لیئے اضلاع کے دو مسلمان حیدرآباد کے مشائخ کے پاس گئے۔ان میں سے ایک پیر صاحب نے کہا کہ بابا! ہمارے پاس عرس، فاتحہ، نذر و نیاز، قوالیوں اور قصیدہ بردہ شریف کے سوا اور کیا ہے؟ غیر مسلموں کو دینے

کے لئے کتابیں جماعت اسلامی اور اہل حدیث کے مکتبوں میں ہی دستیاب ہیں۔ وہاں سے مطلوبہ کتابیں حاصل کیجئے!

عیسائیوں اور قادیانیوں کی طرف سے آئے دن تبلیغی حملے ہوا کرتے ہیں جن کے نتیجہ میں متعدد جاہل اور غریب مسلمان مرتد ہوجاتے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیئے بھی حقیقی اہل سنت ہی پیش پیش رہتے ہیں۔ اس کام کے لیئے ان کے ہاں مضبوط اجتماعیت، لٹریچر، رسائل واخبارات دفاتر اور کارکن کافی تعداد میں موجود ہیں، لیکن حق و باطل کے اس معرکہ میں اہل بدعت دور دور تک کہیں نظر نہیں آتے۔

عصری شعور کا مفقود ہونا

کمیونزم، سوشلزم، سیکولرازم اور مغربی تہذیب دور حاضر کے فتنے ہیں ان کا مقابلہ بھی علمائے حق نے کیا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ مسلم ممالک کا مسئلہ سیکولرازم اور سیکولر جماعتیں ہیں۔ جو مسلم ممالک میں اسلامی نظام حکومت کے لیئے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ ان کا مقابلہ بھی صحیح العقیدہ علماء کررہے ہیں۔ لیکن اہل بدعت، علمائے حق اور اسلامی تحریکوں کی مخالفت کر کے اہل باطل کو تقویت پہنچارہے ہیں! جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ جہلاء کے مجمع میں اہل توحید وسنت کو بدنام کرنے کے لیئے ان کی طرف غلط سلط باتیں منسوب کرتے، جھوٹے الزامات لگاتے اور اپنے مشرکانہ عقائد اور مزاج کے تحت رسول اللہ ﷺ اور اولیاء اور بزرگوں کی توہین اور مخالفت کے احمقانہ الزامات عائد کرتے ہیں۔ حالاں کہ وہ عقیدہ شرک کے ذریعہ خالق کائنات کی تحقیر، توہین اور تذلیل کے جرم کے مرتکب ہورہے ہیں۔!

کالجوں اور یونیورسٹیوں کے مسلم اور غیر مسلم طلباء میں اسلام کی تبلیغ کے لیئے بھی اہل حق میں طلباء تنظیم SIO موجود ہے۔ لیکن یہاں بھی اہل بدعت ٹائیں ٹائیں فش ہیں۔ ہاں البتہ عرسوں اور قوالیوں کی بڑی دھوم ہے!

عرب ممالک مصر، سوڈان اور شام وغیرہ میں اخوان المسلمون جیسی ایک عظیم تحریک فعال اور سرگرم عمل ہے۔ عرب ممالک میں جتنا بھی اسلام اور مسلمانی ہے وہ اسی جماعت کی مرہون منت ہے۔ اسے بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔ لیکن اہل بدعت میں اس جیسی کوئی جماعت نہیں پائی جاتی!

غرض کہ اہل بدعت حاملین توحید وسنت کے مقابلہ میں ہر میدان میں پیچھے ہیں۔ لیکن حق اور اہل حق کی مخالفت اور حبّ نبویؐ، عشق اولیا، اور فیضان غوث اعظم کے خوبصورت پردوں کی آڑ میں مشرکانہ فکر وعمل میں آگے ہی آگے ہیں!

دین کے وسیع تصور تک عدم رسائی

موجودہ زمانے کے انقلابی مفکرین اسلام اس بات کا رونا رو رہے تھے کہ الٰہ اور رب کے معنیٰ عرصہ دراز سے محدود کر دئے گئے ہیں۔ کلمہ طیبہ سے نہ صرف قبوری شرک کی نفی ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے سیاسی شرک یعنی شرک فی الحکم کی بھی تردید ہوتی ہے کہ اللہ کی سیاسی حاکمیت اور قانون سازی میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔ سورہ مائدہ میں تو خدا کے قانون کے بغیر فیصلہ کرنے والوں کو کافر، ظالم اور فاسق قرار دیا گیا ہے، لیکن گمراہ علماء اور مشائخ نے کلمہ طیبہ کے لفظ اِلٰہ سے ہی تصرفات انبیاء اور اِستعانت بالاولیاء کا مشرکانہ تصور من جانب اللہ اور عطائے ربانی کی آڑ لیکر برآمد کرلیا ہے کہا جاتا ہے کہ اذان کے الفاظ اللہ اکبر اور لا اِلٰہ اِلا اللہ میں نہ صرف خدا کی قدرتیں پائی جاتی ہیں بلکہ اس کے ساتھ ان الفاظ کے مفہوم میں انبیاء اور اولیاء کی عطائی حاجت روائی بھی شامل ہے۔ بریلوی علماء کو اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ میں بزرگان دین براجمان نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان نام نہاد عاشقان رسولؐ اور محبان اولیاء نے ایاك نعبد وایاك نستعین سے بھی شرک کا مفہوم نچوڑ لیا۔ جبکہ اس آیت کا مقصد شرک کی تردید ہے اور عقیدہ توحید اور دعا کو انبیاء، اولیاء اور بزرگوں کی نسبت واسطہ، وسیلہ اور سفارش اور ان کے فیضان اور

تصرفات کے گھیرے اور مشرکانہ میتھالوجی کے تاریک دائرہ میں لے لیا گیا ہے۔

راہ حق کے مصائب کے بجائے ایصال ثواب کے دسترخوان

راہ حق میں باطل حکام کے ہاتھوں حقیقی اہل سنت والجماعت ہی ستائے جاتے۔جیل پھانسی اور جلاوطنی کی صعوبتوں کو جھیلتے رہتے ہیں۔جبکہ بریلوی حضرات اپنی خانقاہوں،عرسوں، قوالیوں، نذرونیاز کی بریانیوں، جھنڈوں اور کنڈوں میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں ایسی صورت میں بریلوی حضرات اِلٰہ اور رب سے سیاسی حاکمیت اور قانون سازی کے تصور تک کس طرح رسائی حاصل کرسکتے ہیں اور توحید کی یہ اعلیٰ فکران کے دماغ میں کس طرح سماسکتی ہے کہ الٰہی قانون اور حاکمیت کو چھوڑ کر انسان کا قانون بنانا اور انسانی حاکمیت کا تصور باطل اور مشرکانہ ہے۔باپ دادا، خاندان اور قبیلہ کی روایتوں، رسموں اور رواجوں اور اپنے پیروں اور مرشدوں کی اندھی تقلید اور ذہنی غلامی میں مبتلا رہنے والوں میں جمہوریت، پارلیمنٹ اور ایوان حکومت کے شرک کا کوئی شعور اور احساس نہیں پایا جاتا۔مسلم ممالک میں قوم پرستوں، اشتراکیوں اور سیکولرسٹوں سے اسلامی حکومت کے لیئے مقابلہ کرنے والوں میں پیش پیش توحید وسنت کے علمبردار ہیں۔ بریلوی اس میدان کی پچھلی اور آخری صفوں میں بھی دور دور تک نظر نہیں آتے۔ خود ہندوستان کے حالات میں دیکھئے کہ حکومت اور ہندو فرقہ پرستوں کی طرف سے جب بھی اسلام اور مسلمانوں پر کوئی آفت آتی اور مسائل پیدا ہوتے ہیں تو ان کا مقابلہ اور تدارک کرنے کے لیئے دیوبندی اور ندوی علماء اور دیگر اسلامی جماعتیں ہی پیش پیش رہتی اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر وغیرہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرتی ہیں۔ یہاں بھی بریلوی حضرات پچھلی سیٹوں پر دکھائی دیتے ہیں۔کسی بھی مسئلہ میں ان کا قائدانہ رول نہیں پایا جاتا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک بے فیض قوم ہیں۔ان کا عوام میں نہ کوئی اثر ونفوذ ہے۔اور نہ ہی ان میں ملت کے سیاسی، سماجی اور دینی مسائل کا کوئی شعور، درد اور حساس اور دلچسپی،ہاں اگر دلچسپی ہے تو جاہل عوام میں عرس، فاتحہ، نذرونیاز اور قوالی کی محفلوں اور توحید وسنت اور ان کے علمبرداروں کی مذمت اور مخالفت سے ربیع الاول اور ربیع الثانی کے مہینوں کے اکثر و بیشتر دنوں

میں ساری مسلم آبادیاں قوالی کی ریکارڈنگ سے گونجتی رہتی ہیں۔ عشقِ رسول ﷺ کے اظہار میں وہ کام کیا جاتا ہے جسے مٹانے اور ختم کرنے حضور تشریف لائے تھے جیسا کہ بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں آلات موسیقی کو ختم کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

بریلوی علماء کا تعلق بالقرآن

حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددیؒ فرماتے ہیں:

''جوانی میں جب میں حیدرآباد میں تھا تو مشائخ کے یہاں تصوف کی کتابیں پڑھی پڑھائی جاتی تھیں، خاص طور پر فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کا بڑا دور رہتا تھا، اور مثنوی مولانا روم کا تو دن رات ورد تھا، وحدۃ الوجود کے نکتے بیان ہوتے تھے اور توحید وجودی کے بارے میں موشگافیاں ہوتی تھیں، لیکن میری آنکھیں قرآن کی تفسیر اور حدیث کا درس ڈھونڈھتی تھیں اور کان ان کے سننے کے لئے بیتاب تھے۔ جی چاہتا تھا کہ کم سے کم ایک ہی آیت کی تفسیر اور ایک ہی حدیث کی تشریح ہوتی۔ لیکن ان مجالس میں ان کا کوئی ذکر نہ تھا، ذوق وشوق، وجد وحال، نعرہ وآہ کی کمی نہ تھی، مگر قرآن وحدیث کا سیدھا سادہ بیان مفقود تھا۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن پیری و مشیخیت کو توڑتا ہے اور سب کو بندگی اور انسانیت کی سطح پر اتارتا ہے اور سارے استثناءات و امتیازات کو ختم کردیتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ عرب کا بدو مجلس نبوی میں آتا ہے تو کسی قسم کے امتیازات و مشیخیت کا نشان نہ ہونے کی وجہ سے اس کو پوچھنا پڑتا ہے کہ آپ میں سے خدا کا رسول کون ہے؟'' (ماہنامہ صراطِ مستقیم برمنگھم اپریل ۲۰۰۶ء)

قرآن سے دور ایسے برے معاشرہ میں توحید کا پامال ہونا اور شرک کا پروان چڑھنا ایک لازمی اور فطری امر ہے! چند سالوں سے شرک پسند حلقوں میں اجتماعیت اور اجتماعات کا اہل سنت کے دیکھا دیکھی شوق پیدا ہوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے اجتماعات میں قرآن اور حدیث کو اہمیت حاصل نہیں ہوئی۔ اخباری اطلاعات کے مطابق ان کے پروگراموں میں اجتماعی ذکر بالجہر، قصیدہ بردہ شریف اور سلام بالقیام کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ تقاریر ہوتی

ہیں تو ان میں شرک و بدعت، معجزات، کرامات، اولیاء اور بزرگوں کے نام نہاد فیضان اور تصرفات کا تذکرہ ہوتا اور وہابیوں اور دیوبندیوں کی مذمت اور مخالفت کی جاتی ہے۔!

بریلوی علماء کی قرآن فہمی

قرآن مجید کی بکثرت اوزواضح المطالب آیات اور احادیث میں انبیاء اور اولیاء کے سمیع الدُعا، عالم الغیب اور حاجت روا ہونے کی نفی، تردید، اِنکار اور مخالفت کی گئی ہے اور اس طرف جانے کے تمام راستے بھی بند کردیئے گئے ہیں لیکن چونکہ شرک زدہ بریلوی اور نظامی علماء کا دل عقیدۂ توحید کے معاملہ میں انتہائی سیاہ اور سخت ہو چکا ہے۔ اور حق بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ اس لیئے نفی کی جگہ اثبات، تردید کے بجائے تائید اور مخالفت کے معنٰی حمایت سجھائی دے رہے ہیں اور انبیاء کی جگہ بت نظر آرہے ہیں۔ اور وہ ہر بات کا اُلٹا اور غلط مفہوم لے رہے ہیں۔ بریلوی عقائد اور دلائل زبان حال سے اس بات کا اعلان کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بات سمجھانے کا طریقہ نعوذ باللہ نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے کہ غیب کی کنجیاں اور دُنیا کے خزانے صرف اسی کے پاس ہیں اس نے کسی کو پاور آف آٹارنی عطا نہیں فرمایا۔ اس لئے صرف اسی سے دُعا اور فریاد کرو۔ لیکن بریلوی علماء ان آیات کی یہ احمقانہ تعبیر بیان کرتے اور تفسیر بالرائے سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان آیات میں بالذات حاجت روائی کی نفی کی گئی ہے۔ بعطائے الٰہی کی نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں کو دُعائیں سننے اور قبول کرنے کے اختیارات عطا فرمادیا ہوتا تو بار بار یہ نہ کہتا کہ مجھ ہی سے دُعا مانگو۔ غیر اللہ کو مدد کے لیئے نہ پکارو۔ بریلوی علماء کا دماغ اور طرز اِستدلال ایسا ہی غلط، گمراہ کن اور نامعقول ہو چکا ہے۔ جیسا کہ دورنبویؐ کے مخاطب مشرکین، قادیانیوں اور منکرین حدیث کا ان کے دلائل اس قدر گول مول باطل اور لچھے دار ہوتے ہیں کہ کمزور علم و عقل کے عامتہ المسلمین ان سے متاثر ہوکر شرک کے تاریک اور عمیق غار میں گر جاتے ہیں!

گمراہی کا ایک اہم سبب دُنیا

اعراس اور درگاہیں آمدنی کے بڑے ذرائع ہیں۔ قبوری شریعت کے نظام، ارکان اور

رسوم ورواج کے اندر پیروں، ملنگوں، مرشدوں، مجاوروں اور سجادہ نشینوں کو پیسہ کے ساتھ بڑی عزت اور توقیر بھی حاصل ہے۔ اگر وہ توحید خالص کو اختیار کر کے شرک، اس سے متعلقہ اُمور اور خود ساختہ آداب و رسوم کو ترک کر دیں گے تو ان کی دنیا کا بڑا نقصان ہو گا اور ان کا حلقہ سکڑ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین عرب رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اس خوف اور اندیشہ کے تحت کہ:

''اگر ہم تمہارے ساتھ اس ہدایت (دعوت توحید اور ترک شرک) کی پیروی اختیار کریں گے تو اپنی زمین سے اُچک لئے جائیں گے''۔ (قصص۔۵۷)

شرک کے مراکز اور اڈے اور مشرکانہ نظام فکر و عمل پیسہ کمانے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کے بکثرت ایسے مندر ہیں جن سے کروڑوں کی آمدنی ہوتی ہے۔ اور مندروں کے چڑھاوے اور نذرانے وغیرہ دونوں ہاتھوں سے لوٹے جاتے ہیں۔ یہی حال درگاہ والوں کا ہے۔ آئے دن اخبارات میں ایسی خبریں شائع ہوا کرتی ہیں کہ فلاں بڑی اور مشہور درگاہ کی آمدنی میں سجادہ نشین وغیرہ وسیع پیمانہ پر خرد برد کر رہے ہیں۔ بات عدالت تک جاتی اور درگاہ کا اِنتظام کسی اور کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اگر درگاہوں والے توحید خالصِ اختیار کر کے شرک اور قبوری شریعت ترک کر دیں گے تو درگاہوں، عرسوں اور پیری مریدی کے نظام سے جو آمدنی ہوتی اور عزت ملتی ہے۔ مذکورہ آیت کے مطابق انھیں ان سب سے محروم ہونا پڑے گا جس کے لیئے وہ تیار نہیں۔ ''اور یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کے بدلے دُنیا کو خرید لیا ہے''۔ (البقرہ۔۸۶) ایک حدیث کے مطابق گمراہی کا ایک بڑا سبب دُنیاوی مفادات ہیں۔ (ترمذی) اس لئے بعض افراد اور گروہ دُنیا کے لیئے اپنا دین وایمان برباد کر لیتے ہیں۔ ایسا صرف بریلوی اور قبوری حلقوں میں ہی نہیں ہوتا بلکہ توحید کے حامل بھی دوسری گمراہیوں کے ذریعہ اپنی دُنیا آباد اور آخرت برباد کر لیتے ہیں جسکی ایک مثال مولانا وحید الدین خاں مدیر ماہ نامہ الرسالہ دہلی کی ہے۔ جو دولت کے لیئے ملکی اور غیر ملکی اسلام دشمن عناصر کا ساتھ دیتے ہوئے بابری مسجد، جہاد، اسلامی غلبہ اور حکومت کی مخالفت اور رام مندر، بی جے پی اور سیکولرازم کی حمایت کر رہے ہیں!

ہونکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے!

اس مفہوم کی ایک حدیث گزر چکی ہے کہ قیامت کے قریب مسلمان قبروں کو آمدنی کا ذریعہ بنائیں گے۔ چنانچہ دنیا دیکھ رہی ہے کہ بزرگوں کی درگاہیں اور اعراس سے مجاور اور، سجادہ نشین وغیرہ جاہل عوام کو مشرکانہ رسوم میں مبتلا کر کے خوب کما رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر بعض حریص مسلمانوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اور اُنہوں نے بزرگوں کے نام پر فرضی قبریں بنا دیں جنہیں چھلے کہا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم یہاں ایک سوال اور اس کا مولانا احمد رضا خاں کا صحیح جواب نقل کرتے ہیں جس ''پر گڑ کھاتے ہیں لیکن گلگلوں سے پرہیز کرتے ہیں'' کا اطلاق ہوتا ہے!

فرضی قبریں

بریلوی عالم مولانا یٰسین اختر مصباحی بعنوان ''فرضی قبریں'' ایک سوال اور اس کا مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا جواب اس طرح نقل کرتے ہیں:

سوال: ''زید نے ایک فرضی و مصنوعی قبر بنوا کر اس کی عظمت کی جھوٹی روایتیں لوگوں میں بیان کیں۔ لوگ اس قبر پر چادریں، مرغ، بکری، مٹھائیاں اور روپیہ پیسہ چڑھانے لگے۔ اس سے اپنی منتیں مانگنے لگے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ کیا ایسا شخص فاسق و کافر ہے۔ اس کے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ایسے شخص کے جلسے میں شرکت اور اس سے رشتہ و قرابت کا کیا حکم ہے۔ جو لوگ اس معاملہ میں اس کے مدد و معاون ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے اور جب کہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور نماز پھیرنی واجب، اس جلسۂ زیارتِ قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں۔

سوال: ''کسی اولیاء اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا ادب و لحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کے واسطے بنانے اپنے فرضی مزار کے خواب میں اجازت دے تو وہ قبول مقبول ہوگا یا نہیں؟''

جواب: فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی

بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی۔ (فتاوی رضویہ ج ۴)

(بحوالہ امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات ص ۳۱۴)

دیکھنا بزرگوں کے تصرفات کا مشرکانہ عقیدہ کیسے کیسے گل کھلا رہا اور مسلمانوں کے اندر نت نئی گمراہیاں پھیلا رہا ہے۔ اگر بزرگوں کی قبروں کے ساتھ مشرکانہ فکر وعمل کا معاملہ نہ کیا جاتا تو نقلی قبر تو کجا اصلی قبر کی طرف بھی کوئی رُخ نہ کرتا۔

حیدرآباد میں میراں داتار نامی ایک ''ولی'' کا چھلہ ہے۔ مشہور ہے کہ اس مصنوعی قبر کے احاطہ میں پاگل ''عورتیں'' اگر چالیس دن تک رہیں تو وہ اچھی ہو جاتی ہیں۔ ایک تو معاملہ مشرکانہ اور دوسرا کریلا نیم چڑھا کے مصداق وہاں صرف عورتوں کا علاج ہوتا ہے۔ بھلا ایسے مقام پر موجودہ زمانے میں خوبصورت عورتوں کو کون بخشتا ہے؟ بزرگوں کی قبروں کا ایک اور فتنہ یہ ہے کہ حیدرآباد میں ایک ولی ''سید صاحب'' کی درگاہ ہے۔ مشہور ہے کہ اگر کوئی شدید بیمار یا مصیبت زدہ ایک بکرے پر ہاتھ پھیر کر ان ولی اللہ کے نام پر ان کی درگاہ کے احاطہ میں چھوڑ دے تو بلا ٹل جاتی ہے۔ مجاور صاحب صرف بکرا قبول نہیں کرتے، اس کے ساتھ اس کے لیئے چالیس دن کی گھانس کے پیسے بھی وصول کرتے ہیں۔ درگاہوں سے متعلقہ اس قسم کے سینکڑوں مشرکانہ قصے کہانیاں مسلم معاشرہ میں گردش کرتی رہتی ہیں۔ جن کو فیضان اولیاء کا نام دیا جاتا ہے جو مسلمان ان بداعتقادیوں کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ دُشمن اولیاء قرار پاتا ہے۔ جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس یہ ہے کہ تصرفات اولیاء کا مشرکانہ عقیدہ گھڑنے والے دشمن خدا ہیں!

دنیائے مذاہب کا ناقابل فہم المیہ

اس دنیا میں چھ موجودات کی کارکردگی کارفرمائی سب سے زیادہ اہمیت اور وقعت رکھتی ہے جو یہ ہیں:

(۱) اسلام (۲) کتب آسمانی (۳) انبیاء علیہم السلام (۴) علماء کرام (۵) نفس انسانی (۶) اور شیطان اور اس کی ذریت۔ دنیا میں مذہبی سرگرمیاں جدوجہد اور کشمکش ان ہی چھ اُمور پر مشتمل ہے۔ لیکن تاریخ اسلام حضرت آدمؑ سے ایں دم اس بات پر شاہد ہے جس کا علم ہمیں قرآن سے

ملتا ہے کہ شیطان کے مقابلہ میں انسان نا کام ہے۔ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کی مرضیات پوری نہیں ہوئیں اور انسان اپنے مقصد زندگی عبادت، اِمتحان اور آزمائش میں بحیثیت مجموعی نا کام اور نا مراد واقع ہوا ہے۔ یوں تو ان نا کامیوں اور گمراہیوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ لیکن میں یہاں اپنے موضوع کے لحاظ سے صرف توحید وشرک کے پہلو کو لیتا ہوں۔ تاریخ انبیاء اس بات پر شاہد ہے کہ شیطان کا اولین اور اہم ترین نشانہ عقیدہ توحید ہے کہ انسانوں کو اس سے بھٹکا کر شرک، آباء پرستی، بزرگ پرستی، بت پرستی اور قبر پرستی میں مبتلا کر دیا جائے۔ قرآن کے مطابق تقریباً تمام انبیاء کرام اس دنیا میں اثبات توحید اور نفی شرک کے لیئے مبعوث کیئے گئے اور رسول اللہ ﷺ کی آمد اور قرآن کے نزول کا اہم مقصد شرک کی تردید تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا بڑا حصہ نفی شرک میں گزرا اور اسی کے لئے جنگیں ہوئیں۔

اس دنیا میں عیسائیوں کے بعد مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ لیکن وہ ایک آسمانی کتاب بائبل رکھتے ہوئے بھی بائبل کی تعلیمات کے خلاف مشرکانہ عقیدۂ تثلیث میں بری طرح مبتلا ہو گئے اور اُنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور معبود بنالیا۔ جبکہ محرف شدہ بائبل میں بھی جو آیات تحریف سے محفوظ ہوگئی ہیں۔ ان سے تثلیث، عیسی علیہ السلام کے معبود اور کفارہ کے عقیدہ کی تردید ہوتی ہے۔ لیکن کروڑہا عیسائی اس شرک اور گمراھی میں بری طرح ملوث ہیں جبکہ عیسائیوں کی بڑی تعداد امریکہ، برطانیہ اور فرانس وغیرہ ترقی یافتہ ممالک میں رہتی ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتے اور بہترین دماغ رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود مذہب کے معاملہ میں ان کا رویہ اور سوچ غیر منطقی، غیر تحقیقی اور اندھی تقلید پر مبنی ہے۔

اسی طرح ہندوؤں کی تعداد مذہبی دنیا میں تیسرے نمبر پر ہے۔ لیکن وہ بھی بری طرح شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہیں۔ جبکہ ان کی مذہبی کتاب وید میں شرک اور بت پرستی کی مخالفت اور عقیدہ توحید کی حمایت موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ تمام ہندو بھی جو ویدوں اور سنسکرت سے واقف ہیں، وید کی اس بڑی حقیقت سے جاہل، لاعلم اور بے خبر ہیں اور اس کے خلاف مذہبی زندگی پوجا پاٹ میں گزار رہے ہیں۔

یہی برا حال مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کا بھی ہے۔ جبکہ ان کے پاس قرآن موجود

ہے جس میں ایک لفظ کی بھی تبدیلی نہیں آئی، قرآن مجید میں شرک کی پرزور طور پر نفی، تردید اور مخالفت کی گئی ہے۔ اسی شرک اور بزرگ پرستی میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد بری طرح مبتلا ہوگئی۔ ان میں وہ کثیر علماء اور خواص بھی شامل ہیں جو عربی جانتے اور قرآن پڑھتے ہیں لیکن اس کے باوجود شیطان کی یہ حیرت انگیز کامیابی ملاحظہ ہو کہ اُنہوں نے توحید کو سمجھا نہ شرک کو۔ اس طرح سے عیسائیوں، ہندوؤں کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی اپنے پاس قرآن رکھتے ہوئے توحید سے دور اور شرک سے قریب ہوگئے۔ جبکہ قرآن میں توحید کے اثبات اور شرک کے ابطال اور تردید میں منفی، مثبت، سائنسی، فطری، عقلی، نقلی اور آفاق وانفس کے بکثرت دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ میدان حشر میں انبیاء اور اولیاء اپنے عابدین کی جو مخالفت کریں گے اسے تک پیشگی طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ ہم نے اپنے جاہل عقیدت مندوں سے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ ہمیں سمیع الدعا اور حاجت روا قرار دیکر ہم سے دُعا اور فریاد کریں۔ قرآن میں یہ سب باتیں موجود ہیں۔

عیسائیوں اور ہندوؤں کی مذہبی کتابیں ان کے درمیان اصلی حالت میں موجود نہیں ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کے پاس قرآن اصلی اور غیر محرف صورت میں موجود ہے۔ ایسی صورت میں ان کا شرک عیسائیوں اور ہندوؤں سے زیادہ شنیع اور سنگین ہو جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ کلمہ گو مسلمان غیر مسلموں کو دعوت توحید پیش کرتے۔ اُلٹا وہی شرک اور بزرگ پرستی میں بری طرح مبتلا ہو گئے!

نومسلموں کے حق میں بھی بریلوی مشرکانہ مسلک ایک مسئلہ، فتنہ اور مصیبت بن گیا ہے۔ ان کے ہاتھ پر جو ہندو اسلام قبول کرتے ہیں ان کا رُخ پہلے مندروں، جاتراؤں اور بھجنوں کی طرف تھا تو اب وہ درگاہوں، عرسوں اور قوالیوں کی محفلوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ ان بیچاروں کے شرک اور بت پرستی کا قالب بدلا ہے۔ وہ ہنوز دوسری نئی شکل میں شرک اور قبر پرستی میں ہی مبتلا ہیں۔ پہلے ان کے معبود اور مشکل کشا بت تھے تو اب اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے نافع وضار مسلمان بزرگ ہیں۔ پہلے وہ اپنے مصائب اور حاجتوں کے لیئے مندروں کا رُخ کرتے تھے تو اب دُعا اور فریاد کرنے کے لیئے درگاہوں اور آستانوں کی طرف جاتے ہیں۔!

منہج سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں

ہماری بعض اہم خوبصورت اور معیاری مطبوعات